فہرست مضامین

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

کہہ دو انہیں پکار کر لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
وعدہ خدا کا حق ہے مٹایا نہ جائیگا

صدیقؓ اور عمرؓ ہیں ملازم رسولؐ کے
یاں رفض کا سوال ہی پایا نہ جائیگا

عثمانؓ امامِ حق ہیں دستِ نبیؐ گواہ
یہ مرتبہ کسی سے گھٹایا نہ جائیگا

حُبِّ علیؓ دلیل ہے حُبِّ رسولؐ کی
خوارج کو آبِ کوثر پلایا نہ جائیگا

سُن لیں میری طرف سے یزیدانِ عصرِ نو
نامِ حسینؓ ان سے مٹایا نہ جائیگا

نام کتاب ——— حضرت معاویہ رضؓ و استخلاف یزید بجواب
تحقیق مزید علی خلافۃ معاویہ و یزید

نام مصنف ——— سید لعل شاہ بخاری

نام کاتب ——— عبد الحق خوشنویس جھیوانوالی ضلع گجرات

بار ——— دوم نومبر ۱۹۸۹ء

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ——— حافظ شفیق الرحمٰن ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی

پتہ ——— مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ

ضخامت ——— ۷۲۴ صفحات

بفرمائش محمد افضل مرزا جھیوانوالی ضلع گجرات
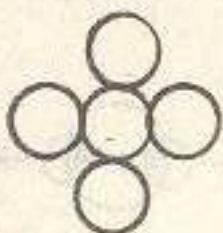
پیش لفظ دربارۂ وجہِ تالیف

شوال ۱۳۵۸ھ میں جب میں مولانا عبدالخالق صاحب کی خدمت میں رتڑھال، ضلع ملتان، جانے کے لئے گھر سے روانہ ہوا تو اتفاق سے میرے پاس سید امجد رضا شاہ صاحبؒ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے چند قلمی رسالے بھی تھے۔ میرے ایک ہم سبق ساتھی (سید غلام جعفر حسین شاہ صاحب، ڈیروی) نے ان رسالوں کا مطالعہ کیا اور مجھے مخاطب کر کے کہا "بھائی رسائل ہذا گواہ ہیں کہ آپ کے خاندان میں کوئی شیعہ پیدا نہیں ہوا لیکن ہمارا معاملہ آپ سے مختلف ہے"۔ ایک دوست کی زبان سے یہ مدحت سرائی میرے لئے باعثِ فخر تھی فرحت و انبساط کی عجیب کیفیت مجھ پر طاری ہوگئی میں سوچ رہا تھا کہ اسلاف کے نوشتے اخلاف کے لئے کتنی قابلِ قدر میراث اور کیا ہی بیش بہا سرمایہ ہیں۔ وہ رسالے میں نے ان کی خواہش کے مطابق انہی کے حوالے کر دیئے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حسابِ کم و بیش را

اس واقعہ نے میرے اندر ایک داعیہ کی تحریک کی اور اس گفتگو سے میرے ضمیر میں ایک آرزو پیدا ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق بخشے تو اس سلسلہ میں اپنی خود نوشت کے کچھ ایسے نقوش ثبت کر دینا ضروری ہیں جو حق پرست نفوس کیلئے اطمینانِ قلوب کا موجب ہوں۔

لیکن کثرتِ کار، طبعی تکاسل اور علمی بے بضاعتی کے ملے جلے موانعات نے قلم اٹھانے کا موقع ہی نہ دیا بلکہ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد ایک طویل مدت تک علمی مشاغل سے بے تعلق رہنے کی بنا پر ادھر التفات کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اندریں حالات جذبات افسردہ

اور داعیات مردہ ہو چکے تھے۔ آج سے چند سال قبل بس میں سفر کرتے ہوئے ناگہاں ایک مہربان سے ملاقات ہو گئی، شکل و صورت کے لحاظ سے تو میں ان سے متعارف تھا لیکن ان کے نام و مقام سے ناواقف۔ فرمانے لگے "شاہ صاحب! آپ لوگوں نے بڑے دھوکے میں رکھا ہے"۔ میں نے کہا۔ "مہربان من! کیا ہو گیا ہے؟ خدا آپ کا بھلا کرے" کہنے لگے، "میرا مطلب ہے کہ ہم آج تک اپنے علماء سے سنتے چلے آئے ہیں کہ (یزید بن معاویہ) فاسق و فاجر تھا، حالانکہ وہ امام عادل خلیفہ راشد تھا، عشرہ مبشرہ نے اس کی بیعت کی تھی عباسی صاحب نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے"۔ میں نے دریافت کیا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ ولایت عہد یزید کا قصہ کس سنہ میں ہوا؟" کہنے لگے "۵۶ھ میں"۔ میں نے کہا کہ ۵۶ھ میں تو عشرہ مبشرہ میں سے ایک بزرگ بھی بقید حیات نہ تھے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ حضرات صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت کس طرح کر لی؟ جبکہ وہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے"۔ خاموش ہو گئے، ان کی زبان گنگ تھی وہ بت کی طرح ساکت و صامت بیٹھے تھے۔ میں نے پھر عرض کیا "میرے بھائی! علمائے اہل السنۃ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں حل کیا ہے۔ ان ہی سے وابستہ رہنے میں عافیت ہے، جو بکری گلے سے الگ ہو جاتی ہے، بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے۔

مجھے پہلے بھی کسی دوست نے بتایا تھا کہ (محمود احمد صاحب عباسی) نے ایک کتاب بعنوان (خلافت معاویہ و یزید) لکھی ہے۔ اس میں بڑا تاریخی مواد جمع کیا ہے۔ سنی اس کتاب کو پڑھ کر پرانے عقائد سے برگشتہ ہو رہے ہیں اور آج میں بچشم خود اس کتاب کی انقلاب آفرینی کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

مجھے اس کتاب کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر میری بے مائیگی کا اندازہ کیجیے کہ مجھے ایک عرصہ تک عباسی صاحب کی کتاب (خلافت معاویہ و یزید) دستیاب نہ ہو سکی

ابھی میں عباسی صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کر پایا تھا کہ امیر جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے مضامین بعنوان "خلافت و ملوکیت" (ترجمان القرآن) میں شائع ہونے شروع ہو گئے، یک نہ شد دو شد۔ جناب "عثمان غنی ذی النورین" مودودی صاحب کے معیار نقد پر زر کم عیار ثابت ہو رہے تھے انہوں نے خلافت راشدہ کو ملوکیت سے بدل دینے کا اولیں ذمہ دار حضرت (عثمان غنی) کو قرار دیا ہے۔

امت کے متفق علیہ امام کے خلاف الزام تراشی کی یہ مذموم حرکت علمائے اہل السنت کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ ملک کے طول و عرض میں ایک آگ سی لگ گئی ہر جہت سے صدائے نفریں بلند ہوئی اور اعتراضات شروع ہو گئے "تنظیم اہل السنت کے راہنما سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے تردید میں ایک مستقل کتاب بنام (عادلانہ دفاع) بھی تصنیف کی۔ لیکن مودودی صاحب پر کچھ اثر نہ ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ان کے مضامین کا مجموعہ کتابی شکل میں منصۂ شہود پر نمودار ہوا جسے "خلافت و ملوکیت" کا عنوان ہی دیا گیا۔ اس کے ضمیمہ میں مودودی صاحب نے کئے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر اپنے مؤقف پر سختی سے قائم رہنے کا اظہار کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کا خمیر انابت اور رجوع الی الحق کے عنصر سے بالکل مبرا و معرا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ علمائے کرام کی شدید نفرت اور ہمہ گیر مخالفت کے باوجود کتاب کی مقبولیت بعض پڑھے لکھے طبقوں میں نہایت سرعت سے بڑھتی گئی۔

میرے نزدیک عباسی صاحب اور مودودی صاحب دونوں کے نظریات اہل السنۃ کے معتقدات کے منافی ہیں۔ دونوں کے قلم آوارہ خرام، دونوں کی تحریرات زہر آلود دلازار ہیں اور دونوں کی کتابیں فتنہ انگیز ہیں۔

اندریں حالات نہایت ضروری ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات مختلف کتب کے حوالہ جات سے منضبط و مرتب کر دیئے جائیں "تاکہ افراط و تفریط سے پیدا ہونے والے

فتنوں کی بیخ کنی کی جا سکے اور اس ضمن میں جہاں کہیں عباسی صاحب نے اپنی شاطرانہ چالوں سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس کی نشاندہی کر دی جائے اور جہاں جہاں مودودی صاحب نے ٹھوکر کھائی ہے ان مقامات کی بھی نشاندہی کر دی جائے تاکہ طالبانِ حق متنبہ ہو جائیں اور مخادعت اور مزلت سے محفوظ رہیں۔

یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی دشوار ہے۔ بالخصوص مجھ جیسے ہیچمداں اور بے بضاعت انسان کے لئے ان کٹھن مراحل کو طے کر کے منزل تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے:۔

عقل مے گوید مرو اندیشہ کن فرزانہ شو عشق می گوید کہ ایں شرلا تخف دیوانہ رد

یعنی عقل کہتی ہے۔ خبردار راہ ناہموار ہے، وادی خاردار ہے، نشیب و فراز بے شمار ہیں گہرے کھڈ اور تاریک غار ہیں، بلند پہاڑ اور خطرناک موڑ ہیں، زاد محدود اور وسائل مفقود ہیں (کیف الوصول الی سعاد ودونھا قلل الجبال ودونھن خیوف)

عشق کہتا ہے۔ ہرگز نہ ڈر، ہمت کر، اٹھ باندھ کر، رکھ اللہ پر نظر پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

عزائم جن کے پختہ ہیں نظر اللہ پہ رکھتے ہیں
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

پس میں نے متوکلاً علی اللہ اس سلسلے میں چار کتابیں لکھنے کا تہیہ کیا ہے۔

۱۔ الشیخین المعظمین
۲۔ الختنین المکرمین
۳۔ السبطین السعیدین
۴۔ حضرت معاویہ و استخلاف یزید

اور اس موضوع پر بحمداللہ خاصہ مواد جمع کر لیا ہے۔ بعض مصالح کی بنا پر موخر الذکر کی طباعت کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

کتاب کا پورا نام (حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید بجواب تحقیق مزید علی خلافۃ معاویہ و یزید ہے)

لیکن عند الذکار بغرض اختصار (استخلاف یزید) پر اقتصار کیا جائے گا۔

چونکہ اس سلسلہ میں یہ پہلی کتاب ہے اس لئے اس کے اول میں ایک طویل مقدمہ لکھا گیا، جس میں وہ قواعد و ضوابط تحریر ہیں جو مواقف اہل السنۃ کی تشخیص و تعیین میں معین و مددگار ہیں۔

اصل مقصود مؤقف اہل السنۃ کی تشخیص و تشئید ہے اور اس ضمن میں باطل فرقوں کی تردید بالعموم اور عباسی صاحب اور مودودی صاحب کے مزعومات کی تردید بالخصوص زیر بحث آجائے گی۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت
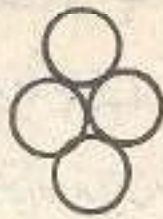
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت

والیہ انیب

مقدمۃ الکتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ المھتدین لاسیما الخلفاء الراشدین المھدیین وعلی من تبعھم باِلاحسان اجمعین۔ اما بعد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

"ستفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین فرقۃ کلھا ھالکۃ الا واحدۃ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری امت عنقریب تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب فرقے ہلاک ہونیوالے ہیں، مگر ایک فرقہ" یہ روایت "افتراق الامت" کے نام سے مشہور ہے۔ صاحب (تذکرۃ المذاہب) نے اپنی کتاب کی اساس اسی روایت پر رکھی ہے اور تمام فرقوں کا ابطال کر کے مذہب اہل السنت والجماعت کو برحق قرار دیا ہے اس روایت کی صحت وسقم کے بارہ میں علماء نے بحث کی ہے۔

(ابن حزم) اور علامہ (مجد الدین فیروزآبادی) نے کچھ کلام کیا ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر روایت کی کوئی خاص سند تھی ورنہ اس روایت کو (حاکم) نے مستدرک میں مختلف سندات سے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک روایت کے متعلق، جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا "ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولکن لم یخرجاہ" علامہ (ذہبی) نے بھی (تلخیص المستدرک) میں اس کی تصحیح کی ہے اور مابقی روایات کی سندات کے متعلق فرمایا "ھذہ اسانید تقام بہا الحجۃ فی تصحیح ھذا الحدیث"

حضرت مولانا (بدر عالم) صاحب مرحوم نے اپنی کتاب (ترجمان السنۃ) کا آغاز اسی روایت سے کیا ہے اور مختلف کتب احادیث کے حوالہ سے اس روایت کو پندرہ صحابہؓ سے

نقل کرکے ایک طویل بحث کے بعد ارشاد فرمایا ہے " ان میں سے ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر
انس، ابو امامہ، عمرو بن عوف، عوف بن مالک رضی اللہ عنہم کی روایات صحیح یا حسن کے
درجہ میں آسکتی ہیں۔ بقیہ روایات کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں مگر تعدد طرق کا لحاظ کرتے
ہوئے وہ بھی قاطبۃً نظرانداز کرنے کے قابل نہیں "

اس روایت کو امام محمد بن وضاح القرطبی المتوفی ۲۸۶ھ نے کتاب البدع والنہی
میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں شاطبی نے الاعتصام
میں اور دیگر اکابر امت نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرما کر اس پر بحث کی ہے۔

غرضیکہ اس روایت کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے
اور اس روایت سے اہل السنۃ کا برحق اور ناجی ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ امام ربانی
حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں :-

"پیغمبر فرمودہ علیہ السلام کہ امت من ہفتاد و سہ فرق متفرق شوند، ہمہ ایشاں
در آتش باشند مگر یک فرقہ، پرسیدند کہ آں فرقہ ناجیہ چہ کسانند؟ فرمود
علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام آنانند کہ باشند بر مثل آنچہ من برآنم
و اصحاب من برآنند و آں یک فرقہ ناجیہ اہل السنت والجماعت اند کہ ملتزم
متابعت اصحاب آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام اند۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی
مُعْتَقَدَاتِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَاَمِتْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ وَ
اُحْشُرْنَا مَعَھُمْ" رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا
وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ" (مکتوبات دفتر دوم ص ۱۳۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائیگی
سب فرقے آگ میں ہوں گے مگر ایک فرقہ۔ اصحاب نے پوچھا کہ وہ فرقہ ناجیہ
کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اس راہ پر ہوں گے جس پر میں

اور میرے اصحاب ہیں اور وہ فرقہ اہل السنت والجماعت ہیں کہ آنحضور کی متابعت اور آنحضور کے اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہل السنت والجماعت کے عقائد پر قائم رکھ اور ان کی جماعت میں ہماری موت واقع ہو اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو" اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر بعد ہدایت کے اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عنایت فرما تو ہی عنایت فرمانے والا ہے۔"

دوسری روایت طائفہ منصورہ کے بارہ میں

عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: " لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظاہرین علی الحق حَتّٰی یَاْتِیَھُمْ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ ظَاھِرُوْنَ " (صحیح بخاری ج ۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے " ہمیشہ رہیگی میری امت سے ایک جماعت غالب علی الحق، یہاں تک آجائے امر الٰہی اور وہ غالب ہیں گے"

امام بخاری نے اس روایت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اس روایت کو۔ ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے

قال شیخ - شیخنا الانور، نور اللہ مرقدہ المعطر " ثم روایت عن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان لم تکن اہل السنۃ فمن ھی "

حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کا قول ملاحظہ کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر یہ طائفہ اہل السنۃ نہیں تو اور کون ہیں

(فیض الباری ۰۰ ج ۱)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لاریب انھم ھم اھل السنۃ والجماعۃ (مرقاۃ ص۱۶۵ ج۱) بیشک وہ ناجی فرقہ اہل السنۃ والجماعت ہیں۔

ثم اعلم ان المراد من الظھور ظھور الحجۃ والدلیل، لا الظھور بالقتال بالسیف فان الاول لازم والثانی قد تخلف

ترجمہ :- پھر جاننا چاہیئے کہ روایت میں جس غلبہ کا ذکر ہے وہ حجت اور دلیل کا غلبہ ہے نہ کہ قتال بالسیف کا کیونکہ اہل السنۃ کے لئے حجت کا غلبہ قیامت تک کے لئے لازم ہے بخلاف قتال بالسیف کے کہ وہ گاہے گاہے مختلف اور برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ ایضاً فی صحیح البخاری وھم اھل العلم

ص۱۰۸۷ ج۲

تذکرۃ فھم من تحریرات بعض الاکابر بن اعلام الموقعین ص۲۲۸ ج۲

تیسری روایت :- ائمہ مضلین اور طائفہ ظاہرین کے بارے میں

عن ((ثوبان)) قال : قال رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم :

"انما اخاف علی امتی ائمۃ مضلین . قال : وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ"

(رواہ الترمذی وقال : ہذا حدیث صحیح ص۳۷)

حضرت ((ثوبان)) سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیشک میں خوف کرتا ہوں اپنی امت پر گمراہ کن ائمہ کا" اور فرمایا حضور نے "ہمیشہ رہیگی میری امت میں سے ایک جماعت حق پر غالب ثابت قدم رہنے والے۔ انہیں کوئی رسوا کر نیوالا ضرر نہیں دے سکے گا یعنی متزلزل نہیں کر سکیگا یہاں تک کہ امر الٰہی آجائیگا"۔

اس روایت میں ائمہ مضلین اور طائفہ ظاہرین کا تقابل صاف بتارہا ہے کہ اہل السنۃ کا وہ برحق طائفہ کبھی کبھی وقت کے ظالم، جابر اور گمراہ فرمانرواؤں کے ہاتھوں ستایا جائیگا وہ اللہ کے فرمانبردار اور راست باز بندے گا ہے گا ہے تختہ مشق ظلم وستم بھی بنائے جائیں گے راستگوئی کی پاداش میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کریں گے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جسمانی اذیتیں بھی جھیلیں گے۔ وہ آگ میں جلنا، سولی پہ لٹکایا جانا قبول کریں گے لیکن کلمۃ الحق نہیں چھوڑیں گے۔ بخت نصر کی کوئی آندھی، جبر واکراہ کا کوئی بگولہ، مصائب وشدائد کا کوئی تلاطم خیز طوفان انہیں راہ راست سے نہیں ہٹا سکے گا۔ ان کے پائے استقامت کو لغزش نہیں آئیگی۔ وہ خاک وخون میں تڑپ رہے ہوں گے۔ اور کلمۃ الحق ان کی زبان پر جاری ہوگا اور یوں اللہ کی بات ان کے حق میں پوری ہوجائیگی کہ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

ترجمہ:۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس زندگی کا شعور نہیں اور ہم ضرور آزمائش کریں گے تمہاری کچھ خوف اور بھوک اور کچھ جان ومال اور اولاد کے نقصان سے۔ میرے پیغمبر ان صابرین کو بشارت دے جو وقت مصیبت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔

خلاصۃ الکلام

ان تین روایات سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے:۔

۱۔ امت کا مختلف فرقوں میں منقسم ہونا ضروری ہے۔

۲۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ ناجیہ ہے

۳۔ فرقہ ناجیہ اہل السنت والجماعت ہیں۔

۴- اہل السنت متبع ہیں اور باقی فرقے اہل اہوا اور مبتدع ہیں۔

۵- اہل السنت والجماعت کے عقائد حق ہیں۔

۶- اہل سنت قیامت تک باقی رہیں گے۔

۷- وہ مختلف فتنوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوں گے، مگر حق پر قائم رہیں گے۔

۸- وہ حجت کے لحاظ سے ہمیشہ غالب رہیں گے ان کی دلیل کبھی ذلیل نہیں ہوگی۔

○

امت مرحومہ میں افتراق کی ابتدا اور اہل اہوا کے بعض فرقوں کا تعارف

اہل تحقیق کا خیال ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ ایک مخفی کید اور منظم سازش کا لازمی غیر مختلف نتیجہ تھا۔ اس سازشی گروہ کے عوامل نے جب اپنی تنظیم کو عہد عثمانی کے آخری ایام تک نہایت مستحکم کر لیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عمال کے خلاف ایک باقاعدہ مہم چلائی اور پراپیگنڈا کی تحریک کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ بالآخر یہ تحریک بغاوت کی صورت اختیار کر گئی جس کے نتیجے میں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین امت کے متفق علیہ امام حضرت عثمان ذوالنورین وافضل الختنین کی مظلومانہ شہادت کا زہرگداز سانحہ پیش آیا، بے رحم باغیوں نے اس مجسمۂ صبر و رضا کو، اس مرقع جود و سخا کو، اس پیکر حلم و حیا کو شہید کر کے ہمیشہ کے لئے فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔ اس تنظیم کا بانی اور اس تحریک کا اولین محرک عبداللہ بن سبا تھا جو ایک یہودی تھا اور محض فتنہ پردازی کے لئے اسلام قبول کیا اور قلب میں نفاق کو پوشیدہ رکھا۔ امت مسلمہ میں افتراق و شقاق کا پیدا کرنا اس کا نصب العین تھا جن کے دلوں میں کدورت تھی وہ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مخلص

اصحاب بھی ان کے زہریلے پراپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ جس طرح حضرت مسطح رضؓ اور حضرت حسان رضؓ جیسے جلیل القدر صحابہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کے خلاف منافقین کے بپا کردہ طوفانِ افک و بہتان کے آتشیں شعلوں کی لپیٹ میں آ گئے تھے تاہم مسلمان حضرت عثمان کی شہادت تک متفق العقیدہ رہے۔

کتب سیر و تواریخ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلافت رعلیؓ میں خانہ جنگیوں کے دوران امت دو حصوں میں منقسم ہو گئی، ایک گروہ شیعانِ عثمان کہلاتا تھا اور دوسرا گروہ شیعان علی۔ پھر رفتہ رفتہ پہلے گروہ کا نام "عثمانی" پڑ گیا اور دوسرے گروہ کا نام "شیعہ" پھر مسئلہ تفضیل کا پیدا ہو گیا۔ "عثمانی" حضرتؓ عثمان" کو افضل کہتے ہیں اور "شیعہ" حضرت رعلی، کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اختلاف کی یہ نوعیت قابل ملامت نہ تھی۔ دونوں فریق باوجود اس اختلاف کے اہل السنت میں ہی معدود ہوتے تھے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :-

وکان الناس فی الفتنة صاروا شیعتین شیعة عثمانیة وشیعة علویة ولیس کل من قاتل مع علی کان یفضله علی عثمان بل کان کثیر منهم یفضل عثمان علیه کما هو قول سائر اهل السنة

(منہاج السنۃ صہ ۱۴۲ ج ۲)

ترجمہ: لوگ فتنہ میں دو گروہ ہو گئے ایک شیعہ عثمانیہ اور دوسرا شیعہ علویہ اور حضرت علی کے سارے ساتھی حضرت علی رضؓ کو حضرت عثمان سے افضل نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں سے بہت ایسے بھی تھے جو حضرت عثمان کو افضل جانتے تھے۔

حضرت انور شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

من کان من السلف یفضل عثمان کان عثمانیا ومن فضل علیا یسمی علویا فجری الناس علی هذا الاصطلاح زمنا ثم ترک

یعنی سلف میں جو حضرت عثمان کو فضیلت دیتا تھا حضرت علی پر وہ عثمانی کہلاتا اور جو حضرت علی کی فضیلت کا قائل تھا وہ علوی کہلاتا (فیض الباری ج ۴ ص ۴۵)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

شیعہ اولیٰ کو دو فرقوں میں اعتبار کرتے ہیں۔ اول فرقہ، مخلصین کہ اہل السنۃ والجماعت ہیں۔ صحابہ و تابعین کہ ہمیشہ جناب امیر کی صحبت میں رہے اور انکی خلافت کے ناصر و مددگار، جتنے اخیار مہاجرین و انصار سے تھے۔ سب کا یہی مذہب تھا کہ حضرت امیر امام برحق ہیں۔ بعد شہادت حضرت عثمان کے ان کی اطاعت کافۂ انام پر فرض تھی اور اپنے وقت میں یہ سب سے افضل تھے جو کوئی خلافت کے معاملہ میں ان سے خلاف ہو وہ خطا کار باغی ہے اور جو ان کو لائق خلافت نہ جانے وہ بیہودہ و گمراہ۔"

(ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۵)

حضرت شاہ صاحب موصوف ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین جو متبعین حضرت مرتضےٰ تھے ان کو شیعہ مخلصین کہتے ہیں اور یہ لقب ان کا ۳۷ھ میں ہوا پھر دو برس بعد شیعہ تفضیلی ظاہر ہوئے ان میں ابوالاسود ہے واضع نحو اور شاگرد حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کہ آپ ہی کے حکم و تعلیم سے اس نے قواعد نحو جمع کئے اور ان ہی لوگوں میں سے ہے ابوسعید یحییٰ ابن یعمر عدوانی کہ یہ ایک تابعی ہے عبداللہ ابن سوید دی سے ملاقات رکھتا تھا۔ علم قرات کا عالم اور تفسیر و نحو و لغات کا خوب جاننے والا نحو میں شاگرد ابوالاسود کا اور قرات میں ایک قرائے بصرہ سے ہے۔ قاضی شمس الدین احمد بن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کان یحیی بن یعمر شیعیا من الشیعۃ الاولی القائلین بتفضیل اھل البیت من غیر تنقیص لذی فضل من غیرھم۔ (یعنی یحییٰ بن یعمر شیعی تھا پہلے شیعوں کی جنس سے جو قائل ہوئے تفضیل اہل بیت کے بلا اس کے کہ گھٹائیں کسی فضل والے کو غیر اہل بیت سے) اور ان ہی میں سے ہے سالم بن ابی حفصہ

کہ راوی حدیث ہے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے اور ان ہی سے عبدالرزاق ہے صاحب تصنیف کہ محدث مشہور ہے اور اہل السنت و الجماعت میں سے ہے، اور من جملہ ان میں سے ابو یوسف یعقوب ابن اسحاق ہے معروف بابن السکیت صاحب کتاب اصلاح المنطق (ہدیہ مجددیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ صہ ۳۲ ج اول)

کتب شیعہ میں بھی اس قسم کی روایات ملتی ہیں چنانچہ امام کلینی محمد ابن علی حلبی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے سنا کہ "الندا ءمن المحتوم" (کہ ندا بھی یقینی ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "ندا کیسی"؟

حضرت امام نے فرمایا کہ "ہر صبح آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ" ان علیا و شیعتہ ھم الفائزون" (کہ علیؓ اور اس کا گروہ کامیاب ہے) اور ہر شام کو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کہ "ان عثمان و شیعتہ ھم الفائزون" (کہ عثمانؓ اور اس کا گروہ کامیاب ہے) (فروع کافی صہ ۹۹ ج ۲)

روافض کا ظہور

معلوم ہوا کہ شیعوں اور عثمانیوں میں ابتداءً اختلاف اتنا شدید نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اختلاف کی خلیج فریقین کے مابین وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی یہاں تک کہ شیعہ میں ایک گروہ غلاۃ کا ایسا پیدا ہوا جو خلافت شیخین کا منکر ہوا اور صحابہ پر زبان طعن دراز کی اور سب و شتم کی راہ اختیار کی بلکہ کچھ بدبخت ارتداد صحابہ کے قائل ہو گئے کہ بجز تین صحابہ مقداد ابوذر اور سلیمان فارسی سب صحابہ دین سے پھر گئے۔

العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

(فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صہ ۱۱۵)

روافض کا حکم

حضرت (انور شاہ صاحب) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ثم اختلفوا فی اکفار الروافض ولم یکفرھم ابن عابدینؒ، واکفرھم الشاہ عبدالعزیز، وقال من لم یکفرھم لم یدر عقائدھم ثم فصل فی المسئلۃ و به افتی واللہ اعلم (فیض الباری ص۱۲ ج ۱)

پھر مختلف ہوئے علماء رافضیوں پر کفر کا حکم دینے میں علامہ شامی نے انہیں کافر نہیں کہا اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ جو انہیں کافر نہیں کہتا وہ ان کے عقائد سے واقف نہیں پھر مسئلہ میں تفصیل سے بحث کی اور فرمایا میں بھی کفر کا فتویٰ دیتا ہوں۔

ظہورِ نواصب

جس طرح شیعانِ علی میں روافض پیدا ہو گئے تھے جو بنا بر تعصب، خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے منکر ہو گئے اور تکفیر صحابہ پر جری ہو گئے۔ بعینہٖ اسی طرح شیعانِ عثمان میں سے ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا جو خلافت مرتضوی کا منکر تھا اور حضرت (معاویہؓ) کو حضرت علیؓ پر ترجیح دیتا تھا، بلکہ وہ لوگ شدتِ عناد کی وجہ سے (حضرت علی) کرم اللہ وجہٗ پر برملا سب و شتم کرتے اس فرقہ کو ناصبی اور مروانی کہا جاتا ہے۔ گویا یہ فرقہ روافض کے برعکس ان کے بالمقابل ایک متحارب و متشدد گروہ ظہور پذیر ہوا۔

علامہ (جلال الدین السیوطی) فرماتے ہیں :-

النصب ھو بغض علی و تقدیم معاویہ (تدریب الراوی ص۲۱۹)

ناصبیت حضرت علی کے ساتھ بغض رکھنے اور حضرت معاویہ کو ان پر ترجیح دینے کا نام ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک رافضی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اہل السنت کے نزدیک حضرت معاویہؓ سے وہ اصحاب رسول افضل ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اصحاب الشجرہ یعنی اصحاب بیعت رضوان ان سے بھی بہتر ہیں اور بدریین ان سے بھی فاضل تر اور حضرت علیؓ جمہور بدریین سے بھی افضل ہیں۔ فانہ لم یقدم علیہ غیر الثلثۃ کیونکہ ماسوائے خلفائے ثلاثہ کے حضرت علی پر کسی کو بھی مقدم نہیں سمجھا گیا پس تقدیم یا تسویہ کا قول اہل السنت کی طرف منسوب کرنا محض افترا اور خالص جھوٹ ہے ؎

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

وکم من فرقٍ بین علی و معاویہ فانظر ماذا تری

البتہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ مروانیوں کی ایک بڑی جماعت تھی جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی ظالم تھے۔

یقولون ان علیا و من معہ کانوا ظالمین (منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ صہ ۲۰۷ ج دوم)

ترجمان اہل السنۃ حضرت امام ابن تیمیہؒ کی اس توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناصبیہ کو اہل السنت والجماعت میں محسوب نہیں کرتے امام موصوف ایک اور مقام پر ارقام فرماتے ہیں

فلما کان من بنی امیۃ من یسب علیا و یقول لیس ھو من الخلفاء الراشدین .... فلما تولی عمر بن عبدالعزیز اظہر ذکر علی والثناء علیہ

(منہاج السنۃ صہ ۱۴۹ ج ۱۲

چونکہ بنی امیہ میں ایسے اشخاص تھے جو حضرت علی پر سب و شتم کرتے اور کہتے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے نہ تھے .... پس جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کا ذکر حسن ثنا کے ساتھ کیا۔

ناصبی فرقہ کا شعار

سطور بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی کی خلافت کا انکار ناصبیہ کا شعار ہے اور خاندان نبوت پر نقمت اور جناب علی المرتضیٰ

کی طرف ظلم و بغاوت کی نسبت کرنا ناصبی فرقہ کی مخصوص علامت ہے۔

کُردی فرقہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک اور قوم کی بھی نشاندہی کی ہے جو یزید کو خلیفہ راشد کہتے ہیں اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ "یزید صحابی تھا" اور بعض جہال کا غلو درجہ کمال تک عروج کر گیا کہ "وہ یزید کو نبی مانتے ہیں" العیاذ باللہ چنانچہ امام موصوف لکھتے ہیں :-

قوم یعتقدون انہ یزید من الصحابۃ او من الخلفاء الراشدین المھدیین او من الانبیاء وھذا کلہ باطل (منہاج السنۃ ص۲۸۶ ج۲)

دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں :-

ما یحکی عن بعض الجھال من الاکراد ونحوھم انہ یعتقد انہ من الصحابۃ وعن بعضھم انہ من الانبیاء وبعضھم یعتقدون انہ من الخلفاء الراشدین المھدیین وھؤلاء لیسوا من اھل العلم (منہاج السنۃ ص۲۳۸ ج۲)

حکایت کی جاتی ہے کہ بعض جاہل کردیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یزید صحابی ہے اور بعض کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ یزید کو نبی یقین کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ خلفاء راشدین المہدیین میں سے معدود ہوتا ہے یہ سب جاہلوں کی باتیں ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والے اہل علم نہیں ہو سکتے

کردیوں کا یہ جاہل طبقہ عوام کے ہاں یزیدی ٹولہ کے نام سے مشہور ہے۔

خروجِ خوارج

جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے طرفدار نیزوں پر قرآن کو آویزاں کر کے مصالحت کے خواستگار ہوئے تھے۔ حتیٰ تفئ الیٰ امر اللہ (الآیۃ) کے پیش نظر حضرت علیؓ نے جنگ کو روک دینے کا حکم دیا۔ فریقین نے بغرض تحکیم دو نمائندے مقرر کئے تاکہ وہ از روئے قرآن فیصلہ کر کے فریقین کے مابین تصفیہ کرا دیں۔ اسی اثنا میں عسکر علی میں سے ایک کثیر التعداد گروہ "ان الحکم الا للہ" کا نعرہ بلند کر کے الگ ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا (کلمۃ حق ارید بہا الباطل) بیشک یہ کلمہ حق ہے لیکن اس سے باطل غلط مطلب اخذ کیا گیا ہے حضرت عباسؓ کو ان کی فہمائش کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ بعض افراد ان میں سے تائب ہو کر رجوع کر آئے اور باقی اپنے موقف پر مصر رہے جس کے نتیجے میں جنگ نہروان ہوئی۔ یہ لوگ، جو حضرت علیؓ کے ربقۂ اطاعت سے خارج ہوئے خارجی کہلاتے ہیں۔

خارجیوں کے متعلق صحیحین میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک پیشگوئی بھی مروی ہے آپؐ نے فرمایا کہ "ایک گروہ دین سے اس طرح خارج ہو جائیگا جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اس وقت مسلمان دو جماعتوں میں متفرق ہوں گے۔ اولیٰ بالحق وہ فریق ہوگا جو اس گروہ سے جنگ کریگا"۔ روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے ان سے قتال کرنے کا حکم دیا مقاتلین کیلئے بڑے اجر و ثواب کی بشارت سنا کر حضورؐ نے صحابہ کو قتال پر برانگیختہ کیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں :-

لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد او ثمود (صحیح بخاری صفحہ ۱۱۰۵،۹۲۳ - صحیح مسلم صفحہ ۳۴۲ ج ۱)

اگر وہ میری زندگی میں خروج کرتے تو میں خود انہیں قوم عاد یا قوم ثمود کی طرح قتل کرتا۔

صحیحین کی روایات شاہد ہیں کہ خارجیوں سے قتال کرنے کی سعادت حضرت علیؓ اور ان کی جماعت کو نصیب ہوئی رضی اللہ عنہم۔ جنگ نہروان جس طرح لسان نبوت کا ایک

نمایاں اعجاز ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے امام برحق ہونے کی نہایت واضح اور قاطع دلیل ہے
جیساکہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے

خارجی چونکہ تحکیم کو کفر سمجھتے ہیں لہذا وہ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ومن تبعہما کی تکفیر کے قائل تھے اور حضرت عثمانؓ کو بھی فاسق اور مستحق عزل سمجھتے تھے۔
البتہ شیخین کی خلافت کو صحیح و درست مانتے تھے۔

اہل اہوا اور مبتدع فرقوں کی آراء کا ملخّص

۱۔ نواصب: حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم نہیں کرتے اور ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو خلافت راشدہ کے مرتبہ علیا کے چوتھے درجہ پر فائز گمان کرتے ہیں

۲۔ کرمی فرقہ: یزید کو بھی خلیفہ راشد کہتے ہیں اور بعض ان کے غلو میں اس سے بھی زائد ہیں۔

۳۔ خوارج: وہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو خلیفہ راشد نہیں تسلیم کرتے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کو فاسق، مستحق عزل سمجھتے ہیں، البتہ شیخین کی خلافت کو صحیح و درست تسلیم کرتے ہیں۔

۴۔ روافض: خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے منکر ہیں۔ انہیں غاصب تصور کرتے ہیں اور خلافت حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا موروثی حق سمجھتے ہیں اور صحابہ پر بھی سب و شتم کرتے ہیں۔

ان سب فرقوں کے برعکس اہل السنت والجماعت ہیں جو تمام صحابہ کو لائق اکرام و قابل احترام سمجھتے ہیں اور خلفائے اربعہ کو خلفائے راشدین یقین کرتے ہیں اور یہی وہ فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہے جس کی طرف روایات مذکورہ میں اشارہ پایا جاتا ہے۔

اہل السنت والجماعت کا مختصر تعارف

مبتدع فرقوں کے ظہور سے اگرچہ جماعت کا شیرازہ بکھر گیا اور جمعیت پراگندہ ہوگئی تاہم مسلمانوں کا سوادِ اعظم انہی عقائد و نظریات پر سختی سے قائم رہا جو حضور کے زمانے میں دلوں میں راسخ ہو چکے تھے۔ اور انہی اصولوں پر کاربند رہا جو خلفائے راشدین کے دور سے مسلّم چلے آرہے تھے۔ اہل اسلام کے اس سوادِ اعظم کا نام اہل السنت والجماعت ہے۔ جن کے ظاہر علی الحق ہونے کی پیشگوئی حضورؐ نے فرمائی اور ناجی ہونے کی خبر دی۔ چونکہ خوارج اور نواصب اور بعض دیگر مبتدع فرقے تو رفتہ رفتہ ختم ہو گئے بحیثیت فرقہ ان کا وجود دنیا میں نہ رہا البتہ ان کے بقایا میں سے کچھ لوگ اہل السنت کا لبادہ اوڑھ کر سوادِ اعظم کے عقائد خراب کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور روافض آج تک بحیثیت فرقہ اہل سنت کے متوازی و متحارب چلے آرہے ہیں، اسلئے علمانے زیادہ توجہ انہی کی رد میں مبذول کر دی اور تقریباً ساری قوت ان کے قلع قمع کرنے میں صرف کر دی۔

اہل السنت کے بعض شعائر

کتابوں میں اہل السنت کے شعائر بھی منضبط ہیں جو انہیں باقی فرقوں سے متمیز کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ تفضیل الشیخین: یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ سے افضل سمجھنا۔

۲۔ حبّ الختنین: یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو جو حضورؐ کے داماد ہیں محبوب رکھنا۔

۳۔ الاعتقاد بجواز المسح علی الخفین فی کلا الحالین: یعنی اعتقاد رکھنا کہ سفر اور حضر دونوں حالتوں

میں موزوں پر مسح جائز ہے۔

۴۔ والایمان بالقدرین: یعنی یقین رکھنا کہ خیر اور شر ہر دو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہوتے ہیں۔ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ۔

۵۔ والاقتداء خلف الامامین: یعنی امام صالح ہو یا غیر صالح اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا۔ ترک جماعت اہل السنت کا شیوہ نہیں۔

تنبیہ مشرک کے پیچھے نماز قطعاً درست نہیں ہے یعنی جس امام کا عقیدہ مشرکانہ ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مبتدع اور فاسق کے پیچھے نماز مع الکراہت درست ہے۔

۶۔ والاطاعۃ لامیرین: یعنی دونوں امیروں کی اطاعت کرنی۔ حاکم عادل ہو یا ظالم اس کی اطاعت ضروری ہے۔

تنبیہ حاکم کی اطاعت ضروری ہے بشرطیکہ وہ معصیت کا حکم نہ دے ورنہ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ حاکم فاسق کے خلاف خروج اور بغاوت جائز نہیں ہے جب تک وہ کفر بواح یعنی ظاہر کفر کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح بخاری ص ۱۰۴۵)، (صحیح مسلم ص ۱۲۸)، (فیض الباری ص ۹۵؍۴)

۷۔ والاجتناب عن الحکمین: یعنی کسی شخص معین پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حتمی اور قطعی طور پر حکم کرنا اہل السنۃ کا شیوہ نہیں کیونکہ اس کے خاتمے کا حال اس علام الغیوب کے سوا کسی کو نہیں۔

تنبیہ کسی شخص معین پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم لگانا اللہ جل شانہ کا کام ہے کہ وہ ہر انسان کے انجام سے مطلع ہے یا اس کا رسول بذریعہ وحی اطلاع پاکر کسی کو جنت کی بشارت دے سکتا ہے یا کسی کو جہنمی ہونے کی خبر دے سکتا ہے۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ بموافق احکام شرع مسلمانوں کا سا معاملہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسلمانوں کے لئے

جنت کے امیدوار ہیں اور جنت کی دعا کرتے ہیں لیکن کسی کو قطعی طور پر جنتی نہیں کہہ سکتے جب تک اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنتی نہ کہا ہو اور اسی طرح ہم کفار کے ساتھ مطابق احکام شرع کفار ہی کا معاملہ کریں گے لیکن جب تک خاتمہ علی الکفر کا یقین نہ ہو ـــ قطعی طور پر جہنمی ہونے کا حکم لگانے سے اجتناب کریں گے۔

اہل سنت کی مختلف کتابوں سے تلخیص کر کے بقدر ضرورت سات شعائر کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔

الدرر الازھر شرح فقہ اکبر اور منتخب محک الطالبین محمد مرتضٰے قصوری میں تصریح ہے کہ امامنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اہل السنۃ کے یہی شعائر بتلائے ہیں ملاجیون صاحب التفسیرات الاحمدیہ نے تفسیر احمدی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں دس خصائل مذکور ہیں منجملہ ان کے یہ سات شعائر بھی ہیں (تفسیر احمدی ص ۲۶۸)

اہل السنت والجماعت کے دلائل

اہل السنت کے نزدیک احکام شرع کے اثبات کیلئے چار دلائل ہیں:۔

۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول اللہ ۳۔ اجماع امت ۴۔ قیاس ھکذا فی کتب الاصول

پہلی دلیل کتاب اللہ العزیز قرآن مجید ہے

قرآن مجید کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے اس کے ایک لفظ کا انکار بھی کفر ہے جو حکم بصراحت ثابت ہو اس کا انکار بھی کفر ہے البتہ احکام مستنبطہ میں بنا بر طرق استنباط مجتہدین کا اختلاف ہوا ہے اور اسکی گنجائش بھی ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات متشابہ ہیں۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم

يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولوا الالباب (سورة آل عمران)

ترجمہ:- وہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی اس میں کچھ آیات محکم ہیں
وہ اصل ہیں اور کچھ آیات متشابہ ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ اور کجی ہے
وہ متشابہ کے درپے ہوتے ہیں فتنہ برپا کرنے کے لئے اور اس کا مطلب اپنی طرف سے
متعین کرنے کیلئے حالانکہ ان کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ماہر فی العلم کہتے
ہیں کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نہیں نصیحت حاصل
کرتے مگر عقل مند۔

اہل حق علمائے اہل سنت آیات محکمات کو اصل ٹھہرا کر متشابہات کے یقینی اور قطعی
مطلب کو اللہ کے سپرد کر کے عقائد اور اعمال کو درست کرتے ہیں اور اہل اہوا باطل فرقے ملحد
اور مبتدع.... متشابہ آیات کے درپے ہوتے ہیں اور محکمات میں تاویل کرتے ہیں..... مقصود
فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ھذا الصنیع۔

دوسری دلیل سنت رسول ہے

اہل السنت والجماعت کے نزدیک اثبات احکام کے لئے دوسری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث ہے۔ اہل اہواء کے بعض فرقے حدیث رسول کو حجت نہیں مانتے مگر حجیت حدیث
کو قرآن حکیم کی متعدد آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال کو حدیث کہتے ہیں، سنت اور
حدیث مترادف ہیں اور بعض نے کچھ فرق کیا، صحابہ کے اقوال، افعال اور احوال کو آثار
کہتے ہیں، خبر لفظ عام ہے، ہر دو کو شامل ہے۔ (ملتقط من مقدمہ فتح الملہم ص۲)

چونکہ حدیث کا وہ مقام نہیں جو قرآن کریم کا ہے۔ قرآن مجید محفوظ ہے۔

انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون (سورۃ حجر)

ہم نے خود اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور الفاظِ حدیث کا محفوظ ہونا ضروری نہیں۔ روایت بالمعنی بھی جائز ہے اسلئے محدثین نے حدیث کی تقسیم کی ہے اور مختلف اقسام کے احکام بھی مختلف ہیں۔

اقسامِ حدیث

ابتدائً حدیث تین قسم پر منقسم ہوتی ہے۔ متواتر، مشہور، خبر واحد

متواتر اس روایت کو کہتے ہیں جس کے بیان کرنیوالے راویوں کی تعداد اتنی کثیر ہو کہ عقل ان کے تواطوء علی الکذب کو محال سمجھے یعنی باور نہ کیا جاسکے کہ اتنے کثیر التعداد اشخاص بھی جھوٹ پر مجتمع ہو سکتے ہیں۔

متواتر کا حکم:۔ خبر متواتر قرآن کریم کی طرح قطعی ہے۔

مشہور خبر مشہور اصطلاح محدثین میں اس روایت کو کہتے ہیں جس کے رواۃ ابتدائی مرحلہ میں اتنے کثیر التعداد نہیں ہیں لیکن دوسرے تیسرے درجے میں جا کر متواتر کے مساوی ہو جاتے ہیں

خبر مشہور کا حکم: خبر مشہور متواتر کی طرح تو قطعی نہیں لیکن طمانیت کا موجب ہوتی ہے اور عمل کو واجب کرتی ہے۔

مشہور عرفی بعض روایتیں زبان زدخلائق ہو جاتی ہیں اگرچہ فی الواقع موضوع یا ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسی روایات کو عرفاً مشہور کہا جاتا ہے اصطلاحاً مشہور نہیں کہا جاتا۔ ثم المشهور يطلق على ما حررناه وعلى ما اشتهر على الالسنة فيشتمل ماله اسناد واحد فصاعد أبل لا يوجد له اسناد اصلا (نخبۃ الفکر ص ۱۴)

مشہور عرفی کی مثال:۔ "اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم"

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس ایک کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے

یہ روایت عرفاً مشہور ہے یعنی زبان زدخلائق ہے مگر محدثین کی اصطلاح میں مشہور نہیں، بلکہ

خبر واحد ہے اور وہ بھی ضعیف۔ تمام محدثین کا اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، اور بعض آئمہ حدیث نے اسے موضوع بھی کہا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

(۱) "ھذا الحدیث باطل وعبد الرحیم ترکوہ ونعیم صاحب مناکیر"

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۶۰۵۱۱۰۲) اس کی ایک سند میں جعفر ابن عبدالواحد وضاع الحدیث ہے (میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۴۱۳)

(۲) امام ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"قوله: اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ضعیف ضعفه ائمة الحدیث قال البزار: هذا الحدیث لم یصح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم" (منہاج السنۃ صفحہ ۲۳۹ ج ۴)

(۳) حافظ ابن قیمؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"الحدیث المشهور اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم، فجوابه قد روی من طرق لایثبت شیئ منها قال ابن عبدالبر بسنده الی البزار: قال: لایصح هذا الکلام عن نبی صلی الله علیه وسلم"

(اعلام الموقعین ۱: ۲۲۶)

(۴) مولانا عبدالعزیز ملتانی رقمطراز ہیں :-

اصحابی کالنجوم الخ فیه کلام وقال العسقلانی ضعیف واهٍ عن ابن حزم انه موضوع (الناهیه عن ذم معاویه صفحہ ۳)

روایت اصحابی کالنجوم میں کلام ہے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں یہ روایت ضعیف ہے واہی ہے اور ابن حزم سے منقول ہے کہ یہ روایت موضوع ہے

(۵) ابو حیان مفسر کی رائے :-

لم یقل ذالک رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو حدیث موضوع لایصح بوجه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ابن حزم هذا

(۹) حافظ قاسم ابن قطلونا الحنفی نے حاشیہ اصول البزودی میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے

(۱) مدینہ منورہ زادہا اللہ تعظیماً و تشریفاً سے شائع ہونیوالا مجلہ (الجامعۃ الاسلامیہ العدد الثانی السنۃ الثالثہ ۱۳۹۰ھ) میں روایت ہذا پر نہایت بسط سے بحث کی ہے اور اسکے جمیع طرق کی سختی سے تضعیف کی گئی ہے (۱۰) ایضاً جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۹۰

مشہور عرفی کی دوسری مثال

ردت الشمس لعلی بعد ما غربت والناس یشاھدونھا — حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کیلئے سورج بعد غروب ہونے کے لوٹایا گیا اور لوگ مشاہدہ کر رہے تھے۔

یہ روایت بھی زبان زد خلائق ہے بہت سے لوگ اسے مشہور سمجھتے ہیں، امام طحاوی نے اسکی تصحیح بھی کی ہے حالانکہ یہ روایت ساقط عن الاعتبار ہے۔

قال احمد لا اصل لہ — امام احمد فرماتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں

قال الجوزقانی انہ مضطرب منکر — جوزقانی نے کہا کہ یہ روایت مضطرب ہے

وقال ابن جوزی موضوع (الفوائد المجموعہ ص ۳۵۱) — اور ابن جوزی نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے۔

اس روایت کے اکثر رواۃ مجاہیل، مجروحین اور بدعقیدہ رافضی ہیں، اس روایت کے من گھڑت ہونیکی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا قیامت کی علامات میں سے ہے اور اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا (صحیح بخاری ص ۶۶۷) پس اس کا وقوع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں نہیں ہو سکتا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (الفوائد المجموعہ ص ۳۵۰ تا ص ۳۵۸)۔ (اسنی المطالب ص ۱۱۵) (البدایہ والنہایہ ص ۷۹ ج ۶)

اسی ناقابل اعتماد روایت کی بنا پر بعض ذاکروں کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے۔ "کہ اگر یوسف صدیق کے لئے زلیخا کا ڈھلتا ہوا شباب لوٹ آیا تو مولی علی کے لئے ڈوبا ہوا آفتاب لوٹ آیا" شرط جزا دونوں قضایا فی نفسہ باطل ہیں۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون

افواہیں عہد رسالت میں بسا اوقات بعض خبریں مشہور ہو جاتی تھیں عند التحقیق غلط ثابت ہوتیں یا حقیقت کچھ اور ہوتی۔ مثلاً مشہور ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درۃ بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہیں لیکن ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ افواہ محض غلط ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر ام سلمہؓ میرے نکاح میں نہ ہوتیں جب بھی درہ بنت ام سلمہ میرے لئے حلال نہیں تھی اس لئے کہ اس کا باپ ابو سلمہ میرا رضاعی بھائی ہے لو لم انکح ام سلمۃ ما حلت لی لان اباھا اخی من الرضاعۃ۔ متفق علیہ۔ (صحیح بخاری ص۷۶۵۔ صحیح مسلم ص۴۶۸ ج اول)

اسی طرح مشہور ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے (طلق نساءہ) لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے جب دریافت کیا یا رسول اللہ اطلقت نساءک (کیا یا رسول اللہ آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے) فرمایا نہیں۔ آنحضور نے صرف ایک ماہ کے لئے ایلاء کیا تھا۔ (صحیح بخاری ص۱۸۷)

خبر واحد جس روایت کو بیان کرنے والے رواۃ کسی مرحلہ میں حد شہرت و تواتر کو نہ پہنچے ہوں وہ خبر واحد کہلاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ۱۔ صحیح ۲۔ ضعیف

صحیح :- وہ روایت ہے جس کے جملہ رواۃ عادل وضابط ہوں اور متصل سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہو، خبر واحد صحیح قابل قبول ہے بشرطیکہ قرآن کریم اور خبر مشہور و متواتر کے معارض نہ ہو۔

ضعیف :- وہ روایت ہے جس میں صحت روایت کے شرائط نہ پائے جائیں لیکن اس کے من گھڑت ہونے کا یقین بھی نہ کیا جا سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حسن ۲۔ متروک پہلی قسم

مقبول، دوسری مردود ہے۔

والضعیف عندھم نوعان ضعیف یشبہ الحسن عند الترمذی وضعیف ضعیفا یوجب الترک لہ (لایحتج)	ضعیف محدثین کے ہاں دو قسم ہے ایک کے ساتھ عمل کرنا ممنوع نہیں اور وہ ترمذی کی اصطلاح میں جسے حسن کہتے ہیں اور دوسری قسم متروک ہے۔

علوم الحدیث ص۱۵۵، التوسل

حسن:- وہ روایت ہے جس کے سب راوی معیار صحت پر تو پورے نہیں اترتے لیکن اس کا کوئی راوی اتنا مجروح نہیں ہے کہ اسے باجماع محدثین ترک کر دیا گیا ہو البتہ اس کے کسی راوی کے بارہ میں ائمہ جرح وتعدیل نے اختلاف کیا ہو ضعیف روایت کی یہ قسم مناقب اصحاب اور فضائل اعمال میں قابل قبول ہے بشرطیکہ وہ صحیح روایت کے متضاد نہ ہو۔

متروک:- اس روایت کی بہت سی اقسام ہیں اور یہ روایت بجمیع اقسامہا ناقابل قبول ہے

تنبیہ:- یہ جو مشہور ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہے تو یہ کلیتہً صحیح نہیں ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی قسم اول حسن درجہ کی روایت معتبر ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:-

فقولنا ان الحدیث الضعیف خیر من الرای لیس المراد منہ المتروک لکن المراد بہ الحسن (منہاج السنۃ ص۱۹۱ ج۲)

اعلام الموقعین جلد اول ص۱۱ وص۲۷ میں اس کی تصریح کی ہے اور صبحی الصالح لکھتے ہیں:-

"ان الروایۃ الضعیفۃ لایمکن ان تکون مصدر الحکم شرعی ولا لفضیلۃ خلقیۃ لان الظن لایغنی من الحق شیئاً و الفضائل کالاحکام من دعائم الدین الاساسیۃ ولایکون بناء ھذہ الدعائم	ضعیف روایت ممکن نہیں کہ کسی حکم شرعی کا مصدر بن سکے اور نہ اس سے کوئی فضیلت خلقی ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ فضائل بھی احکام کی طرح دین کے ستون ہیں جن پر دین قائم ہے اور ان ستونوں کی بنا کمزور نہیں ہونی چاہیئے

واھیاً علیٰ شفا جرفٍ ھارٍ — جو گرنے والے کنارے پر قائم ہو۔

(علوم الحدیث ص۲۱۱)

موضوع روایت

موضوع روایت اس روایت کو کہتے ہیں جس کے من گھڑت اور مخترع ہونے کا یقین ہو جائے۔ کیونکہ اس کے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا وضاع ہو۔ ایسی روایت کا ذکر کرنا بھی جرم عظیم ہے۔ مگر یہ کہ ساتھ ہی ظاہر بیان کر دے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ بہت سے محدثین نے موضوع اور ضعیف روایات کی نشاندہی کیلئے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے تذکرۃ الموضوعات لابن الجوزی۔ الموضوعات الکبیر، ملا علی قاری اللآلی المصنوعہ للسیوطی تنزیہ الشریعۃ لابن عراق اور الفوائد المجموعہ للشوکانی مشہور کتابیں ہیں۔

علمِ حدیث کے بعض دیگر مصطلحات

اصح مافی الباب

بسا اوقات محدثین کسی روایت کے متعلق کہیں گے کہ ھذا اصح شیئ او ھذا اصح مافی الباب یا ھذا اصح فی ھذا الباب مگر یہ الفاظ صحتِ حدیث کو ثابت نہیں کرتے مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے اس میں سے یہ روایت قدرے قوت رکھتی ہے۔ ایضاً المواہب الدنیہ ص۴۵۔ و اذکار للنووی

واذا قال المحدثون اصح شیئ فی الباب کذا فلا یلزم من ھذا التعبیر صحۃ الحدیث فانھم یقولون وان کان الحدیث ضعیفاً ومرادھم اصح مافی الباب واقلہ ضعفاً

علوم الحدیث ص۱۵۵

اور جب محدثین کہیں کہ اصح مافی الباب یہ روایت ہے تو اس تعبیر سے اس روایت کی صحت ثابت نہیں کیونکہ وہ ضعیف روایت پر بھی یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں البتہ اس باب کی روایات میں ارجح اور قلیل الضعف ہوتی ہے۔ نیز دیکھئے مجمع البحار ج۳ ص۲۹۸

ہاں البتہ باب میں کچھ صحیح روایات بھی مروی ہوں تو اصح مافی الباب بھی فی نفسہا صحیح ہوگی

روایت بالمعنیٰ:۔ راوی اپنے شیخ کے بیان کردہ مضمون کو اپنے الفاظ میں ذکر کر دے

تو اسے روایت بالمعنی کہتے ہیں اور یہ جمہور محدثین کے نزدیک جائز ہے اذا قطع باداء المعنیٰ جب راوی کو یقین ہو کہ اس نے ٹھیک معنٰی بیان کر دیا ہے اور اگر ثابت ہو جائے کہ راوی نے فہم مطالب میں ٹھوکر کھائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ کچھ اور تھے اور مطلب بھی جداگانہ تھا تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا۔ اور اس کے پرکھنے کے لئے محدثین کے ہاں کچھ اصول ہیں (ملخص من تدریب الراوی ص۳۱۲ و مقدمہ ابن صلاح ص۵۸)

مدرج اس کلمہ یا جملہ کو کہتے ہیں جو راوی کلام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کسی غرض کے تحت داخل کر دیتا ہے اور دوسرا راوی یہ سمجھ کر کہ یہ حدیث رسول ہے بلا فرق بعینہٖ روایت کرتا ہے ایسے کلمہ و جملہ کو مدرج کہتے ہیں۔ عمداً اپنے کلام کو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلط ملط کرنا جرم ہے۔ مدرج کی شناخت کے لئے بھی محدثین نے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔

(ملخص من تدریب الراوی ص۱۸۳ و مقدمہ ابن صلاح ص۳۶)

کتب احادیث کا تعارف

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتب احادیث کو چار طبقات پر منقسم کیا ہے:-

۱۔ طبقہ اولیٰ: مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

۲۔ طبقہ ثانیہ: جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی۔

۳۔ طبقہ ثالثہ: مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابی یعلی موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابوداؤد طیالسی، سنن دارمی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، تصانیف طبرانی

۴۔ طبقہ رابعہ: شاہ صاحب نے اس طبقہ کی بعض کتب احادیث کی نشاندہی کی ہے لیکن فرمایا ان کتابوں کی صحیح روایتیں طبقات ثلثہ میں آگئی ہیں اور جو نہیں آئیں وہ بوجہ علت و شذوذ کے متروک ہیں۔ قابل اعتماد و استفادہ نہیں ہیں

(ملخص من عجالہ نافعہ)

صحیحین کا مقام

بخاری و مسلم صحت، شہرت و مقبولیت میں جملہ کتب احادیث سے فائق ہیں
وھما اصح الکتب بعد القرآن (تقریب النواوی ص۴۱)

پھر بخاری کا پایہ مسلم سے بھی بلند ہے چنانچہ کہا جاتا ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری (مقدمہ فیض الباری ص۳۰) مولانا بدر عالم صاحب نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ صحیحین کی روایات للقطع ہیں یا نہیں اور پھر ایک طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں وبعد اللتیا والتی

ان اخبار الصحیحین لا تخلو عن افادۃ القطع الا فی موضع یمنع عنہ مانع۔

ترجمہ:- چھوٹی بڑی بات کے بعد خلاصہ یہ ہے کہ صحیحین کی روایات مفید للقطع سے خالی نہیں ہیں مگر بعض مقامات پر جہاں کوئی خاص مانع موجود ہو (مقدمہ فیض الباری ص۴۶)

مولانا موصوف ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض ناسمجھ اپنی لاعلمی کی بنا پر

احادیث بخاری پر استہزاء کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی اس روش سے دین کی اساس منہدم ہو رہی ہے کیونکہ اگر صحیحین کی احادیث پر اعتبار نہیں کریں گے تو دین کو کہاں سے حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کجروی سے محفوظ رکھے۔ (فیض الباری ص۱۱ ج۴)

لیکن خود ہی مولانا کا فرمانا ہے :۔

اِنَّ الْاَوْهَامَ قَدْ كَثُرَتْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَيْضًا حَتّٰى صَنَّفَ فِيْ ذٰلِكَ اَبُوْ عَلِيٍّ كِتَابًا وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الثِّقَاتِ لَا تَتَأَتّٰى مِنْهُمُ الْوَهْمُ فَقَدْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

(فیض الباری ص۱۱ ج۴)

مقصود یہ ہے بخاری و مسلم کی روایات کو بے محابا و بے تحاشا رد کر دینا دین کے اساس کو گرا دینے کے مترادف ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بخاری و مسلم کی روایات جمیع کلہا تہا محفوظ ہیں اور ان کی کسی روایت پر انتقاد کی کوئی گنجائش ہی نہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ارقام فرماتے ہیں

ان قولنا رواہ البخاری ومسلم علامۃ منا علی صحتہ لا انہ کان صحیحا بمجرد روایۃ البخاری ومسلم بل رواہ غیرہما من العلماء والمحدثین من لا یحصی عددہ الا اللہ ولم ینفرد واحد منہما بحدیث بل ما من حدیث الا وقد رواہ قبل زمانہ وفی زمانہ وبعد زمانہ طوائف ولو لم یخلق البخاری ومسلم لم ینقص من الدین شیئ (منہاج السنۃ ص۵۹ ج۴)
اظہار حقیقت ص۵ ج۱ بحوالہ منہاج السنۃ
ایضاً دیکھئے اس کتاب کا ص۴۳

تحقیق ہمارا قول کہ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اسکی صحت کی علامت ہے نہ صرف اسلئے کہ اسے بخاری و مسلم نے نقل کیا بلکہ اسلئے کہ اس حدیث کو شیخین کے علاوہ بھی علماء اور محدثین کے جم غفیر نے جن کی تعداد اللہ کے سوا کسی کے احاطہ علم میں نہیں روایت کیا اس حدیث کی روایت میں بخاری یا مسلم منفرد نہیں بلکہ اس حدیث کو انکے زمانہ سے پہلے اور انکے وقت بھی اور انکے بعد بھی بکثرت جماعتوں نے روایت کیا اگر بالفرض بخاری و مسلم نہ پیدا ہوتے تو دین میں کچھ کمی واقع نہ ہوتی۔

شیخ الاسلام کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلم کی احادیث کو امت کے ہاں جو شرف قبولیت حاصل ہے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحیحین میں ان احادیث کو مثبت کیا ہے

جنہیں ان کے علاوہ بھی کثیر التعداد محدثین نے نقل کیا ہے۔

پس میں کہتا ہوں کہ اگر بخاری یا مسلم میں کوئی ایسی روایت موجود ہے جس کے روایت کرنے میں بخاری و مسلم منفرد ہو گئے ہوں کہ اس کو بخاری کے علاوہ کسی محدث نے روایت نہ کیا ہو یا مسلم کے علاوہ کسی نے نہ روایت کیا ہو تو اس روایت پر انتقاد کی گنجائش ہے بلکہ بعض روایات پر حفاظ کا نقد ثابت ہے جیسا کہ خود شیخ الاسلام ہی آگے چل کر لکھتے ہیں :-

فن حدیث کے علماء نے ان دونوں کتابوں کو جانچا اور شیخین کی تصحیح کی تصدیق کی مگر تھوڑے سے مقامات میں اختلاف کیا کہ وہ تقریباً بیس روایات ہیں، جو زیادہ تر مسلم میں ہیں۔ ان پر حفاظ کی ایک جماعت نے نقد کیا ہے (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۵۹)

رُواۃ کا تعارف

چونکہ صحت حدیث کا مدار راویوں کے احوال پر ہے اسلئے اس بارہ میں بھی مختصر تعارفی نوٹ ضروری ہے۔ آئمہ حدیث نے جرح و تعدیل کے لئے جو معیار مقرر کیا اس کے جزئیات کا استقصاء مقصود نہیں ان میں سے صرف ضروری امور پانچ عنوانات کے تحت بیان کریں گے۔

۱۔ الصحابۃ کلھم عدول

علماء جرح و تعدیل کا اجماعی فیصلہ ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں اور ان کی روایت بلا استثناء بلا تامل قابل قبول ہے۔

صحابی کی تعریف

جس سعادت مند مسلمان کو بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات نصیب ہوئی ہو۔ اور اسلام ہی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو وہ صحابی کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحابی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :-

ان الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الاسلام (اصابہ ص۲ ج ۱)

صحابی کی یہ تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونیوالے ہر مرد اور عورت کو شامل ہے۔

صحابی کی یہ تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونیوالے ہر بینا و نابینا کو شامل ہے۔

صحابی کی یہ تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونیوالے ہر بچے بوڑھے جوان کو شامل ہے

من لقی :- جس نے حضور کی ملاقات کی ہو۔ اس قید سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونیوالے مولود صحابی کی تعریف سے خارج ہو گئے۔

- اس قید سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام قبول کرنیوالے صحابی کی تعریف سے خارج ہو گئے
- اس قید سے وہ مسلمان بھی صحابی کی تعریف سے خارج ہو گئے جنہوں نے عہد حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کیا لیکن ملاقات سے محروم رہے یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میں پیدا ہوئے اور دربار رسالت میں پیش نہیں کئے گئے۔

مومنا بہ :- یعنی بحالت ایمان ملاقات کی ہو۔ اس قید سے کافر و منافق صحابی کی تعریف سے خارج ہو گئے۔

مات علی الاسلام :- یعنی اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔ اس قید سے مرتد صحابی کی تعریف سے خارج ہو گئے۔

فوائد مہمہ ۱۔ اکثر محدثین نے عہد نبوت میں پیدا ہونے والے بچوں کو صحابہ کی فہرست میں اس حسن ظن کے تحت شمار کر لیا کہ دستور تھا کہ صحابہ اولاد کو خدمت اقدس میں پیش کرتے تھے۔

۲۔ جس مسلمان نے عہد نبوت پایا اور ملاقات نہیں کر سکا اصطلاح محدثین میں اسکو مخضرم کہتے ہیں گویا یہ صحابی اور تابعی کے مابین ایک درمیانی درجہ ہے۔

۳۔ جس مسلمان نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی زیارت کی ہو، بعد فوت ہو جانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محدثین نے مستقل اس کا نام تجویز نہیں کیا مگر قیاس کا تقاضا

ہے کہ مخضرم سے بھی فائق ہو۔

فانه اعظم درجة من المخضرم وعسیٰ ان یکون صحابیًا

کہ وہ مخضرم سے عظیم المرتبت ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاید وہ صحابی ہی ہو۔ واللہ اعلم

کیا صحابی سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے

عصمت چونکہ خاصہ لازمہ انبیاء ہے۔ انبیاء کے ماسوا اہل سنت و الجماعت کسی دوسرے انسان کے لئے عصمت کے قائل نہیں اس لئے مسلّم ہے کہ صحابہ سے گناہ کا صدور ممکن ہے، بلکہ بعض صحابہ سے بعض اوقات بتقاضئے بشریت بعض ذنوب کا وقوع بھی ہوا ہے، بلکہ حدود و قصاص، کفارات کی آیات کے اولین شئون نزول و اولین مخاطبین صحابہ ہیں لیکن نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ کلمۃ التقویٰ ان کو لازم ہے لہذا وہ اصرار علی الفاحشہ اور قرار علی المعصیۃ سے محفوظ ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق المحدث دہلوی عصمت اور حفاظت کا امتیاز بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کہ باید دانست کہ وی از وقوع در معصیت معصوم نہ بودند لیکن از اصرار بر معصیت و دوام برآں محفوظ باشند اینست معنے آنکہ گویند انبیاءً معصوم اند و اولیاءً محفوظ عصمت پیش از وقوع در معصیت بود و حفظ بعد از وے

(المکاتیب و الرسائل ارباب الکمال و الفضائل برحاشیہ اخبار الاخیار ص۱۰)

یعنی جاننا چاہیئے کہ صحابہ ارتکاب معصیۃ سے معصوم نہ تھے لیکن معصیت پر اصرار اور دوام سے محفوظ تھے یہی معنی ہے اس مقولہ کا جو مشہور ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور اولیاءً محفوظ عصمت معصیت میں واقع ہونے سے پہلے ہوتی ہے یعنی مانع از وقوع ہوتی ہے اور حفاظت بعد از وقوع ہوتی ہے یعنی ندامت سے معصیت مرتفع ہو جاتی ہے

الصحابۃ کلہم عدول کی مزید تحقیق

عصر حاضر میں (الصحابۃ کلہم عدول) کا مسئلہ بعض اہل قلم حضرات کا موضوع بحث بن گیا ہے۔

خصوصاً جناب تقی صاحب عثمانی ایڈیٹر البلاغ اور ملک غلام علی صاحب معاونِ خصوصی جناب مودودی صاحب کی آویزش نے اس مسئلہ کو زیادہ پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اس قضیہ کی پوری تشریح اور کما حقہٗ تنقیح کی جائے۔ تاکہ سارے شبہات رفع ہو جائیں۔

مودودی صاحب اپنی معرکۃ الآرا کتاب خلافت و ملوکیت میں لکھتے ہیں:۔

"میں (الصحابۃ کلھم عدول۔ صحابہ سب راست باز تھے) کا یہ مطلب نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں ہر ایک بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی، بلکہ میں اس کا یہ مطلب لیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے یا آپ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں کسی صحابی نے کبھی راستی سے ہرگز تجاوز نہیں کیا۔" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۰۳)

مودودی صاحب کی اس عبارت پر بہت سے حضرات نے اعتراضات کئے ہیں اور سب سے زیادہ طول محترم جناب تقی صاحب نے دیا ہے اور پھر ملک غلام علی صاحب نے جواب دیا اور تقی صاحب نے جواب الجواب۔ دونوں حضرات کی طبع آزمائی نے مسئلہ کو زیادہ الجھا دیا ہے اور خدا جانے اصل حقیقت تک دونوں حضرات بھی پہنچے ہیں یا نہیں۔

مودودی صاحب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے ایک مطلب (یعنی صحابہ معصوم ہیں) کو رد کر دیا اور دوسرے مطلب کو (یعنی روایت حدیث کے بارہ میں راستباز ہیں) اختیار کیا۔

اور جناب تقی صاحب نے (الصحابۃ کلھم عدول) کے عقلی طور پر تین مطالب پیش کئے ہیں

۱۔ (یہ کہ صحابہ معصوم غلطیوں سے پاک تھے)

دوسرا مطلب یہ کہ صحابہ کرام اپنی عملی زندگی میں فاسق ہو سکتے ہیں (معاذ اللہ) لیکن روایت حدیث کے معاملہ میں وہ بالکل عادل ہیں۔

تیسرا مطلب: کہ صحابہ کرام نہ تو معصوم تھے نہ فاسق۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں لیکن تنبیہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی ہو اور اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہو۔ اسلئے وہ ان غلطیوں کی بنا پر فاسق قرار نہیں دیئے جا سکتے چنانچہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنا لیا ہو جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جا سکے۔

(البلاغ شمارہ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ ص۹۶)

مجھے تقی صاحب کے بیان کردہ تیسرے مطلب اور مودودی صاحب کی تشریح میں نمایاں فرق نظر نہیں آتا لیکن شاید اسلئے کہ مودودی صاحب کی عبارات بعض صحابہ کے بارہ میں بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جارحانہ ہیں۔ اور حضرت عثمان ذی النورین کیطرف بھی نسبت خیانت مفہوم ہوتی ہے جناب تقی صاحب نے سمجھا کہ مودودی صاحب کے نزدیک دوسرا معنی مراد ہیں یعنی صحابہ کرام عملی زندگی میں معاذ اللہ فاسق بھی ہو سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ معنی ناقابل بیان حد تک خطرناک ہے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

اگر صحابہ کو عام زندگی میں فاسق قرار دیا جائے تو دین کے سارے عقائد و احکام خطرے میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری احادیث ہمیں انہیں کے واسطے سے پہنچی ہیں اور اگر وہ عملی زندگی میں فاسق ہو سکتے ہیں تو پھر روایت حدیث کے معاملہ میں انہیں فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ (البلاغ ذی الحجہ ص۷۹)

خلافت و ملوکیت نیز مودودی صاحب کی دوسری کتابوں میں بھی بڑا غلیظ مواد موجود ہے اور اس پر جس قدر بھی غصہ کا اظہار کیا جائے درست ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ صحابہ کلہم عدول کی بحث میں مودودی صاحب نے کوئی نادرست بات نہیں لکھی۔ ہمارے نزدیک تقی صاحب کا سارا مفروضہ قصور فہم اور ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اگر بالفرض سارے صحابہ عادل نہ بھی ہوتے جب بھی دین کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت میں کوئی شگاف پیدا نہیں ہوا تو سارے صحابہ کے عادل نہ ہونے سے کیسے دین کی عمارت پیوند خاک ہو جاتی جبکہ دین کی مدار روایات پر ہے۔ اور تسلیم کر لیا گیا ہے

کہ روایت حدیث کے بارہ میں سبھی صحابہ عادل ہیں۔

اگر مودودی صاحب کے بیان کردہ مطلب سے دین کی عمارت گرتی ہے تو آپ کو یقین کرلینا چاہیئے کہ پھر دین کی عمارت اس سے قبل مولانا عبدالحی لکھنوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گرا چکے ہیں۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

سوال :- در عقیدۂ اہل السنت (الصحابۃ کلہم عدول) مراد از عدالت چیست ؟

جواب :- ایں عقیدہ نہ در کتب قدیمہ عقائد است نہ در کتب علم کلام بلکہ ایں فقرہ را محدثین در اصول حدیث بمقام بیان تعدیل طبقات رواۃ مے آرند کسے کہ ایں را در عقائد درج کردہ است از ہمانجا آوردہ باشد و مراد از عدالت پرہیز کردن از قصد کذب در روایت است و فی الحقیقت تمام صحابہ متصف بعدالت کذائی بودند کذب علی النبی ﷺ را اشد گناہ پنداشتند (مجموعہ فتاوی جلد سوم ص ۱۲)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :-

اور وہ جو کتب اصولیہ میں لکھا ہوا ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ تمامی روایت حدیث میں مامون و معتبر ہیں اور انہوں سے کوئی کذب روایت حدیث میں زنہار ثابت نہیں ہوا جیسا کہ تجربہ اور تحقیق میں بھی نہیں آیا ہے (فتاوی عزیزیہ ص ۲۵۲)

شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر ہی موقوف نہیں بلکہ عبدالوہاب عبداللطیف صاحب نے تدریب الراوی شرح النواوی کے حاشیہ میں عدالت صحابہ کے چھ معنے شمار کیے ہیں اور چھٹا معنی جسے شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی و دیگر محدثین کی آثار سے موید و موثق کیا ہے وہ یہی معنی ہے۔ شرح الشرح نخبۃ الفکر ص ۹۱ ، حاشیہ طحاوی، شرح مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، جمع الجوامع، تدوین الحدیث، مودودی دستور مولانا مدنی ؒ۔

چنانچہ لکھتے ہیں :-

وبذالک یتضح ان العدالة الثابتة لجمیع الصحابة عند المحدثین ھی تجنب تعمد الکذب فی الروایة والانحراف فیھا بارتکاب ما یوجب عدم قبولھا فان الذنب علی فرض الوقوع لا یمنع من قبولھا فھم عدول علی العموم

(حاشیہ تدریب الراوی ص۴۰۲)

ہمارے اس بیان سے واضح ہوگیا محدثین کے نزدیک جو عدالت جمیع صحابہ کے لئے ثابت ہے وہ روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولنے سے اجتناب کرنے اور اس میں عمداً انحراف کرنے سے پرہیز کرنے کا نام ہے بسبب ترک کرنے ایسی چیز کے جو اسکی نامقبولیت کا موجب ہو کیونکہ ذنب بفرض الوقوع اسکی قبولیت سے مانع نہیں پس وہ سب کے سب عادل ہیں۔

نیز حاشیہ مراسیل ابی داؤد ص۳ میں فاضل محشی نے فتح المغیث کے حوالہ سے بھی یہی معنی تحریر کیا ہے

صحابہ روایت حدیث کے معاملہ میں فرشتہ ہیں

جناب تقی صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ اگر صحابہ عملی زندگی میں فاسق ہو جائیں، تو روایت حدیث کے معاملہ میں انہیں فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے گویا تقی صاحب کے نزدیک تعمد الکذب علی النبی اور دوسرے موجبات فسق میں کچھ فرق نہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے تقی صاحب نے لغزش کھائی ہے ۔ رمز شناس نئ دلبرا خطا اینجا است۔

صحابہ فاسق نہیں لیکن وہ معصوم بھی نہیں ان سے موجبات فسق کا صدور ممکن ہے اور بعض نے عمداً بھی ارتکاب معصیت کیا ہے لیکن بتوفیق اللہ تعالیٰ توبہ کرلی۔ عدالت ساقطہ نہ ہوئی۔

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں لیست الذنوب مسقطة للعدالة

اذا وقعت منه التوبه) گناہ عدالت کو ساقط نہیں کرتے جب کہ ان سے توبہ کرلی جائے (العواصم من القواصم ص۹۴)

لیکن تمام صحابہ روایت حدیث کے معاملہ میں معصوم ہیں۔ بحمد اللہ ایک صحابی بھی ایسا نہیں جو (تعمد الکذب علی النبی) کی معصیت میں مبتلا ہوا ہو اسلئے امت نے اجماعی طور پر صحابہ کے اس حق کو تسلیم کر لیا ہے کہ (الصحابۃ کلھم عدول) سبھی صحابہ راستباز ہیں۔ یعنی روایت حدیث کے سلسلہ میں وہ ہماری جرح و تعدیل سے اعلیٰ وارفع ہیں۔

جرح تو خیر بہت دور کی بات ہے پچھلی امت صحابہ کی نسبت یہ حیثیت بھی نہیں رکھتی کہ ان کی تعدیل کر سکے وہ بزرگوار ہماری تعدیل سے بھی بالاتر ہیں وہ جن کی تعدیل خدا و رسول نے کردی ہے انہیں معیار تعدیل پر لانا بھی ان کی توہین ہے اعاذنا اللہ منھا۔

علامہ ابن صلاح لکھتے ہیں :-

للصحابۃ باسرھم خصیصۃ وھی انہ لایسئل عن عدالۃ احدھم بل ذالک امر مفروغ عنہ لکونھم علی الاطلاق معدلین۔

(مقدمہ ابن صلاح ص۱۱۹)

تمام صحابہ کے لئے ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی عدالت کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس امر سے فراغت حاصل ہو چکی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے علی الاطلاق عادل قرار پا چکے ہیں۔

موجبات فسق اور صحابہ کے مراتب عدالت

فقہ حدیث اور اصول کی کتابوں کے تتبع سے موجبات فسق کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ شرک کے ماسوا جملہ کبائر موجبات فسق ہیں اور احکام کے لحاظ سے

ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ تعمد الکذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: شرک کے بعد موجبات فسق کی بلحاظ حکم کے اشد ترین قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف عمداً جھوٹ کی نسبت کرنی ہے۔ اس جرم کے ارتکاب سے فسق اسطرح لازم ہو جاتا ہے کہ توبہ کے باوجود عدالت برقرار نہیں ہوتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:-

تقبل روایۃ التائب عن الفسق الا الکذب فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا سبیل ابداً

(تدریب الراوی ص۲۳۰)

فسق سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے مگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنے والے کی روایت باوجود توبہ کے کبھی قبول نہیں ہو سکتی۔

بحمد اللہ تعالیٰ ایک صحابی بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہو، کہ تمام صحابہ اس معاملہ میں معصوم ہیں۔

۲۔ کسی محصنہ عورت کو قذف کرنا یعنی جھوٹی تہمت لگانا

یہ جرم شرک کے بعد دوسرے درجہ کا کبیرہ ہے قرآن کریم کہتا ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون) جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کر سکتے انہیں اسّی کوڑے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو وہ فاسق ہیں۔ (سورۃ نور)

جو کسی پاک باز مرد کو زنا کی تہمت لگائے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

توبہ اس گناہ سے قبول ہے فسق زائل ہو جاتا ہے اور عدالت برقرار ہو جاتی ہے

مگر امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک محدود فی القذف کی شہادت قبول نہیں ہوتی۔

۳۔ بقیہ کبائر سے فسق لازم آجاتا ہے مگر توبہ سے فسق زائل ہو جاتا ہے اور عدالت برقرار ہو جاتی ہے۔ قاضی ابوبکر فرماتے ہیں (لیست الذنوب مسقطة للعدالة اذا وقعت منها توبة)

(العواصم من القواصم ص۹۲)

گناہ عدالت کو ساقط نہیں کر سکتے جب کہ ان سے توبہ کر لی جائے۔

عدالت میں صحابہ کے مراتب

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ معصوم نہیں ان سے معصیت کا صدور ممکن ہے مگر اس کے باوجود صحابہ کی اکثریت ایسی ہے جن سے اسلام کے بعد کسی معصیت کا صدور نہیں ہوا فرضی اللہ عنھم ورضوا عنہ وارزقنا اتباعھم

۲۔ بعض وہ صحابہ ہیں جن سے بعض الاحیان بتقضائے بشریت بعض ذنوب کا صدور ہوا ہے لیکن چونکہ انہیں کلمۃ التقوی لازم ہے انہیں بتوفیق اللہ توبہ میسر ہو گئی انہی کے حق میں قرآن کا ارشاد ہے:۔

والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون	اور وہ لوگ جب کوئی برائی کرتے ہیں یا اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے ماسوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے جب کہ جانتے ہوں۔

انہی کے بارہ میں قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ان سے بغض اور کینہ نہ رکھیں اور ان کے حق میں دعا کیا کریں پس ہم کہتے ہیں:۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا

علی الذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

ایک صحابی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آنحضورؐ کی طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کی ہو۔

فرضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھیوں نے امام برحق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ قتال کیا اور نہایت ثبات کے ساتھ اس پر قائم رہے کیا ان کا یہ فعل عدالت کے منافی نہیں ؟

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ وہ اس قتال میں متاول تھے اور عدالت متاول کی ساقط نہیں ہوتی۔

السید محمد ابن ابراہیم الوزیر لکھتے ہیں :۔

اما المتاول فلم ینعقد الاجماع علی ذالک بل ادعی غیر واحد من اہل السنۃ انعقاد اجماع علی قبولھم کہ متاول کی عدالت کے سقوط پر اجماع نہیں قائم ہوا، بلکہ بہت سے اہل السنۃ بزرگوں نے ان کی روایت کے قبول کرنے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ (الروض الباسم ص۲۴۲)

ایک اشکال اور اس کا حل

(الصحابۃ کلھم عدول) کی بحث میں سب سے بڑا اشکال یہ ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جو بموقعہ فتح مکہ ایمان لائے تھے اور قرآن کریم انہیں فاسق کہتا ہے کیونکہ آیت یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الخ ولید بن عقبہ کے ہی بارہ میں اتری ہے۔ عامۃ المفسرین

نے آیت کاشان نزول جو بیان کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فاسق تھا۔ قرآن ولید ابن عقبہ کو فاسق کہتا ہے اور (الصحابہ کلھم عدول) کا قضیہ اسے عادل کہتا ہے۔ وجہ توفیق و تطبیق کیا ہے۔

بعض اہل التحقیق نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ مفسرین کا بیان درست نہیں مثلاً سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں :۔ (ایک غلط تفسیری روایت) بعض مفسرین نے روایت کی ہے کہ ارشاد ربانی (ان جاءکم فاسق بنبأ) سورہ حجرات میں اللہ تعالے نے حضرت ولیدؓ کو فاسق تبلایا ہے اور یہ آیت انہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بنی مصطلق کے پاس وصولیٔ صدقہ کے لئے بھیجا۔ آپ نے ان کے متعلق آکر خبر دی کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ حضور نے حضرت خالد ابن الولید کو ان کی طرف بغرض جہاد بھیجا تو معلوم ہوا کہ ولید نے غلط خبر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔

بوجوہ ذیل یہ روایت ساقط عن الاعتبار ہے:۔

۱۔ علامہ محب الدین خطیب کی تحقیق یہ ہے کہ

اس قسم کی تمام روایات و اخبار حضرات تابعین مجاہد اور قتادہ وغیرہما پر موقوف ہیں ان میں سے کسی نے بھی ان روایات کے راویوں کا نام نہیں تبلایا اوپر سے یہ روایات موقوف ہیں کہ راوی کا نام نہیں اور نیچے کے راوی علمائے جرح و تعدیل کے نزدیک مجہول ہیں وہ ان کے حالات بلکہ ان کے اسماء تک نہیں جانتے ان موقوف و منقطع روایات کی جن کا کوئی نسب نہیں صحت کا حکم دینا نہ شرعاً جائز ہے نہ تاریخاً۔

۲۔ امام احمد نے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے دن ولید دوسرے بچوں کے ساتھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضور نے ان بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

جب فتح مکہ کے دن سے حضرت ولید بچے تھے تو بنو مصطلق کے پاس انہیں وصول صدقہ کے لئے بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یقینی طور پر وہ کوئی اور تھا۔

۲۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینے والا حضرت ولید ہوتا تو حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما انہیں کیوں بر سر اقتدار لاتے اور ذمہ دارانہ مناصب پر متعین فرماتے؟ حضرات شیخین کا ان کو اہم ذمہ داریوں پر متمکن و مامور کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط بات بتلانے والے نہیں تھے وہ کوئی اور تھا (شہادت امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین ص ۵۵ تا ۵۶)

حضرت شاہ صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے اشکال حل نہیں ہوا نیز یہ بیان بھی بوجوہ درست نہیں :-

۱۔ علامہ محب الدین الخطیب کا قول (کہ مفسرین نے ولید ابن عقبہ کی جو داستان پیش کی ہے وہ روایات منقطعہ کے بھروسہ پر کی ہے اور ان بے نسب روایات پر بھروسہ جائز نہیں ہے) واقعہ کے برخلاف ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں امام احمد، ابن ابی حاتم طبرانی، ابن جریر کے حوالہ سے باسند روائتیں پیش کی ہیں جو حارث ابن ضرار ام المومنین ام سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم صحابہ سے مروی ہیں۔

۲۔ مسند امام احمد کی جس روایت کا حوالہ شاہ صاحب نے دیا ہے وہ روایت سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے کہ ولید ابن عقبہ بموقعہ فتح مکہ دیگر بچوں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ آنحضورؐ نے دوسرے بچوں کے سروں کو مسح فرمایا اور ان کے لئے برکت

کی دعا کی مگر سر کو مسح نہ فرمایا کیونکہ میرا سر خلوق سے آلودہ تھا۔ اس روایت میں ایک راوی ابو موسے عبداللہ الہمدانی مجہول ہے۔ نیز حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ولید ابن عقبہ کے بہ موقعہ فتح مکہ نابالغ ہونیکا سختی سے انکار کیا ہے اور دوسری روایات سے ثابت کیا ہے کہ وہ بہ موقعہ فتح مکہ بالغ تھے۔

(اصابہ حرف الواو القسم الاول) اور حضرت شاہ صاحب نے خود عادلانہ دفاع ص۹۰ میں حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن کثیر کے اقوال پر بھروسہ کر کے تسلیم کیا ہے کہ آنحضور نے انہیں بنی مصطلق کیطرف صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

۳۔ مسلم ہے کہ ولید ابن عقبہ کے مصدق بنا کر بھیجے جانے کی روایات جو ابن عباس اور حارث ابن ضرار سے مروی ہیں ان میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔ تاہم کسی ضعیف ترین روایت میں ولید ابن عقبہ کی بجائے کسی دوسرے شخص کا نام مذکور نہیں۔ اور روایت کے شان نزول میں بھی کسی دوسرے شخص کو متبادل پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے قرین انصاف ہے کہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ولید ابن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ بر موقعہ فتح مکہ بالغ تھے اور انہی کو آں حضور نے بنی مصطلق کیطرف مصدق بنا کر بھیجا تھا اور یہی واقعہ آیت کا شان نزول ہے۔

اگر بالفرض شاہ صاحب کا بیان اور علامہ محب الدین الخطیب کی تحقیق کو درست بھی تسلیم کیا جائے جب بھی اشکال برحال رہتا ہے۔ البتہ ولید ابن عقبہ کی صفائی پیش ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں وہ لوگ تو مطمئن ہو جاتے ہیں جن کا مقصود ولید ابن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ کی مدافعت ہے۔ مگر جن لوگوں کا نصب العین تمام صحابہ کی مدافعت ہے ان کی الجھن بدستور باقی رہتی ہے۔ کیونکہ جس کسی دوسرے شخص کو آنحضور نے عامل بنا کر بھیجا تھا وہ بھی آخر صحابی ہی ہوں گے اور کسی بھی صحابی کو اگر قرآن

فاسق کہتا ہے تو قضیہ (الصحابۃ کلھم عدول) کا منقوض ہو جاتا ہے

اشکال کا صحیح حل

ہمارے خیال میں آیت کا شان نزول ولید ابن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ ہی کا واقعہ ہے۔ مگر حضرت ولید فاسق کے مصداق نہیں آیت میں (یا ایہا الذین آمنوا) کے مخاطب ہیں، اور فاسق کا مصداق وہ رجل منافق یا کافر ہے، جس نے حضرت ولیدؓ کو خبر دی تھی کہ بنی مصطلق، تمہارے قتل پر آمادہ ہیں وہ مرتد ہو چکے ہیں۔ ہم اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا آزاد کے رہین منت ہیں جنہوں نے آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر کر کے دل و دماغ کو منور و معطر کر دیا ہے۔ اور طبیعت کو شگفتگی ارزاں فرمائی۔

لکھتے ہیں کہ مفسرین کو اس کے شان نزول پر شبہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید ابن عقبہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا، لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت ان کی ذات سے مخصوص نہیں۔ خدا نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانہ جنگ میں خود مسلمان غلطی کر سکتے ہیں تو فاسق لوگوں کی روایات کو تو اور احتیاط سے قبول کرنا چاہیئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ولید ابن عقبہؓ کو کسی شریر شخص نے اس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اسے اقدام ہجوم کی شکل میں دکھایا ہو اس بنا پر خدا نے فاسق کا اطلاق اسی شخص پر کیا ہو۔

راقم السطور کہتا ہے کہ مولانا آزاد نے جو دوسرا احتمال پیش کیا یہی اقرب الی الحق ہے۔ حضرت ام سلمہ کی روایت میں جسے حافظ ابن کثیر نے نقل کیا ہے تصریح ہے (قالت فحدثہ الشیطن انھم یریدون قتلہ) کہ آنحضورؐ کے عامل کو ایک شیطن نے بات بتائی کہ وہ تمہارے قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔

بس معلوم ہوا کہ آیت میں آنحضورؐ کے عامل کو یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا ہے خواہ وہ ولید ابن عقبہ ہوں یا کوئی دوسرے صحابی اور فاسق

کا مصداق وہ شیطان کا فریا منافق ہے جس نے انہیں غلط خبر دی تھی۔
فللہ الحمد والمنۃ۔

۲۔ (تفاوت المرویات بتفاوت الرواۃ باعتبار الامصار) یعنی بلاد و امصار کی سکونت کی وجہ سے رواۃ کے متفاوت ہونے سے مرویات کے درجات بھی متفاوت ہو جاتے ہیں۔

یعنی جب دو روایتیں مضمون میں مختلف ہو جائیں تو محدثین کے ہاں کچھ اصول و ضوابط ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ ایک کو راجح قرار دیتے اور دوسری کو مرجوح۔ ان ضوابط میں ایک ضابطہ یہ ہے کہ اگر دونوں روایتوں کے راوی عدالت میں برابر ہوں تو ان کی سکونت کے لحاظ سے بھی ایک روایت کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

اتفق اهل العلم بالحديث على ان اصح الاحاديث ما رواه اهل المدينة ثم اهل البصرة ثم اهل الشام (علوم الحديث ص۱۵۳)	علمائے حدیث اس بات پر متفق ہو گئے ہیں احادیث میں صحیح ترین وہ حدیث ہے جسے اہل مدینہ روایت کریں پھر وہ جسے اہل بصرہ روایت کریں اور پھر اہل شام کی روایت۔

مقصود یہ ہے کہ عند التعارض احق بالقبول اہل مدینہ کی روایت ہے اور پھر اہل بصرہ کی۔ اہل الشام کی روایت اس وقت ہی قابل قبول ہو گی جب سنداً صحیح ہو اور اہل مدینہ اور اہل بصرہ کی روایات اس کے معارض نہ ہوں۔

۳۔ اہل اہواء کی روایات

ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے لم یکونوا یسألون عن الاسناد حتی وقعت الفتنة فلما وقعت نظروا من كان من اهل السنة اخذوا

حدیثہ ومن کان من اھل البدعۃ ترکوا حدیثہ)

لوگ اسناد کے متعلق سوال نہ کرتے تھے یہاں تک فتنہ بپا ہوا جب فتنہ بپا ہوگیا یعنی لوگ متفرق ہوگئے تو محدثین دیکھتے تھے۔ اگر بیان کرنیوالا اہل السنۃ سے ہو تو اس کی حدیث لے لیتے اگر اہل بدعت سے ہو تو اسکی روایت ترک کر دیتے (میزان الاعتدال ص۳ ج۱)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں :-

حق یہ ہے کہ اہل اہوا کی روایت قبول نہ کی جائے کیونکہ انہوں نے آنحضورؐ کے بعد دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کر دی ہیں۔ بالخصوص اگر وہ بدعت کے داعی اور غالی قسم کے ہیں۔

کانوا احقاء بان یسحقوا عن حوض لسنۃ فی الدنیا کما یطردون فی الآخرۃ۔ الخ

یعنی غالی بدعتی جو بدعت کے داعی ہوں وہ اس سزا کے مستحق ہیں کہ آنحضور کی سنت کے حوض سے دھکیل دیئے جائیں جیسا کہ وہ آخرت میں آنحضور کے حوض کوثر سے دھکیل دیئے جائیں گے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۶۶ ج۱)

لیکن محدثین نے جن کے لہجہ کو صادق پایا بعض شروط وقیود کے ساتھ اہل اہوائے بعض فرقوں کی روایات کو قبول کر لیا ہے مگر جمیع محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ رافضیوں کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ جھوٹ ان کا مذہب اور تقیہ ان کا شعار ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

الصواب انہ لاتقبل روایۃ الرافضۃ وساب السلف ...... لان الکذب شعارھم والتقیۃ دثارھم۔ تدریب الراوی ص۲۱۵)

صحیح اور درست بات یہی ہے کہ رافضیوں اور سلف کو برا بھلا کہنے والوں کی روایت نہ قبول کی جائے کیونکہ جھوٹ ان شعار ہے اور تقیہ ان کا دثار ہے۔

یعنی ان کا اوڑھنا بچھونا ہی جب جھوٹ اور افترا ہے تو ان کی روایت کس طرح قبول کی جائے۔

شیخ عبدالحق المحدث لکھتے ہیں :۔

اما امارت وضع کہ ذکر کردہ اند روایت شیعی غالی است ' غالی شیعہ کی روایت کے موضوع ہونے کی علامت ہے ۔ (المکاتیب و الرسائل الی اہل الکمال والفضائل ص۱۶۱)

۴۔ معروف بالکذب راوی

قال النسائی الکذابون المعروفون بوضع الحدیث اربعۃ ابن ابی یحییٰ بالمدینۃ والواقدی ببغداد ومقاتل ابن سلیمان بخراسان ومحمد ابن سعید المصلوب بالشام

اللآلی المصنوعۃ ص۲۵۰ ج ۲

امام نسائی فرماتے ہیں کہ چار شخص کذاب وضع حدیث میں مشہور ہیں۔ ابن ابی یحییٰ مدینہ میں ۔ واقدی بغداد میں مقاتل ابن سلیمان خراسان میں اور محمد ابن سعید مصلوب شام میں ۔

۵۔ واقدی کی حیثیت

قال احمد ھو کذاب قال ابوحاتم والنسائی یضع الحدیث واستقر الاجماع علی وھن الواقدی

(میزان الاعتدال ص۶۶۵ ج ۳)

امام احمد فرماتے ہیں واقدی کذاب ہے ابو حاتم اور نسائی فرماتے ہیں واضع الحدیث ہے اور اجماع ثابت ہو چکا ہے وھن واقدی پر ۔

علامہ ابن قیرانی فرماتے ہیں :۔

محمد ابن عمر الواقدی اجمعوا علی ترکہ

(تذکرۃ الموضات ص۹۰)

محمد ابن عمر واقدی کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع ہو چکا ہے ۔

سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فائدة مهمة ۔ واعلم انهم تكلموا في الواقدي وامره عندي انه حاطب ليل يجمع بين رجل وخيل ويأتي بكل رطب ويابس وصحيح وسقيم وليس بكذاب وهو متقدم عن احمد واكبر منه سنا ولكنه اضاعه فقدان الرفقة وقلة ناصريه فتكلم فيه من شاء واما الدارقطني فانه وان اتى بكل نحو من الحديث لكنه شافعي المذهب فكثرت حماته فاشتهر اشتهار الشمس في رابعة النهار وبقي الواقدي مجروحا لايذب عنه احد فذالك عندي من امر الواقدي واما جمعه بين الضعاف والاحتجاج فلو ينفرد به هو ۔ فیض الباری ج ۴ ص ۱۲۶

ایک ضروری فائدہ۔ جان تو اے مخاطب کہ محدثین نے واقدی کے بارہ میں کلام کیا ہے اور میرے نزدیک اس کا معاملہ یہ ہے کہ وہ حاطب اللیل ہے پیادہ اور سوار رطب اور یابس صحیح اور سقیم کا جمع کرنیوالا ہے اور کذاب نہیں ہے وہ حضرت امام احمدؒ سے عمر میں بڑا ہے اور متقدم ہے لیکن اسے رفقاء کے فقدان معاونین کی قلت نے ضائع کر دیا لیکن دار قطنی وہ بھی ہر قسم کی حدیث لے آیا ہے۔ مگر چونکہ شافعی المذہب ہے اسکے حمایتی بہت ہو گئے پس وہ مشہور ہو گیا مثل دوپہر کے سورج اور واقدی بیچارہ مجروح رہ گیا اور اس کی مدافعت کرنیوالا کوئی نہ تھا۔ پس میرے نزدیک واقدی کا معاملہ تو یہ ہے لے پر اس کا ضعیف اور صحیح روایتوں کا جمع کرنا تو یہ ایک رویہ ہے جس میں واقدی منفرد نہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں واقدی کی مدافعت نہیں کی صراط مستقیم کی راہنمائی فرمائی ہے۔ ورنہ ان کے خیال میں صرف واقدی پر کسی مسئلہ کی مدار رکھنا باعث عار ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

ثم ان الحافظ نقل رواية عن الواقدي

پھر حافظ ابن حجر نے ایک روایت واقدی سے

واستدل منه لمذهبه الا انه لم یسمه فقلت سبحان الله وهل یستدل بمثل الواقدی فی احکام الفقه ولو فعله حنفی لبقی علیه اعارا ابد الدهر

(فیض الباری ص۲۱۲ ج ۱)

نقل کی اور اس سے اپنے مذہب کے لئے استدلال کیا مگر واقدی کا نام نہیں لیا میں نے کہا سبحان اللہ احکام فقہ میں واقدی جیسے شخص سے استدلال کرنا اگر کسی حنفی نے ایسا کیا ہوتا تو اس پر تا ابد عار و ننگ رہتی۔

مقصود یہ ہے کہ جانچ پڑتال کے بغیر واقدی کی کوئی روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور صرف واقدی پر کسی مسئلہ کی مدار رکھنا بھی درست نہیں ہے۔ مگر واقدی کی روایت کو بہر حال رد کرنا اگرچہ اسکی تائید میں دوسرے قرائن بھی ہوں قرین انصاف نہیں ہے نیز دوسرے لوگوں کی روایات بھی جانچ پڑتال کے بغیر لے لینا بسا اوقات مغالطہ میں مبتلا کر دیتا ہے خذما صفا ودع ماکدر کے مقولہ کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

تیسری دلیل شرعی، اجماع امت ہے

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کا کسی قرن میں کسی مسئلہ پر اجماع اس مسئلہ کی حقیت پر حجت قاطعہ ہے چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں :-

والدلیل السمعی القاطع فی ذالک ان الاجماع حجۃ متبعۃ (اعلام الموقعین ص۲۶۷ ج ۲)

دلیل سمعی قاطع ہے کہ اجماع ایک دلیل ہے جس کی پیروی ضروری ہے۔

دلیل سمعی سے مراد شاید سورۃ نسا کی یہ آیت ہے (من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا) جو شخص رسول اللہ علیہ السلام کی نافرمانی کرے ظہور ہدایت کے بعد اور مومنین کی راہ سے جداگانہ راستہ اختیار کرے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کو اس نے رخ کیا اور اسکا رخ جہنم

کی طرف ہے) اور داخل کریں گے جہنم میں وہ بہت ہی بری بازگشت ہے۔

قرآن کی اس آیت کے علاوہ دوسری آیات سے اور روایات سے بھی حجیت اجماع پر استشہاد کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ ایک عقلی بات ہے کہ جب خاتم الانبیاء علیہ افضل التحیۃ والثنا کے رخصت ہو جانے کے بعد کار نبوت امت کو تفویض ہوا تو امت بحیثیت مجموعی نبوت کی بعض صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہو گی۔ اثبات مدعا کے لئے دوسرے پارہ کی یہ آیت کافی ہے :-

وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔	ایسے ہی بنایا ہے ہم نے تم کو امت بہترین اور میانہ تاکہ تم شاہد ہو لوگوں پر اور رسول علیہ السلام شاہد ہے تم پر

پس عصمت جو انبیاء کا خاصہ لازمہ ہے امت مصطفویہ کے لئے جب کہ وہ کسی امر پر مجتمع ہو جائے گی ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں :-

ان اقوال العلماء و آراء ھم لم تضمن لھا العصمۃ الا اذا اتفقوا ولم یختلفوا فلا یکون اتفاقھم الاحقا (اعلام الموقعین ص۲۳)	بیشک علماء کے اقوال اور آراء قیاسیہ کے لئے عصمت کی ضمانت نہیں دی گئی۔ مگر جب وہ کسی مسئلہ میں متفق ہو جائیں اور اختلاف نہ کریں تو ان کا اتفاق برحق ہی ہو گا۔

موسےٰ جار اللہ لکھتے ہیں :-

قال البعض ان الاجماع توفیق من اللہ الی اختیار الصواب ینزل اللہ سکینۃ علی المومنین ویسدھم بروح القدس الی الحق ویلزمھم کلمۃ التقوی اذا کانوا احق بھا واھلھا وھو معنے قول النبی	بعض اصولی کہتے ہیں کہ اجماع اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی توفیق ہے جس کی وجہ سے صواب ہی منتخب کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی سکینہ نازل فرماتے ہیں مومنین پر اور روح القدس انہیں حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور انہیں کلمۃ التقوی لازم کر دیتا ہے کیونکہ

صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ (کتاب السنۃ لمروسے جابر المروزی ۸۷)

وہ اس کے حقدار ہیں اور اس کے اہل ہیں اور یہی مطلب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

چوتھی دلیل شرعی قیاس ہے

قیاس کے دلیل شرعی ہونے پر قرآن کریم کی آیت (فاعتبروا یا اولی الابصار) شاہد عادل ہے اے بصیرت والو اعتبار کرو۔ اعتبار سے مراد قیاس ہے۔

پس قیاس بحکم قرآن حجت ٹھہرا۔ البتہ قیاس کی چند قسمیں ہیں اور اکثر اقسام کا حکم ظنی ہے قطعی نہیں۔

مسئلہ وحدۃ الحق

کسی مسئلہ پر اگر ائمہ مجتہدین کی آراء مختلف ہو جائیں تو تمام آراء برحق ہوتی ہیں یا حق صرف ایک جانب ہی ہوگا؟

جمہور کی رائے یہ ہے کہ حق صرف ایک ہی رائے ہوگی۔ بقیہ آراء اگرچہ خطا ہوں گی کہ (المجتہد قد یخطی وقد یصیب) کہ مجتہد کبھی خطا کر جاتا ہے اور کبھی اس کی رائے صائب ہوتی ہے مگر اجر و ثواب ان آراء پر بھی مرتب ہوگا۔ جیسا کہ اشتباہ قبلہ کے مسئلہ میں ہر شخص کو اپنی اپنی تحری پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ نماز سب کی درست ہوگی۔ مگر قبلہ فی الواقعہ ایک ہی جہت میں ہوتا ہے۔ پس قول (وحدۃ الحق) کا حق ہے۔ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا۔ سید انور شاہ صاحب المحدث نور اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علماء نے حق کے واحد و متعدد ہوتے میں اختلاف کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی دو کتابوں عقد الجید اور انصاف میں مبسوط بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ (ذہب الجمہور الی انہ واحد) کہ جمہور اس طرف گئے ہیں کہ حق واحد ہی ہے متعدد نہیں ہے۔ (فیض الباری ص ۵۰۲ ج ۴)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :-

قد صرح الائمۃ الاربعۃ بان الحق فی واحد من الاقوال ولیست کلہا صوابا

ائمہ اربعہ نے تصریح کی ہے کہ بیشک حق ایک ہی قول ہوتا ہے، سارے اقوال صائب نہیں ہوتے

(اعلام الموقعین صفحہ ۳۱) نیز شرح مسلم لبحر العلوم صفحہ ۹۱۳۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

اصل مذہب جمہور اہل السنۃ والجماعت کا اور ائمہ اربعہ کا یہی ہے، کہ اجتہادیات میں حق عند اللہ واحد ہے اور اسی بنا پر ہر مجتہد مصیب ہو سکتا ہے اور مخطی بھی

(ہدیہ سنیہ مصنفہ مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ ۱)
(رسالہ از رسائل ثلاثہ صفحہ ۱۹ تقطیع خورد)

شیخ الاسلام دامت فیوضہم نے اپنے اس رسالہ میں ہر مذہب کے اکابر علماء مثل حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، محی الدین نووی اور شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمہم اللہ کی عبارات سے قضیہ (وحدۃ الحق حق) کو محکم فرمایا ہے۔

فائدہ مہمہ

مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کر جائے اور حق کو نہ پا سکے تو بھی وہ عند اللہ ماجور ہوگا۔ مازور نہیں ہوگا۔ مجتہد کے لئے اصابتِ حق لازم نہیں۔ اگر کسی بزرگ سے (کل مجتہد مصیب) کا جملہ منقول ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (کل مجتہد مصیب للاجر) کہ ہر مجتہد اجر و ثواب کو پا لیتا ہے۔ اگرچہ حق کو پا لینے میں خطا کر گیا ہو۔

تاریخی واقعات کے مآخذ اور

بعض کتب تواریخ کا تعارف

کتب تواریخ پر ایک عمومی تبصرہ سیدی و مرشدی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے جسے علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھا گیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

"یہ مورخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ انکی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے نہ انفصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث و ثمین اور ارسال و انقطاع سے کام کیا گیا ہے۔ خواہ ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ ابن ابی الحدید یا ابن سعد ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے۔"

(مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ صد ۲۶۶ ج ۱)

علامہ محب الدین الخطیب کا منصفانہ جائزہ

علامہ محب الدین الخطیب نے کتب تواریخ کا جائزہ لیکر انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک قسم کے متعلق لکھتے ہیں کہ تیسرا طائفہ منصف اور متدین مصنفین کا ہے مثل طبری، ابن عساکر، ابن اثیر، ابن کثیر کہ انہوں نے قرین انصاف نہ سمجھا کہ صرف ایک طبقہ اور ایک ہی مشرب کے لوگوں سے روایت کریں۔ پس انہوں نے ہر قسم کے لوگوں سے باسند روایات اخذ کی ہیں۔ حتے کہ لوط ابن یحییٰ المحترق، سیف ابن عمر العراقی معتدل سے بھی۔ لیکن قاری روایات کے باسند ہونیکی وجہ سے علی وجہ البصیرۃ بحث کر سکتا ہے اور صحیح

مواد کو سقیم مواد سے تمیز کر سکتا ہے (فوصلت الینا هذه التركة لا على انها هي تاریخنا بل على انها مادة عزيزة للدرس والبحث يستخرج منها تاریخنا) پس تاریخی روایات کا یہ ترکہ جو ہم تک پہنچا ہے اور ہم اس کے وارث بنے ہیں۔ یہ ہماری تاریخ نہیں بلکہ مادہ تاریخ ہے یہ گرانقدر سرمایہ ہے کہ اسی مواد میں سے بحث وتمحیص کر کے ہماری تاریخ کے تابناک موتی نکالے جا سکتے ہیں (تعلیق العواصم من القواصم ص۱۷۷ ملخص)

طبری تاریخی مواد کی ذخیرہ اندوزی میں جو دسترس امام ابن جریر طبری کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو شاید و باید؟ قاضی ابوبکر، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر علامہ ذہبی، علامہ ابن خلدون، علامہ محب الدین الخطیب، مولانا شبلی نعمانی، امام ابن جریر الطبری کے مداح وثنا خواں ہیں۔ لیکن تاہم بھی ان کی کتاب (تاریخ الامم والملوک) رطب ویابس سے محفوظ نہیں صحیح وسقیم مواد اس میں موجود ہے۔ روایات ضعیفہ بلکہ موضوع تک اسمیں پائی جاتی ہیں مگر بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر روایت باسند ہے، رواۃ کی جانچ پڑتال مابعد کے اہل تحقیق حضرات کا فریضہ ہے۔ ایک مقام پر خود لکھتے ہیں:-

فمایکن فی کتابی هذا من خبر ذکرته عن بعض الماضیین مما یستنکره قارئه او یستشنعه سامعه من اجل انه لم یعرف له وجها فی تصحیحه ولا معنی فی الحقیقة فلیعلم انه لم یؤت من قبلنا وانما اتی من قبل بعض ناقلیه (مقدمہ طبری ص ج ۱)

میری اس کتاب میں کوئی ایسی خبر جسے میں نے پہلے لوگوں سے ذکر کیا ہے جسے قاری منکر سمجھے اور سامع اسے ناگوار جانے کیونکہ ہے اس کی صحت کی کوئی صورت نظر نہ آئے اور فی الواقع اس کا کوئی معنیٰ نہ بن سکے، تو جاننا چاہیے کہ وہ ہماری طرف سے نہیں بعض ناقلین کی طرف سے آگئی ہے۔

عباسی صاحب نے اس جلیل الشان امام کو غالی شیعہ قرار دیکر محض ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ وہ حضرت علی اور انکے اخلاف کے ناموں کے ساتھ

(علیہ السلام) شیعہ شعار کے مطابق لکھتے ہیں۔ نیز اسمیں کساء والی مفتریات موجود ہیں۔

(تبصرہ محمودی ص۱۹۲ ج ۱)

کساء والی روایات تو صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں اور حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال بعض مقامات پر بہت سے اکابر اہل سنت نے بھی کیا ہے دیکھئے فتاوی عزیزی مترجم ص۲۲۱ و ص۲۳۵

چونکہ عباسی صاحب کے ہاں طبری کا کوئی مقام نہیں وہ غالی شیعہ اور دشمن صحابہ ہیں اسلئے ہم نے طبری سے براہ راست حوالہ لینے سے اجتناب کیا ہے اور کسی ایک دعویٰ کا مدار طبری کی عبارت پر نہیں رکھا البتہ چند حوالے دوسری کتب کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ آگئے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے اپنی تین کتابوں میں طبری کے حوالے دیئے ہیں۔ اور بعض مقامات پر طبری پر بھروسہ کرکے صحیح بخاری کی روایات کو رد کر دیا ہے اور یہی اہل اہوا کا شیوہ ہے۔

البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ صاحب موصوف راسخ العقیدہ سنی، بلند پایہ مفسر، محدث اور محقق ہیں، تاریخ میں بھی ان کی نظر نہایت وسیع اور عمیق ہے۔ البدایہ والنہایہ تاریخ ہی میں ان کی ایک معروف کتاب ہے ماخذ اس کتاب کا امام طبری اور حافظ ابن عساکر کی کتابیں ہیں۔ البتہ حافظ صاحب نے ان کی روایت کردہ بعض مرویات کی تضعیف کر دی ہے۔ اسلئے یہ کتاب اپنے ماخذ کی بہ نسبت زیادہ مفید ہو گئی ہے۔ اگر حافظ صاحب ساری کتاب میں اس روش کا التزام کرتے، تو بلا ریب یہ کتاب اپنے موضوع میں بے نظیر ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ خام مواد بھی آگیا ہے۔ وفیات الاعیان کے بارہ میں شاید حافظ صاحب نے ابن الجوزی کی کتاب المنتظم پر بھروسہ کیا ہے۔

ابن خلدون

تاریخ کے بارہ میں علامہ ابن خلدون کو محقق تسلیم کیا گیا ہے۔ خصوصاً مقدمہ ابن خلدون بڑی گرانمایہ کتاب ہے۔ تاریخی واقعات کا فلسفیانہ ربط علامہ ابن خلدون کی خصوصیات میں سے ہے۔ شاید سب سے پہلے رفی انقلاب الخلافۃ الی الملک) کے عنوان پر انہوں نے ہی قلم اٹھایا اور نہایت حکیمانہ انداز سے اس عنوان پر بحث کی ہے۔ مودودی صاحب نے اسی عنوان کو اپنی معرکۃ الآراء کتاب (خلافت و ملوکیت) کا موضوع بنایا۔ لیکن نزاکتِ موضوع کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکے یہی وجہ ہے کہ جو علماء مودودی صاحب کو نفرین کہتے ہیں وہ ابن خلدون کو آفرین کہتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا دشوار ہے کہ ابن خلدون نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہر حال سقم سے خالی ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض باتیں خلاف واقعہ بھی درج ہیں۔ مثلاً مقدمہ کے ص۲۱۴ پر لکھا ہے

اما وقعۃ علی فان الناس کانوا متفرقین عند مقتل عثمان فی الامصار فلم یشھدوا بیعۃ علی والذین شھدوا فمنھم من بایع ومنھم من توقف حتیٰ یجتمع الناس ویتفقوا علیٰ امام کسعد وسعید وابن عمر واسامۃ ابن زید والمغیرۃ ابن شعبہ و عبداللہ ابن سلام وقدامۃ ابن مظعون وابی سعید الخدری وکعب ابن مالک ونعمان ابن بشیر وحسان ابن ثابت ومسلمہ ابن مخلد وفضالہ

لے پر حضرت علی کا واقعہ یوں ہے کہ لوگ مقتل عثمان کے وقت مختلف شہروں میں متفرق تھے۔ حضرت علی کی بیعت کے وقت حاضر نہ تھے اور جو حاضر تھے ان میں سے بعض نے بیعت کر لی اور بعض نے توقف کیا۔ کہ لوگ ایک امام پر جمع اور متفق ہو جائیں۔ حضرت سعد ابن وقاص حضرت سعید ابن زید عبداللہ ابن عمر اسامہ ابن زید، مغیرہ ابن شعبہ اور عبداللہ ابن سلام، قدامہ ابن مظعون، ابوسعید الخدری، حسان ابن ثابت کعب ابن مالک اور نعمان ابن بشیر، مسلمہ ابن مخلد فضالہ ابن عبید اور ان کی مانند

ابن عبید وامثالہم من اکابر الصحابۃ (مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۲)

اور اکابر صحابہ بیعت علی کے بارہ میں متوقف تھے۔

علامہ ابن خلدون نے اس عبارت میں تصریح کردی ہے کہ بیعت علی کے مسئلہ میں صحابہ تین حصوں میں منقسم تھے ایک گروہ وہ ہے جو بوقت بیعت مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو مدینہ میں تھے اور بیعت کرلی تھی۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو جو بوقت بیعت موجود تھے لیکن بیعت نہیں کی توقف کیا ہے۔

یہ مسلم ہے کہ کچھ صحابہ بوقت بیعت مدینہ میں موجود نہ تھے مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن جو صحابہ برموقعہ موجود تھے ان کے متعلق حضرت علامہ کا بیان مبنی برحقیقت نہیں ہے اور اس عبارت پر مندرجہ ذیل کلام ہے:۔

۱۔ فضالہ ابن عبید اور نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینے میں برموقعہ موجود کہنا باطل ہے۔ فضالہ ابن عبیدؓ عہد عثمانی میں شام میں عہدہ قضا پر مقرر تھے شہادت عثمانؓ اور بیعت علیؓ کے وقت انہیں برموقعہ موجود کہنا قطعاً باطل اور تاریخی مسلمات کے خلاف ہے۔

نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمانؓ کا قمیص لیکر جلد ہی شام چلے گئے تھے بیعت علی کے وقت انہیں مدینہ میں حاضر کہنا قطعاً غلط ہے۔

بقیہ صحابہ کے متعلق بھی یہ تصور کہ وہ متوقف اور متخلف عن البیعتہ تھے درست نہیں قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

قالت العثمانیہ تخلف عنہ من الصحابۃ جماعۃ منہم سعد ابن ابی وقاص ومحمد ابن مسلمۃ وابن عمر واسامۃ

عثمانی کہتے ہیں کہ حضرت علی سے صحابہ کی ایک جماعت نے تخلف کیا ان میں سعد ابن ابی وقاص۔ محمد ابن مسلمہ، ابن عمر، اسامہ

ابن زید وسواهم من نظراتهم قلنا امابیعة فلم یتخلف عنها واما نصرته فتخلف عنها قوم منهم من ذکرتم لانها کانت مسئلة اجتهادیة فاجتهد کل واحد واعمل نظره واصاب قدره ۔

(العواصم والقواصم ص ۱۴۶، ۱۴۷)

ابن زید اور ماسوا ان جیسے رضی اللہ عنہم ہم کہتے ہیں ان کی بیعت سے کوئی متخلف نہیں ہوا ہاں ان کی نصرت سے ایک قوم متخلف ہو گئی تھی اور ان میں بعض وہ اشخاص بھی جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور فکر کے مطابق عمل کیا۔

حضرت انور شاہ المحدث الکشمیری الدیوبندی لکھتے ہیں :-

ولا اعلم احدا من الانصار تخلف عنه (فیض الباری ص ۱۲۱ ج ۱)

میں نہیں جانتا کہ کسی ایک نے بھی انصار میں سے حضرت سے تخلف کیا ہو۔

البتہ نعمان ابن بشیر رضؓ چونکہ وہ بیعت سے قبل ہی شام کی جانب چلے گئے تھے تو پھر وہ وہیں رہ گئے۔

محمد ابن سلام الجمحی ۱۳۹ھ ؛ ۲۳۱ھ لکھتے ہیں :-

کان النعمان ذا منزلة من معاویه وکان معاویه یقول یا معشر الانصار تستبطئونی وما صحبنی الا النعمان ابن بشیر وقد رأیتم ما صنعت به وقد ولاه الکوفه

(طبقات فحول الشعراء ص ۲۹)

نعمان ابن بشیر حضرت معاویہ کے ہاں بڑے ذی مرتبہ تھے اور حضرت معاویہ انصار کو کہا کرتے تھے اے انصار کے گروہ تم نے میری طرف آنے میں سستی کی اور میری صحبت سوائے نعمان ابن بشیر کے کسی نے اختیار نہیں کی اور تم نے دیکھ لیا ہے جو کچھ میں نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے حضرت معاویہ نے انہیں کوفہ کا والی مقرر کیا تھا۔

لکھتے ہیں :-

ممن توقف عن القتال سعد ابن ابی وقاص وعبداللہ ابن عمر و اسامہ ابن زید ومحمد ابن مسلمہ

متوقفین عن القتال میں سے ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص عبداللہ ابن عمر، اسامہ ابن زید اور محمد ابن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہم۔

(شذرات الذہب ص۴۵ ج ۱)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بیشک تخلف عن القتال کیا تھا مگر وہ آخر میں نادم تھے اور افسوس کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ قول نہایت قوی اور صحیح سند سے نقل کیا گیا ہے کہ

انی لم اجد فی نفسی علی شیء الا انی لم اقاتل الفئة الباغیة مع علی

مجھے کسی چیز پر افسوس نہیں ہے مگر یہ کہ میں حضرت علی کی معیت میں فئتہ باغیہ کے ساتھ قتال نہیں کر سکا۔

تطہیر الجنان ص۳۳ مجمع الزوائد ص۲۴۲ ج ۷

مسانید الامام الاعظم ص۲۹۰ ج۲۔ المستدرک الحاکم ص۱۱۵ ج ۱۔ روح المعانی ص۱۳۷ ج ۲

ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ ان بزرگواروں نے حضرت علی کی بیعت بالخلافت کی ہے (ص۲ ج۳ ابن سعد)

معلوم ہوا جو صحابہ متوقف یا متخلف تھے وہ قتال کے سلسلے میں تھے بیعت کے سلسلہ میں نہیں تھے۔ لیکن ابو سعید الخدریؓ کو متخلف عن القتال کہنا بھی صحیح نہیں وہ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ نے خوارج کی بابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی جس میں آپ نے خوارج کے ساتھ قتال کا حکم دیا تھا۔ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت ابو سعید الخدری ارشاد فرماتے ہیں :-

اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشھد ان علیا قاتلھم وانا معہ - میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خارجیوں سے حضرت علیؓ نے قتال کیا اور میں ان کے ساتھ تھا۔ (صحیح بخاری ص۵۱۰ و ص۹۱۰ و ص۱۰۲۴)

منہاج السنۃ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی مایہ ناز تصنیف ہے جو انہوں نے منہاج الکرامہ کے رد میں لکھی اور جیسا کہ مشہور و معروف ہے کہ حضرت موصوف علم کے بحر ذخار ہیں۔ حضرت امام کی یہ کتاب غلیظ اور ردی مواد کے استحقاق اور جید اور طیب مواد کے استجلاب میں لاجواب ہے۔ نہایت سنجیدگی سے نقلی اور عقلی دلائل سے منہاج الکرامہ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں اور کسی مقام پر نہیں دیکھا گیا کہ ان کے محتاط قلم نے حد سے سرمو تجاوز کیا ہو۔

منہاج السنۃ واقعی اسم بامسمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کی سعی کو مشکور فرمائے اور انہیں جملہ مسلمانوں کی طرف سے عموماً اور اہل السنۃ کی طرف سے خصوصاً جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اہل السنۃ کے مواقف کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

راقم السطور نے زیر نظر کتاب میں منہاج السنۃ پر کلی طور پر اعتماد کیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر معقول وجوہ کی بنا پر ان کی تحقیق کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دی ہے اور وہ بہت تھوڑے مقام ہیں عباسی صاحب نے امام ابن تیمیہ کی بڑی مدحت سرائی کی ہے مگر بیسیوں مقامات پر ان کی تحقیقات سے انحراف کیا ہے۔

العواصم من القواصم قاضی ابوبکر ابن العربی کی نہایت شاندار تصنیف ہے۔ ناموس صحابہ کے تحفظ میں حصن حصین ہے۔ البتہ یزید ابن معاویہ کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس میں ناصبیت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن خلدون اور بعض دیگر بزرگوں نے ان کے اس رویہ پر نکیر کی ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ کتاب بے نظیر کتاب ہے۔ مواقف صحابہ کے بارہ میں تحقیق کا شاہکار اور طلبگاران حق کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ ہم نے اپنی زیر نظر کتاب کے بہت سے مقامات میں ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

التعلیقات علی العواصم والمنتقی

علامہ محب الدین الخطیب نے العواصم من القواصم اور المنتقی پر جو تعلیقات لکھے ہیں گویا سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ روافض کے جارحانہ اقدامات سے زخم خوردہ ہیں۔ جوابی کارروائی میں مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں مثلاً المنتقی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر کے مدینہ میں داعی تھے اور ان کا رئیس عبداللہ ابن مطیع تھا اور مدینۃ النبی میں لوگوں کو انگیخت کرنے کے لئے یزید کے خلاف جھوٹے پراپیگنڈے اور افترا پردازیاں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور محمد ابن حنیفہ نے ان کی تردید کی۔ ان کی آواز اعوان الشیاطین کے شور و پکار میں کھو گئی۔ (المنتقی حاشیہ ص۲۹۳)

اہل مدینہ کو اعوان الشیاطین پراپیگنڈے باز اور افترا پرداز کہنا مغلوب الغضب ہونے کی علامت ہے لیکن شاید اس کے بغیر یزید ابن معاویہ کا دفاع ممکن نہ ہو۔ اسی طرح حضرت علامہ نے بعض صحیح روایات پر بھی جرح کی ہے۔

عباسی صاحب کی تصنیفات کا خاصہ مواد ان ہی تعلیقات سے مستفاد ہے لیکن یہ مآخذ بھی عباسی صاحب کے متحدیانہ دعاوی کا ساتھ دینے سے اِبا کرتے ہیں۔ علامہ محب الدین الخطیب اور اسی طرح قاضی ابوبکر رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت معاویہؓ کو بھی خلیفہ راشد نہیں مانتے اور عباسی صاحب نہایت تحدی سے دعوے کرتے ہیں کہ یزید ابن معاویہ بھی خلیفہ راشد تھا۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

الصواعق المحرقہ و تطہیر الجنان

یہ دو کتابیں حافظ ابن حجر المکی الهیتمی کی تصنیف ہیں۔ علامہ ہیتمی راسخ العقیدہ سنی اور بلند پایہ محدث ہیں صحیح اور ضعیف روایات کی تمیز میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔

الصواعق المحرقہ میں خلفائے راشدین کے مختصر سوانح، فضائل و مناقب اور ملاحدہ و زنادقہ

کے شبہات کا ازالہ بطریق احسن فرمایا۔ تطہیر الجنان میں حضرت معاویہؓ کے مناقب بیان فرمائے اور ان کی شان میں گستاخی کی ممانعت اور کف اللسان عن الطعن کے مسئلہ کو بڑی خوش اسلوبی سے بیان فرمایا۔ البتہ مناقب میں ضعیف روایات سے بھی استناد کیا اور عذر خواہی کی ہے کہ مناقب اور فضائل کے باب میں ضعیف روایات بھی قابل پذیرائی ہیں اور بہت خوبی کی بات یہ ہے کہ ضعیف روایات کی نشاندہی کر دی ہے۔

ناہیہ عن ذم معاویہ حضرت معاویہ رضؓ کی منقبت میں مختصر اور جامع رسالہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز ملتانی کی تصنیف ہے۔ مولانا موصوف کی مختلف فنون کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ ہر فن میں ماہر تھے۔ اس مختصر رسالہ کے مطالعہ سے بھی مصنف کی جلالت شان و رفعت مکان کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور معروف کتاب ہے اور اپنے موضوع میں بڑی مفید ہے۔ حضرت شاہ صاحب بلند پایہ مفسر و محدث ہیں۔ خلفائے راشدین کی خلافت کی حقیقت کا مختلف طرق سے اثبات کیا ہے اور حدیثی اشارات سے ان کی خلافت راشدہ پر استناد کیا ہے۔ خلافت و ملوکیت کے فرق کو بھی واضح کیا اور نصب امام کے صحیح طریقوں کو بھی متعین کیا ہے۔ خلفائے اربعہ کے مناقب و مآثر بھی بیان فرمائے ہیں البتہ یہ حزر رہے کہ ضعیف روایات بھی آگئی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک خلافت راشدہ کی تین قسمیں ہیں

۱۔ خلافت راشدہ تامہ منتظمہ غیر مفتونہ ۲۔ خلافت راشدہ تامہ منتظمہ مفتونہ۔
۳۔ خلافت راشدہ تامہ غیر منتظمہ۔

حضرات الشیخین المعظمین رضی اللہ عنہما کی خلافت قسم اول کی خلافت ہے اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خلافت از قسم ثانی اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی

خلافت از قسم ثالث ہے۔ غلط کہتا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک حضرت علی کی خلافت منعقد نہیں ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب نے خود تصریح فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت منعقد ہوئی لیکن تنظیم نہیں ہوئی۔ یہ عقیدہ کہ حضرت علیؓ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی خوارج اور نواصب کا عقیدہ ہے۔ جیسا کہ روافض کا یہ عقیدہ ہے، کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت صحیح نہیں حضرت علی کا حق تھا انہوں نے غصب کر لیا ہے۔

اہل السنۃ خلفاء اربعہ کو برحق سمجھتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب راسخ العقیدہ سنی ہیں۔

ازالۃ الخفا اصل کتاب فارسی میں ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اس میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ جن صحابہ کے سلسلہ خلافت مسندات تھے ان صحابہ کے مختصر حالات بھی یکجا بیان کر دیئے ہیں۔ جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ ہمارے پاس یہی نسخہ ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ باپ کے صحیح جانشین اور پدری میراث کے سچے وارث ہیں ہر فن میں مہارت رکھتے ہیں۔ تفسیر اور حدیث تو خیر انکا پدری ورثہ ہے۔ حاضر جوابی اور تیزیٔ طبع میں ضرب المثل ہیں۔ رد روافض میں خاندان ولی اللّٰہی کی خدمات نہایت ہی قابل ستائش ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتاب تحفہ اثنا عشریہ مطاعن میں امتیازی شان رکھتی ہے۔ روایات الطیب میں حکیم الاسلام جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم نے ایک دلچسپ حکایت نقل فرمائی ہے کہ:۔

خانصاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ (رسالہ تحفہ اثنا عشریہ) لکھنو میں پہنچا تو لکھنو کے نواب نے جو اس وقت برسر حکومت تھا مجتہدین شیعہ سے درخواست

کی کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ مجتہدین سے دلدار علی خان نے اس کا بیڑا اٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بے نظیر تھی، اس لئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ مضامین قبلہ وکعبہ لکھیں اور آپ ان کو اپنی عبارت میں ادا کریں، تاکہ مضامین کا جواب مضامین میں اور عبارت کا جواب عبارت میں ہو جائے۔ مگر قتیل نے عذر کیا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی لکھنے پر قادر نہیں اور اس کی تائید میں اس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی تھی۔ میں نے اسے نہایت دماغ سوزی اور پوری قابلیت صرف کر کے ایک خط لکھا تھا۔ وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق و فائق لوگوں کے پاس لے گئی اور درخواست کی کہ اس کا جواب لکھ دیا جائے۔ مگر اس کے جواب کا کسی نے اقرار نہ کیا۔ مجبور ہو کر وہ اس خط کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے گئی۔ اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہوں مگر کسی نے جواب کی حامی نہیں بھری۔ اب میں مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں، حضور اس کا جواب لکھ دیں۔
شاہ صاحب نے فی البدیہہ اس کا جواب لکھوا دیا۔ وہ خط چھ مہینے سے میرے پاس رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کا جواب لکھوں مگر اب تک مجھ سے اس کا جواب نہیں ہو سکا۔ اب آپ غور فرمائیں کہ تحفہ کی عبارت کا جواب میں کس طرح دے سکتا ہوں۔ جب قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ وکعبہ نے خود ہی جواب لکھا۔ اس جواب کو نواب صاحب نے مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتلایئے کیا جواب ہے۔ مرزا قتیل نے اس کو دیکھ کر کہا اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کروں۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ فرمایئے۔ مرزا قتیل نے کہا سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ کو تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا۔ شاہ صاحب تو تحفہ پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے

ہیں۔ مرزا قتیل کے اس اعتراض کا منشا یہ تھا کہ قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا۔"

تحفہ اثنا عشریہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے فارسی میں تھا اور مولوی عبدالمجید خانصاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس کا نام ہدیہ مجیدیہ رکھا ہمارے پاس یہی نسخہ ہے۔

عصر حاضر میں اس موضوع سے متعلق لکھی گئی بعض کتابیں اور ان پر تبصرہ

خلافت معاویہ و یزید و تحقیق مزید یہ عباسی صاحب کی معرکتہ الارا، انقلاب آفرین اور زلزلہ افگن کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کا موضوع حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید ابن معاویہ کو بمقابلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ برتر ثابت کرنا ہے اور اہل السنۃ کے محکم نظریہ کے علی الرغم انہیں الخلفاء الراشدین میں معدود و محسوب کرانا ہے۔

مصنف نے اپنے مطمح نظر کی تائید میں بطریق اہل اہواء خیانت، بددیانتی، قطع برید سے کام لیا ہے اور نہایت ناخدا ترسی سے ان کتابوں میں حد درجہ غلیظ مواد جمع کر دیا ہے گویا کہ عباسی صاحب کی یہ تصنیفات کذب و زور کا ایک پلندہ ہیں۔ جاہل قاری ان کتابوں کے پڑھنے سے حضرت علی المرتضیٰ اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو محض ہیچ سمجھنے لگتا ہے اور دل و دماغ میں یہ تاثر پیدا ہو جاتا ہے کہ حضرت علی سرے سے خلیفہ ہی نہ تھے اور حضرت معاویہؓ بوجوہ حضرت الصدیق الاکبر اور الفاروق الاعظم سے بھی فائق تھے اور یزید ابن معاویہ کے متعلق بھی مصنف نے کچھ اسی قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔

راقم السطور نے اپنی زیر نظر کتاب کے آخری حصہ میں ان کتابوں پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے

اور بفضل اللہ المتعال مابہ الکفایہ تردید کرکے عباسی صاحب پر حجت تام کردی ہے فللہ الحمد والمنۃ۔

شہید کربلا اور یزید حکیم الاسلام جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی نے افکار عباسی سے اظہار برأت کے لئے جو کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام (شہید کربلا اور یزید) ہے۔ حضرت قاری صاحب نے عباسی صاحب کا تفصیلی طور پر رد نہیں کیا۔ اصولی طور پر اجمالاً تبصرہ کرکے بتلایا ہے کہ (خلافت معاویہ و یزید) کتاب موقف اہل السنۃ کے خلاف ہے۔ شہید کربلا کے پیش لفظ میں حضرت قاری صاحب کے صاحبزادے نے جو مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہیں وہ وجہ تصنیف پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔

"صفحات تاریخ میں اگر محمود عباسی صاحب کا غیر دیانتدارانہ فکری نقش باقی رہے گا تو ساتھ ہی ملت کی حق پسند اور حق کوش جماعت دارالعلوم دیوبند کی جانب سے اس باطل کی سرکوبی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حقیقت نگار قلم کا شاہکار دیانت اور ترجمان حق و صداقت کی حیثیت سے اس کا رد وجواب بن کر (شہید کربلا و یزید) بھی ارباب علم و دین کے حق میں غیر فانی رہے گی۔"

حضرت معاویہؓ کی سیاسی زندگی یہ کتاب پروفیسر علی احمد صاحب کی تصنیف ہے۔ حسن تحریر سے مصنف کی قابلیت وسعت مطالعہ اور علمی تفوق کا اندازہ ہوتا ہے کتاب کے بارہ میں پروفیسر بادشاہ سواتی کا یہ قول بالکل درست ہے کہ پروفیسر عباسی نے کٹھن منزل کو طے کرکے امیر المومنین معاویہ کے کردار کو اصل صورت میں کامیابی کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرلی ہے۔ قضیہ تحکیم پر مصنف نے نہایت محکم بحث کی ہے اور اس ضمن میں

محمود عباسی کا رد بھی ہو جاتا ہے جو اس نے حضرت علیؓ کی ناکامی کا کریہ منظر پیش کیا ہے۔ پروفیسر علی احمد عباسی محمود عباسی کے رشتہ دار ہیں اور ان کے نظریات میں بھی چنداں تفاوت نہیں ہے۔ دونوں کا مطمح نظر بھی ایک ہی ہے۔ مگر پروفیسر موصوف کی اس کتاب میں جارحیت بہت کم ہے اور حضرت علیؓ کا احترام بھی بدستور قائم رکھا ہے۔ بعض اہم امور میں محمود عباسی سے مختلف الرائے بھی ہو گئے ہیں مثلاً قتل عمارؓ کی بحث میں دونوں کی رائے مختلف ہے۔ اگرچہ دونوں اہل السنۃ کے موقف سے منحرف ہیں۔ اہل السنۃ کا موقف اس بارہ میں بالکل واضح ہے کہ حضرت علیؓ برحق تھے اور حضرت معاویہ ان کے ساتھ قتال کرنے میں باغی تھے لیکن تاہم مجتہد ہونے کی وجہ سے ماذور نہیں بلکہ ماجور ہیں اور سند اہل السنۃ کی آنحضورؐ کی پیشگوئی ہے کہ (ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ) عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ حضرت معاویہؓ پر باغی کا اطلاق عباسی خاندان کو گوارا نہیں اسلئے انہیں قتل عمار کے سلسلہ میں بڑی الجھن پیش آئی۔ عباسی صاحب کا فرمانا ہے کہ حدیث (تقتلہ الفئۃ الباغیۃ) صحیح ہے۔ علم حدیث رکھنے والا اسے غلط نہیں کہہ سکتا۔ (تبصرہ محمودی ص۱۹۰) لیکن کہتے ہیں کہ حضرت عمار شہادت عثمانؓ سے قبل ہی مصر میں شہید کر دیئے گئے تھے صفین میں ان کی حاضری کی روایتیں لغو اور بے ہودہ ہیں۔ اور علی احمد عباسی صاحب فرماتے ہیں۔ بہرحال معاملہ صاف ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور صفین میں حضرت معاویہؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۱۷۱) لیکن فرماتے ہیں کہ حدیث کی صحت مشتبہ ہے اور اگر مگر کے چکر میں قاری کو مبتلا کر دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ولایت عہد یزید کے سلسلہ میں بھی پروفیسر موصوف نے شدت کے ساتھ ان پیچیدگیوں کو محسوس کیا ہے جن کی موجودگی میں ۵۶ھ کی تعیین باطل ہو جاتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے ان پیچیدگیوں کو حل کرنیکی کوشش کی ہے مگر انہیں اعتراف کر لینا چاہیئے کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکے مثلاً ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات

سنہ ۴۶ھ یا سنہ ۴۷ھ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے لکھی ہے، بلکہ سنہ ۴۵ھ جیسا کہ اکثر مورخین قائل ہیں اور حبیب ابن مسلمہؓ کی وفات سنہ ۴۲ھ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے لکھی ہے اور بہت سے مورخین اسی کے قائل ہیں یا سنہ ۴۴ھ جیسا کہ بعض مورخین کا قول ہے۔ بہر حال لم یبلغ خمسین کہ سنہ ۵۰ھ تک نہ پہنچ سکے۔ تاریخ الاسلام الذہبی ص ۲۰۹ ج ۲ اصابہ ص ۳۲۳ ج ۱ اسد الغابہ ص ۳۲۹ ج ۱

لیکن پروفیسر صاحب نے بلا دلیل ان کی وفیات کو غلط قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ان دونوں کا بوقت اجتماع مدینہ زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن صحیح بخاری کی روایت میں اجتماع مدینہ کی تاریخ مذکور نہیں۔ کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے کہ قضیہ استخلاف یزید سنہ ۵۶ھ میں نہیں بلکہ سنہ ۴۴ھ میں پیش آیا تھا۔ آخر اس سال بھی تو حضرت معاویہؓ نے حج کیا تھا۔ البتہ حضرت حسن کی وفات سنہ ۴۹ھ مانع ہے۔ تو حضرت حسن کی وفات کے بارہ میں اقوال مختلف ہیں۔ ایک قول سنہ ۴۹ھ کا ہے۔ ایک قول سنہ ۴۴ھ کا اور ایک قول سنہ ۴۱ھ کا بھی ہے۔ دیکھئے زیر نظر کتاب کا ص ۳۷۳ و ۳۷۴

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت حسن کا جنازہ امیر مروان نے پڑھایا ہے ص ۳۲۱ لیکن افسوس کہ اس پر انہوں نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا جبکہ کتب تواریخ متفق ہیں کہ حضرت حسن کا جنازہ سعید ابن العاص نے پڑھایا ہے۔ لیکن اگر ایسا فی الواقعہ ہے تو اس میں اسبات کی تائید ہے کہ حضرت حسن کی وفات سنہ ۴۴ھ میں ہی ہوئی۔ امیر زیاد کی وفات بھی پروفیسر صاحب نے سنہ ۵۰ھ لکھی ہے۔ عامۃ المورخین سنہ ۵۳ھ کے قائل ہیں۔ وجہ تغیر معلوم نہیں اور پروفیسر صاحب نے اس پر کوئی حوالہ بھی پیش نہیں کیا۔ حجر ابن عدی کا قتل سنہ ۵۱ھ کا واقعہ ہے یہ ایک تاریخی مسلمہ ہے اور امیر زیاد ہی اس قتل کا اصل سبب ہیں۔ پروفیسر صاحب بھی قائل ہیں۔ پھر معلوم نہیں پروفیسر صاحب اس عام فہم معاملہ میں کس طرح مغالطہ میں مبتلا ہوگئے۔ مغیرہ ابن شعبہؓ المتوفی سنہ ۴۹ یا ۵۰ھ کے بعد امیر زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا۔ اسکی زمانہ امارت میں حجر ابن عدی کا واقعہ قتل اسی کے مطالبہ سے ہوا۔ پروفیسر صاحب نہ جانے

کس بنا پر امیر زیاد کی وفات ۴۹ یا ۵۰ھ لکھے گئے ہیں۔

حدیث سفینہ پر بھی جو جرح پروفیسر صاحب نے کی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے لغزش کھائی ہے۔ اول تو انہوں نے اس روایت کو مسلم کی روایت بتلایا، حالانکہ صحیح مسلم میں یہ روایت نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ خلافت تیس برس ہوگی اور پھر ملک ہو جائے گا۔ اس حدیث کو لوگوں نے اس موضوع پر حرف آخر قرار دے کر تمام نصوص کے مقابلہ پر اسے کھڑا کر دیا۔ گویا وہ دین جو قید زمانی و مکانی سے آزاد ہے اس کا نظام صحیح بنیاد پر صرف تیس برس رہا۔ اہل تاریخ جانتے ہیں کہ تیس برس کس طرح پورے ہوئے پھر بھی اس حدیث کو حجت بنایا جاتا ہے۔ اس تحدید زمانی کے معنے یہ ہوئے، کہ سیدنا علیؓ اگر شہید نہ ہوتے تو سنہ ۴۱ھ میں وہ خلیفہ نہ رہتے بادشاہ بن جاتے اور دکھتے بادشاہ یا اگر سیدنا معاویہؓ کی بجائے اجماع امت سیدنا سعد ابن ابی وقاص پر ہو جاتا جو ایک وقت خلافت راشدہ کے لئے نامزد کئے جا چکے تھے تو انہیں سنہ ۴۱ھ تک زندہ رہنے کی یہ سزا دی جاتی کہ ان کی بیعت ہونے پر خلافت ختم ہو جاتی اور دکھتا ملک شروع ہو جاتا۔

صـ ۲۲۳ و صـ ۲۲۴۔

(اہل تاریخ جانتے ہیں یہ تیس برس کس طرح پورے ہوئے) ان الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مصنف قاری کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ایام خلافت نہیں تھے۔ گویا حدیث سفینہ اسلئے صحیح نہیں کہ اس سے حضرت علیؓ کی خلافت ثابت ہوتی ہے اور حضرت معاویہؓ کی بادشاہت (سیدنا علیؓ اگر شہید نہ ہوتے اور اگر سعد ابن ابی وقاصؓ پر اجماع ہو جاتا وغیرہ ذالک) نہایت بیہودہ و غیر معقول جرح ہے۔ اگر حضورؐ نے پیشگوئی فرمائی ہے اور یقیناً فرمائی ہے کہ خلافت تیس برس رہے گی پھر بادشاہت ہو جائے گی تو پھر خلافت ٹھیک تیس برس تک رہے گی۔ عقیدۂ نواصب کے علی الرغم حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ خلیفہ راشد ہوں گے پھر سنہ ۴۱ھ تک وہ کیوں زندہ رہتے اور سعد ابن ابی وقاصؓ

پر اجماع کیسے ہو جاتا۔

محترم ! حضرت علی المرتضیٰ ٹھیک اپنے وقت پر شہید ہوئے اور حضرت سعد ابن ابی وقاص پر اجماع امت نہیں ہوا اسلئے کہ رب قدیر نے اپنے پیغمبر کی پیشگوئی کو سچا کرنا تھا اور یہی امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ اہل السنۃ کا مذہب ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں، مگر جو جانتے ہوئے انجان اور دیکھتے ہوئے نابینا بن جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

پروفیسر صاحب کی یہ بات نہایت وقیع ہے جو انہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھی ہے کہ صحیحین کی حیثیت یہ نہیں ہے کہ ان میں وارد شدہ تمام حدیثوں کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا جائے اور اسی ضابطہ کے تحت انہوں نے صحیح مسلم کی اس روایت پر جرح کی ہے۔ (کان المسلمون لاینظرون الی ابی سفیان ولایقاعدونہ الخ) کہ روایت موضوع ہے اور تعجب ہے کہ امام مسلم نے اس روایت کو کیسے اپنی کتاب میں داخل کر لیا ہے۔ [ص۲۸]

واقعی یہ ایک صحیح اور معقول جرح ہے۔ اسی طرح راقم الحروف جناب پروفیسر صاحب کی توجہ اس روایت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو صحیح بخاری ص۴۱۰ پر ان الفاظ میں موجود ہے (اول جیش یغزون البحر قد اوجبوا واول جیش یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم) امام بخاری کے ماسوا کسی محدث نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل نہیں کیا ہے اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت صحیح بخاری میں سات مقامات پر وارد ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں (ناس من امتی یغزون البحر مثل الملوک علی الاسرۃ) اور دیگر ائمہ حدیث نے ان ہی الفاظ سے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ ذرا تدبر فرمائیں ماجرا کیا ہے۔

سیدنا معاویہؓ شخصیت و کردار یہ کتاب حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کی تصنیف ہے اس کتاب کا اکثر و بیشتر مواد علی احمد عباسی اور محمود عباسی کی کتابوں سے ماخوذ ہے محمود عباسی صاحب لکھتے

ہیں کہ ظفر صاحب نے حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی کتاب سے استفادہ ہی نہیں کیا بلکہ اسے سامنے رکھ کر اپنی کتاب مرتب کر ڈالی۔ (حقیقت خلافت و ملوکیت ص۵۵)

راقم السطور نے ایک ملاقات میں مصنف کو کتاب میں سے چند مقامات کی نشاندہی کرائی تھی جن کی صحت محل نظر تھی۔ مصنف نے غلطی کا اعتراف کیا اور تصحیح کا وعدہ کیا تھا نیز راقم نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا کہ آپ کی کتاب کا مواد عباسی صاحب سے مسروق ہے لیکن مصنف نے انکار کیا اور بڑی تحدی سے کہا کہ یہ میری اپنی تحقیق اور کاوش ہے۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے دو دماغوں کی رسائی ایک ہی منزل تک ہو گئی ہو۔ مگر بعض عبارات ایسی ہیں جنہیں دیکھ کر میں بے اختیار پکار اٹھا تھا (کانہ ھو) یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارات عباسی صاحب کی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ مصنف نے خود بھی بڑی کاوش کی ہے مگر بہر حال کتاب میں خام مواد زیادہ اور صحیح مواد کم ہے۔ مصنف نے موضوع اقوال اور ضعیف روایات سے کتاب کی شکم پری کی ہے اور موضوع روایات کے اندراج سے بھی دریغ نہیں کیا مثلاً ص۲ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں کنز العمال کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے (یبعث اللہ تعالیٰ معاویہ یوم القیامہ وعلیہ رداء من نور الایمان) یہ روایت موضوع ہے خود کنز العمال میں بھی اس پہ جرح کی گئی ہے۔

تذکرۃ الموضوعات ص۱۲۵، الفوائد المجموعہ ص۴۰۶، اللآلی المصنوعہ ص۴۲۲، شرح سفر السعادہ ص۵۲۲

اور ص۱۸ پہ کتابت وحی کے سلسلہ میں البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے (استکتبہ فانہ امین)

یہ روایت بھی موضوع ہے خود حافظ ابن کثیر نے بھی اس پہ سنگین جرح کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۲۰ ج۸، البدایہ والنہایہ ص۳۵۴ ج۵، الفوائد المجموعہ ص۴۰۴، میزان الاعتدال ص۲۷۴ ج۱ و ص۶۳۰ ج۲)

خلافت و ملوکیت یہ کتاب امیر جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ موصوف بہت اچھے انشا پرداز اور بڑے وسیع المطالعہ اور کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ایک منظم جماعت کے امیر ہیں۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ایک مجتہد ہیں اور کتاب و سنت سے براہ راست اخذ مسائل کرتے ہیں۔ اسلئے ہر موضوع پر ان کا لٹریچر موجود ہے۔ اور بہت سے فرعی مسائل میں ان کا موقف جمہور اہل السنت کے خلاف ہے۔ ان کی جماعت کے افراد ان کے ساتھ اسطرح والہانہ محبت اور غالیانہ عقیدت رکھتے ہیں کہ ان کی ہر بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ شاید یہ حیثیت کسی مجتہد کو حاصل نہ ہوتی ہو۔ جماعت اور امیر جماعت کے اس طرز عمل نے انہیں ایک مستقل فرقہ بنا دیا ہے۔ راقم السطور نے مودودی فرقے کے عنوان سے کچھ مواد مرتب کیا ہے۔ مگر اسے طبع کرانے کا موقع نہیں مل سکا۔

اسلامی آئین کے نفاذ کا مطالبہ ایک ایسا دلربا نعرہ تھا کہ علمائے حق باوجود اختلاف رائے کے تعاون کرتے رہے یا خاموش رہے نتیجۃً جماعت ترقی کرتی رہی۔

خلافت و ملوکیت کے چھپنے سے ملک میں خاصہ ہیجان پیدا ہوا۔ علمائے حق نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے تردید کی اسکے رد میں کتابیں لکھیں۔ لیکن مولانا موصوف کو رجوع الی الحق کی توفیق نہ ہوئی جس شخص کو صحابہ کے خون کی چاٹ لگ گئی ہو اس سے توبہ کی توقع بے سود ہے

مریض عشق پر رحمت خدا کی   مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کتاب (خلافت و ملوکیت) کا موضوع جیسا کہ اسکے نام سے سمجھا جاتا ہے اور جیسا کہ مصنف کتاب نے خود بیان کیا ہے ان اسباب و علل پر بحث کرنا ہے جن کی وجہ سے خلافت راشدہ ملوکیت سے بدل گئی۔ ابن الخلدون نے اپنے مقدمہ میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

(فی انقلاب الخلافۃ الی الملک) مقدمہ ص ۲۰۲

شاید مودودی صاحب نے بھی یہ عنوان وہیں سے لیا ہو۔ مگر ابن الخلدون نے جہاں کہیں

کسی صحابی پر زد پڑنے کا اندیشہ معلوم کیا ہے۔ ہاں اس صحابی کی پوری صفائی اور مدافعت کی ہے اور مودودی صاحب نے بے دریغ بعض صحابہ کو مطعون و مجروح کر دیا ہے۔

مودودی صاحب کے نزدیک خلافت راشدہ کا ملوکیت کیطرف انتقال کرنے کا عبوری دور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کا زمانہ خلافت ہے اور پھر حضرت علی رضؓ نے ملوکیت کو خلافت راشدہ کیطرف لوٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ یہیں سے مودودی صاحب نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مرحلہ میں بھی وہ اہل السنۃ کا ساتھ دینے سے انحراف کر گئے۔

ہمارے نزدیک حضرت معاویہ رضؓ کا عہد حکومت خلافت کا ملوکیت کی طرف منقلب ہونیکا عبوری دور تھا۔ ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں خلافت راشدہ کے آثار غالب تھے اور انتہائی زمانہ میں ملوکیت کے آثار کا غلبہ ہو گیا تھا۔ پھر اتفاق سے مودودی صاحب مرتب بہت خوب ہیں مگر محقق نہیں ہیں۔ انہوں نے خام مواد و ضعیف روایات کو اسطرح ترتیب دے کر پیش کیا ہے کہ جن تعلیم یافتہ اشخاص کو دین کے ساتھ لگاؤ تھا لیکن رسوخ فی العقیدہ نہیں تھا انہیں اس کتاب کی تحریر نے اپنی گیرائی میں لے لیا۔ ان کے اذہان اس کتاب کے زہر آلود مضامین سے کچھ اس طرح متاثر ہوئے کہ ان کے قلوب اسلاف کی عظمت سے یکسر خالی ہو گئے۔ حتےٰ کہ صحابہ کی توقیر بھی ان کے دلوں سے نکل گئی۔ اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے نزدیک ذرکم عیار ہو گئے۔

ہمارے خیال میں کتاب خلافت و ملوکیت کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حصہ اول و آخر بالکل درست و صحیح ہے۔ درمیانہ دو حصوں میں جہاں حضرت عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہما پر کلام کیا ہے اس کی صحت میں کلام ہے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کے متعلق مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بحیثیت مجموعی بالکل غلط اور محض ہیچ ہے اور حضرت معاویہ رضؓ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسمیں کچھ صحیح، کچھ غلط اور کچھ مبالغہ آمیز اور مغالطہ خیز مواد ہے ہم انشاء اللہ اس کی نشاندہی اپنی زیر تصنیف کتاب (الختنین) کے حصہ اول میں

کریں گے۔ بلاریب کتاب (خلافت و ملوکیت) نے مسلک اہل السنۃ کو کمزور کیا اور رفض و تشیع کو اس سے تقویت حاصل ہوئی۔ اس کتاب سے صحابہ کا وقار مجروح ہوا، اور خود مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب جیسے دینی راہنما جو ان کے مداح تھے اس کتاب کی وجہ سے ان کے دشمن بن گئے اور علماء حق کی زبانیں نفرین کہتی ہیں اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

تبصرہ محمودی بر ہفوات مودودی

(خلافت و ملوکیت) کے رد میں محمود عباسی صاحب کی لکھی ہوئی دو حصوں میں ایک کتاب ہے۔ رد مودودیت کے سلسلہ میں اس کتاب کے اندر بلاریب کچھ قابل قدر مواد موجود ہے۔ اے کاش عباسی صاحب، مودودی صاحب کا رد دائرہ تسنن میں رہ کر کرتے، مگر چونکہ وہ ناصبی ہیں اور بطریق اہل اہواء بہت سا زہریلا مواد اس کتاب میں بھی جمع کر دیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب کے آخری حصہ میں اس کتاب کی خامیوں پر تنبیہ کیا ہے۔

عادلانہ دفاع

تنظیم اہل السنۃ کے راہنما سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے بحیثیت سنی تنظیم کے سربراہ ہونے کے اپنے فریضہ کو سرانجام دیتے ہوئے مودودی صاحب کی کتاب (خلافت و ملوکیت) کے رد میں جو کتاب تصنیف کی ہے اسکا نام (عادلانہ دفاع) ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول ۲۰۲ صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت خوب کتاب ہے البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ضعیف روایات سے استناد کیا ہے۔ شاید اسلئے کہ فضائل و مناقب کے باب میں ضعیف روائیتیں بھی کارآمد ہوتی ہیں۔

دوسرا حصہ ایک ضخیم مجلد ہے جو چار سو اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ مودودی صاحب

کا تعاقب حضرت شاہ صاحب نے دائرہ تسنن میں رہ کر کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ ان کے منصب رفیع کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے ردِ مودودیت میں گرانقدر ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ البتہ آخری حصہ میں تحریر قدرے تلخ ہو گئی ہے اور جوں جوں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں تلخی میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے نیز بعض مواقع میں خام مواد بھی آگیا ہے، تلخی گوارا ہے کہ حمایت حق میں ہے اور بقول اقبال

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہرگز
اگر کانٹوں میں ہو خوئے حریری

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاقی

مگر خام مواد کا کتاب میں داخل ہو جانا کتاب میں نقص پیدا کر دیتا ہے۔ ہمارے خیال میں اگر کتاب ایسے مواد سے خالص اور پاک ہوتی تو بیشک اپنے موضوع میں لاجواب ہوتی۔ مگر شاید کہ گلزارے نیست کہ در وے خارے نیست

ذیل میں غیر جید مواد کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :-

۱- حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

پھر حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت حسنؓ نے خود صلح کی پیشکش کر کے مصالحت کر لی صفحہ ۳۰

حضرت شاہ صاحب نے طبری پر بھروسہ کر کے اس دعویٰ کو متعدد بار دھرایا ہے مگر طبری کی یہ روایت قطعاً غلط اور اصلاً بے بنیاد ہے اسلئے کہ صحیح بخاری کی روایت اس کے معارض ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ صلح کی پیشکش حضرت معاویہؓ نے کی تھی (فبعث الیہ رجلین من قریش من بنی عبد الشمس، عبد الرحمن ابن سمرہ وعبد اللہ ابن عامر) کہ حضرت معاویہؓ نے عبد الشمس کی اولاد میں سے دو قریشی مردوں کو عبد الرحمن ابن سمرہ اور عبد اللہ ابن عامر کو حضرت حسنؓ کی طرف برائے صلح جوئی روانہ کیا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۳۷۲ ج ۲)۔

۲۔ حضرت شاہ صاحب نے عادلانہ دفاع حصہ دوم میں حضرت عثمان ذی النورین رضؓ کی منقبت میں ترمذی شریف کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت پیش کی :-

"کہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے جنازہ پر آکر اسکی نماز جنازہ نہ پڑھائی اور فرمایا (انہ کان یبغض عثمان) کہ وہ حضرت عثمانؓ کو مبغوض رکھتا تھا" (عادلانہ دفاع ص ۱۱۲ ج ۲)

خود امام ترمذی نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اور کہا کہ اس روایت کا ایک راوی محمد ابن زیاد نامی غایت درجہ ضعیف ہے۔ امام احمدؒ نے اس راوی کو کذاب اور وضاع کہا ہے۔ (میزان ص ۵۵۲ ج ۳)

علامہ ذہبی اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کا ایک راوی عمران موسے ابن دحیہ ہے۔ جس کے متعلق امام بخاری کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بثقة اور ابن عدی کا فرمانا ہے ہو ممن یضع الحدیث متناً وسنداً کہ یہ ان لوگوں سے ہے جو حدیث کو متن مع سند گھڑ لیتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے اللالی المصنوعہ ص ۳۱۶ اور شیخ الاسلام محمد ابن علی الشوکانی نے الفوائد المجموعہ ص ۳۴۰ میں اس روایت کے موضوع ہونیکی تصریح کی ہے۔

۳۔ حضرت شاہ صاحب ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان سبائی خارجی قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبہ پر لوگوں کو برانگیختہ کرنے کے لئے صحابہ کی ایک جماعت حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھی (منھم عبادہ ابن الصامت ابو الدرداء وابو امامہ الباھلی) جن میں حضرت عبادہ ابن الصامت حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابو امامہ الباہلی تھے (عادلانہ دفاع ص ۱۹۱ ج ۲)

یہ روایت جس تاثر کی حامل ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ نیز معمولی تامل سے اس روایت کا واقعہ کے خلاف ہونا منکشف ہو سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ شاہ صاحب جیسے محقق ایک روایت سے کس طرح دھوکہ کھا گئے؟ اس روایت میں جن اصحاب کا تذکرہ ہے

ان میں سے پہلے دو جلیل القدر صحابی ہیں جو شہادت عثمان ذی النورین رضؓ سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔ حضرت عبادہ ابن الصامت رضؓ نے ۳۴ھ میں وفات پائی ہے۔ اکمال ملحق مشکوٰۃ تاریخ الاسلام الذہبی ص۱۱، معارف ابن قتیبہ ص۲۵۵، مجمع الزوائد ص۳۲۰ ج ۹، کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ص۳۵۴ ج ۱، الاستیعاب تحت الاصابہ ص۳۴۲ ج ۲، الوفیات لابن قنفذ ص۱۳، احکام القرآن ص۱۳ ج ۳۔ جناب عبدالقدوس ہاشمی نے تقویم تاریخی میں ان کی وفات ۳۵ھ لکھی ہے شاید ان کا ماخذ شذرات الذہب ہے۔ بہر حال حضرت عثمان غنی رضؓ کی شہادت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے ۳۲ھ میں وفات پائی ہے (اکمال ملحق مشکوٰۃ، تذکرۃ الحفاظ ص۲۲ جلد اول المعارف لابن قتیبہ ص۲۶۹، حاشیہ بخاری ص۵۲۹۔ الاستیعاب ص۱۷ ایضاً ص۱ شذرات الذہب ص۳۳ علوم الحدیث ومصطلحہ ص۲۷۷، مرقاۃ ج ۱۰ ص۱۳۰ مجمع الزوائد ص۱۳ ج ۹)

حضرت ابوامامہ الباہلی رضؓ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔

(ابو امامہ الباہلی رضؓ ہو صدی ابن عجلان کان ممن شہد صفین مع علی رضؓ)
المعارف لابن قتیبہ ص۳۰۹، اصابہ ص۱۷۵ ج ۲، الاعلام لخیر الدین زرکلی ص۲۹۱ ج ۳۔

مذکورہ بالا مندرجات اس روایت کے موضوع ہونے پر ناطق ہیں

۴۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ٹھیک بیس صفحے بعد اس کے متضاد ایک اور روایت البدایہ والنہایہ ہی کے حوالہ سے درج کر دی ہے۔ لکھتے ہیں :۔

حضرت ابوالدرداء رضؓ اور ابوامامہ الباہلی رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ سے مل کر کہا کہ آپ حضرت علی رضؓ سے کس بنا پر لڑتے ہیں، خدا کی قسم وہ آپ سے قدیم الاسلام ہیں اقرب الی الرسول ہیں، احق بالخلافۃ ہیں۔ حضرت معاویہ رضؓ نے جواب دیا کہ میں حضرت عثمان رضؓ کے قصاص کے لئے لڑتا ہوں، انہوں نے قاتلین عثمان کو پناہ دے رکھی ہے، آپ دونوں

ان کے پاس جائیں ان سے کہیں کہ وہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں (ثم انا اول
من بایعہ من اھل الشام) پھر اہل شام سے پہلا شخص میں ہوں گا جو ان
کی بیعت کروں گا۔ یہ دونوں حضرات حضرت علیؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ بات
کہی (فخرج خلق کثیر فقالوا کلنا قتلة عثمان) اس پر کثیر لوگ
سامنے نکل آئے اور کہنے لگے کہ ہم سب قاتلین عثمان ہیں جس کا جی چاہے ہم سے لڑائی
لڑے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ (ھؤلاء تریان) یہ ہیں وہ لوگ جنہیں تم دیکھ رہے ہو
اس پر حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما مایوس ہو گئے اور دونوں
نے اس جنگ میں کسی طرف حصہ نہیں لیا (عادلانہ دفاع ص۲۱۲ ج ۲)

یہ عبارت پہلی عبارت کے بالکل متضاد ہے۔ کیونکہ پہلی عبارت میں ان دونوں
بزرگوں کو حضرت معاویہ کا طرف دار بتایا گیا ہے اور دوسری عبارت میں بتلایا گیا ہے
کہ یہ دو بزرگ حضرت معاویہ کو ملامت کرتے تھے اور پھر ان کے ایما پر حضرت علیؓ کے
پاس آئے اور ان کی گفتگو سے مایوس ہو کر دونوں سے الگ ہو گئے اور کسی طرف
حصہ نہیں لیا۔ تعجب ہے کہ حضرت شاہ صاحب اتنے واضح تضاد کو نہ سمجھ سکے۔

یہ روایت پہلی روایت کے متضاد ہونے کے علاوہ پہلی روایت کی طرح بالکل
بے بنیاد ہے اس لئے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ
شہادت عثمانؓ سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اپنے مرنے کے بعد وہ کس طرح حضرت معاویہؓ
کو ملامت کر رہے تھے یا اہل الشام کو دم عثمان کے لئے برانگیختہ کر رہے تھے۔ اور
حضرت ابوامامہ الباہلی جیسے کہ پہلی روایت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ حضرت
علیؓ کے ساتھ تھے ان کے متعلق یہ کہنا کہ مایوس ہو گئے تھے اور معتزل ہو کر گوشہ نشین
ہو گئے تھے۔ صرف غلط ہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی حیثیت کو مجروح کر دینے کے
مترادف ہے اور غالباً اسی غرض کے پیش نظر یہ دونوں روایتیں اختراع کی گئی ہیں۔

السنن الکبری للبیہقی صـ۲۸۲ ج ۸ اور المغنی لابن قدامہ صـ۱۱۲ میں حضرت ابو امامہ رض سے ایک روایت مروی ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ (شہدت فی الصفین کانوا لایجیزون علی جریح ولا یقتلون مولیا ولا یسلبون قتیلا) کہ میں صفین میں حاضر تھا وہ زخمی کو قتل نہیں کرتے تھے۔ نہ پشت پھیر کر بھاگنے والے کو قتل کرتے تھے اور نہ مقتول کے کپڑے اور ہتھیار وغیرہ اتارتے تھے۔

جب حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہادت عثمان رض سے قبل ہی وفات پا چکے تھے اور حضرت ابو امامہ الباہلی صفین میں حاضر تھے اور حضرت علی رض کے ساتھ تھے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکایتیں غلط ہیں محض حضرت علی رض کی حیثیت کو مجروح کرنے کے لئے وضع کی گئی ہیں میرے فہم و ادراک سے تو یہ بات بھی بالاتر ہے کہ جب وہ مایوس ہوتے ہیں حضرت علی رض کی گفتگو سے تو حصہ دونوں طرف کیوں نہیں لیتے کیا ایسی صورت میں ان کا حق نہیں تھا کہ وہ پوری شدت اور قوت سے حضرت معاویہ کا ساتھ دیتے، میرے نزدیک حضرت معاویہ کا دفاع دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ مگر حضرت علی رض کی حیثیت کو مجروح و مذبوح کر کے حضرت معاویہ کی مدافعت کرنا نہ دین کی خدمت ہے نہ اہل السنۃ کا موقف۔

۵۔ عادلانہ دفاع سے غلط ترجمہ کی ایک مثال

عادلانہ دفاع صـ۲۶۱ ج پر ایک عنوان ہے (ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :-

والذی سن الخلفاء بعدہ وحضت معاویہ رض علی العدل واتباع اثرھم

(البدایہ والنہایہ صـ۱۳۱ ج ۸)

اور خدائے پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کو راہ ہدایت پر چلایا اور معاویہ کو عدل و انصاف و خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دی

اس عبارت کا یہ ترجمہ بالکل غلط اور خیانت اور بددیانتی کا شاہکار ہے (حضت معاویہ علی العدل واتباع اثرھم) کا یہ معنےٰ کہ خدائے پاک نے معاویہ کو عدل و انصاف اور خلفاء

کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دی درست نہیں بلکہ صحیح ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ام المومنین رض نے حضرت معاویہ رض کو عدل و انصاف اور خلفائے راشدین کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دی اور برانگیختہ کیا۔ اس عبارت میں ام المومنین نے حضرت معاویہ کی تعریف نہیں کی بلکہ انہیں تلقین کی ہے۔ اصل میں یہ عبارت حضرت ام المومنین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا ایک حصہ ہے۔ جب حضرت معاویہ رض نے حج کیا اور مدینہ تشریف لائے تو ام المومنین رض کے گھر حاضر ہوئے۔ ام المومنین رض نے فرمایا معاویہ تو کس طرح اس بات سے بے غم ہے کہ میں کوئی آدمی پوشیدہ کردوں وہ تجھے میرے بھائی محمد ابن ابی بکر کے قصاص میں قتل کر دے۔ حضرت معاویہ رض نے جواب میں عذرخواہی کی اور کہا کہ یہ دارالامن ہے اسلئے مجھے یقین ہے کہ میں مامون ہوں۔ پھر حضرت ام المومنین رض نے باقاعدہ خطبہ پڑھ کر حضرت معاویہ کو نصیحت کی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، دین حق اور ہدایت کا ذکر فرمایا پھر خلفائے راشدین کی روش کا تذکرہ فرمایا (والذی سن الخلفاء بعدہٗ) یعنی اس راستہ کا ذکر کیا جس پر خلفائے راشدین چلے ہیں یعنی آنحضور ؐ کے طریقہ اور اس کے بعد خلفائے راشدین کی سنت کے بیان کے بعد (حضنت معاویہ علی العدل واتباع اثرھم) ام المومنین نے حضرت معاویہ رض کو عدل اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر چلنے کی تلقین کی اور برانگیختہ کیا۔

ہم باور نہیں کر سکتے کہ حضرت شاہ صاحب جیسا محقق اس عبارت کے صحیح ترجمہ سے باخبر نہ ہو۔ نیز حضرت شاہ صاحب کو ہم نے بہت قریب سے دیکھا ہے وہ دیانت امانت اور صداقت کا مجسمہ ہیں، ان سے دیانت کشی کا یہ مظاہرہ مستبعد ہی نہیں بلکہ محال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کی تالیف میں کسی ایسے صاحب سے استعانت کی ہے جو شاہ صاحب ممدوح کے معتمد علیہ تھے لیکن وہ حضرت اقدس اس اعتماد کے قابل نہ تھے۔

۶ ۔ محدث عبدالرزاق کے بارہ میں بھی شاہ صاحب نے تفریط سے کام لیا۔ عبدالرزاق بہر حال صحیحین کا راوی ہے۔ تمام ائمہ نے اسکے صدق پر اجماع کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی تصریح کی ہے لیکن شاہ صاحب نے اسے اس سے بدرجہا کمزور اشخاص کی زبان پر بھروسہ کرکے واقدی سے بھی زیادہ کذاب ٹھہرایا ہے بھلا بخاری و مسلم نے ایسے راوی سے کیسے روایت لی ہے۔

۷ ۔ استخلاف یزید کے سلسلے میں بھی حضرت شاہ صاحب سے فرد گذاشت ہوئی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق قضیہ استخلاف یزید ۵۶ھ میں پیش آیا لیکن آنجناب نے اس طرف التفات نہ فرمائی کہ ۵۶ھ میں تو اکثر و بیشتر وہ ہستیاں جو اس تحریک کے بارے میں دخیل تھیں بقید حیات نہ تھیں مثلاً حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ جن کے مجوز استخلاف ہونے کے خود شاہ صاحب بھی قائل ہیں لکھتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ یہ تجویز حضرت مغیرہؓ کی ضرور تھی) حضرت مغیرہؓ کی وفات ۵۰ھ پر اجماع ہے اور ایک شاذ قول ۵۱ھ کا ہے۔ اگر ولایت عہد یزید کی تجویز حضرت مغیرہؓ نے پیش کی ہے تو وہ تحریک یقیناً ۵۶ھ کو نہیں ہوئی۔ اور مثلاً حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ جنہوں نے اس تحریک کی مخالفت کی ہے۔ حضرت شاہ صاحب خود بھی قائل ہیں وہ بھی ۵۶ھ سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اگر حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے تحریک ولایت عہد یزید کی مخالفت کی تھی تو یقیناً یہ تحریک ۵۶ھ میں نہیں بلکہ اس سے قبل حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کی حیات ہی میں ہوئی ہو گی۔ پھر لطیفے کی بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ان صحابہ کی فہرست میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو شمار فرمایا ہے، جو وقت تحریک ولیعہدی یزید حیات تھے۔ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ موجود تھے (عادلانہ دفاع ص ۳۲۶ ج ۲)

اور اسی پیرا کا آخری جملہ ہے کہ ۵۵ھ یا ۵۸ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔ تعجب ہے کہ ۵۵ھ میں وفات پانیوالے بزرگوار ۵۶ھ کے کسی قضیہ میں کیسے موجود تھے اور ۵۸ھ

میں بعمر ۸۳ سال فوت ہونیوالے بزرگ کی پیدائش تو ۲ھ ہو گی کیا وہ سعد ابن ابی وقاص عشرہ مبشرہ کے فرد ہو سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ۵۸ھ سہو قلم سے رقم ہو گیا اصل ۵۵ھ ہے اور ۵۸ھ کا قول بوجوہ مرجوح ہے اصح و اشہر قول ۵۵ھ کا ہے۔

براءۃ عثمان رض

یہ ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے مودودی صاحب کی کتاب (خلافت و ملوکیت) کے رد میں لکھا ہے۔ عبارت نہایت دلکش صاف اور واضح ہے۔ حضرت عثمان رض کے بارہ میں مودودی صاحب کے غلیظ اور زہریلے مضامین کا بطریق احسن رد فرمایا ہے۔ البتہ جہاں حضرت علی رض اور حضرت معاویہ رض پر گفتگو کی ہے وہاں اس حزم و احتیاط کو برقرار نہیں رکھ پائے جو ان جیسی باوقار ہستی کے شایان شان تھا۔ تحریر میں غصہ کے آثار پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تنفس میں تیزی آگئی ہے۔ ایک جگہ حضرت علی رض پر حملہ آور ہو گئے۔ لکھتے ہیں کہ (یہ عقدہ ابتک حل نہیں ہوا کہ جب حضرت علی رض کو ان بلوائیوں اور باغیوں کا مفسد اور فتنہ پرداز ہونا معلوم تھا تو پھر ان کو اپنے ساتھ لشکر میں کیوں شامل کیا؟ اور بانی فتنہ محمد ابن ابی بکر اور مالک اشتر نخعی کی پوزیشن کو اتنا کیوں مضبوط کیا گیا؟ کہ وہ ہر جگہ ہر مجلس اور ہر مہم میں آپ کے ساتھ رہتے؟ اور سیاسی اور جنگی مہموں میں پیش پیش نظر آتے تھے؟ کیا ہمارے معترض ناقد جو درجہ اجتہاد پر پہنچنا چاہتے ہیں اس گتھی کو سلجھانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟) ص ۵۲

معلوم نہیں مولانا نے یہ تنقید مودودی صاحب پر کی ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ کلمات لکھتے وقت حضرت مولانا بھول گئے کہ حضرت علی رض بھی صحابی ہیں اور غیر صحابی کو صحابی پر تنقید کا حق نہیں۔ خود حضرت مولانا نے اسی کتاب کے مقدمہ میں تصریح کی ہے

دیگراں را نصیحت خودرا فضیحت کار دانشمنداں نیست۔

میرے بزرگوار! یہ عقدہ آپ سے اس لئے حل نہیں ہوا کہ آپ نے مجتہد مطلق

ہو کر اس عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور مودودی صاحب بھی اس عقدہ کو حل کرنے سے اسلئے قاصر ہیں کہ وہ بھی مدعی اجتہاد ہیں اور ہر وہ شخص جو عصر حاضر میں اپنی مجتہدانہ صلاحیت سے اس عقدہ کو حل کرنے کی سعی کرے گا اسے اسی طرح مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا، جیسے آپ مایوس ہوئے۔ بھلا چودھویں صدی میں امریکی گندم اور ڈالڈا کھانے والے مجتہد اس شان کے کہاں ہیں کہ صحابہ کے زمانے کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھا سکیں۔ آیئے ائمہ دین کی خدمت میں جو طرفۃ العین میں اس عقدہ کو وا کر کے دے سکتے ہیں۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:-

واما ماسألت عنہ یا امیر المومنین عمن خالف من اھل القبلۃ اذا حاربوا کیف یقاتلون قبل ان یدعوا او بعد ان یدعوا فان الصحیح عندنا من الاخبار عن علی رض ابن ابی طالب انہ لم یقاتل قوماً قط من اھل القبلۃ ممن خالفہ حتیٰ یدعوھم

(کتاب الخراج ص ۲۱۴)

اور امیر المومنین نے دریافت کیا اہل قبلہ میں سے مخالفت کرنیوالوں کے متعلق کہ جب وہ جنگ کریں تو ان سے کیسے لڑا جائے پہلے اس کے کہ وہ دعوت دے جائیں یا دعوت دے جانے کے بعد، تو علی ابن ابی طالب رض سے صحیح خبریں یہی ہیں کہ انہوں نے کسی قوم سے اہل قبلہ میں جو مخالف ہو قتال نہیں کیا یہاں تک کہ انہیں پہلے دعوت دے دی۔

مقصود یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رح اور انکے اتباع و تلامذہ نے اس باب میں علی المرتضےٰ کے طریق کار کو حجت سمجھا اور الہیتمی لکھتے ہیں:-

قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخذت احکام البغاۃ بما فعلہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بما قاتل معاویہ رض

(تطہیر الجنان ص ۲۰)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے باغیوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل سے اخذ کئے جب کہ انہوں نے حضرت معاویہ رض سے قتال کیا تھا۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

عن الشافعی رح انہ قال اخذت احکام البغاۃ والخوارج من مقاتلۃ علی لاہل الجمل والصفین والخوارج وکذا قال غیر الشافعی رح (تطہیر الجنان ص۳۱)

حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے باغیوں اور خارجیوں کے احکام حضرت علی المرتضےٰ کے مقاتلہ سے اخذ کئے ہیں جو انہوں نے اہل جمل وصفین اور خوارج سے قتال کیا اور جو رویہ اختیار کیا اور اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے ائمہ نے بھی کہا ہے۔

جن لوگوں نے ائمہ دین پر اعتماد کیا انہیں کبھی تردد وتوقف نہیں ہوا۔ وہ بلا تامل بڑی صفائی سے اس باب میں حضرت علی المرتضےٰ کو روشنی کا مینار سمجھتے ہیں مثلاً

علامہ الخازن اور علامہ البغوی لکھتے ہیں :-

سئل علیؓ وھو قدوۃ فی باب البغاۃ الخ حضرت علی سے سوال کیا گیا اور وہی باب البغاۃ میں قدوہ یعنی امام وامیر ہیں خازن۔ معالم التنزیل ص۲۲۵ ج ۴

سچ پوچھئے تو الصادق والمصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں اس عقدہ کو حل کر دیا تھا کاش کہ چشم دل بینا ہوتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا (من یعش منکم فسیریٰ اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ) الحدیث۔ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس ایسی صورت میں تم پر میری سنت اور الخلفاء الراشدین کی سنت لازم ہے۔ نہایت مضبوطی سے ان سنتوں کو تھامنا ہوگا۔ مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

اظہار حقیقت پہ تبصرہ

ہماری زیر نظر کتاب "استخلاف یزید" ایک عرصہ سے لکھی جا چکی تھی، مگر مالی کمزوری کی وجہ سے طبع کرانے کی استطاعت نہ تھی۔ اسی اثنا میں مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کی کتاب "اظہار حقیقت" بھی طبع ہو کر مارکیٹ میں آگئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی تبصرہ کر دیا جائے۔ اس سے قبل بھی مولانا موصوف کی کتاب تجدید سبائیت اسی موضوع پر چھپ چکی تھی۔ اظہار حقیقت کے ابتدائی ۸۰ تا ۸۰ صفحات درحقیقت تجدید سبائیت ہی ہے ایک نقطہ کا بھی تغیر نہیں۔ مولانا موصوف نے ردّ مودودیت میں خاصا مواد فراہم کیا ہے۔ خصوصاً حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بہت خوب لکھا ہے اور ولید ابن عقبہ رضؓ کی جو مدافعت کی ہے وہ بھی قابل داد ہے۔ آیت (یا ایہا الذین آمنوا ان جائکم فاسق بنباء) کی تفسیر بھی ہماری تحقیق کے مطابق ہے جسے ہم (الصحابۃ کلھم عدول) کی بحث کے ضمن میں تحریر کر آئے ہیں۔ حضرت مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے تفصیل کیلئے دیکھئے زیر نظر کتاب کا صـ۵۱ تا صـ۵۶ اور ہماری کتاب "عدالت صحابہ"

لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ مولانا نے مودودی صاحب کی تردید دائرہ سنت میں رہ کر کی ہے اور اظہار حقیقت کا سارا مواد صحیح اور سقم سے خالی ہے۔ سندیلوی صاحب کی تحریرات محمود عباسی کے نظریات کی عکاسی کرتی ہیں اور اگر مودودی صاحب مدعی سنت ہو کر شیعیت پھیلا رہے ہیں تو سندیلوی صاحب بھی قائد اہل سنت ہو کر ناصبیت کی اشاعت کر رہے ہیں اور اپنی ناصبیت کو چھپانے کے لئے ہی لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے علم ہے نواصب کا کوئی وجود پاکستان اور ہندوستان میں نہیں ہے۔ (تجدید سبائیت صـ۲۹ اظہار حقیقت صـ۲۰)

مقصد یہ ہے کہ کسی سنی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ عباسی صاحب اور سندیلوی صاحب اور ان کے مشن کے دوسرے ارکان ناصبی ہیں۔

تجدید سبائیت کے ساتھ ڈاکٹر احمد حسین کمال کا تحقیقی جائزہ جو ملحق ہے اسکا آخری پیرا جسکا عنوان ہے "ملوکیت کا الزام" شہادت دیتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا عباسی صاحب کے مشن سے گہرا تعلق ہے اور وہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے قائل نہیں۔ سندیلوی صاحب شاید اسلئے کہ وہ مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں ملازم ہیں اور درجہ تخصص کے استاد ہیں کھل کر نہیں کہتے مگر ان کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ عباسی صاحب ہی کی بات کو اشارات و کنایات میں بیان کر گئے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کیطرح حضرت معاویہؓ بھی امام برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کا دور بھی خلافت ہی کا دور تھا" اظہار حقیقت ص ۱۹۳

یہ اہل سنت کا نظریہ نہیں ہے۔ البتہ عباسی صاحب کا یہ نظریہ ہے اور مولانا سندیلوی نے اس بحث میں جو کچھ لکھا ہے وہ علی احمد عباسی اور محمود عباسی کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

اس عبارت میں مولانا نے حضرت معاویہؓ کو بصراحت خلیفہ راشد کہا ہے اور یزید کو اجمالاً کہہ دیا ہے اور وہ کسی سنی بزرگوار کا قول استشہاد میں پیش نہیں کر سکتے اسی طرح بنی ہاشم اور بنی امیہ کو جو ایک واحدہ قرار دیا ہے۔ (اظہار حقیقت ص ۲۳۱) یہ مضمون بھی عباسی صاحب کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور صحیح بخاری کی متعدد روایتوں کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو زیر نظر کتاب کا ص ۲۳۲

اسی طرح اظہار حقیقت کے ص ۲[illegible] پر جو یہ لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عراقی پارٹی نے بلایا اور بلا کر انہیں مع ان کے گھر والوں کے شہید کر دیا اور الزام قتل

سلطان یزید کے سر تھوپ دیا اور ایسا پروپیگنڈا کیا کہ آج تک امیر یزید" قاتل حسین رض" مشہور ہے، حالانکہ وہ اس الزام سے بالکل بری ہے۔"

گویا موصوف کے نزدیک عبید اللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد اور شمر ابن ذی الجوشن وغیرہم بھی بری ہیں۔ یہ اہل السنۃ کا مسلک نہیں دورِ حاضر میں عباسی خاندان کی اختراع ہے اور ان کے مشن کے ارکان ڈاکٹر احمد حسین کمال وغیرہ لوگوں کا ادعا باطل ہے اور سندیلوی صاحب بھی اسی زمرہ کے فرد ہیں۔ یزید پر ترحم کی علامت رح بھی انہی لوگوں کا شیوہ ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کسی سنی بزرگ نے یزید کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ نہیں لکھا۔ فمن ادعی فعلیہ البیان۔

نظریات پر کوئی قدغن نہیں عائد کی جا سکتی۔ ہر شخص بارگاہ رب العزت میں خود جوابدہ ہوگا۔ مگر اہل السنۃ کا لبادہ اوڑھ کر ناصبیت کی اشاعت کرنا قابل گرفت فعل ہے اور نہایت ہی پست کردار کا آئینہ دار ہے۔ تعجب ہے، تقیہ شیعہ کا شعار تھا اور عصر حاضر میں ناصبیوں نے اختیار کر لیا ہے۔ مولانا سندیلوی قوم کو ناصبیت کی جس منزل تک پہنچانا چاہتے ہیں بڑی کاوش سے ایک زینۂ "تحقیق" تیار کیا ہے جس کے پانچ درجات ہیں:-

۱۔ سید انور شاہ کشمیری اور ابن حجر العسقلانی حدیث کے ماہر تھے تاریخ کو نہ انہوں نے موضوع بنایا نہ اس علم میں ان کا کوئی خاص درجہ ہے (اظہار حقیقت ص۳۶)

۲۔ ابن کثیر اور ابن اثیر بے احتیاط ہیں (اظہار حقیقت ص۳۰ تجدید سبائیت ص۱۰۷)

۳۔ مورخ کل چار ہیں اور چاروں شیعہ ہیں (اظہار حقیقت ص۹۱ تا)

۴۔ اپنے مطلب کی بات جہاں ملے لے لو خواہ کتنی غلط اور مرجوح ہو اور خلاف مقصود کو مجروح کر کے متروک قرار دے دو۔

۵۔ اگر صدق اور دیانت سے کام نہ چلے تو خیانت سے کام لو اور بے دریغ جھوٹ بولو۔

مولانا سندیلوی کی پوزیشن کے پیش نظر شاید قارئین کرام کے لئے آخری دو سند حاجت حیرت کا باعث ہوں اس لئے بندہ بطور استشہاد مولانا ہی کے رشحۂ قلم سے چند مثالیں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے :-

مولانا مروان ابن الحکم کے متعلق لکھتے ہیں (حضرت مروانؓ کے متعلق اختلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں) (اظہار حقیقت صـ ۳۶۰)

بیشک ایک جماعت ان کی صحابیت کی قائل ہے لانہ ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوا۔ رواج تھا کہ حیات طیبہ میں پیدا ہونیوالے بچے آنحضورؐ کے ہاں پیش کئے جاتے تھے مگر سندیلوی صاحب کا یہ فرمانا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں صحیح نہیں، اسلئے کہ جب اختلاف پایا گیا تو صحابیت کے ادعا کرنیوالوں کے لئے دلیل چاہیئے، لیکن کسی ایک بزرگ نے رویت پر ثبت دلیل پیش نہیں کی۔ البتہ مستدرک میں ایک روایت آتی ہے کہ مروان ابن الحکم کو تحنیک کے لئے پیش دربار رسالت کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا: ھوالوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون۔ ظاہر ہے کہ اس روایت میں جس رویت کا ثبوت ہے وہ حضرت سندیلوی کو جھنگی پڑتی ہے اور علامہ ذہبی تصریح کرتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے ہیں :- لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت ولہ اعمال موبقۃ نسئل السلامۃ عنھا میزان الاعتدال صـ ۸۹ ج ۴

یعنی مروان ابن الحکم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مروان ابن الحکم کے لئے کچھ اعمال مہلکہ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم ایسے اعمال سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

کیا علامہ ذہبی بھی شیعہ ہیں اور امام بخاری بھی غیر محتاط ہیں؟ بینوا توجروا امام بخاری اور علامہ ذہبی پر ہی موقوف نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہی تحقیق ہے اور

علامہ رشید اللہ شاہ السندھی نے علامہ بدر الدین العینی کی کتاب معانی الاخیار کی جو تلخیص کی ہے جس کا نام کشف الاستار ہے اس میں لکھتے ہیں لا تثبت له الصحبة وقال ابن حبان معاذ اللہ ان یحتج به کہ مروان ابن الحکم کے لئے صحبت ثابت نہیں اور ابن حبان کہتے ہیں کہ خدا کی پناہ مروان سے احتجاج کیا جائے۔

(کشف الاستار ص۱۰)

لطیفہ :۔ کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں مذکور ہے کہ یقال انه رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاله الواقدی کہ واقدی نے کہا ہے کہ مروان نے آنحضور کو دیکھا ہے۔ اب فیصلہ سندیلوی صاحب پر ہے کہ امام بخاری کے قول کو ترجیح دیتے ہیں یا واقدی کے قول کو۔ امید ہے کہ حضرت فرمائیں گے کہ بھائی مطلب کی بات ہے تو خواہ واقدی سے ملے اور بخاری کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے مطلب کی بات نہیں کہی پس یہی تصدیق ہے ہمارے مندرجات کی۔

۲۔ مولانا سندیلوی حضرت ابوسفیان رضؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نجران کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اظہار حقیقت ص۱۸۴

بیشک کتب السیر والتواریخ میں اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے مگر یہ ایک مجروح قول ہے تفصیل کے لئے دیکھئے زیر نظر کتاب کا ص۶۰۲

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ بڑی شخصیت کے بزرگ تھے۔ آنحضورؐ نے بعض امور کی سرانجام دہی انہیں تفویض فرمائی تھی۔ مگر نجران کا گورنر مقرر کرنا آنحضور کیطرف اس کا انتساب درست نہیں۔ دلائل تو اپنی جگہ پر آئیں گے اگر سندیلوی صاحب ایک سوال کا جواب مرحمت فرمادیں تو ان شاء اللہ العزیز مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سندیلوی صاحب نے اظہار حقیقت ص۱۸۴ پر عہد نبوی میں اموی عہدیداروں کے نام دیئے ہیں ان میں حضرت ابوسفیان کا نام بھی ہے اور ص۱۸۵ پر عہد صدیقی کے

اسمائے یہ ہیں ان میں حضرت ابو سفیانؓ کا نام نہیں۔ کیا سندیلوی صاحب بتلا سکتے ہیں کہ وہ معزول کب ہوئے اور کس نے انہیں معزول کیا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عامل کو حضرت ابوبکرؓ معزول کر سکتے تھے؟ حاشا و کلا، زمین و آسمان پھٹ جائیں ممکن ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ممکن نہیں کہ آنحضورؐ کے مقرر کردہ گورنر کو معزول کر دیں۔

۳۔ اظہار حقیقت صفحہ ۱۵۶ پر مولانا سندیلوی مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت (کہ ابو سفیانؓ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا تھا کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی (ابوبکر) کیسے خلیفہ بن گیا الخ) پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت کے لئے مودودی صاحب نے تین کتابوں کے حوالے دیئے۔ کنز العمال، طبری اور استیعاب۔ درحقیقت یہ صرف طبری کی روایت ہے اور کنز العمال اور استیعاب میں اس سے نقل کی گئی ہے۔ طبری میں تشیع تھا اور اس کے بعد سند کے اعتبار سے روایت کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔ طبری نے اپنی شیعیت کی وجہ سے اسے لکھنا ضروری سمجھا۔ صاحب استیعاب نے خود جو خیال حضرت ابو سفیانؓ کے متعلق ظاہر کیا ہے وہ صحابہ کرام کے متعلق ان کی بے حجابی اور ان کے غیر محققانہ طرز عمل کو ظاہر کر رہا ہے۔

کنز العمال میں واقدی کی بکثرت روایتیں موجود ہیں جس کا کذاب و ضاع اور مفتری ہونا معلوم و مشہور ہے۔ غالباً یہ روایت بھی اسی کے کارخانہ دروغ بافی کی مصنوعہ و موضوعہ ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ کنز العمال کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جلال الدین سیوطی کے نقشہ میں رنگ بھرا ہے اور نقل روایت میں موصوف کی بے احتیاطی اس قدر مشہور واقعہ ہے کہ انہیں حاطب اللیل کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ روایت اور درایت کے اعتبار سے اس روایت کا موضوع اور کذب محض ہونا

اس قدر واضح اور روشن ہے کہ اگر مودودی صاحب ذرا بھی غور کرتے تو اسے نقل کرنے کی جرأت نہ کرتے لیکن ابوسفیانؓ کی عداوت اور صحابہ کرام کو مطعون کرنے کی بے پناہ خواہش نے انہیں مجبور کیا کہ تارِ عنکبوت کو اپنے غلط دعوے کا سہارا بنائیں۔

ملخص ص۱۵۰ تا ص۱۵۹

حضرت ابوسفیان رضؓ کی اس حکایت کو محب الدین طبری نے الریاض النضرہ ص۱۹۷ ج ۱ میں سوید ابن غفلہ سے بحوالہ ابن السمان نقل کیا ہے اور کنز العمال نے امام زین العابدین سے بحوالہ ابو احمد الدہقان اور سوید ابن غفلہ بحوالہ ابن عساکر نقل کیا ہے حافظ ابن عبد البر نے اس حکایت کو باسند روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ ھذا الخبر مما رواہ عبد الرزاق اور مصنف عبد الرزاق میں یہ روایت ص۴۵۱ ج ۵ پر موجود ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں مصنف و الاستیعاب کے رواۃ درج ذیل ہیں:-

ابن المبارک عن مالک ابن مغول عن ابن ابجر قال لما بویع ابوبکر الخ

طبری نے تین سندوں کے ساتھ اس حکایت کو نقل کیا ہے۔

محمد ابن عثمان ابن صفوان الشفقی قال حدثنا الیہ ابن خالد قال حدثنا حماد ابن سلمہ قال الخ

" " " ابو قتیبہ " مالک ابن مغول عن ابن ابجر الخ

حدثنا عن ہشام عن عوانہ الخ

یہ روایت بہت سی سندات سے مختلف کتابوں میں مروی ہے اور قوی الاسناد ہے اسلئے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ کے سیرت نگاروں نے اس کا عام طور پر تذکرہ کیا ہے۔ محمد حسین ہیکل، قاضی سعید احمد اکبرآبادی اور الدکتور عبد الحمید نے عصر الخلفاء الراشدین میں اس حکایت کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن الخلدون اور امام ابن تیمیہؒ نے اس حکایت کو بیان کیا نیز امام ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا ہے:-

قال فالعباس ابن عبد المطلب اکبر بنی ھاشم و ابو سفیان ابن حرب

اکبر بنی امیہ کلاھما کانا میلان الی علی منہاج السنۃ ص۱۹۶ ج۲ کہ ہاشمیوں میں جو سب سے بڑے تھے حضرت عباسؓ اور بنو امیہ میں سے جو سب سے بڑے تھے ابو سفیانؓ دونوں کا میلان تھا کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہوں۔

سندیلوی صاحب نہ مانیں تو سو بار نہ مانیں ہمیں اس سے سروکار نہیں لیکن انہوں نے یہ جو لکھا ہے کہ کنز العمال اور الاستیعاب میں یہ روایت طبری سے نقل کی گئی ہے قارئین کو دھوکے میں رکھنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ مجھ جیسا گنہگار آدمی بھی حقیقت سے مطلع ہو جانے پر لرزاٹھا۔ کنز العمال نے دونوں روایتوں کے لئے طبری کا حوالہ نہیں دیا اور صاحب استیعاب نے سند ذکر کر دی ہے جو نہایت قوی ہے اور اس میں بھی طبری کا نام نہیں ہے اور نہ کسی کتاب میں واقدی کا نام آیا ہے۔ مولانا نے ایک احتمال پیدا کر کے اور جھوٹ بول کر دادِ تحسین حاصل کرنا چاہی اور علامہ سیوطی بیچارے کو بھی یونہی درمیان میں گھسیڑ دیا۔ یہاں واقدی اور علامہ سیوطی کا نام لے کر اپنی ناخدا ترسی کا ثبوت دیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ مودودی صاحب کو تو عداوت ابو سفیان نے مجبور کیا کہ اس حکایت کو جو سند کے اعتبار سے بزعم ان کے تارِ عنکبوت سے زیادہ ناپائدار تھی اپنے غلط دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے، مگر کیا ابن الخلدون بھی ابو سفیان کا دشمن تھا۔ امام ابن تیمیہؒ بھی صحابہ کرام کو مطعون کرنے کے بے پناہ جذبہ سے سرشار تھے اور کیا ان کا دعوے بھی مودودی صاحب کی طرح غلط تھا؟ اور یہ بزرگوار بھی روایت اور درایت دونوں سے محروم تھے!

۴۔ سندیلوی صاحب اظہار حقیقت ص۲۴۲ میں رقمطراز ہیں :۔

عام مورخین کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بھائی یزید ابن ابی سفیان کے انتقال کے بعد ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ نے شام کا گورنر بنایا اور فاروق اعظم کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے عہد فاروقی میں وہ چھ سال تک اس

عہدہ پر مامور رہے۔ مودودی صاحب نے چھ سال کو اپنی طرف سے چار سال بنا دیا الخ
حضرت سندیلوی کی یہ تصریح کہ عام مورخین کا بیان ہے، حیران کن ہے وہ شاید
ایک مورخ کی بھی نشاندہی نہیں کرسکتے جس نے چھ سال کی تصریح کی ہو۔

عامۃ المورخین ۱۸ھ میں وفات یزید ابن ابی سفیان کی طاعون عمواس کے زمانہ
میں لکھتے ہیں مثلاً حافظ ابن کثیر نے ۱۸ھ کے واقعات میں ان کی وفات لکھی
ہے۔ (البدایہ والنہایہ ص۹۵ ج۷)

اسیطرح حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی تقریب التہذیب میں ۱۸ھ ہی لکھی ہے
ابن قتیبہ المعارف میں لکھتے ہیں مات یزید وھو عامل عمر فی طاعون
عمواس وذالک سنۃ ثمان عشرۃ کہ یزید ابن ابی سفیان طاعون عمواس میں فوت
ہوئے درآنحالیکہ وہ عامل تھے حضرت عمر کی طرف سے اور یہ ۱۸ھ میں تھا۔

قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی ندوۃ المصنفین لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ
۴۱ھ سے ۶۰ھ تک مسند امارت وحکومت پر صدر نشین رہے (تاریخ ملت ص۵۱ ج۳)

حکیم ظفر احمد سیالکوٹی بحوالہ فتح الباری، استیعاب، تاریخ ابن خلدون، تاریخ الخلفاء
ہسٹری آف دی عربز لکھتے ہیں:۔

۱۸ھ میں جب طاعون عمواس میں آپ کے بھائی یزید کا انتقال ہو گیا تو
سیدنا فاروقؓ نے آپ کو بھائی کی جگہ دمشق کا والی مقرر فرمایا (معاویہ شخصیت و کردار ص۴۲)

صلاح الدین الصفدی امرائے دمشق میں لکھتے ہیں کان طاعون عمواس
فی ثمان عشرۃ ص۹۶

جناب عبدالقدوس ہاشمی تقویم تاریخی میں وفات حضرت یزید ابن ابی سفیان
۱۸ھ میں تحریر کی ہے اور اس حساب سے مدت امارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ
پانچ برس بنتی ہے۔

البتہ حافظ ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی نے ولید ابن مسلم کا قول نقل کیا ہے، کہ یزید ابن ابی سفیان کی وفات ۱۹ھ میں ہوئی۔

علامہ دمیری صاحب حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں :-

فاقرہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی ذالک فی سنتہ عشرین کہ ۲۰ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ان کے بھائی کی جگہ مقرر کر دیا تھا اور اس قول کے مطابق مدت امارت چار برس بنتی ہے اور شیخ عبدالحق رح نے اکمال میں چار برس کی تصریح کی ہے۔ نیز شاہ معین الدین نے سیر صحابہ جلد ششم میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں امیر معاویہ رض فاروقی عہد میں ۴ سال تک دمشق کے حکمران رہے ص ۳۹

نیز مورخین کا یہ قول کہ حضرت معاویہ رض چالیس برس تک متواتر شام کے والی رہے بیس برس ان کی امارت اور بیس برس ان کی خلافت کا زمانہ ہے۔ اسی قول کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق اور علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ دمیری، علامہ عبدالحی ابن المعاد صاحب شذرات الذہب اور ابن قتیبہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور صلاح الدین الصفدی نے (امراء دمشق) میں مندرجہ ذیل شعر لکھے ہیں :-

ثم تولی امرھا معاویہ   اربعین عاماً خالیہ

وکان عشرین والیا خلیفۃ   وقبلھا فی مثلھا وظیفہ

کہ معاویہ رض چالیس برس تک متواتر دمشق کے والی رہے ہیں۔ بیس برس تک خلیفہ رہے ہیں اور اس سے پہلے بیس برس تک عامل رہے ہیں۔

اور علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں خود حضرت معاویہ رض کا قول عندالموت نقل کیا ہے۔

فجعلک اللہ من دار مکثت فیک عشرین سنتہ خلیفہ (تاریخ الاسلام لذہبی ص ۳۲۲ ج ۲)

معروضات بالا سے معلوم ہوا کہ سندیلوی نے جو چھ سال تک عہد فاروقی میں امارت معاویہ کا قول عامۃ المورخین کیطرف منسوب کیا ہے وہ قطعاً جھوٹ ہے وہ کسی ایک مورخ کا قول بھی بصراحت پیش نہیں کر سکتے۔ اور چار سال کے قول کا جو صرف مودودی صاحب کو ملزم ٹھہرایا ہے، وہ بھی صحیح نہیں، بہت سے مورخین نے یہی لکھا ہے جو مودودی صاحب نے لکھا۔ اس مقدمہ میں مورخین مودودی صاحب کے ساتھ ہیں، سندیلوی صاحب کے ساتھ نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ سندیلوی نے کہاں سے اس تار عنکبوت کو مہیا کیا ہے جس سے مودودی صاحب کو پھانسی دینا چاہتے ہیں، تاریخ کے سیلاب میں سندیلوی صاحب نے جس تنکے کا سہارا لیا ہے وہ انہیں ڈوبنے سے نہیں بچا سکتا۔

۵۔ سندیلوی صاحب نے طبری کو پختہ شیعہ ثابت کرنے کے لئے دلیل یہ پیش کی ہے کہ طبری نے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی شیعی تشریح کی ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کا قائل ہے (ملخص اظہار حقیقت ص ۲۰۹)
یہ بھی طبری پر محض بہتان ہے۔ عقیدۃ الامام ابن جریر الطبری میں بصراحت مذکور ہے کہ افضل الصحابہ و خلیفہ اول حضرت ابو بکر الصدیق ہیں، پھر حضرت عمر الفاروق، پھر عثمان ذی النورین پھر علی المرتضیٰ (المجموعۃ العلمیہ السعودیہ ص۱)

۶۔ محقق سندیلوی مسند امام احمد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

واحمد قد صنف کتاباً فی فضائل الصحابہ، وذکر فیہ ابا بکر وعمر وعثمان وعلیا وجماعۃ من الصحابہ وذکر فیہ من صحیح وضعیف للتعریف ولیس کل ما رواہ صحیحاً۔

ترجمہ:۔ امام احمد ابن حنبل نے فضائل صحابہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضرات

ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور ایک جماعتِ صحابہ کا تذکرہ ہے اس میں وہ ضعیف و صحیح ہر قسم کی روایتیں بطور تعارف لے آئے ہیں اس کی ہر روایت صحیح نہیں ص١٢١۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ نے مسند پر بحیثیت مجموعی تبصرہ کیا ہے۔

وکذٰلک فی المسند زیادات زادابنہ عبد اللہ الخ

کہ ایسے ہی مسند میں بھی کچھ زیادات ہیں جو ان کے بیٹے عبد اللہ نے اضافہ کیے ہیں۔

یہ وہ چند سطریں ہیں جو محقق موصوف نے مسند امام احمد بن حنبل رح کے متعلق اس کی اہمیت کے پیشِ نظر لکھیں اظہارِ حقیقت ص١٢١ سطر ۸، ۹

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند کے ماسوا ایک کتاب مستقل فضائلِ صحابہ میں لکھی ہے۔ امام ابن تیمیہ نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے واحمد قد صنف الخ سندیلوی صاحب نے اسے مسند پر چسپاں کر دیا۔ خدا جانے تجاہل سے کام لیا ہے یا فی الواقعہ ہی ابن تیمیہ کے مطلب کو نہیں پاسکے بہرحال ان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم۔

سندیلوی صاحب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو لاشئے سمجھیں اور ان کی کتاب مسند کو صفر بلکہ منفی کے درجہ میں رکھیں ہمیں ان کے نظریہ پر احتساب مطلوب نہیں لیکن امام ابن تیمیہ کیطرف غلط بات کو منسوب کر کے قارئین کو دھوکہ نہ دیں، یہ ایک ایسا شنیع فعل ہے جس پر دار و گیر ضروری ہے۔ البتہ مسند پر بحیثیت مجموعی تبصرہ کی جو بات لکھی وہ مسند پر تبصرہ ہے اور بحیثیت مجموعی کے الفاظ لکھ کر مولانا نے اپنی مخادعت کی پردہ پوشی کی ہے اور یہ آں بزرگوار کی دوسری مخادعت ہے۔

۷۔ سندیلوی صاحب اظہار حقیقت ص۲۶ پر لکھتے ہیں :۔

حضرت عمرو ابن الحمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لسان المیزان میں پہلی روایت تو یہ لکھی ہے کہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے دوسری روایت ابو مخنف کی ہے کہ ایک غار میں چھپے ہوئے تھے وہاں انہیں سانپ نے ڈس لیا اور حضرت معاویہؓ کے گورنر نے لاش کا سر کاٹ کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا ...... مودودی صاحب نے پہلی روایت کو چھوڑ کر اسی ابو مخنف کذاب کی موضوع روایت کو درج کتاب کیا ......

کہ اس سے خلیفۃ المسلمین امام معاویہ رضؓ کی شان اقدس کی منقصت کا پہلو نکلتا ہے۔ انتھی

ہم تحدی سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا سندیلوی کا یہ بیان واقدی کے کارخانہ دروغ بافی کے مضوعات سے بھی زیادہ ناپائدار ہے ۔لسان المیزان میں سرے سے عمرو ابن الحمق رضؓ کا تذکرہ ہی نہیں دو روایتوں کا موجود ہونا تو دور کی بات ہے۔ بیشک بعض کتب تواریخ میں حضرت عمر ابن الحمق کی شہادت حرہ میں مذکور ہے ، مگر وہ ایک مرجوح قول ہے ۔موصل میں سانپ کے ڈسنے میں ان کی موت اور سر کے کاٹے جانے کی روایت پختہ ہے ۔ اس پر مورخین نے اعتماد کیا ہے ۔مودودی صاحب کے پیش کردہ حوالوں کے علاوہ بھی امام بخاری نے التاریخ الصغیر میں اور ابن قتیبہ نے المعارف میں یہی لکھا ہے ۔ دیکھئے التاریخ الصغیر ص۵۶ اور المعارف ص یاد رہے کہ مودودی صاحب نے اس دعوے کے اثبات کے لیے چار کتابوں کا حوالہ دیا ہے ، طبقات ابن سعد ، الاستیعاب ، البدایہ والنہایہ ، تہذیب التہذیب ، اور کسی ایک کتاب میں ابو مخنف کا نام اس طرح مذکور نہیں جس سے سندیلوی صاحب کا مدعا ثابت ہو راقم السطور نے سندیلوی صاحب کے ایک مداح سے خط لکھوا کر دریافت کیا

بصورت جب مودودی صاحب نے لسان المیزان کا حوالہ نہیں دیا تو ان پر خیانت کا
الزام اور ابومخنف کی روایت کو ترجیح دینے کا بہتان کسطرح لگایا جا سکتا ہے نیز
لسان المیزان کا حوالہ بھی درکار ہے۔ سندیلوی صاحب نے جو جواب دیا۔ وہ ان کے
الفاظ ہی میں درج کیا جاتا ہے:

اول تو مودودی صاحب دعوے تحقیق لیکر اٹھے ہیں تو انہیں لسان المیزان
بھی دیکھنا چاہیے تھی اتنی اہم کتاب انہوں نے کیوں نہیں دیکھی۔
لسان المیزان میں عمرو ابن الحمق کا تذکرہ ملاحظہ ہو:

بعدہٗ اتفاق سے جب کراچی جانے کا موقعہ ملا تو پھر ان کے ایک
اور عقیدتمند کے ذریعہ حوالہ طلب کیا۔ بڑی جستجو کے بعد جب حوالہ نہ ملا تو فرمانے
لگے کہ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا۔

قربان جاؤں تیری معصومیت پر، جب خضر صورت انسانوں کے قلوب قبول
حق کے جوہر سے معرا ہوں تو پھر کیا کسی کو راہنما کرے کوئی۔

۸۔ مولانا سندیلوی کا ایک مضمون قسط وار رسالہ البینات میں عرصہ ہوا شائع ہوا تھا اس
مضمون کی دوسری قسط پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اسکے ایک ایک لفظ سے ناصبیت جھلکتی تھی
پورا مضمون خام مواد، بے بنیاد الزامات، کمزور استدلات، متعارض عبارات اور غلط
تراجم کا حامل تھا۔ بندہ نے ایک مضمون بعض قابل اعتراض مندرجات کی نشاندہی کرکے
البینات ہی میں اشاعت کے لئے ارسال کیا، لیکن ادارہ البینات نے وہ مضمون واپس
کر دیا۔ جابجا سرخ نشانات اس امر کی شہادت دیتے تھے کہ مضمون کو جانچا گیا ہے، لیکن
شاید اس مصلحت کے تحت کہ سندیلوی صاحب کی تردید البینات میں ان کی تحقیر کے
مترادف ہے انہوں نے مضمون کو نہ چھاپا۔ کراچی کے سفر میں ایک مؤثر شخصیت کی
وساطت سے روبرو تبادلہ خیالات کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن سندیلوی صاحب آمادہ

نہ ہوسکے۔ جو لوگ اس بندہ حقیر کے سامنے جواب دینے کی سکت نہیں رکھتے انہیں سوچنا چاہیئے کہ کل محشر میں رب قدیر کے سامنے جواب دینے کی ہمت کیسے کریں گے۔ وہ مضمون انشاء اللہ العزیز ہماری زیر تصنیف کتاب (المختتین) کے دوسرے حصہ کے محتویات میں شامل ہو کر منظر عام پر آجائیگا۔ اگرچہ مالی فقدان کے لحاظ سے بظاہر مشکل ہے مگر وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

ہمارے معروضات مندرجہ بالا سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ سندیلوی کی کتاب اظہار حقیقت غیر جید مواد سے مملو ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے معروضات میں مودودی صاحب کی مدافعت وحمایت بھی مفہوم ہوتی ہے لیکن یقین کریں ہمیں مودودی صاحب کی مدافعت مقصود نہیں، ہم مودودی صاحب کے بارہ میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو شیخ الاسلام مرشدنا العلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے لیکن رد مودودیت کی آڑ میں سندیلوی صاحب انور شاہ کشمیری المحدث، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن کثیر، ابن اثیر، حافظ ابن عبد البر اور دیگر اکابر اہل السنۃ رحمہم اللہ کی حیثیت کو مجروح و مذبوح کردیں، یہ بھی کسی صورت قابل برداشت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ ان نقول غیر الحق

ہم دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ مودودی صاحب نے رد مستشرقین کی آڑ لیکر بعض صحابہ کو مجروح کردیا اور سندیلوی صاحب نے رد مودودیت کی آڑ لے کر تقریباً ساری امت کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو مذبوح کر ڈالا اور مقصود مستشرقین کی خوشنودی ہے۔ ہمارے پاس اسکے شواہد ہیں نعوذ باللہ

وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی لغفور رحیم قد تمت مقدمۃ الکتاب بعون الوھاب ولنشرع فی المقصود بعون المعبود۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب نامہ

معاویہ ابن ابی سفیان صخر بن حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد المناف رضؓ پانچویں پشت پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

قبل از اسلام

قبل از اسلام گمنام زندگی بسر کی۔ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کے درپے ہوئے ہوں اور کسی روایت سے بھی بصراحت ثابت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی جنگ میں حصہ لیا ہو۔ البتہ بخاری کی ایک روایت میں عبد اللہ ابن عمر رضؓ کی تعریض سے جنگِ احزاب میں ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ (صحیح بخاری ص۵۹ جلد ۲)

سالارِ قوم کے ہونہار اور جوہر دار بیٹے کا میدانِ کارزار میں نمودار نہ ہونا ایسا کردار ہے جس سے اسکے قلبی رجحانات اور فکری صلاحیتوں کا سراغ ملتا ہے۔ روش کا یہ اعتدال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ کے حزم و ثبات کا آئینہ دار ہے

اسلام لانا

حضرت امیر معاویہ رضؓ کی قلبی کیفیات کچھ بھی ہوں بہر حال وہ اپنے خاندان کے

دیگر افراد کی معیت میں فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسی بنا پر ان کا شمار مؤلفۃ القلوب کے اس زمرے میں ہوتا ہے جنہیں بنظر تالیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم حنین میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ (منہاج السنۃ صـ۲۱۲ ج ۲، المعارف لابن قتیبہ صـ۳۴۹، صـ۳۴۴)

حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی منقبت ...... شرفِ صحابیت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال انہ صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے (صحیح بخاری ج ۱ صـ۵۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور براہ راست مہبط وحی کے زیر تربیت رہ کر برکات صحبت سے مستفیض ہوئے اور سراج منیر کی نورانی شعاعوں سے قلب سلیم کو مستنیر فرمایا چونکہ شرف صحابیت سے مشرف ہیں لہذا اس پاکیزہ جماعت کے فرد ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے مختار فرمایا جن کی شان میں لسان نبوت گویا ہوئی ارشاد فرمایا خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میری امت میں سے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ ہیں پھر جو ان سے ملتے ہیں پھر جو ان سے ملتے ہیں (متفق علیہ بخاری ج ۱ صـ۵۱۵ مسلم ج ۲ صـ۳۰۹)

منقبت معاویہ رضی اللہ عنہ میں حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کے اقوال

صحابی اور تابعی کے درمیان مرتبے کے جس فرق عظیم اور فضل و خیر کے جس بون بعید کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے ...... حضرت عبداللہ ابن مبارک نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی تشریح اس طرح کی ہے :-

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت

میں شریک جہاد ہوئے اس گھوڑے کی ٹاپ سے اڑ کر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل
ہوا ہے وہ بدرجہا حضرت عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے (تطہیر الجنان ص۱، ناہیہ
عن ذم معاویہ ص۱۱، البدایہ النہایہ ج ۸ ص۱۳۹، مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص۲۴۳) اور اسی طرح
امام شافعی رح سے بھی منقول ہے غور فرمائیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ایک جلیل القدر
اور عظیم المرتبت تابعی ہیں اور خلفائے راشدین کے ساتھ ان کا شمار ہے مگر باوصف
ایں ہمہ محاسن حضرت معاویہ کے گرد پا کو نہیں پا سکتے اسلئے کہ وہ صحابی تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا دوسرا قول:۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے
کہ (انہ فقیہ) فقیہ یعنی مجتہد ہیں (صحیح بخاری ج ۱ ص۵۳۱) .... چونکہ فقہائے
صحابہؓ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بقول ابن عباسؓ
رفیع الشان صحابی ہیں

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت:۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم محو خواب استراحت ہوئے جاگے تو مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا:۔
مایضحکک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کونسی چیز ہنسی کا باعث ہوئی
فرمایا ناس عن امتی یغزون البحر مثل الملوک علی الاسرۃ میری امت میں
سے کچھ لوگ جہاد کے ارادہ سے سمندر میں سوار ہوتے جیسے بادشاہ تختوں پر جلوہ گر
ہوتے ہیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ میں ان میں شامل ہو جاؤں، آپ نے دعا فرمائی اور پھر سو گئے
تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا مایضحکک یارسول اللہ
حضرت کونسی چیز باعث تبسم بنی حضورؐ نے پہلے کلمات کا اعادہ فرمایا اور میں نے دوبارہ

شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۱

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور کو دو خوابوں میں دو الگ الگ لشکر دکھائے گئے جو بحری جہاد کر رہے تھے اور حضورؐ انہیں خواب میں دیکھ کر مسرور ہوئے۔ پہلے لشکر کا تعین تو اس طرح ہو جاتا ہے کہ اس میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا شریک ہوں گی اور دوسرے لشکر کے تعین کے لئے کوئی قرینہ اس روایت میں نہیں تاریخ شاہد ہے کہ اس روایت کے اولین مصداق معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔

سنہ ۲۸ھ میں عہد عثمانی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں قبرص پر حملہ ہوا حضرت ام حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ ابن صامتؓ کی رفاقت میں شریک جہاد ہوئیں۔ فتح کے بعد واپسی پہ خچر پر سوار ہونا چاہتی تھیں کہ گر پڑیں اور شہید ہو گئیں اور اسطرح صادق المصدوق پیغمبرؐ کی پیشگوئی سچی ہو گئی، جس جہادی مہم کی جلوہ نمائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار خواب میں مسرور کیا گیا تھا اس کے قائد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویہ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیا (رواہ الترمذی) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ معاویہ کو ہادی و مہدی بنا دے۔ اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسکی تحسین کی یعنی یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ الحاصل حضرت معاویہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، فقیہ ہیں، حضرت ام حرام کی روایت کے اولین مصداق ہیں ..... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی معرکۃ الآراء شخصیت

چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرکۃ الآراء شخصیت کے مالک تھے اسلئے ان کی مدح اور مذمت میں روایات وضع کی گئی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: قد تعصب قوم ممن یدعی السنۃ فوضعوا فی فضل معاویہ احادیث لیغیظوا بہا الرافضۃ وتعصب قوم من الرافضۃ فوضعوا فی ذمہ احادیث وکلا الفریقین علی الخطاء القبیح منہاج السنۃ ج۲ ص۲۱۹

بعض مدعیان سنت نے تعصب کیا اور رافضیوں کو چڑھانے کے لئے مدح معاویہؓ میں روایات وضع کیں اور رافضیوں نے تعصب کیا اور مذمت معاویہؓ میں حدیثیں گھڑ ڈالیں، ہر دو فریق نے خطاء قبیح کا ارتکاب کیا۔

مذمت معاویہؓ میں بعض موضوع روایات کی نشاندہی

واضعین نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت میں بے شمار روایات وضع کی ہیں ان میں سے صرف تین روایتیں بطور نمونہ یہاں درج کی جاتی ہیں:-

۱۔ لکل امۃ فرعون وفرعون ھذا الامۃ معاویۃ الفوائد المجموعہ ص۴۰۷

ہر امت کے لئے ایک فرعون ہے اور اس امت کا فرعون معاویہؓ ہے (یہ روایت موضوع ہے)

۲۔ اذا رأیتم معاویۃ یخطب علی منبری فاقتلوہ ......

جب معاویہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھو تو اسے قتل کردو (یہ روایت موضوع ہے) البدایہ النہایہ ج۹ ص۱۳۳

یہ روایت موضوع ہے (الفوائد المجموعہ ص۴۰۷) اس کے اسناد میں عباد ابن یعقوب راوی رافضی ہے اور دوسرا راوی کذاب ہے

۳۔ روی عبداللہ ابن عمرؓ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقول

يطلع عليكم رجل يموت على غير سنتي فطلع معاوية وقام النبي صلى الله عليه وسلم خطيبا فاخذ معاوية ابنه يزيد وخرج ولم يسمع الخطبة فقال النبي صلى الله عليه وسلم لعن الله القائد والمقود

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ابھی ظاہر ہوگا ایک مرد جسکی موت میری سنت کی مخالفت پر واقع ہوگی، پس ظاہر آگئے حضرت معاویہؓ پس کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ خطبہ دیتے تھے پس معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو پکڑا اور نکل گئے اور خطبہ نہ سنا پس فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قائد و مقود دونوں پر خدا کی لعنت امام ابن تیمیہ نے اس روایت کی خوب تردید کی ہے اور اسکے موضوع ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یزید ابن معاویہ ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا۔

مدح معاویہ میں بعض موضوع روایات کی نشاندہی

جس طرح رافضیوں نے تعصب سے ذم معاویہؓ میں من گھڑت احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اسی طرح بعض مروانیوں نے بھی بنا بر تعصب مدح معاویہؓ میں وضعی روایات کے انبار لگا دیئے ہیں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رقمطراز ہیں :-

وطائفة وضعوا لمعاوية فضائل ورووا احاديث عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذالك كلها كذب منہاج السنۃ ص ۲۰۷ ج ۲

ایک طائفہ نے حضرت معاویہ کیلئے فضائل وضع کئے اور پھر اس سلسلہ میں حضورؐ سے من گھڑت احادیث روایت کیں جو سب کی سب جھوٹی ہیں ان من گھڑت روایات میں سے نمونہ از خروارے صرف تین روائتیں یہاں درج کی جاتی ہیں :-

۱۔ یبعث معاویہ یوم القیامۃ و علیہ رداء من نور الایمان ۔
حضرت معاویہؓ قیامت کے دن مبعوث ہونگے اور ان پر نور ایمان سے ایک چادر ہو گی

اس روایت کو ابن حبان نے حذیفہ سے مرفوع روایت کیا اور کہا یہ روایت موضوع ہے، اسکی سند میں جعفر ابن محمد انطا کی ہے جو موضوعات روایات کا راوی ہے ۔
(الفوائد المجموعہ ص ۴۰۶، تذکرۃ الموضوعات ص ۱۴۵، اللالی المصنوعہ ص ۴۲۲ شرح سفر السعادہ ص ۵۲۲)

۲۔ الامناء عند اللہ ثلثۃ انا و جبریل و معاویہ ۔۔۔ ۔۔۔
اللہ کے ہاں ۳ امین صرف تین ہیں ، میں جبریل و معاویہ ۔۔۔ نسائی ، خطیب

ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت باطل ہے موضوع ہے اسے علی ابن عبداللہ الفرج البرواتی نے وضع کیا ہے ۔
(الفوائد المجموعہ ص ۴۰۳ میزان الاعتدال ص ۱۲۹ ج ۱ ، اللالی المصنوعہ ص ۴۱۷/۴۱۸ ج ۱)

۳۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استشار جبریل فی استکتابہ معاویہ فقال استکتبہ فانہ امین ۔۔۔
تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے مشورہ لیا معاویہؓ کے کاتب بنانے میں جبریل نے کہا اسے کاتب بنالیں کیونکہ یہ امین ہیں ۔

یہ روایت موضوع ہے (الفوائد المجموعہ ص ۴۰۴)

اس کی سند میں غرابت ہے ۔ (البدایۃ النہایہ ج ۸ ص ۱۲۰) فانہ غریب بل منکر و فی سندہ السری بن العاصم کذبہ فی الحدیث ابن خراش البدایۃ النہایہ ج ۵ ص ۳۵

اس روایت میں ایک راوی اصرم ابن حوشب ہے جو وضاع ہے ۔

قال یحیٰ کذاب خبیث قال ابن حبان کان یضع الحدیث علی الثقات

قال البخاری و مسلم والنسائی متروک قال الدار قطنی منکر الحدیث

میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۲ ۔ اس روایت کا دوسرا راوی بھی منکر الحدیث ہے میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۳۰

وبالجملہ ھذا الحدیث من ھذا الوجہ لیس بثابت ولا یغتر بہ

والعجب من الحافظ ابن عساکر کیف یورد فی تاریخہ ھذا   البدایہ والنہایہ ص۳۵۲ ج ۵

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

در شان معاویہ نیز روایات وضع کردہ اند علیہ رداء من نور الایمان......

وامثال آں بسیار وضع کردہ اند وگفتہ اند محدثین، کہ در اسانید آں جماعت اند کہ علم اند در وضع و افترا۔   شرح سفر السعادت ص۵۲۲
نیز زرقانی ولا یصح ص۳۲۲ ج ۳

فضل معاویہؓ میں ضعیف روایات سے استناد

جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اتفاق ہے حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے علامہ مجدالدین فیروز آبادی سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں : باب فضل معاویہ لیس فیہ حدیث صحیح   سفر السعادۃ ص۱۴۳

علامہ عجلونی نے کشف الخفاء ص۴۲۰ ج ۲، علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ ص۴۰۱ ابن جوزی نے الموضوعات ص۲۴ ج ۲، ملا علی القاری نے الموضوعات الکبیر ص۱۶۹ اور علامہ سیوطی اللآلی المصنوعہ ص۲۲۴ ج ۱ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ نیز تنزیہ الشریعہ ص۸ ج ۲، مجمع بحار الانوار ص۲۳۱ ج ۵، ضیاء النور ص۲۲۱ فتح الباری ص۱۰۴ ج ۷، منہاج السنہ ص۱۱ ج ۴، قسطلانی ص۶۶۳ ج ۷، تیسیر الباری ۱، مجد تجدیر العبقری ص۱۸۴۷

شیخ عبدالحق محدث الدہلوی فرماتے ہیں : گفتہ اند محدثین کہ ثابت نشدہ است در فضل معاویہؓ ہیچ حدیثے   مدارج النبوہ ص۶۸۵ ج ۲، اشعۃ اللمعات ص۷۱۹ ج ۴، شرح سفر السعادہ ص۵۷۲

محدثین کی مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ فضل معاویہ میں جو روایات مروی ہیں وہ یا تو موضوع ہیں یا ضعیف، عام طور پر مشہور ہے کہ مناقب اور فضائل اعمال میں ضعیف روایات سے بھی استناد درست ہے لیکن یہ درست نہیں ہے ضعیف کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حسن ۲۔ متروک۔ قسم اول فضائل اعمال اور مناقب اصحاب میں مقبول ہے اور دوسری قسم مردود ہے   علوم الحدیث ص۲۱۱ اعلام الموقعین ص۱۱۔

ترمذی کی روایت اللھم اجعل معاویہ ھادیا مھدیا اگرچہ پایۂ صحت تک

نہیں پہنچی تاہم حسن ہونے کی وجہ سے مقبول و معتبر بھی ہوگی اور مدح معاویہؓ میں

ترمذی کی دوسری روایت • عن ادریس الخولانی قال لما عزل عمر ابن الخطاب

عمیر ابن سعد عن حمص وولی معاویہ فقال الناس عزل عمیراً و

ولی معاویہ فقال عمیر لا تذکروا معاویہ الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اھدبہ ترمذی شریف

حضرت عمرؓ نے حضرت عمیرؓ کو حمص سے معزول کر کے اس کی جگہ امیر معاویہؓ کو حاکم مقرر فرمایا تو لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ عمیرؓ کو معزول کر کے معاویہؓ کو مقرر کر دیا تو حضرت عمیرؓ نے فرمایا کہ معاویہ کا تذکرہ بھلائی کے سوا نہ کرو، کیونکہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ اس یعنی معاویہؓ کے ساتھ ہدایت دے۔

یہ روایت ناقابل استناد ہے، کیونکہ از قسم متروک ہے اور مندرجہ ذیل تین وجوہ کی بنا پر ناقابل اعتبار قرار پائی ہے:-

۱. یہ روایت معنیً ضعیف اور معلول ہے اور معنوی علت کی طرف حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ص۱۲۲ ج۸ میں اشارہ کیا ہے۔

۲. اس روایت کی سند میں عمرو ابن واقد منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری تقریب التہذیب ص۲۹۸

قال الدارقطنی منکر الحدیث روی الفسوی عن دحیم لم یشک انہ

کان یکذب وکذبہ مروان ابن محمد میزان الاعتدال ج۳ ص۲۹۱

۳. حضرت عمیر ابن سعد مرتے دم تک حمص کے والی رہے کبھی بھی امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں معزول نہیں کیا۔ استعملہ عمرؓ علی حمص الی ان مات۔ الاصابہ ج۳ ص۳۳

محمود عباسی کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ منقبت معاویہؓ میں اس روایت سے استناد کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند نہایت قوی ہے اور اس کے راوی اہل العدل ہیں ۔ تبصرہ محمودی ج ۱ ص ۱۶۰ چہ دلیراست دزدے کہ بکف چراغ دارد محمود عباسی صاحب کا تو خیر وطیرہ ہی یہی ہے ، حیرت ہے جناب سید نور الحسن شاہ بخاری نے بھی اس روایت کو دربارہ فضل معاویہ پیش کیا ہے (عادلانہ دفاع ج ۱ ص ۱۵۰) حالانکہ وہ خود طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے شہادت پائی ۲۳ھ ہے ان کے عاملین مندرجہ ذیل ہیں .... حضرت عمیر ابن سعد رض حمص پر ۔ عادلانہ دفاع ص ۱۰۳ ج ۱ ، حضرت عمیر ابن سعد رض جب حضرت عمر رض کی شہادت ہوئی اس وقت حمص پر حاکم تھے تو حضرت عمر رض نے انہیں معزول کب کیا ؟ اور ترمذی کی یہ روایت صحیح کیسے ہو گئی ؟ فاعتبروا یا اولی الالباب

مدح معاویہ میں مبالغہ آمیز روایات اور مغالطہ خیز اقوال

مروانیوں نے حضرت معاویہ رض کی مدح میں اس قسم کی روایات اور اقوال بھی نقل کئے ہیں جو بے حد مبالغہ آمیز اور نہایت مغالطہ خیز ہیں ۔ ذیل میں انہیں ترتیب وار درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرما دیں :۔

۱۔ عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بامتی ابوبکر واقواھم فی دین اللہ عمر و اشدھم حیاءً عثمان واقضاھم علی رض ابن ابی طالب ولکل نبی حواری وحواری طلحۃ وزبیر وحیث ما کان سعد ابن ابی وقاص کان الحق معہ و

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں زیادہ رحیم میری امت کے ساتھ ابوبکر رض ہیں اور سب سے زیادہ قوی اللہ کے دین میں عمر رض ہیں اور حیا کے لحاظ سے سخت عثمان رض ہیں اور اقضا بالحق علی رض ابن ابی طالب ہیں اور ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ اور زبیر ہیں

سعید ابن زید من احبّاء الرحمٰن
وعبد الرحمٰن من تجار الرحمٰن
وابو عبیدہ ابن الجراح
امین اللہ ورسول اللہ ولکل نبی صاحب السر
وصاحب سری معاویہ (الریاض النضرہ ج ۱ ص ۳۱)

اور جہاں کہیں سعد ابن ابی وقاص ہوں گے حق ان کے ساتھ ہوگا سعید ابن زید اللہ کے محبوب ترین بندوں میں ہیں اور عبدالرحمٰن اللہ کے تاجروں میں ہیں اور ہر نبی کے لئے ایک محرم راز ہوتا ہے اور معاویہ ابن ابی سفیان میرے محرم راز ہیں۔

اس روایت میں حضرت امیر معاویہ کو عشرہ مبشرہ کے ساتھ پیوست کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت معاویہ باعتبار خیریت وفضیلت کے گیارہویں نمبر پر ہیں۔ مبالغہ آمیزی اس روایت کی ظاہر وباہر ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ اصحاب بدر اور بیعت رضوان حضرت معاویہ سے متاخر ہوگئے۔

۲۔ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

ھذا مدینۃ السلام دار خلافۃ بنی العباس وبینھم وبین بنی امیہ ما لا یخفی عن الناس مکتوب علی ابواب مساجدھا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ ثم معاویہؓ خال المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینۃ السلام ہے بنی عباس کا دار الخلافہ اور بنو عباس اور بنو امیہ میں جو کشیدگی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، اس شہر کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ پھر معاویہؓ ہیں۔

(العواصم من القواصم ص ۲۱۳ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۲۲۸)

اس روایت کی رو سے حضرت معاویہؓ فضل وخیر میں خلفائے راشدین کیساتھ ملحق ہوگئے۔ اور اصحاب عشرہ مبشرہ علیہم الرضوان کے چھ افراد فضیلت میں حضرت معاویہ سے متاخر ہوگئے کیونکہ بات خلافت وولایت کی نہیں بلکہ خیریت وفضیلت کی ہے۔

۳۔ قال سعد ابن ابی وقاص رضؓ ما رأیت بعد عثمان اقضیٰ بالحق من صاحب ھذا الباب یعنی معاویہ۔

سعد ابن وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد کسی شخص حضرت معاویہ سے زیادہ قاضی بالحق نہیں دیکھا۔

(البدایہ النہایہ ص ۱۳۳ تبصرہ محمودی ص ۲۵ ج ۲ عادلانہ دفاع ص ۱۵۱ ج ۱)

اس روایت میں راوی محترم کی مہربانی سے حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ سے بھی سبقت لے گئے، مگر جو لوگ حضرت معاویہؓ کو سب صحابہ سے فائق ظاہر کرنے کا عزم مصمم کر چکے تھے وہ اس پر کب قناعت کر سکتے تھے۔ ایک اور جست لگائی اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے نام سے ایک روایت منسوب کر دی۔ جس میں امیر معاویہؓ کو سب صحابہ سے فائق قرار دیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے:۔

۴۔ عن ابن عمرؓ و ابن عمرو ما رأیت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود من معاویہؓ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر معاویہؓ سے زیادہ کسی سردار کو نہیں پایا۔

(البدایہ النہایہ ص ۱۳۵ ج ۸ عادلانہ دفاع ص ۱۵۲)

اس روایت میں حضرت معاویہؓ کو سیادت میں حضرات شیخین و ذی النورین سے بھی بڑھا دیا گیا، مگر بھلا ہو راوی کا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حضورؐ کو مستثنیٰ کر گیا اگر ناظرین کرام حوصلہ رکھ سکتے ہیں تو ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمادیں، داشتہ آید بکار۔

۵۔ عن ابن عمرو ابن العاص ما رأیت احداً اسود من معاویہؓ

میں نے حضرت معاویہ سے بڑھ کر کسی سردار کو نہیں دیکھا۔

(البدایہ النہایہ ص ۱۳۵ ج ۸)

یہاں راوی نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قید کو بھی حذف کر دیا۔ سچ

فرمایا، صادق المصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت
جب تو بے حیا ہو جا تو جو جی میں آئے کر گذرے
لوٹ لی گلچیں نے سارے گلستاں کی آبرو   داستان یار کو رنگیں بنانے کے لئے

اصل حقیقت

اصل حقیقت یہ ہے کہ ناصبیوں نے جہاں کہیں کسی صحابی کے بارہ میں کلمہ منقبت دیکھا یا کوئی جملہ دعائیہ پایا اسے حضرت معاویہؓ پر چسپاں کرنے کے لئے ایک روایت پیش کر دی، عشرہ مبشرہ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے نام کو پیوست کرنا اور خلفائے اربعہ کے بعد خیر الناس حضرت معاویہؓ کو قرار دینے میں یہی عوامل کار فرما ہیں، ذیل کی روایات میں معمولی تدبر کرنے سے ناظرین ہمارے دعوے کی تصدیق کریں گے۔

سیرت فاروقؓ میں مشابہت کا ادعا

معاویہ ابن ابی سفیان احلم امتی واجودھا (الفوائد المجموعہ ص ۱۵۳ ج ۱)
معاویہ ابن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ سخی ہیں

یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ الفوائد المجموعہ صفحہ مذکور میں متن اور حاشیہ پر مکمل بحث ہے۔

اجود الصحابہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ دیکھو صحیح بخاری ص ۵۲۱ فقال ما رئیت احدا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجد و اجود حتی انتہی من عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ابن خطاب سے زیادہ کسی کو کوشش کرنیوالا اور جواد (سخی) نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ کی مشابہت کی غرض سے (معاویہ ابن ابی سفیان

ابو داؤد) کی روایت گھڑ لی گئی۔

۲۔ عن یونس ابن میسرۃ قال رئیت معاویۃ فی سوق دمشق علیہ قمیص مرقوع الجیب

(البدایۃ والنہایۃ ص۱۳۴ ج۸ عادلانہ دفاع ص۳۶)

یونس ابن میسرۃؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں دیکھا ان پر قمیص تھا جس کے گریبان میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

اس روایت میں عمرو ابن واقد ایک راوی منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری متروک، تقریب التہذیب ص۳۹۸ میزان الاعتدال ص۲۹۱ ج۳۔ اس روایت کو اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ کو فاروق اعظمؓ کی سیرت کے ساتھ متصف کر کے دکھایا جائے۔ کیونکہ سادگی اور بے تکلفی کا یہ نمونہ حضرت عمرؓ کی خصوصیات سے بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ زید ابن ثابتؓ حضرت قتادہؓ حضرت انسؓ حضرت حسنؓ اور بعض دیگر صحابہ کرام سے روایات مروی ہیں کہ حضرت عمرؓ کے قمیص اور ازار میں بہت سے پیوند ہوتے تھے۔ دیکھو الریاض النضرۃ ص۶۵ و ص۵۵ و ۵۶ البدایۃ النہایۃ ص۱۳۴ ج۷) نیز یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ کا لباس عام طور پر سادہ نہیں ہوتا تھا۔ دیکھو ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور ص۲۱۷ ج۲۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے وصف مشہور میں دعویٰ مسابقت

عن سعد ابن ابی وقاص رضؓ قال ما رئیت بعد عثمانؓ اقضی بالحق من صاحب هذا الباب۔ (یعنی معاویہ) (البدایۃ والنہایۃ ص۱۳۲)

(عادلانہ دفاع ص۱۵۱ ج۱)

حضرت سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان کے بعد کسی کو حضرت معاویہ سے زیادہ قاضی بالحق نہیں دیکھا۔

اقضی بالحق جملہ صحابہ کرام میں سے علی المرتضےٰ تھے، یہ امر صحابہ میں متفق علیہ ہے

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنین عمر ابن خطاب فرمایا کرتے تھے اقضانا علی (صحیح بخاری)
اقضانا کے الفاظ بعض مرفوع روایات میں بھی مروی ہیں جنہیں الریاض النضرۃ اور ابن ماجہ
نے روایت کیا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حجۃ (روی عن معمر ابن قتادہ
واقضاھم علی) کی تشریح فرماتے ہیں کہ قاضی ترو حکم کنندہ تر بحق امت من
علی است ولہذا عمر رضی اللہ تعالے عنہ بے مشاورت و فتویٰ وے رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حکم نمے نمود و اگر حاضر نہ بودے توقف مے کردے مے گفت (قضیۃ لا ابا حسن بہا)
(اشعۃ اللمعات ص٦٦٦ ج ٤) یعنی معمر ابن قتادہ رض سے روایت مرسل مروی ہے جس میں ہے
کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اقضاہم علی" علی سب صحابہ سے قاضی تر
یعنی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں اور اسلئے حضرت عمر فاروق رض ان کے مشورہ اور
فتویٰ کے بغیر فیصلہ نہ فرماتے تھے اور اگر حضرت علی رض موجود نہ ہوتے تو توقف فرماتے
اور فرماتے کہ یہ ایک قضیہ ہے اس کے لئے کوئی ابوالحسن رض نہیں۔

حضرت عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب میں منازعت اور وصف امانت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کی مشارکت

(الامناء عند اللہ ثلاثۃ انا وجبریل ومعاویہ) راوی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امین کل تین ہیں، میں، جبرئیل اور معاویہ۔

یہ روایت موضوع ہے۔ جیسا کہ الفوائد المجموعہ ص٤٠٣ میزان الاعتدال ص١٢٦ ج ١، اور
اللآلی المصنوعہ ص٤١٧ کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے اور اس روایت کو محض اس لئے
وضع کیا گیا ہے کہ حضرت عبیدہ ابن الجراح رض سے ان کے لقب کو انتزاع کر کے حضرت
معاویہ رض کے لئے ثبت کیا جائے اور حضرت معاویہ کو اس وصف میں سب صحابہ سے

بڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کے ساتھ مساوی ثابت کیا جائے اور اس قسم کی اور روایات بھی بعض بدسلیقہ راویوں نے پیش کیں، امین ہذہ الامہ حضرت عبیدہ ابن الجراح کا لقب ہے۔

عن انس ابن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لکل امتہ امینا وان امیننا ایھا الامۃ عبیدۃ ابن الجراح (صحیح بخاری صفحہ ۵۳۰ ج ۱)	حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت کیلئے ایک امین ہوتا ہے اور اے میری امت ہمارے امین عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں

لقب حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مناز عت

روی لکل نبی صاحب السر وصاحب سری معاویہ رض رِیاض النضرۃ صفحہ ۲۱ وتطہیر الجنان صفحہ ۱۳)	راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کیلئے ایک صاحب السر ہوتا ہے یعنی محرم راز میرا محرم راز معاویہ ہے

صاحب السر حضرت حذیفہ ابن الیمان رض کا مشہور لقب تھا۔ دیکھئے بخاری صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰ ج ۱

قال ابو الدرداء رض ا ولیس منکم صاحب السر الذی لایعلمہ غیرہ یعنی حذیفہ (صحیح بخاری صفحہ ۵۳۰)	حضرت ابودرداء رض نے فرمایا کہ آیا نہیں ہیں تم میں صاحب السر آنحضور ص کے محرم راز کہ اس راز کو انکے سوا کوئی نہیں جانتا اور رکھتے تھے حضرت حذیفہ رض سے

حضرت عبداللہ ابن عباس رض کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اس دعا میں حضرت معاویہ رض کی مشارکت کا ادعا

عن ابن عباس قال ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللھم

علمہ الحکمۃ ایک دوسری روایت میں ہے اللھم علمہ الکتاب (صحیح بخاری ص۵۱۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے چمٹایا اور فرمایا اے اللہ اسے حکمت سکھا اے اللہ اسے کتاب سکھا۔

راویان محترم نے ان کلمات دعائیہ کو حضرت معاویہ رض کے حق میں روایت کر دیا

اللھم علمہ (معاویہ) الکتاب والحساب وقہ العذاب (البدایہ والنہایہ ص۲۱۰ تطہیر الجنان ص۱۶) مقصود یہ ہے کہ حضرت معاویہ اس معاملہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے مساوی ہیں۔ حالانکہ پہلی روایت قطعاً صحیح اور دوسری بلاشبہ ضعیف ہے۔

حضرت جریر ابن عبداللہ البجلی رض کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اس دعا میں حضرت معاویہ رض کی شارکت کا ادعا

حضرت جریر ابن عبداللہ رض خود روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک مہم پر روانہ فرمایا اور دعا فرمائی:۔

فضرب فی صدری حتی رئیت اثر یدہ فی صدری وقال اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا۔

(صحیح بخاری ص۶۲۷)

پس مارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے میں یہاں تک کہ میں نے آپ کے ہاتھ اور انگلیوں کا اثر اپنے سینے میں دیکھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسے ثابت رکھ اور اسے ہادی اور مہدی بنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی کلمات دعائیہ ترمذی کی ایک روایت میں حضرت معاویہ کے حق میں مذکور ہیں۔

اللهم اجعل معاویة هادیا مهدیا. رواہ الترمذی فی مناقب وقال حسن غریب ۔ لیکن چونکہ ترمذی کی یہ روایت حسن درجہ کی ہے اسلئے فضائل و مناقب میں معتبر سمجھی گئی ہے ۔

حضرت معاویہ رضؓ کا وصف مخصوص

ناصبیوں نے حضرت معاویہ کو جامع الصفات ثابت کرنے کے لئے تمام صحابہ کے اوصاف تلاش کر کے انہیں حضرت معاویہؓ کیلئے ثابت کیا ہے ۔ اس سلسلے میں انہیں ایک ایسے وصف کی تلاش ہوئی جسے حضرت معاویہ رضؓ کیلئے مخصوص کر دیں اور اس وصفِ مخصوص میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہ ہو ۔ پس انہوں نے وصف سیادت میں حضرت معاویہ کو سب سے فائق قرار دیا ہے کہ ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کے نام منسوب کر دی کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ و ابن العاص سے مروی ہے ۔ فرماتے ہیں :-

ما رأیت احد ابعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسود من معاویہ ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حضرت معاویہ سے زیادہ سردار نہیں دیکھا ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳۵ ج ۸)

محمود عباسی ، علی احمد عباسی اور حکیم ظفر احمد محمود سیالکوٹی اگر اس قسم کی روایات سے استناد کرتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ یہ ان کا نصب العین ہے مگر تعجب نور الحسن شاہ صاحب بخاری پر ہے کہ انہوں نے عادلانہ دفاع ص ۱۵۱/۱۵۲ ج ۱ میں انہی ضعیف روایات کو بالترتیب پیش کر دیا ہے نہ جانے ۔

باغباں کو ایک بوٹے سے ہے کیوں اتنا پیار
نوچ ڈالی اسکی خاطر سارے گلشن کی بہار

بلشبہ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری کو اللہ تعالیٰ نے قلب کی صفائی، ذہن کی ستھرائی، نظر کی گہرائی، فکر کی رسائی اور قلم کی رعنائی کے ساتھ ساتھ دور حاضر میں کاروان اہل سنت کی راہنمائی بھی عطا فرمائی مگر ؎

اللہ رے اسیریٔ بلبل کا اہتمام　　صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

عیار راویوں نے کمال تصنع سے عقیدت معاویہؓ کا خوشبودار تیل جسم پر لگا کر منقبت معاویہؓ کی حسین تاروں سے بنا ہوا خوشنما جال بچھا کر سعد ابن ابی وقاصؓ، عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن عباس جیسے جلیل القدر عظیم المرتبت صحابہ کے اسماء گرامی کو بطور دانہ استعمال کیا کہ بخاری جیسا بلند پرواز طائر لاہوتی بھی باوصف کمال ہوشیاری و بایں ہمہ حزم و احتیاط صید زبوں ہو کر رہ گیا۔ شاہ صاحب موصوف کی کتاب عادلانہ دفاع حصہ اول ایک ایسا سرسبز و شاداب گلشن ہے جسکا ہر باب عقیدت صحابہؓ کے عطر بیز پھولوں سے مہک رہا ہے کاش اس میں یہ مبالغہ آمیز اور مغالطہ خیز روایات نہ ہوتیں مگر شاید کہ گلزارے نیست کہ در وے خارے نیست، میں نے سنا کہ گلستان رنگ و بو میں شمع محمودی کا ایک پروانہ بلبل شیدائے گل کو کہہ رہا تھا کہ

پھول کو طاقت کہاں کہ لالہ زار بن بیٹھا　　چرائی اس نے ہے رنگت میرے دلبر کے گالوں کی

قلت انہ لحق مثل انکم تنطقون

حضرت معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کتابت وحی

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہؓ من جملہ ان کاتبین کے تھے جو رسالت مآب کے دربار میں کتابت سے کام پر متعین تھے چنانچہ عبدالمنعم خان صاحب نے مکاتیب رسول میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے بعض مکتوبات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ (مکاتیب رسول،

بحوالہ طبقات ابن سعد ص۲۶ ج ۱) مشہور یہ ہے کہ وہ کاتب وحی تھے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :-

معاویہ ابن صخر ..... خال المومنین وکاتب وحی رب العالمین (البدایہ والنہایہ ص۱۱۷ ج ۸.

(حضرت معاویہؓ مومنوں کے ماموں اور کاتب وحی تھے) لیکن کتابت وحی کا قول متفق علیہ نہیں

چنانچہ خواجہ محمد یحییٰ رح مصباح الدجی فی احوال المصطفےٰ ص۹۴ میں حضرت معاویہ کو

کتاب رسول کی فہرست میں شمار کرتے وقت رقم فرماتے ہیں ؎

گفت بعضے وحی بنوشتے مدام ۔۔۔ باز مقتولی شدہ در شہر شام

ترجمہ: یعنی بعضے کہتے ہیں کہ وحی لکھتے تھے لیکن بعض کتابت وحی کا انکار بھی کرتے ہیں

شیخ ولی الدین ابن محمد ابن عبداللہ الخطیب صاحب المشکوٰۃ اکمال فی اسماء الرجال اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :-

ھو احد الذین کتبوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لم یکتب من الوحی شیاء انما کتب کتبہ ۔۔ اکمال ص۳۳	وہ ایک ہیں ان میں سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کی اور کہا گیا ہے کہ نہیں لکھا انہوں نے وحی میں سے کچھ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھے ہیں ۔

مرقاۃ ص۲۶۷ ج۱ و ص۴۳۸ ج ۱۱

مولانا قطب الدین مظاہر الحق میں لکھتے ہیں :-

"اور وہ ایک تھے ان میں سے جو کتابت کرتے تھے رسول خدا کے لئے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں لکھا انہوں نے وحی میں سے کچھ ولیکن خطوط نویسی کرتے تھے حضرت کے یہاں یعنی منشی تھے"

تتمہ جلد چہارم مظاہر الحق ص۱۹۷

[مو]لوی عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں :-

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانہائے مبارکہ کے کاتب رہے۔"

(الهدایة لمزجاجة لقراء المشکوٰۃ ملحق بمظاہر الحق ص۱۶۵)

[مو]لانا نور الحق المحدث لکھتے ہیں :-

"نقل می کنند کہ کاتب وحی بود و آنچہ بصحت پیوستہ ہمیں است کہ کاتب بود"

نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کاتب وحی تھے اور جو کچھ پایۂ صحت کو پہنچا یہی ہے کہ کاتب تھے

(تیسیر القاری   قاری صحیح بخاری جلد سوم باب المناقب ص۴۶)

شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی رحمہ جامع الاصول المواہب اللدنیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

آنچہ ثابت شدہ است کتابت اوست مر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را و ثابت نہ شدہ است کتابت وحی۔

جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے کتابت وحی کی خبر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی -

(اشعۃ اللمعات ص۷۱۶ ج ۴   شرح سفر السعادہ ص۵۲۲   مدارج نبوۃ ص۶۸۴ ج ۲)

اصابہ، تطہیر الجنان، تاریخ الاسلام للذہبی میں مدائنی اور مفضل الغلابی کے اقوال [م]لتے ہیں کہ وہ کتابت وحی کے قائل نہیں تھے، شاہانِ عرب کی طرف فرمانہائے مبارکہ کی کتابت کے قائل تھے۔ نیز زرقانی ص۳۲۲ ج ۳

حافظ ابن عساکر رحمہ فرماتے ہیں :

اصح ما روی فی فضل معاویۃ حدیث ابی حمزۃ عن ابن عباس رانه کان کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلم وقد اخرجه مسلم (البدایۃ والنہایۃ ص۱۲۲ ج ۸)

سب سے زیادہ صحیح روایت جو فضل معاویہ میں مروی ہے وہ ابی حمزہ کی روایت ہے جو انہوں نے ابن عباس

روایت کی کہ حضرت معاویہ رضؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے جب سے اسلام لائے اس روایت کو مسلم نے بھی تخریج کیا ہے۔

ہم مقدمہ میں بیان کر آئے ہیں کہ اصح ماروی کے الفاظ صحت روایت کو مستلزم نہیں البتہ مسلم کی تخریج (اگر واقعی ثابت ہو جائے) تو صحت روایت کی توثیق کرتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحیح مسلم میں (انہ کان کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ نہیں ہیں البتہ ابوداؤد الطیالسی اور امام احمدؒ کے مسانید میں یہ الفاظ ہیں مگر وہ بھی ابن عباس رضؓ کے الفاظ نہیں کسی نچلے راوی کے مدرج ہیں اور غایت مافی الباب ان الفاظ سے کتابت ثابت ہوتی ہے کتابت وحی کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضؓ کی کتابت وحی کی بنیاد مسلم کی جس روایت پر رکھی ہے وہ روایت صحیح مسلم کی کتاب المناقب میں حضرت ابی سفیان کے فضائل میں وارد ہے اسکے الفاظ یہ ہیں :-

ابو زمیل حدثنی ابن عباس قال کان المسلمون لا ینظرون الی ابی سفیان ولا یقاعدونہ فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث اعطنیھن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ ازوجکھا قال نعم ومعاویۃ تجعلہ کاتبا بین یدیک قال نعم قال تؤمرنی حتی اقاتل الکفار کما قاتلت المسلمین قال نعم الخ

صحیح مسلم ص ۳۰۴ ج ۲

ابو زمیل حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کرتا ہے کہ مسلمان ابو سفیان رضؓ کی طرف دیکھتے نہ تھے اور نہ اسکو مجالس میں بیٹھنے دیتے تھے پس اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کا سوال کیا آنحضور نے فرمایا ہاں، کہنے لگا میرے پاس عرب کی حسین جمیل خاتون ام حبیبہ ہے میں اسے آپکے نکاح میں دینا چاہتا ہوں آپنے فرمایا ہاں اور فرمایا معاویہ کو کاتب بنالیں آپنے فرمایا ہاں اور کہا مجھے آپ امیر عساکر مقرر کریں تاکہ میں کفار سے اسطرح قتال کروں جیسے پہلے مسلمانوں سے کرتا تھا آپنے فرمایا ہاں۔

اس روایت میں محدثین کو سخت اشکال ہوا کیونکہ حضرت ام حبیبہ کا نکاح آپ سے ۷ھ میں ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت ابو سفیان مسلمان بھی نہ ہوئے تھے، پھر اس روایت میں ان کا یہ قول کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ (عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبہ) اس بنا پر ابن حزم نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ بعض محدثین نے اسکی تاویلات کی ہیں اور ابن حزم کو برا بھلا کہا کہ مسلم کی روایت کو موضوع کہہ دیا۔ حافظ ابن کثیر بھی ان تاویلات سے مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے اس اشکال کا حل تلاش کیا اور ابن حزم کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھ ڈالا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو سفیان نے اخت ام حبیبہ کے نکاح کی بات کی تھی راوی سے لفظ اخت رہ گیا ہے اور اسکی تائید میں کتاب الرضاع کی ایک روایت پیش کی لیکن اشکال حل نہیں ہوا۔ کہ مسلم کی روایت میں نعم اور کتاب الرضاع کی روایت میں (ان ذالک لا یحل لی) کے الفاظ ہیں۔

میرے نزدیک اس روایت کا ایک جملہ بھی صحیح نہیں ہے، یہ روایت بجمیع اجزائہا و مقاصدہا باطل ہے۔ اسلئے کسی محدث نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے کا حوصلہ نہیں کیا، حیرت ہے کہ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں کیسے جگہ دے دی اور تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے کیسے ان نازک شاخوں کو کتابت معاویہ کے آشیانہ کے لئے منتخب کیا ہے۔ ہم اس روایت کے بارہ میں علی احمد عباسی کے اس بیان کو نہایت وقیع سمجھتے ہیں کہ:۔

تعجب ہے کہ امام مسلم نے اسے کس طرح قبول کر لیا حالانکہ اس کا موضوع ہونا بدیہی ہے (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۲۳)

یہ حدیث کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہ ہم اسے کسی درجہ میں بھی سنداً

ابن عباسؓ کا بیان نہیں سمجھ سکتے۔ امام مسلم اگر ذرا اور گہری نگاہ ڈالتے تو اسے کبھی اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتے۔ (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۸۵)

پھر بر تقدیر صحت روایت کتابت معاویہ کا ثبوت بہم ہوتا ہے کتابت وحی کا استدلال اس روایت سے نہیں ہو سکتا۔ وذالک ظاہر؛

مندرجات بالا کے پیش نظر اقرب الی الاحتیاط یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو کاتب رسول کہا جائے کاتب وحی نہ کہا جائے۔ بالخصوص ان کلمات سے پرہیز کیا جائے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا (معاویہ یہ وحی نازل ہوئی ہے اسے لکھ) کیوں کہ اس قسم کے کلمات موضوع اور افتراء ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں "من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار او کما قال" کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

تنبیہ کتابت وحی کے بارہ میں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے کتابچہ "حضرت معاویہؓ اور کتابت وحی" کا ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب ہی منظر عام پر آرہا ہے۔

تنقیح ما نکر بہ علی معاویہ رضی اللہ عنہ

ان امور کی تنقیح جن کی وجہ سے حضرت معاویہ پر نکیر کی گئی ہے:۔

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:۔

وقد روی عن الحسن البصری انہ کان ینقم علی معاویہ اربعتا شیأ قتالہ علیا وقتلہ حجر ابن عدی واستلحاقہ زیاد ابن ابیہ ومبایعتہ	حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ پر چار چیزوں کی نقمت کرتے تھے حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنا اور حجر ابن عدی کو قتل کرنا اور زیاد ابن ابیہ کے نسب کو اپنے باپ ابوسفیان

لیزید لنفسہ (البدایہ والنہایہ صـ ۱۳ ج ۸ ، ایضاً ابن اثیر صـ ۲۰۷ ج ۳) سے لاحق کرنا اور اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا۔

ہم انشاء اللہ العزیز ان چاروں امور پر بلا لحاظ ترتیب متذکرہ بالا بالتفصیل بحث کریں گے۔

استلحاق زیاد

کتابوں میں زیاد کا تذکرہ مندرجہ ذیل القاب سے ملتا ہے :-

زیاد ابن ابیہ ، زیاد ابن امہ ، زیاد ابن سمیہ ، زیاد ابن عبید ، زیاد ابن ابی سفیان زیاد ابن (غیر انتساب الی ابیہ) زیاد صاحب البصرہ یہ قطعی ہے کہ زیاد کی نسبت ابوسفیان کی طرف ۴۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے اس اعلان کے بعد ہوئی کہ زیاد میرا بھائی ابوسفیان کا بیٹا ہے اور منادی کرائی کہ اسکے بعد زیاد کو زیاد ابن ابی سفیان کہا جائے۔

چونکہ حضرت معاویہؓ نے زیاد کی نسب کو اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ لاحق کیا تھا ، اس قضیہ کو "استلحاق زیاد" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے ، زیاد قضیہ استلحاق سے پہلے زیاد ابن عبید کے نام سے مشہور و معروف تھا ، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

فکان یقال لہ زیاد ابن عبید ثم استلحقہ معاویۃ	کہ زیاد کو زیاد ابن عبید کہا جاتا تھا پھر حضرت معاویہ نے اس کا استلحاق کیا۔

الاصابہ صـ ۵۶۳ ج ۱

علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں :-

کان یقال لہ قبل الاستلحاق زیاد ابن عبید	قضیہ استلحاق سے قبل زیاد کو زیاد ابن عبید کہا جاتا تھا۔

الاستیعاب تحت الاصابہ صـ ۵۴۴ ج اول

حضرت معاویہ نے قضیہ استلحاق کا فیصلہ حضرت ابوسفیان کے اعتراف کی بنا پر کیا جسکی شہادت ان کے سامنے ایک جماعت نے دی۔ اعتراف کی عبارات گو مختلف ہیں لیکن لب لباب یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان نے اس امر کا اقرار کیا کہ زیاد درحقیقت انہی کا بیٹا ہے۔ بیٹا ہونے کا اعتراف اس امر کو مستلزم ہے کہ حضرت ابوسفیان نے زیاد کی ماں سے نکاح کیا ہو لیکن یہ ایک تاریخی مسلمہ ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ عبید کی منکوحہ بیوی تھی اور زیاد اسی کے فراش پہ پیدا ہوا ہے، پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کا نکاح ابوسفیان سے ہوا ہو، اس اشکال کو اس طرح حل کیا جا سکتا ہے کہ جاہلیت میں چند قسمیں نکاح کی ایسی تھیں جو اسلام نے منسوخ کر دیں، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کا تذکرہ صحیح بخاری میں ہے اور الاعتصام للشاطبی میں اسکی تفصیل موجود ہے۔ علامہ ابن خلدون نے تصریح کی ہے۔

فاصابھا (یعنی سمیۃ) ابوسفیان بنوع من انکحۃ الجاھلیۃ فولدت زیاداً ھذا	کہ ابوسفیان نے سمیہ کے ساتھ ہمبستری کی، وہ ایک قسم نکاح کے جو جاہلیت کے نکاحوں میں سے تھا پس سمیہ نے اس زیاد کو جنا جس کا استلحاق حضرت معاویہ نے کیا۔
(تاریخ ابن خلدون صہ ج ۳)	

قاضی ابوبکرؒ نے جو بحث اس سلسلہ میں کی مترشح ہوتا ہے کہ بچہ زنا سے بھی ثابت النسب ہو سکتا ہے۔ (ملخص من العواصم القواصم صہ ۲۴۲)

قاضی ابوبکرؒ ہی لکھتے ہیں کہ بہت سے اصحاب نے حضرت معاویہ کے فیصلہ پر اعتراض کیا لیکن اس میں کچھ حرج نہیں کہ مسئلہ اجتہادی ہے حضرت معاویہ کا اجتہاد یہ ہے کہ استلحاق درست ہے۔ اور دوسرے اور بزرگوں کے نزدیک یہ استلحاق نادرست ہے۔ اس لئے انہوں نے اس مسئلہ کو بڑا عظیم جانا اور نکیر کی

بلکہ بہت سے لوگ اسی سبب سے زیاد پر لعنت بھی کرتے ہیں، قاضی صاحب کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں :-

فان قيل فلم انكر عليه الصحابة قلنا لانها مسئلة اجتهادية فمن رأى ان النسب لا يلحق بالوارث الواحد انكر وعظمه فان قيل فلم لعنوه قلت انما لعنه من لعنه بوجهين احدهما انه اثبت نسبه بهذا الطريق.

اگر کہا جائے کہ استلحاق درست ہے تو صحابہ نے اس پر نکیر کیوں کی ہم جواب دیتے ہیں یہ مسئلہ اجتہادی ہے پس جس کی رائے میں یہ نسب ایک وارث کے کہنے سے لاحق نہیں ہو سکتی اس نے اس کا انکار کیا اور اسے عظیم سمجھا اگر کہا جائے کہ پھر صحابہ نے زیاد پر لعنت کیوں بھیجتے تھے حالانکہ وہ حضور کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں کہ جس نے غیر اب کی طرف انتساب کیا یا غیر موالی کی طرف تو وہ ملعون ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ جن اصحاب نے لعنت کی ہے ان کے پیش نظر لعنت کے دو وجوہ تھے ایک یہ کہ زیاد نے اپنی نسب اس طریق پر ثابت کی ہے اور ان کے نزدیک یہ طریقہ اثبات نسب قابل لعنت ہے کیونکہ یہ درست نہیں۔

قاضی صاحب کے سوال جواب سے یہ امر بالکل عیاں ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے حضرت معاویہ کے فیصلہ پر نکیر کی ہے اور زیاد پر لعنت بھی لیکن بقول قاضی صاحب چونکہ مسئلہ اجتہادی ہے اور مسئلہ اجتہادی میں اگر اجتہاد میں خطا بھی واقع ہو جاتے جب بھی قاضی اور حاکم کا فیصلہ بہر حال نافذ ہو جاتا ہے پس بعض اصحاب بعد اس فیصلہ کے زیاد کو ابن ابی سفیان کہتے تھے اور بعض پھر بھی زیاد ابن عبید کہتے تھے، محتاط حضرات زیاد ابن ابیہ، زیاد ابن سمیہ، زیاد ابن غیر نسبتہ الی اب زیاد صاحب البصرہ کہتے۔

سمیہ ام زیاد کی سرگذشت

مناسب ہے کہ قضیہ استلحاق کی حقیقت طشت از بام کرنے کے لئے سمیہ ام زیاد کی سرگذشت بھی بیان کیجائے

مورخین لکھتے ہیں کہ سمیہ ام زیاد ایک باندی تھی جو فارسی دہقان نے حارث ابن کلدہ طبیب کو علاج کے صلہ میں عطا کی تھی۔ حارث ابن کلدہ ثقفی طائف کے باشندے تھے، اور طبیب عرب کے لقب سے شہرت پذیر تھے "کان یطاء ھا بملک یمین" اور اس باندی سے ملک یمین کی بنا پر ہمبستری بھی کرتے تھے۔ سمیہ کے بطن سے حارث کے دو بچے پیدا ہوئے نفیع اور نافع۔ نفیع بعد میں ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ نافع کے متعلق حارث ابن کلدہ نے اعتراف کر لیا تھا، کہ یہ میرا بیٹا ہے، یہ اس روز کی بات ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تھا اور اعلان فرمایا تھا (من ینزل من الحصار فهو حر) جو حصار سے اتر آئے وہ آزاد ہے۔ نفیع حصن طائف سے اترے اور دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور بموافق اعلان رحمت اللعلمین آزاد ہو گئے، وہ ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہو گئے کہ "لانہ تدلی فی بکرۃ یوم الطائف" کہ طائف پر حملہ کے روز ایک چرخی کے ذریعے قلعہ کی دیوار سے لٹک کر آئے تھے اور آنحضور نے اسے "طلیق اللہ و رسولہ" بھی فرمایا تھا اس میں اسکی بہت بڑی سعادت اور شادمانی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو مولی رسول اللہ کہا کرتے تھے۔

ابوبکرہ کی حریت تو اس سے ثابت ہو گئی ہے کہ آنحضور نے اسے بوجہ اسلام لانے اور دوران محاصرہ آنحضور کا اعلان سنکر قلعہ سے اتر کر آنے کی وجہ سے آزاد فرمایا تھا۔

اور نافع کو جو ابوبکرہ کا دوسرا بھائی تھا، اسی روز حارث نے کہا کہ تیرا بھائی جو قلعے سے اتر گیا ہے وہ غلام ہے اور تو میرا بیٹا ہے، نافع کی حریت اور آزادی کا سبب بھی معلوم ہو گیا۔ نفیع اور نافع کی پیدائش کے بعد حارث ابن کلدہ نے سمیہ کا نکاح اپنے ایک رومی غلام عبید نامی سے کر دیا تھا، زیاد اسی کے فراش

پر پیدا ہوا۔ اور شکل و صورت میں عبید سے مشابہ تھا چنانچہ گذر چکا ہے کہ وہ زیاد ابن عبید کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ زیاد سلہ میں پیدا ہوا۔ زیاد کس طرح آزاد ہوا۔ عام طور پر مورخین اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ بظاہر اسکی آزادی کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱:۔ باندی کا بیٹا باندی کے مالک کا مملوک ہوتا ہے زیاد بھی حارث کا مملوک تھا۔ پہلی وجہ زیاد کی آزادی کی یہ ہو سکتی ہے کہ حارث نے خود اسے آزاد کر دیا ہو۔

۲۔ حارث نے اسے مکاتب کیا ہو۔ یعنی حارث نے زیاد کو یہ کہا ہو کہ تو مجھے مخصوص رقم ادا کر دے تو تو آزاد ہے اور زیادہ مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو۔

۳۔ زیاد چونکہ سمیہ کا بیٹا تھا اور سمیہ والدہ نافع ہونیکی وجہ سے ام الولد ہو گئی تھی اور ام الولد کا بیٹا بھی ام الولد کے حکم میں ہوتا ہے تو زیاد کی آزادی کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حارث کی وفات کے بعد زیاد اور اس کی والدہ بلا معاوضہ آزاد ہو جائیں۔ بہر حال زیاد کی آزادی کی جونسی صورت بھی ہو ابن عساکر کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ زیاد نے حضرت عمرؓ کو کہا تھا کہ میں نے اپنے پہلے وظیفہ سے اپنی والدہ کو خرید کر کے آزاد کیا اور دوسرے وظیفہ میں اپنے ربیب عبید کو خرید کر کے آزاد کیا ہے غلط ہے۔ کہ سمیہ جب حارث کی ام الولد ہو گئی تو اسکی بیع و شراء شرعاً ناجائز ہو گئی۔ پھر زیاد کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنی ماں کو خرید کیا ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس خیال کے پیش نظر وضع کی گئی ہے کہ ثابت کیا جائے کہ عبید زیاد کا باپ نہیں تھا ربیب تھا۔ تاکہ قضیہ استلحاق کی تائید ہو سکے۔

حریت زیاد کی ایک روایت

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :۔ کہ حارث کے سمیہ سے دو بیٹے پیدا ہوئے نافع اور نفیع لیکن اس نے ان کی نفی کر دی کہ میرے بیٹے نہیں کیونکہ یہ کالے

رنگ کے ہیں۔ لعدہ وہ باندی اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید ثقفی کو ہبہ کردی صفیہ نے اس کا نکاح اپنے غلام عبید سے کردیا۔

"پس سمیہ کے بطن سے عبید کا بیٹا زیاد پیدا ہوا۔

پس اس کو صفیہ نے آزاد کردیا۔ حریت بسبب اس کی مالکہ صفیہ کے ہے۔

اشکال یہ ہے کہ ام الولد انتقال ملک کو قبول نہیں کرتا۔ حارث کی دعوت کے بعد نافع اسکا بیٹا اور سمیہ اس کی ام الولد ہو گی معلوم ہوا ہبہ درست نہیں اور زیاد بھی فی حکم ام الولد ہے، ہاں عین ممکن ہے صفیہ نے دعوت حارث سے قبل زیاد کو آزاد کیا ہو اور اس کی آزادی برقرار رہ گئی ہو واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابوسفیان کی داستان

کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان کی آمدورفت عموماً طائف میں ہوتی تھی قبل از اسلام ایک بار اپنی بعض حاجات کے لئے جب طائف آئے تو ابومریم السلولی کے ہاں مہمان ہوئے شراب نوشی کی، اپنے اندر قربت مرۃ کے تقاضے کو شدت سے محسوس کیا کہ ایک عرصہ عزوبتہ سے گذرا تھا یعنی کچھ عرصہ کسی عورت کے قریب نہیں ہوئے تھے اپنے میزبان سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا۔ ھل لک فی سمیہ امرۃ عبید آیا سمیہ امرۃ عبید سے کچھ رغبت ہے کہنے لگے وہ رغبت کے قابل تو نہیں مگر اسے ہی لے آؤ ھاتھا نوقع بھا پس ابوسفیان اس کے ساتھ ہمبستر ہوا۔

تہذیب ابن عساکر صفحہ ۴۰۹ ج ۵، تاریخ الاسلام لذہبی صفحہ ۲۷۹ ج ۲

ابن خلدون کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اس وقوع کے متعلق لکھتے ہیں:۔

فاصابھا بنوع من انکحتہ الجاھلیتہ وہ ایک قسم کا نکاح تھا جو جاہلیت میں رواج پذیر تھا۔ اور دوسرے مؤرخین نکاح کا تذکرہ نہیں کرتے۔

مشکلۃ عویصہ

جب کوئی شخص کسی غیر معروف النسب بچہ کو اپنا بیٹا کہہ دے تو وہ اس کا بیٹا ہو جاتا ہے اور اس سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ بچہ تیرا بیٹا کس طرح بن گیا اور کسی کو یہ سراغ لگانے کا حق نہیں ہے کہ یہ نکاح کی پیداوار ہے یا زنا کی۔ مگر اسی صورت میں اس بچہ کی نسب معترف کے ساتھ لاحق ہونے کے لئے چار شرائط ہیں :-

۱. وہ بچہ اتنی عمر کا ہو کہ معترف کا بیٹا بن سکے "یولد مثلہ لمثلہ" کہ اس جیسا اس جیسے سے پیدا ہو سکے۔

۲. وہ بچہ معروف النسب نہ ہو یعنی اس کی دعوت سے پہلے اس کا نسب کسی دوسرے سے ثابت نہ ہو چکا ہو۔

۳. غیر معروف النسب بچہ کی دعوت دو اشخاص بیک وقت کرنیوالے نہ ہوں۔ اگر دو شخص بیک وقت مدعی ہوئے تو جوان میں زیادہ حقدار ہوگا بچہ اس کا ہوگا۔ اگر دونوں مدعی ایک مرتبہ پر ہوں اور برہان اولویت بھی کسی کے پاس نہیں تو بچہ دونوں کا سمجھا جائیگا۔ یعنی وہ دونوں کی میراث ایک مستقل بیٹے کی طرح لے گا اور وہ دونوں مل کر ایک باپ کی میراث کے حقدار ہوں گے۔

۴. دعوت کرنیوالا اپنے ساتھ نسب کا الحاق کر سکتا ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ الحاق نسب کا مجاز نہیں۔

استلحاق زیاد کے مسئلہ میں پہلی شرط کے ماسوا تمام شرائط مفقود ہیں، دوسری شرط کے متعلق بتلا چکے ہیں، کہ زیاد عبید کی منکوحہ بیوی کا بچہ ہے، فلہذا اس کا نسب عبید کے ساتھ ثابت ہے۔

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ حارث یا عبید نے کبھی اسکی دعوت نہیں کی بالکل بے محل اور ناقابل التفات ہے۔ عبید کو دعوت کی ضرورت نہیں اسلئے منکوحہ

بیوی کا بیٹا ہے، ہاں البتہ عبید نفی کرتا تو اس کی نفی سے اس کی نسب منتفی ہو سکتی تھی، مگر اس میں بھی از روئے اسلام لعان کی ضرورت ہوتی ہے اور قضائے قاضی سے نسب منتفی ہوتی ہے۔

بہر حال عبید سے نفی ثابت نہیں لہذا زیاد عبید کا ثابت النسب بیٹا ہے، چنانچہ قبل از استلحاق زیاد ابن عبید کے نام سے معروف تھا، جیسا کہ ہم اصابہ اور الاستیعاب کے حوالہ جات سے ذکر کر آئے ہیں۔

تیسری شرط بھی منتفی ہے، کیونکہ اس میں عبید کا حق مقدم ہے اور پہلے زیاد کی نسبت عبید کی طرف ہو چکی ہے۔

قاضی ابو بکر کا یہ قول کہ یہاں ابو سفیان کا کوئی منازع نہیں تھا، کسی طرح بھی درست نہیں ہے، ابو سفیان نے خود دعوت نہیں کی۔ ادعاء حضرت معاویہ کا ہے اور یہ فیصلہ عبید کے خلاف ہوا۔ قاضی صاحب کا یہ فرمانا کہ اس میں کوئی دوسرا منازع نہیں تھا، اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ کا یہ فیصلہ بھی قضاء علی الغائب ہے ورنہ ثابت کرنا پڑے گا کہ عبید بوقت فیصلہ موجود تھا۔ مدعی نے اپنے ساتھ نسب کا الحاق نہیں کیا بلکہ اپنے والد کے ساتھ نسب کا الحاق کیا ہے۔ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابو سفیان نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہو اور اس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو۔ غایت مافی الباب حضرت ابو سفیان کا اعتراف ہے اور اعتراف کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے بعض گواہوں کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ حضرت ابو سفیان نے اقرار کیا ہے کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ بعض نے اعتراف کے الفاظ یہ نقل کئے ہیں :۔

"واللہ انی لاعرف الذی وضعہ فی رحم امہ" خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس شخص کو جس نے اسے اس کی ماں کے رحم میں رکھا۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ صفحہ ۵۶۹ ج ۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

وذالک ان رجلا شہد علی اقرار ابی سفیان انہ عاھر بسمیۃ ام زیاد فی الجاھلیۃ.

البدایہ والنہایہ ص۲۸ ج ۸

حضرت معاویہ نے زیاد کا نسب اسلئے ابوسفیان کیساتھ لاحق کیا ہے کہ اس شخص نے گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے اقرار کیا تھا اس نے جاہلیت میں زیاد کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا۔

پھر وہ اقرار اتنا مخفی رہا کہ ۴۴ھ تک ظہور میں نہ آیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیان کو کونسی رکاوٹ تھی کہ اس نے قبل از اسلام سات سال تک خاموشی اختیار کی اور زیاد کو اپنا بیٹا نہ بنایا اور مسلمان ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت تک متواتر مہر بلب رہے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران خفیہ اقرار کیا کہ ابن خلدون کہتا ہے" اقربذالک ابوسفیان ولکن مخفیۃ "کہ حضرت ابوسفیان نے اقرار تو کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے مگر یہ اقرار خفیہ تھا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ کے اس اقرار پر جویریہ بنت ابوسفیان شقیقہ معاویہ نے بھی گواہی دی ہے۔ حضرت جویریہ نے یہ شہادت ابوسفیان کی موت کے وقت کیوں نہ دی کہ باپ کے ترکے میں زیاد بھی حصہ دار ہے کیونکہ باپ نے میرے سامنے اس امر کا اعتراف کیا تھا۔

ابحاث بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے فیصلہ کی بنیاد نہایت کمزور دلائل اور نہایت مدہم شواہد پر ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت معاویہؓ نے کونسے داعیہ کے تحت یہ اقدام کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی سیاست تھی کہ زیاد کو اپنے ساتھ ملا لیں کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کا مدبر اور بے نظیر صلاحیتوں کا حامل تھا اور بعض کا حسن ظن ہے کہ جب حضرت معاویہؓ پر حقیقت منکشف ہو گئی تو انہوں نے کمال تقویٰ تدین سے حق کو قبول کیا اور اسے اپنے خاندان میں شامل کر لیا اور اس کی اولاد کو رشتے بھی دیئے یہ تو حضرت معاویہؓ کی حق پسندی کی دلیل ہے۔

حضرت معاویہؓ کی صحابیت اور خاندانی عظمت اسی کی متقاضی ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور قضیہ استلحاق کو ان کی حق پسندی پر ہی محمول کیا جائے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمعصر صحابہ بھی جو حضرت معاویہؓ کے تقویٰ، حق پسندی کے شناسا تھے انہوں نے بھی اس استلحاق کو قبول نہیں کیا اور حضرت معاویہ پر نکیر کی اور زیاد کو ملعون کہا، جیسا کہ ہم العواصم من القواصم کے حوالہ سے ذکر کر آئے ہیں، لیکن بقول قاضی ابوبکر چونکہ مسئلہ اجتہادی ہے اور فیصلہ خلیفہ وقت کا ہے، نافذ ہی سمجھا جائیگا وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور جن اکابر نے اعتراضات کئے ہیں وہ اپنی رائے میں حق بجانب ہیں۔

خیال اپنا اپنا پسند اپنی اپنی

کن حضرات نے حضرت معاویہؓ پر اس سلسلہ میں نکیر کی ہے:-

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ کا بیان ہم ذکر کر آئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ نے اس مسئلہ میں حضرت معاویہؓ پر نکیر کی ہے اور زیاد کو ملعون ٹھہرایا، اور حدیث رسول کو حجت ٹھہرایا۔

جنہوں نے حضرت معاویہؓ کے فیصلہ پر اعتماد کیا وہ زیاد کو زیاد ابن ابی سفیان کہتے ہیں اور جنہوں نے اعتماد نہیں کیا وہ اس فیصلے کے بعد بھی زیاد ابن عبید کہتے ہیں۔ یا زیاد ابن ابیہ وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الولد للفراش وللعاهر الحجر، بچہ اس کا ہے جس کے بستر پہ پیدا ہوا۔ اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

حضرت انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ صحیح بخاری کی ایک روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

هذا تعريض بالامير معاوية حيث كان يدعو زيادا اخاه وكان مقذف في الحروب فكان الصحابة يدعونه زياد ابن ابيه

یہ تعریض ہیں امیر معاویہ پر کیونکہ وہ زیاد کو اپنا بھائی سمجھتے تھے اور لڑائیوں میں ڈالا جاتا تھا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے زیاد ابن ابیہ کہتے۔

فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۶

امام نووی صحیح مسلم کی اس روایت کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں :-

نعني هذا الكلام الانكار على ابي بكرة وذالك ان زيادا هذا المذكور هو المعروف بزياد بن ابي سفيان ويقال فيه زياد بن ابيه ويقال زياد بن امه وهو اخو ابي بكرة لامه وكان يعرف بزياد بن عبيد الثقفي ثم ادعاه معاوية ابن ابي سفيان والحقه بابيه ابي سفيان وصار من جملة اصحابه بعد ان كان من اصحاب علي ابن ابي طالب رضي الله عنه فلهذا قال ابو عثمان لابي بكرة ما هذا الذي صنعتم وكان ابو بكرة رضي الله عنه ممن انكر ذالك وهجر بسببه زيادا وحلف ان لا يكلمه ابدا ولعل ابا عثمان لم يبلغه انكار ابي بكرة حين قال له هذا الكلام او يكون مراده بقوله ما هذا الذي

اس کلام کا مطلب ابوبکرہ پر انکار کرنا ہے اور یہ اسلئے ہے کہ زیاد جو زیاد ابن ابی سفیان کے نام سے معروف ہے اور اسے زیاد ابن ابیہ اور زیاد ابن امہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اور یہ زیاد ابن عبید کے نام سے معروف تھا۔ پھر معاویہ ابن ابی سفیان نے اسکی دعوت کی لئے اپنے باپ کے ساتھ لاحق کیا اور پھر یہ حضرت معاویہؓ کے اصحاب سے ہو گیا پہلے حضرت علی رضؓ کے طرفداروں میں تھا پس اس لئے ابو عثمان نے ابوبکرہ سے کہا کہ تم نے کیا کر دیا اور ابوبکرہ نے بھی اس استلحاق کا انکار کیا تھا اور اس سبب سے زیاد سے مقاطعہ کر دیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ کبھی زیاد سے کلام نہ کروں گا اور شاید کہ ابو عثمان کو ابوبکرہ کا انکار معلوم نہ ہو سکا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ تمہارے

صنعتم ای ماھذا الذی جرامن اخیک. ما اقبحہ و اعظم عقوبتہ. فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم علی فاعلہ الجنۃ	بھائی نے یہ کتنا قبیح کام کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کام کرنے والے پر جنت حرام ہے۔

حاشیہ صحیح مسلم ص۵۷ ج ۱

البدایہ والنہایہ ص۱۳ ج ۸ کے حوالہ سے آپ حسن بصری رح کا قول پڑھ چکے ہیں کہ وہ حضرت معاویہ کے فیصلہ کے بعد بھی زیاد ابن ابیہ ہی کہتے ہیں اور حضرت معاویہ پر لعنت فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رض کو جب زیاد کی خبر مرگ پہنچی تو فرمایا :-

اذھب الیک یا ابن سمیہ لاالدنیا بقیت لک ولا الآخرہ ادرکت	جا اے ابن سمیہ نہ دنیا باقی رہی تیرے لئے نہ تو آخرت کو پا سکا۔

البدایہ والنہایہ ص۶۳ ج ۸

آپ ابن عساکر کے حوالہ سے بعض دوسرے حضرات کے اقوال بھی سن لیجئے :-

۱۔ حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر رض بھی زیاد کو ابوسفیان کی طرف نسبت کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رض اسے زیاد ابن ابیہ کہا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت محمد ابن سیرین رح بھی زیاد ابن ابیہ کہا کرتے تھے۔

۴۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی جب کبھی اپنے عمال کو خطوط لکھتے اور زیاد کا تذکرہ کرنا ہوتا تو زیاد صاحب البصرہ لکھتے تھے۔ ابوسفیان کی طرف نسبت نہ کرتے تھے۔ ملخص من تہذیب ابن عساکر ج ۵ ترجمہ زیاد ابن عبید

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دونوں طرح منقول ہے گویا انہیں بھی اس فیصلہ میں تردد اور تذبذب تھا۔

۷. سعید ابن المسیب سے بھی روایت ہے جس کے متعلق قاضی ابوبکرؒ لکھتے ہیں :-

وما روی عن سعید ابن المسیب فاخبر عن مذهبه فیه عن هذا الاستلحاق لیس بصحیح وکذالک رائی غیره من الصحابة التابعین وقد صارت المسئلة الی الخلاف بین الائمة وفقهاء الامصار فخرجت من حد الانتقاد الی حد الاعتقاد (العواصم من القواصم ص۲۴۲)

سعید ابن المسیب سے جو مروی ہے کہ وہ اس استلحاق کو جائز نہیں سمجھتے تھے پس وہ ان کا اپنا مذہب ہے اور اسلئے دوسرے صحابہ اور تابعین کی رائے یہی تھی کہ یہ استلحاق جائز نہیں پس یہ مسئلہ ائمہ اور فقہائے امصار کے مابین مختلف فیہ ہو گیا اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر نقد نہیں کیا جاتا ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق عمل پیرا ہو گا۔

استلحاق ہذا کے بارہ میں محدثین و مورخین کی آرا

صحابہ اور تابعین کے بعد بھی محدثین اور مورخین نے اپنی اپنی تحقیق یا رجحان طبع یا بعض مصالح کی بنا پر عنوان قائم کئے :-

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وفی هذه السنة ۵۳ھ توفی زیاد ابن ابی سفیان ویقال له زیاد ابن ابیه وزیاد ابن سمیه وهی امه

البدایه والنهایه ص۶۱ ج۸

کہ اسی ۵۳ھ میں زیاد ابن ابی سفیان کی وفات ہوئی اسے زیاد ابن ابیہ اور زیاد ابن سمیہ بھی کہا جاتا ہے ۔ سمیہ اسکی ماں کا نام ہے ۔

مقصد یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ نے زیاد کو زیاد ابن ابی سفیان کے لقب سے ذکر کیا ہے حالانکہ خود انہوں نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے لکھا ہے وذالک ان رجلاً شهد علی اقرار ابی سفیان انه عاهر سمیة ام زیاد ۔

استلحاق زیاد کی بنیاد اس شہادت پر ہے جو ایک مرد نے ابوسفیان کے اس اقرار پر دی تھی کہ انہوں نے جاہلیت میں سمیہ ام زیاد کے ساتھ زنا کیا تھا۔

اسی طرح موطا امام مالک میں امام مالک ایک شیخ زیاد ابن ابی سفیان کہتے ہیں۔

ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں فیہا کانت وفات زیاد ابن سمیہ کہ اسی ۵۳ھ میں زیاد ابن سمیہ کی وفات ہوئی۔

علامہ ابن خلدون زیاد کو بغیر کسی نسبت کے لکھتے ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کہیں بھی زیاد ابن ابی سفیان لکھا ہو، حالانکہ ابن خلدون کی حمایت بنی امیہ کسی پر مخفی نہیں اور انہوں نے ہی صراحتاً لکھا ہے کہ فاصابہا بنوع من انکحۃ الجاھلیۃ کہ ابی سفیان نے سمیہ کے ساتھ جاہلیت کے ایک قسم کے نکاح کے ساتھ ہمبستری کی تھی مگر اس کے باوجود زیاد کو ابوسفیان کی طرف نسبت کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں زیاد ابن ابیہ کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے (میزان الاعتدال ۵۳) اور تاریخ الاسلام میں "زیاد ابن عبید" کا عنوان رکھا ہے لکھتے ہیں "زیاد ابن عبید" الامیر الذی ادعی معاویہ انہ اخوہ والحق بہ" زیاد ابن عبید وہ امیر ہے جس کی حضرت معاویہ نے دعوت کی تھی کہ وہ میرا بھائی ہے اور پھر زیاد ان کے ساتھ لاحق ہو گیا تھا۔

حافظ ابن عساکر نے بھی "زیاد ابن عبید" کا عنوان قائم کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

زیاد ابن عبید ھو الذی ادعاہ معاویہ ویعرف بزیاد ابن ابی سفیان	زیاد ابن عبید اور وہ وہی تھے جس کی دعوت حضرت معاویہ نے کی تھی اور وہ زیاد ابن ابی سفیان کے ...... نام سے معروف ہوا۔
تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۳۹۶ ج ۵	

علامہ ابن عبدالبر نے عنوان "زیاد ابن ابی سفیان" کا قائم کیا ہے لکھتے ہیں :-

زیاد ابن ابی سفیان یقال لہ زیاد ابن ابیہ و زیاد ابن سمیہ کان یقال لہ قبل الاستلحاق زیاد ابن عبید	زیاد ابن ابی سفیان جسے زیاد ابن ابیہ اور زیاد ابن سمیہ کہا جاتا ہے انہیں استلحاق سے قبل زیاد ابن عبید کہا جاتا تھا۔

الاستیعاب ص۵۴۳ ج ۱

حافظ ابن حجر نے زیاد ابن ابیہ کا عنوان قائم کیا ہے اور لکھتے ہیں :-

زیاد ابن ابیہ وھو ابن سمیہ الذی صار یقال لہ ابن سفیان ولد علی فراش عبید مولی ثقیف فکان یقال لہ زیاد بن عبید ثم استلحقہ معاویہ ثم لما انقضت الدولۃ الاموية صار یقال لہ زیاد ابن ابیہ و زیاد ابن سمیہ	زیاد ابن ابیہ اور وہ سمیہ کا بیٹا ہے عبید مولی ثقیف کے فراش پر پیدا ہوا۔ پس اسے زیاد ابن عبید کہا جاتا تھا۔ . . . . پھر حضرت معاویہ نے اس کا استلحاق کیا پھر جب دولت امویہ کا خاتمہ ہوا تو پھر اسے زیاد ابن ابیہ اور زیاد ابن سمیہ کہا جاتا تھا۔

الاصابہ ص۵۶۳ ج ۱

امام ابن تیمیہ بھی بعض مقامات پر زیاد ابن ابیہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں - مثلاً لکھتے ہیں :-

استعمل علی من ھو دون معاویۃ کزیاد ابن ابیہ	کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ سے کمتر شخص کو بھی عامل بنایا جیسا کہ زیاد ابن ابیہ کو۔

المنتقی ص۲۹۱ منہاج السنۃ ص۲۲۳ ج ۲

باقی صحابہ اور تابعین کو جانے دیجیے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جنہیں حاکم وقت کے فیصلوں کا بے حد احترام ہے اور حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ جو بنی امیہ کے ممتاز ترین

فرد اور خلفاء راشدین کے ساتھ جن کا شمار ہوتا ہے۔ حافظ ابن عساکرؒ اور علامہ ابن خلدون جو بنو امیہ کے زبردست حامی ہیں اگر یہ بھی زیاد کو ابوسفیان کی طرف نسبت کرنے سے اجتناب کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ استلحاق کا معاملہ مشکوک اور مخدوش ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ابن جریر کے حوالہ سے یزید ابن ربیعہ ابن مفرغ ایک شاعر جو زیاد کے دو بیٹوں عباد اور عبید اللہ کیساتھ سجستان میں تھا ایک طویل قصہ لکھا جس میں اس نے ابناء زیاد کی ہجو بھی کی ہے اور حضرت معاویہؓ کو بھی خطاب کر کے اشعار کہے ہیں ان میں سے دو شعر یہ ہیں :-

اتغضب ان یقال ابوک عف ۔۔۔ اترضی ان یقال ابوک زانی

فاشھد ان رحمک من زیاد ۔۔۔ کرحم الفیل من ولد الاتان

تو غضبناک ہوتا ہے اس بات پر کہ کہا جائے کہ تیرا باپ عفیف ہے تو کیا تو راضی ہے کہ کہا جائے کہ تیرا باپ زانی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا رشتہ زیاد کے ساتھ ایسا ہے جیسا ہاتھی کا رشتہ گدھی کے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۹۵ ج ۸)۔ نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار ص ۱۲۲ ج ۵ میں بھی یہ اشعار نقل کئے ہیں۔ ایضاً فیض القدیر حاشیہ ص

جناب علی احمد عباسی رقمطراز ہیں :-

نسب کا تعلق اہل خاندان سے ہے اور اس بارے میں صرف انہی کی رائے مانی جاسکتی ہے۔ سیدنا زیاد کا نسب امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے ان شہادتوں کی بنا پر قبول کیا جن کی واقعیت اور صداقت ان پر کھل گئی تھی ۔۔۔ (امیر معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۳۰۲)

مقصد یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کی تکبیر بے جا ہے اور محدثین اور مؤرخین کے تبصرے مہمل ہیں چونکہ یہ نسب کا معاملہ ہے اور اس معاملہ میں غیروں کو دخل انداز

ہونے کی ضرورت نہیں یہاں صرف اہل خاندان کی رائے معتبر ہے۔
محترم! اگر صرف اہل خاندان کی رائے پر معاملہ موقوف ہے تو شہادتوں
کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اہل خاندان کا حال بھی سنئے:-

۱۔ خود ابوسفیانؓ جن کا اپنا ذاتی معاملہ ہے اور ان سے بڑھ کر کوئی فرد بشر
اس حقیقت سے آشنا نہیں عرصہ دراز تک مہر بلب رہے اور جب یہ
مہر ٹوٹتی ہے اور بولتے ہیں تو خفیہ طور پر اعتراف کرتے ہیں اور خفیہ اعتراف
بھی ۴۴ھ سے پہلے منصئہ شہود پر نمودار نہیں ہوتا۔

۲۔ بیت ابی سفیان میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہستی خود حضرت معاویہ کی
بھی وہ ٹھیک بیالیس برس تک حقیقت سے ناآشنا رہے بیالیس برس
کے بعد زیاد کو کہتے ہیں " انک لابن ابی سفیان" کہ تو ابوسفیان کا بیٹا ہے
زیاد نے انکار کیا۔ اور دوسرے سال زیاد نے کہا — امیرالمومنین اگر اس
مسئلہ پر شہادت مہیا ہو جائے تو میں اس استلحاق کو قبول کر لوں گا۔ امیر
معاویہ نے کہا کہ شہادت مہیا ہو جائیگی۔
اور ۴۴ھ میں شہادتیں مکمل کر کے اعلان کر دیا۔
مورخین نے معاویہ کے سلسلہ جنبانی اور سعی استلحاق پر لفظ استمالت
استعمال کیا فلما اراد معاویہ ان یستمیل زیاداً۔

۳۔ زیاد ابن ابیہ جسکا ذاتی معاملہ ہے اسے بھی ابتداءً اس معاملہ میں تذبذب
اور تردد تھا پہلی بار جب اسے معاویہ نے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے
خاندان کے ساتھ ملحق ہونے کی پیشکش کی تو اس نے سختی سے انکار کیا تھا
چنانچہ حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں :-
فقال زیاد کیف یکون ذالک   زیاد نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا

وقد بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادعی الی غیر ابیہ او انتمیٰ الی غیر ابیہ فحرام علیہ ان یراح رائحۃ الجنۃ وقد ولدت علی فراش عبید فقال لہ معاویہ واللہ انک لابن ابی سفیان فنفر من ذالک زیاد فکف عنہ معاویہ

(تہذیب ابن عساکر ص ۴۹ ج ۵)

ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا جس نے اپنے باپ کے ماسوا دوسرے شخص کی طرف نسب کا ادعیٰ کیا یا منسوب ہوا تو وہ جنت کی ہوا بھی نہ پائیگا۔ اور میں عبید کے فراش پر پیدا ہوا ہوں۔ پس حضرت معاویہ نے فرمایا اللہ کی قسم تو ابوسفیان کا بیٹا ہے پس نفرت کی اس امر سے زیاد نے اور رک گئے حضرت معاویہ رضؓ

اور یہی بات زیاد نے اپنے بھائی ابوبکرہ رضؓ سے بھی کہی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر ہی لکھتے ہیں :-

قال ابن زیاد لابی بکرہ ان امیرالمومنین ارادنی علی کذا وکذا وولدت علی فراش عبید واشبہتہ وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادعی لغیر ابیہ الخ

کہ زیاد نے اپنے بھائی ابوبکرہ کو کہا تھا کہ امیرالمومنین ارادہ کرتے ہیں میرے متعلق ایسا کرنے کا اور میں عبید کے فراش پر پیدا ہوا اور اس کا شبیہ بھی ہوں اور مجھے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے باپ کے سوا نسب کا ادعا کریگا وہ جہنم میں ٹھکانہ بنائے۔

پھر دوبارہ جب حضرت معاویہ رضؓ اور زیاد کی گفتگو ہوئی تو زیاد نے کہا یا امیرالمومنینؓ ان ھذا لا یصح الا بشہادۃ قائمۃ ظاہرۃ وامر واضح یثبت بہ النسب۔ اے امیرالمومنین یہ نسب کا معاملہ ہے جب تک راست شہادت نہ ہو اور امر واضح نہ ہو جائے نسب کی بات نہیں ہوسکتی تو حضرت معاویہ نے فرمایا۔ شہادت مہیا ہو جائے گی اس کے بعد شہادتیں طلب کیں اور استلحاق کا اعلان کیا۔

۴۔ زیاد کے بعد زیاد کا اقرب ترین رشتہ دار حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ بھی اس استلحاق کے قائل نہیں۔ انہوں نے زیاد کو روکا تھا کہ حضرت معاویہ تجھے آمادہ کر رہے ہیں لیکن اس استلحاق کو قبول نہ کرنا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو یہ بات بھی سمجھائی کہ اس میں تیری رسوائی ہے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس استلحاق کے بعد تجھ سے پردہ کریں تو تیرے لئے رسوائی ہے اور اگر پردہ نہ کریں تو اس میں بھی تیرے لئے خرابی ہے۔

غالباً زیاد کو بھی یہ نکتہ سمجھ میں آگیا وہ کچھ عرصہ تک رکا رہا۔ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا سنہ ۴۴ھ میں انتقال ہو گیا تو وہ رکاوٹ درمیان سے ہٹ گئی اور آمادہ ہو گیا اور استلحاق قبول کر لیا۔ پس حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں زندگی بھر زیاد سے نہ بولوں گا۔ اور اپنی قسم پہ قائم رہے اور مرتے دم تک زیاد سے کلام نہ کی۔ ابن سعد لکھتے ہیں :-

فلما ادعى معاويہ زياد انہا ابوبكرة فحلف ان لا يكلمہ ابدا فمات قبل ان يكلمہ

طبقات ابن سعد ص ۱۶ ج ۷

جب حضرت معاویہ نے زیاد کی دعوت کی تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اسے روکا کہ اس دعوت کو قبول مت کر" لیکن وہ نہ مانے" تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں زیاد سے نہ بولوں گا چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک زیاد سے کلام نہ کی۔

استلحاق زیاد ہی پر موقوف نہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جنادہ کے استلحاق کی بھی کوشش کی تھی، لیکن وہ انکار کر گئے۔ دیکھیں جمہرۃ الانساب ص ۳۸۶، تہذیب ابن عساکر ص ۴۰۹ ج ۳۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

محمود احمد عباسی صاحب خطابت یزید کے عنوان کے تحت یزید کو بے نظیر فصیح و بلیغ ثابت کرنے کے لئے یزید کی ایک تقریر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" ان ہی مجالس میں ایک مجلس کا یہ لطیفہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ

جب ایک مرتبہ امیر زیاد اپنے صوبے عراق سے دمشق آئے اور زر کثیر نیز جواہر سے مملو ایک صندوقچہ امیر المومنین حضرت معاویہ کو پیش کیا وہ اس سے خوش ہوئے امیر زیاد نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں اپنے زیر حکومت علاقہ میں نظم و ضبط قائم کرنے کے سلسلے میں اپنے حسن کارکردگی کا موثر پیرایہ میں تذکرہ کیا۔ امیر موصوف اعلےٰ پایہ کے مدبر اور منتظم ہونے کے علاوہ زبردست خطیب بھی تھے۔ امیر یزید بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ اس لن ترانی کو سنکر ان سے نہ رہا گیا۔ امیر زیاد کی تقریر کے بعد کھڑے ہوئے اور نہایت جامع الفاظ میں صرف تین فقرے ایسے بلیغ کہے کہ زیاد دستپٹا کر رہ گئے" وہ فقرے حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں یہ ہیں کہ یزید نے زیاد کو مخاطب کر کے کہا :-

ان تفعل ذالک یا زیاد فنحن نقلناک من ولاء ثقیف الی قریش ومن القلم الی المنابر ومن زیاد ابن عبید الی حرب ابن امیہ فقال معاویہ له اجلس فداک ابی وامی۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۳ ج ۸)

اے زیاد اگر تم نے یہ سب کچھ کیا ہے تو ہم ہی تو ہیں جنہوں نے تم کو قبیلہ ثقیف کی ولاء تعلق غلامی رشتہ سے ہٹا کر قریش میں ملایا اور قلم کی گھس گھس اور خدمت کاتب سے منبر حاکم تک پہنچایا اور زیاد فرزند عبید غلام سے حرب ابن امیہ کے اخلاف میں شامل کر لیا۔ پھر حضرت معاویہ نے یہ سنکر بیٹے سے کہا بس اب بیٹھ جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان

دیکھئے یہ تین فقرے مطالب کے اعتبار سے کتنے جامع مانع ہیں "من القلم الی المنابر" گنتی کے چار لفظ ہیں، مگر ان سے امیر زیاد کی گویا پوری لائف LIFE بیان کر دی یہی تو کمال فصاحت و بلاغت ہے "الی الحرب ابن امیہ" کہا ابوسفیان کا نام نہیں لیا بلکہ ان کے باپ کا نام لیا جو ابوسفیان سے بلند مرتبت اور اپنے زمانے میں قریش کی عظیم ترین شخصیت تھے۔ انتساب میں ایسی شخصیت کا نام

کیا اسلوب بلاغت ہے۔ یہ تینوں فقرے امیر یزید نے برجستہ اور فی البدیہہ کہے کہ لوگ
پھڑک اٹھے روح فصاحت میں تازگی دوڑ گئی۔ انتہی (خلافت معاویہ و یزید ص۲۰۴ تا ۲۰۵)

حضرت معاویہ کے محبوب فرزند نے جسے عباسی صاحب "الخطیب الاشدق"
ثابت کرنا چاہتے ہیں اپنے زور خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد
کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے "فداک ابی و امی" کہہ کر بلائیں لیتے
ہیں "ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے اور استلحاق زیاد کی ساری
حقیقت صرف ایک فقرہ میں طشت از بام کر دی۔ محمود عباسی نے اس فقرہ کی مدح
میں کچھ نہیں کہا حالانکہ یہی فقرہ اصل اصیل ہے جو ساری عبارت میں محوری
حیثیت رکھتا ہے۔ اس فقرہ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ زیاد اصل میں عبید غلام
کا فرزند تھا۔ حضرت معاویہ نے اسکی نسب نقل کر کے ابوسفیان کے ساتھ لاحق
کر دی، یزید کی زبانی بھی یہ کہانی معلوم ہو گئی کہ زیاد کو قضیہ استلحاق سے قبل
زیاد ابن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت معاویہ نے سمجھا کہ یزید جوش میں
خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا۔ اور راز ہائے سربستہ افشا ہو جائیں گے۔ فوراً
"اجلس فداک ابی و امی" فرماتے ہیں اور پھر ناراض ہو جاتے ہیں تو اسکی
توجیہہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یزید نے اس سربستہ راز سے پردہ اٹھا
دیا تھا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یزید اسوقت ہوش میں تھا یا مدہوش۔ مگر ہم اسکی
حق گوئی کی سو بار قدر کرتے ہیں کہ

فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مقصد یہ ہے کہ یزید ابن معاویہ بھی اس استلحاق کو سیاست ہی سمجھتا تھا ورنہ
نسب کا انتقال ظاہر ہے کہ ناممکن ہے۔ یزید ابن معاویہ کا دوسرا جملہ جو اوراق تواریخ
میں محفوظ ہے اس حقیقت کو اور بھی واضح کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سیدنا حسین رض

کی خبر شہادت یزید کو پہنچی تو اس نے کہا :۔

لعن اللہ ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ ابن زیاد اما واللہ لو کان بینہ وبین حسین رحم لما قتلہ ۔	اللہ لعنت کرے ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ ابن زیاد پر خدا کی قسم اگر اس کے درمیان اور حسین کے درمیان کوئی قرابت داری ہوتی تو اسے قتل نہ کرتا۔

منہاج السنۃ ص ۲۴۹ ج ۲

ایک روایت میں لعن اللہ ابن سمیہ بھی وارد ہے جو اور بھی واضح اور قاطع ہے ۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۹۱)

معلوم ہونا چاہیئے کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہوتا اور حضرت معاویہؓ کا بھائی تو یزید ابن معاویہ ابن ابی سفیان اور عبید اللہ ابن زیاد ابن ابی سفیان حضرت حسینؓ سے قرابت میں ایک درجہ میں ہوتے پھر یزید کا یہ قول کہ "لعن اللہ ابن مرجانہ" یا "لعن اللہ ابن سمیہ لو کان بینہ وبین الحسین رحم لما قتلہ" باطل ہو جاتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ یزید زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا یقین نہیں کرتا تھا ۔ نہ معلوم یزید نے غفلت اور بے خبری کے عالم میں یہ جملے کہے ہیں یا ہوشیاری میں ، بہر حال اسکے یہ کلمات عبید اللہ ابن زیاد کی نسب اور استلحاق زیاد کے بارہ میں اس کے نظریہ کی عکاسی کرتے ہیں ؎

حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے

حجر ابن عدی کا قتل

دوسری چیز جس کی وجہ سے حضرت معاویہؓ پر نکیر کی گئی ہے وہ حجر بن عدی کا قتل ہے ۔

حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ قبیلہ کندہ سے تھے اور رؤسائے کوفہ میں ان کا

شمار ہوتا تھا۔ بہت سے محدثین نے لکھا ہے کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہوئے تھے بنا بریں صحابی تھے اور بہت سے محدثین
ان کی صحبت کے قائل نہیں۔ شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آنحضور سے
براہ راست کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ صفین میں حضرت علی رض کے ساتھ تھے
اور محبان علی رض میں سے مشہور ترین شخص ہیں۔ ان کی صحبت نبوی میں اگرچہ
بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے لیکن زاہد متقی، پرہیزگار ہونے کا کسی نے
انکار نہیں کیا، کوفہ میں بڑے رسوخ کے حامل تھے۔ کوفہ چونکہ شیعان علی کا
مرکز تھا، اس مقام کی اہمیت متقاضی تھی کہ یہاں کا گورنر نہایت جابر بنی امیہ
کا زبردست حامی اور شیعان علی رض کا سخت دشمن ہو۔ اتفاق سے کوفہ کی
ولایت حضرت مغیرہ ابن شعبہ کی قسمت میں آئی۔ وہ ایک جلیل القدر اور
عظیم المرتبت صحابی اور مبایعین حدیبیہ علیہم الرضوان میں سے ہیں۔ ہر موقعہ پر
نہایت اہم خدمت انجام دی اور نہایت جانثاری کا ثبوت دیا لیکن ان کا
دل حضرت علی المرتضٰے کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰے
نے ان کا ایک مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت مغیرہ رض کو حضرت معاویہ رض کی طرف
سے ہدایت تھی کہ وہ خطبہ جمعہ میں مدح عثمان رض اور مذمت علی رض کا التزام
کریں چنانچہ وہ حضرت علی رض پر خطبہ جمعہ میں تعریض کرتے تھے۔ تعریض قابل
تعزیر جرم نہیں لیکن ایذارسانی میں تصریح سے بڑھکر ہے۔ حجر بن عدی رض
اور اسکے ساتھی برملا مغیرہ ابن شعبہ رض کو جواب دیتے تھے، بسا اوقات سخت سست
کہنے میں حدود سے متجاوز بھی ہو جاتے۔
کہنے والے حضرت مغیرہ کو کہتے ہیں کہ حجر ابن عدی سنگین سزا کا مستحق ہے۔
اگر تو چاہے تو ہم اسے قتل کر دیں۔ لیکن حضرت مغیرہ رض اس سے درگذر کرتے تھے

یہ ان کے حلم کا تقاضا تھا. نیز حجر ابن عدی کی وجاہت بھی اس رعایت کی مستحق تھی۔

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحت کے بعد ساری جماعت عملاً حضرت معاویہ کی مطیع ہوگئی تھی۔ حضرت حجر ابن عدی بھی باقاعدگی سے عمال کوفہ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ کے بعد زیاد کو گورنر بنایا گیا۔ قضیہ استلحاق کے بعد اس کے اندر زبردست باطنی انقلاب آچکا تھا۔ اسکے اندر عداوت اہل بیت ابھر آئی تھی۔ وہ حضرت معاویہ کے منشا کو خوب جانتا تھا۔ اس نے حجر ابن عدی کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوگیا۔ زیاد نے بدستور سابق کارروائی جاری رکھی۔ حجر ابن عدی نے اپنی عادت کے مطابق وہی کچھ کیا جو حضرت مغیرہ کے وقت کرتے تھے مگر مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ اور زیاد میں بڑا فرق تھا۔ زیاد نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ حجر ابن عدی اور اسکے ساتھی سنگین سزا کے مستحق ہیں، اگر انہیں بروقت سزا نہ دی گئی تو یہ حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔ حضرت معاویہ نے لکھا کہ انہیں گرفتار کر کے یہاں بھیج دو۔

زیاد کو حجر ابن عدیؓ اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کرنے میں بڑی دقت پیش آئی زیاد کے سپاہیوں اور حجر ابن عدی کے رضاکاروں میں تصادم ہوگیا. کتابوں میں بہت کچھ مبالغہ آمیزیاں ہیں جو مشہور ابو مخنف شیعہ کی روایات سے ماخوذ ہیں اسلئے قابل اعتنا نہیں، لیکن تاہم قرین قیاس ہے کہ حجر ابن عدی کی گرفتاری بڑی مشکل سے عمل میں آئی۔ زیاد نے متعدد شہادتیں حجر ابن عدی کی بغاوت پر حاصل کیں۔ ایک صحیفہ پر شہادتیں ثبت کر کے مع اپنی رپورٹ اور مشورہ کے چند عینی گواہوں کی معیت میں حجر ابن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کو حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں بغاوت کے جرم میں قتل کا حکم دے دیا۔

حضرت حجر ابن عدی کی صحابیت کا انکار

اسلئے کیا گیا تاکہ واقعہ کی اہمیت کو گھٹا دیا جائے، لیکن اگر واقعۃً حجر ابن عدی اور اسکے ساتھی ناحق قتل کیئے گئے ہیں تو صحابیت کی نفی جرم کی نوعیت کو کم نہیں کر سکتی اور اگر یہ قتل فی الواقعہ درست ہوا ہے اور وہ اسی سزا کے مستحق تھے تو حجر ابن عدی کی صحابیت اس فیصلہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اگر حجر ابن عدی صحابی ہیں اور یقیناً ہیں تو حضرت معاویہؓ بھی صحابی ہیں اور اس سے یقیناً بڑھ کر ہیں اور بقول محمود عباسی بغاوت کا جرم تو حکومت معاف نہیں کرتی خواہ حکومت موسوی ہو یا فرعونی، حجر ابن عدی اور ان کے ساتھی سمجھتے تھے کہ عاملان کوفہ خطبات جمعہ میں سب علی کی تعریض جو کرتے ہیں اور مسلسل کرتے ہی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات جمعہ کے قضا ہونیکا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً یہ امور منکرہ میں سے ہے۔ پس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تحت عمال کو برا بھلا کہتے۔ جمعہ کے موخر کرنے کی وجہ سے وہ کنکریاں بھی پھینکتے۔ بزعم خود وہ افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر پر عمل پیرا ہو رہے تھے ورنہ وہ باغی ہوتے تو جمعات وعیدین وغیرہا صلوات میں ان کی اقتدا کیوں کرتے اور مناسک حج ان کی امارت میں کیوں ادا کرتے۔ حکومت ان کے اس رویہ کو بغاوت پر محمول کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بغاوت جیسے جرم کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے اور زیاد سے برداشت کی توقع۔ خیال است ومحال است وجنوں، اس نے سنگین کاروائی کی حضرت معاویہ کو اپنا مشورہ لکھا، شہادتیں پیش کیں۔ بھلا وہ زیاد کا مشورہ کیسے قبول نہ کرتے، بڑی مشکل سے شجرہ ابی سفیان میں اس شاخ نو بہاری کی پیوندکاری عمل میں آئی تھی۔ اگر اس کی آبیاری نہ کی جاتی تو وہ شاخ مرجھا جاتی اور بے ثمر ہو جاتی۔ زیاد مصر تھا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور مستحق قتل ہیں اور پھر اس پر شہادتیں بھی

پیش ہوئیں حضرت معاویہ نے انہیں سزائے موت دیکر کیفر کردار کو پہنچا دیا، ہر دو فریق نے اپنے اپنے مزعومات پر عمل کیا ہے، دونوں اپنے اپنے کردار پر مسرور اور شاید دونوں ہی عنداللہ ماجور ہوں۔

عاقل بجز دنازاں مجنوں بجنوں　　　کل حزب بما لدیھم فرحون

سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ سے ہم عصر صحابہ و تابعین نے کیا تاثر لیا ہے حجر ابن عدی کی بغاوت جتھہ بندی اور حکومت وقت کے ساتھ اس کا محاربہ اور تصادم متعدد اصحاب کی شہادتیں بھی ان کے سامنے تھیں انہوں نے حجر ابن عدی کو مطعون کیا یا زیاد کو ملعون جانا۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے حکم کی تحسین کی ہے یا ان پر تنکیر کی ہے۔

اہل سنت والجماعت کثر اللہ جماعتہم نے حجر ابن عدی کے قتل کو ایک باغی کا قتل سمجھا یا ایک بے گناہ کا قتل سمجھ کر اسے شہادت سے تعبیر کیا۔ امید ہے، کہ مندرجہ ذیل عبارات میں اس سوال کا کافی و شافی جواب مل جائیگا۔

۱۔ قاضی ابوبکر رح زیاد کے بارہ میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر زیاد کا نسب درست ہے تو صحابہ اس پر لعنت کیوں کرتے ہیں لکھتے ہیں

قلنا انما لعنه لوجهين احدهما لانه اثبت نسبه من هذا الطريق ومن لم يرلعنه لهذا الطريق لعنه لغيره وكان زياد اهلا ان يلعن عندهم بما احدث بعد استلحاق معاويه۔

ہم کہتے ہیں بیشک لعنت کرنیوالوں نے اسپر زیاد پر دو وجہ سے لعنت کی ہے ایک یہ کہ اس نے اپنی نسب کو جو اس طریقہ سے ثابت کیا ہے (یعنی ناجائز طریقہ سے) اور جنہوں نے بطریق المذکور لعنت کو جائز نہ سمجھا وہ دوسری وجہ سے لعنت کرتے تھے کیونکہ زیاد ان کے نزدیک لعنت کے مستحق تھا کہ اس نے استلحاق معاویہ کے بعد بہت سے منکر امور پیدا کئے۔

علامہ محب الدین الخطیب اس عبارت کے تعلیقہ میں لکھتے ہیں :-

واھم ذالک عندھم تسببه فی قتل حجر ابن عدی ۔

کہ لاعنین زیاد کے ہاں اسکی لعنت کا اہم سبب حجر ابن عدی کا قتل ہے ۔

(العواصم من القواصم ص ۲۴۱)

مندرجہ عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک حجر ابن عدی کا قتل ناجائز ہوا اور وہ اسی سبب سے زیاد کو ملعون جانتے تھے ۔

حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :-

کہ حضرت معاویہؓ نے حجر اور اس کے اصحاب کے بارہ میں اپنے مشیروں سے مشورہ بھی طلب کیا تھا۔ بعض نے ان کے قتل کا مشورہ دیا اور بعض نے کہا انہیں مختلف شہروں میں متفرق کر دیں۔ حضرت معاویہؓ نے دوبارہ زیاد سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا اگر عراق کی حکومت درکار ہے تو انہیں قتل کر دیں، تب حضرت معاویہ نے ان کے قتل کا حکم دیا، تاہم بعض اشخاص ان میں سے بوجہ طلب معافی اور بعض ان میں سے بوجہ سفارش رہا کر دیئے گئے۔ صرف چھ اشخاص قتل ہوئے۔ سب سے پہلا شخص جو قتل کیا گیا وہ حجر ابن عدیؓ تھے (البدایہ والنہایہ ص ۵۲ ج ۸)

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے امراء وزراء میں سے ایسے اشخاص بھی تھے، جو انہیں قتل کر دینے کے حق میں نہ تھے۔ زیاد کے اصرار پر جب حضرت معاویہ نے قتل کا حتمی فیصلہ کیا، پھر بھی بعض کو بنا بر سفارش رہا کر دیا گیا۔

۲۔ یزید ابن اسد صحابی ہیں، ابن سعد نے انہیں چوتھے طبقے کے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت معاویہ کے طرفدار تھے، صفین میں ان کے ساتھ تھے انہوں نے بھی منع کیا تھا کہ حجر ابن عدی کو قتل نہ کریں۔ چنانچہ جب حضرت معاویہ مرض الموت میں مبتلا تھے اور

آخری وقت تھا، عبداللہ ابن یزید ابن اسد عیادت کے لئے حاضر ہوئے دیکھا کہ امیر المومنین سخت گھبراہٹ میں ہیں تو عرض کیا، امیر المومنین "ما یجزعک ان مت فالی الجنۃ" اتنی گھبراہٹ کی کیا وجہ اگر موت آجائے تو جنتی ہے

فقال رحم اللہ اباک انہ کان لنا ناصحا نہانی عن قتل ابن الادبر" یعنی حجر ابن عدیؓ فرمایا اے عزیز اللہ تیرے باپ پر رحم فرمائے وہ ہمارا خیر خواہ تھا مجھے ابن ادبر حجر ابن عدی کے قتل سے منع فرمایا تھا۔

(الاصابہ ترجمہ یزید ابن اسد حرف الیاء القسم اول)

۳۔ حضرت عبداللہ ابن حبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت معاویہؓ کو مشورہ دیا تھا کہ حجر ابن عدی کو معاف کردیں فاشار علی معاویۃ بالعفو عن حجر ابن عدی (تجرید اسماء الصحابہ ص ۳۵)

۴۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا تاثر

فلما بلغ عبد اللہ ابن عمر قتل حجر قام مولیا وقد غلب علیہ النحیب

(تاریخ الاسلام لذہبی ص ۲۸۶ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۵)

جب عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حجر ابن عدی کے قتل کی خبر پہنچی تو کھڑے ہوگئے اور پشت پھیری ضبط نہ کرسکے بے اختیار بلند آواز سے رونے لگے۔

۵۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ طاہرہؓ کے تاثرات

البدایہ والنہایہ ص ۵۵ ج ۸ بروایت امام احمدؒ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو جب حجر ابن عدی اور اسکے اصحاب کی گرفتاری کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً حضرت عبدالرحمٰن ابن الحارث کو یہ پیغام دے کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ انہیں چھوڑ دیں۔

حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں :-

وبلغ الخبر عائشة فارسلت عبد الرحمان ابن الحارث تسأله ان یخلی سبیلهم	حضرت عائشہ صدیقہ رض کو جب حجر ابن عدی کی خبر پہنچی تو عبد الرحمان ابن الحارث کو روانہ کیا کہ معاویہ کو حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب کی رہائی کی سفارش کریں۔

(البدایۃ والنہایۃ صـ۵۲ ج ۸)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں :-

الله الله فی حجر و اصحابه	اے معاویہ حجر اور اس کے ساتھیوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈر۔

(الاصابہ صـ۳۵۵، طبری صـ)

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پیغام پہنچنے سے قبل حجر ابن عدی رض اور اسکے بعض ساتھی جام شہادت نوش کر چکے تھے، روایات میں آتا ہے کہ حضرت معاویہ نے جب اس کے بعد حج کیا یعنی ۵۱ھ میں تو وہ ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے فقالت له اقتلت حجرا۔ سب سے پہلی بات جو ام المومنین کی تھی وہ حجر ابن عدی کے بارہ میں سرزنش کی تھی۔ حضرت معاویہ رض نے عذر خواہی کی، حافظ ابن کثیر رح نے اس مکالمہ پر بہت سی روایات جمع کی ہیں، لب لباب سبھی روایات کا ایک ہی ہے۔ ایک جملہ یہ بھی منقول ہے لولا غلبنا سفهاء نا لکان لی ولمعاویة فی قتله حجر اشان اگر ہمارے سفہا ہم پر غالب نہ آجاتے تو میرا اور معاویہ کا معاملہ قتل حجر ابن عدی میں دگرگوں شان رکھتا۔ (البدایۃ والنہایۃ صـ۵۴ ج ۸)

ایک روایت میں ہے کہ مروان ابن الحکم حضرت معاویہ کے ہمراہ تھا۔

قال دخلت مع معاویة علی ام المومنین عائشة رضی الله عنها فقالت یا معاویة قتلت حجرا و اصحابه وفعلت الذی فعلت اما خشیت ان اخبا لک	مروان الحکم کہتا ہے کہ میں حضرت معاویہ رض کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا انہوں نے فرمایا اے معاویہ تو نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور کیا تو نے جو کچھ کیا تو نہیں

رجلا يقتلك فقال لا اني سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم
(الايمان قيد الفتك لا يفتك مومن)
كيف انا فيما ذالك من حاجتك وامرك
قالت صالح فقال وعني وحجر
حتى نلتقي عند ربنا عزوجل
(كنز العمال ج۳ ص۸۸ البداية والنهاية ج۶ ص۲۶۶ ايضاً ج۸ ص۵۵)

ڈرا اس امر سے کہ میں کوئی مرد پوشیدہ کردوں جو
تجھے قتل کردے حضرت معاویہ رض نے کہا نہیں میں نے آنحضور
سے سنا کہ ایمان دھوکے کی ضد ہے اور مومن دھوکہ
نہیں دیتا۔ آپ بتائیں کہ میں اس کے ماسوائے
آپ کی حاجات اور معاملات میں کیسا ہوں۔ فرمایا
اچھا ہے پس کہا حضرت معاویہ نے آپ مجھے اور حجر کو
چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم اپنے رب کے پاس ملاقات کریں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے تاثرات کے سلسلے میں ہم نے اطناب سے کام لیا ہے اسلئے کہ ایک محترم نے جن کے قلم کا خاصا وقار اور احترام ہے لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین رض بھی حجر رض کو باغی ہی سمجھتی تھیں لیکن صرف وہ ان کے قتل کے حق میں نہیں تھیں، ان کا خیال تھا کہ وہ قید کردیئے جاتے، مندرجہ بالا عبارات سے ام المومنین رض کے تاثرات و نظریات بالکل واضح اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے نظریہ کے مطابق بات کرنے کا حق ہے۔ وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے خیال میں حجر ابن عدی رض باغی تھے اور انکی سزا موت تھی، جو فیصلہ حضرت معاویہ رض نے کیا ہے وہ حق ہے اور ام المومنین رض کے تصورات نادرست ہیں، وہ حقائق سے ناآشنا تھیں لیکن ام المومنین رض کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو خوب تھا۔ امانت و دیانت کا تقاضا تو یہی ہے۔ والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔

۶۔ حضرت معاویہ ابن خدیج رضی اللہ عنہ کا تاثر

لما قتل حجر ابن الادبر واصحابه
بلغ معاويه ابن خديج وهو بالافريقه

جب حجر ابن عدی اور اسکے ساتھی قتل کئے گئے
تو معاویہ ابن خدیج کو ان کی خبر قتل پہنچی پس وہ

فقام فی اصحابہ فقال یا اسفاہ فی الرحم واصحابی وجیرانی انقاتل لقریش فی الملک حتی اذا استقام لھم فعوا یقتلونا الخ

اپنے اصحاب میں کھڑے ہو گئے پس کہا ہائے میری بدبختی صلہ رحمی اور اصحاب اور جوار کے بارہ میں کہ ہم قریش کیلئے انکی بادشاہت کیخاطر لڑیں جب انکی حکومت قائم اور محکم ہوجائے تو وہ ہمیں قتل کرنا شروع کردیں۔

(تاریخ الاسلام لذہبی صـ ۳۱۷ ج ۲)

حضرت معاویہ ابن خدیج رض کی صحبت میں تو اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ صحابی ہیں، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ صحابی علی قول الاکثرین وذکرہ ابن حبان فی التابعین والاصح الاول کہ اکثر محدثین کے قول کے مطابق صحابی ہیں، ابن حبان نے انہیں تابعین میں ذکر کیا ہے اور زیادہ صحیح قول پہلا ہی ہے کہ وہ صحابی ہیں۔ نیز حافظ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ کان عثمانیاً فی ایام علی ببلاد مصر ولم یبایع علیا بالکلیۃ حضرت علی رض کے دور خلافت میں یہ مصر میں تھے اور عثمانی تھے۔ حضرت علی کی بیعت بالکل نہیں کی۔ (البدایہ والنہایہ صـ ۶۱ ج ۸)

مقصود یہ ہے کہ جس شخص نے عثمانی ہونے کی وجہ سے زندگی بھر حضرت علی رض کی بیعت نہ کی ہو اور بنی امیہ کا زبردست حامی ہو۔ امیر معاویہ کی طرف سے افریقہ کا حاکم ہو وہ اگر حجر ابن عدی کے قتل پر اتنا متاثر ہو تو دوسرے لوگوں کی ناگواری کا اندازہ آپ لگالیں۔

۔ حضرت ربیع ابن زیاد ابن عوف کی درد انگیز اور عبرت خیز اثر پذیری

انہیں جب حجر ابن عدی کے قتل کی خبر پہنچی تو سخت متاسف ہوئے حزن و ملال کا یہ عالم تھا کہ دنیا سے طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ یہاں تک کہ جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں دعا مانگتا ہوں آپ آمین کہیں، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔

انی داع فامنوا ثم رفع یدیہ

میں دعا مانگتا ہوں آپ آمین کہیں پھر دونوں

وقال اللھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک عاجلا وامن الناس ثم خرج فما توا شراف ثیابہ حتی سقط فحمل الی بیتہ ومات من یومہ

ابن خلدون ص۱۳ ج ۲ تجرید اسماء صحابہ ص۱۸۹ ج ۱

(بادنی تغیر الاستیعاب)

ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ اگر میرے تیرے ہاں خیر وبھلائی ہے تو مجھے قبض کرلے اور جلدی ہی قبض کرے لوگوں نے آمین کہی پھر نکلے اپنے کپڑے بھی درست نہیں کرپائے تھے کہ گر پڑے۔ انہیں اٹھا کر گھر لایا گیا اسی روز فوت ہو گئے۔

حضرت حسن بصری اور محمد ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال

حضرت حسن بصری ؒ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ حضرت معاویہ ؓ پر چار چیزوں میں نعمت کیا کرتے تھے۔ اسی قول کی بنا پر ہم چار چیزوں کی تنقیح کے درپے ہوئے ہیں حجر ابن عدی کے قتل کے بارے میں مختلف روایات مختلف الفاظ میں منقول ہیں استیعاب کی ایک روایت میں جو حسن بصری سے منقول ہے انہوں نے کہا ددیل عن قتل حجراً واصحابہ (الاستیعاب ص۱۳۵ ج ۱) محمد ابن سیرین سے جب ان دو رکعتوں کے متعلق سوال کیا جاتا تھا، جو بوقت قتل مقتول پڑھتا ہے تو جواب میں ارشاد فرماتے ہیں صلاھا حبیب وحجر وھما فضلان کہ یہ دو رکعتیں حضرت حبیب ؓ وحضرت حجر ؓ ابن عدی نے پڑھی تھیں وہ صاحب فضیلت تھے۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ ص۳۵۶ ج ۱)

امام سرخسی مبسوط میں تصریح فرماتے ہیں:۔

ویصنع بہ اھل العدل ما یصنع بالشھید فلا یغسلونہا ویصلی علیھم وھکذا فعل علی ممن قتل من اصحابہ وبہ

اور اہل عدل کے مقتولین سے وہ معاملہ کیا جاتا جو شہداء سے کیا جاتا پس انہیں غسل نہیں دیا جاتا اور ان پر نماز جنازہ پڑھی جاتی اور

ادمنی عمار، ابن یاسر وحجر ابن عدی وزید ابن صوحان

ایسے ہی حضرت علیؓ نے اپنے ان اصحاب کے ساتھ کیا جو ان کی بیعت میں قتل کئے گئے اور اسی کے ساتھ حضرت عمار اور حجر ابن عدی اور زید ابن صوحانؓ کو بیعت کی۔

مبسوط السرخسی ص ۱۳۱ ج ۱

غور کیا آپ نے کہ اکابر امت حجر ابن عدیؓ کے طرز عمل کو دین کے مسئلہ پر بطور حجت پیش کرتے رہے۔

تیسری چیز جس کی وجہ سے حضرت معاویہ پر نکیر کی گئی وہ ان کا حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔

قتالہ علیاً

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے جب حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ بعض عمال کو معزول کر کے ان کی جگہ دوسرے عامل مقرر فرمائے۔ حضرت امیر معاویہؓ جو شام کے والی تھے انہیں بھی معزولی کا حکم دے کر ان کی جگہ دوسرا عامل مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ مگر حضرت معاویہؓ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک قاتلین عثمان کا قصاص نہیں لیا جائیگا ہم بیعت نہیں کریں گے۔ اسطرح شام کا پورا علاقہ مرکز سے کٹ گیا۔ قصاص دم عثمان کے مطالبہ نے اور بہت سے لوگوں کو بدل کر دیا مطالبۂ قصاص کے نام پر حضرت علیؓ سے دو جنگیں کی گئیں۔ پہلی جنگ جنگ جمل کہلاتی ہے۔ جس میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر نے حضرت علیؓ سے جنگ کیا۔ اس جنگ میں ام المومنین چونکہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر بحیثیت امیر شریک ہوئیں اسلئے اس جنگ کو جنگ جمل کہا جاتا ہے۔ جمل عربی زبان میں اونٹ کو کہتے ہیں، دوسری جنگ، جنگ صفین کہلاتی ہے، جو صفین کے مقام پر حضرت علیؓ

اور حضرت معاویہؓ کے مابین واقع ہوئی۔ دوسری جنگ میں حضرت معاویہؓ کے لشکر نے نیزوں پر قرآن کریم کو آویزاں کر کے اس امر کی دعوت کی کہ جو فیصلہ ہمارے درمیان قرآن کریم کرے ہمیں منظور ہے۔ حضرت علیؓ نے اسے حتیٰ تفیئی الی امر اللہ پر محمول فرما کر جنگ کو روکنے کا حکم فرما دیا۔ دونوں طرف سے حکم مقرر ہوئے جسے تحکیم کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

جنگوں کا پس منظر

ان جنگوں کا پس منظر، پیش منظر، حقیقی اسباب و علل اور وجوہات کا پیش کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی جنگ جمل سے بحث کرنا ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ تمام امور بالتفصیل ہماری زیر تصنیف کتاب "الحسنین رضی اللہ عنہما" کے دوسرے حصہ میں زیر بحث آئیں گے۔ یہاں صرف جنگ صفین میں جو مقابلہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین ہوا اس میں اہل سنت والجماعت کے موقف کی تشخیص کرنی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے اس سلسلے میں بہت سے اقوال جمع کیے ہیں، بعض اقوال یہ ہیں۔ فرماتے ہیں :-

فلا ریب انہ اقتتل العسکران عسکر علی و معاویہ بصفین ولم یکن معاویہ ممن یختار الحرب ابتداء بل ھو من اشد الناس حرصاً ان لا یکون قتال وغیرہ کان احرص علی القتال منہ، وقتال صفین للناس فیہ اقوال	بے شک جنگ دو لشکروں کے درمیان حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے لشکر میں صفین میں واقع ہوئی اور حضرت معاویہ ابتداء جنگ کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ شدید ترین اس مسئلہ پر تھے کہ جنگ نہ ہو۔ دوسرا فریق یعنی حضرت علیؓ حریص ترین تھے۔ جنگ پر۔ اور جنگ صفین کے بارے

منهم من يقول كلاهما كان مجتهداً مصيباً ومنهم من يقول على هو المصيب ومعاوية مخطی ومنهم من يقول كان الصواب ان لا يكون قتال وكان ترك القتال خيراً للطائفتين فليس في الاقتتال صواب لكن على اقرب الى الحق من معاوية	میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ دونوں فریق مجتہد مصیب تھے (یعنی حق پر تھے) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف حضرت علیؓ حق پر تھے۔ حضرت معاویہ مجتہد مخطی تھے یعنی انہوں نے حق کا قصد کیا لیکن حق کو نہ پا سکے بعض لوگ کہتے ہیں صواب یہ تھا کہ قتال نہ ہو ترک قتال فریقین کیلئے خیر تھا قتال میں کچھ خیر نہیں (یعنی دونوں فریق قتال کرنے میں حق پر نہ تھے) لیکن حضرت علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے بہ نسبت معاویہ کے۔
(منہاج السنۃ ص۲۱۹ ج ۲)	

اس کے بعد امام موصوف نے بعض ناقابل اعتماد اقوال کا تذکرہ بھی کیا مثلاً یہ کہ مروانی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ حق پر تھے اور حضرت علی ظالم تھے۔ امام موصوف نے ایک قول کا تذکرہ نہیں کیا جو کتابوں میں مذکور ہے وہ قول مروانیوں کے قول کے بالکل برعکس ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ فاسق تھے۔ شاید جس قول کو بعض معتزلہ کیطرف منسوب کیا ہے (کان معاویہ فاسقا دون علی) اس سے بھی مراد یہی ہو کہ معاویہ فاسق تھے اور حضرت علی فاسق نہیں تھے۔

پہلا قول کہ دونوں فریق حق پر تھے بوجوہ صحیح نہیں ہے۔

اسلئے کہ اس کی بنیاد مسئلہ تعدد حق پر ہے کہ اختلافی مسائل میں حق متعدد ہو سکتا ہے اور ہم مقدمہ میں تبلا چکے ہیں "وحدۃ الحق حق"، کہ اہل سنت کے نزدیک حق صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ تعدد حق کا قول معتزلہ کا ہے۔

معتزلہ جو تعدد حق کے قائل ہیں اور "کل مجتہد مصیب" ان کا عقیدہ ہے وہ بھی حضرت علیؓ کو برحق مانتے ہیں اور حضرت معاویہؓ کو معاذ اللہ فاسق کہتے ہیں۔

"کل مجتہد مصیب" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل مجتہد مصیب الاجر کہ ہر مجتہد اجر و ثواب کا حقدار ہے خواہ حق کو پا نہ سکے۔

دوسرا قول:۔ کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ مجتہد مخطی تھے یہ بعض اہل سنت کا قول ہے۔

تیسرا قول:۔ خود امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں یہی قول امام احمد بن حنبلؒ اور بعض صحابہؓ کا تھا۔ حضرت امام نے اس قول کے اصح ہونے پر دلائل دیئے ہیں، زیادہ واضح دلیل یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے متعلق فرمایا تھا کہ (تمرق مارقۃ علیٰ حین فرقۃ من المسلمین تقتلہم اولی الطائفتین بالحق) کہ جب مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک گروہ دین سے بالکل خارج ہو جائیگا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو فریق انہیں قتل کرے گا حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا استدلال یہ ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے حق یہ ہے کہ قتال نہ ہوتا پس وہ صحابہ برحق تھے جنہوں نے اس قتال میں حصہ نہیں لیا اور قتال کرنیوالے فریقین میں سے حضرت علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے کیونکہ انہوں نے ہی خوارج سے قتال کیا تھا اور انہیں قتل کیا۔

شیخ الاسلام کے علو مقام کے پیش نظر کچھ کہنے کی ہمت اور سکت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے خلاف لب کشائی بڑی جسارت ہے، تاہم راقم السطور ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ہم ان کے مسلک کو چند وجوہ کی بنا پر قبول کرنے سے معذور ہیں۔

اولاً: اسلئے کہ امام ابن تیمیہؒ کا قول ناقض لنفسہٖ ہے کیونکہ حضرت امام نے مندرجہ بالا عبارت میں اپنے نقطہ نظر کی توضیح کرتے ہوئے تین چیزوں کی تصریح کی ہے:۔

۱۔ حضرت معاویہؓ قتال کو پسند نہیں فرماتے تھے اور حضرت علیؓ قتال پر حریص تھے
۲۔ حق اور صواب قتال میں نہیں تھا، حق اور صواب یہ تھا کہ قتال نہ ہو اسلئے وہ
وہ صحابی حق پر تھے جنہوں نے قتال میں حصہ نہیں لیا اور حضرت علیؓ، حضرت
معاویہؓ اور ان کے اتباع جنہوں نے قتال میں حصہ لیا وہ حق پر نہ تھے۔
۳۔ حضرت علیؓ اولی بالحق ہیں کیونکہ ان کی اولویت پر صادق المصدوق پیغمبر
صلوات اللہ علیہ کی پیشینگوئی شاہد ہے۔

مجھے امام صاحب کے یہ اقوال متضاد معلوم ہوتے ہیں اسلئے کہ جب قتال میں
صواب نہیں تھا، صواب ترکِ قتال ہے جس کے نتیجہ میں وہ اصحاب برحق تھے
جنہوں نے قتال میں حصہ نہیں لیا اور وہ حق پر نہ تھے جنہوں نے قتال میں حصہ
لیا تو اس قضیہ کا تقاضا یہ ہے کہ جو فریق حق پر نہ تھے (یعنی حضرت معاویہؓ و
حضرت علیؓ) کیونکہ انہوں نے قتال میں حصہ لیا۔ ان میں سے جو فریق قتال کو ناپسند
کرتا تھا وہ اقرب الی الحق ہوتا اور جو قتال پر شدید ترین حریص تھا وہ ابعد عن الحق
ہوتا وذالک ظاہر لیکن حضرت امام نے اس کے برخلاف تیسرے قول میں
حضرت علیؓ کے اولی بالحق ہونیکی تصریح کی ہے اور صحیح بخاری کی روایت سے
استدلال بھی کیا ہے۔

ثانیاً اسلئے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے استدلال کا مدار اس روایت کے لفظ
"اولی الطائفتین بالحق" پر ہے۔ یہ صیغہ اسم تفضیل کا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ دونوں حق پر
نہ تھے۔ حضرت علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے اور معاویہؓ بھی قریب تھے مگر اقرب
الی الحق حضرت علیؓ تھے۔ لیکن "اولی بالحق" کا معنے از روئے محاورہ عرب برحق
کے بھی آتے ہیں (ھو اولی بکذا، اے احق المنجد ص ۱۰۲۱)
نیز وزن افعل کا کبھی کبھی زیادتی صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور

اس کے بالمقابل افعل کا وزن ہی استعمال ہوتا ہے۔ رضی نے یہ قانون اس صیغہ افعل کے لئے لکھا ہے جو ہر سہ وجوہ استعمال سے مجرد ہو یعنی اس پر الف لام نہ ہو، وہ مضاف بھی نہ ہو اور اسکا استعمال من سے بھی نہ ہو۔ لیکن مندرجہ ذیل آیات پر غور کرنے سے ناظرین اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے جو راقم السطور نے اخذ کیا ہے:۔

۱۔ ای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون — الانعام

حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کونسا فریق یعنی موحد یا مشرک امن کا مستحق ہے۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو یہاں احق بالامن سے مراد مطلقاً امن کا حقدار ہے ورنہ مشرک تو بالکل امن کا حقدار نہیں اسلئے علامہ کازرونی اس آیت کی تفسیر میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مشرک بالکل امن کا حقدار نہیں تو لفظ احق کا کیوں استعمال ہوا؟ اس سے معلوم ہوا مشرک بھی حقدار بن گئے لیکن مومن زیادہ حقدار ہے۔

والمراد من الاحق الحقیق " وانما بالاحق للمبالغۃ حاشیہ بیضاوی ج ۲ ص ۱۹۶

بمعنی " الحقیق بالامن ای کامل الاستحقاق بہ یعنی یہاں احق سے مراد تفضیل نہیں مطلق صفت حقیق ہے لیکن الاحق مبالغہ کے لئے استعمال ہوا۔ یعنی کامل درجہ کا مستحق۔

یہی حال " اولی الناس بالحق " کا ہے حق پر ثابت علی وجہ الکمال حضرت علیؑ تھے۔

۲۔ اولئک شر مکانا و اضل عن سواء السبیل — سورہ

وہ ملعونین مرتبہ کے لحاظ سے زیادہ شریر اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں " المراد من صیغتی التفضیل الزیادۃ مطلقا

لا بالاضافة الى المومنين فى الشرارة والفضيلة بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۱

یعنی یہاں دو صیغے اسم تفضیل کے "شرٌّ" "اضلّ" استعمال ہوئے ہیں، وہ مطلق زیادتی کے لئے استعمال ہوئے ہیں مومنین کی نسبت سے زیادتی مقصود نہیں ہے (کیونکہ مومنین تو خیر اور ہدایت پر ہیں ان میں اصلاً شرارت اور ضلالت ہے ہی نہیں)۔

۲- يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل (سورۃ منافقون)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدبخت منافقین عبداللہ ابن ابی اور انکے اتباع کا مقولہ نقل فرمایا ہے"

وہ بدزبان کہتے تھے کہ جب ہم واپس لوٹے تو جو ہم میں اعز (زیادہ عزت والے ہیں) وہ اذل (زیادہ ذلیل کو) شہر سے نکال دیں گے۔ اعز سے مراد اپنے نفس کو لیتے تھے اور اذل سے کنایہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی جماعت کا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ۔ یہاں بھی "اعز" اور "اذل" دونوں صیغے افعل کے فی ذاتہ زیادتیٔ عزت اور زیادتیٔ ذلت کیلئے استعمال ہوئے" ذالک ظاھرٌ

۴- فتبارك الله أحسن الخالقين پس بابرکت ہے، احسن الخالقین (سورۃ مومنات)

یہاں بھی صیغہ افعل کا استعمال ہوا ہے۔

الحاصل مندرجہ بالا ضابطے کے تحت روایت بخاری کی رو سے حضرت علیؓ اور ان کے متبعین سارے صحابہؓ کی نسبت سے زیادہ حق پر مستقیم تھے اور بالمقابل صحابہؓ حق پر نہ تھے اگرچہ تمام صحابہؓ نے حق کا ہی قصد کیا تھا تعجب ہے، امام ابن تیمیہؒ کے لئے انہوں نے یہ مسلک کیسے اختیار کیا ہے، اور اس سے زیادہ قابل تعجب ان کا اس روایت سے استدلال کرنا ہے۔ اگر خوارج سے

قتال کرنا قابل ستائش عمل ہے اور یقیناً ہے، کیونکہ آنحضور نے فرمایا ہے اگر
میں خود ہوتا تو لاقاتلنہم قتل عادٍ وثمود صحیح بخاری ص ۲۰۲ و ۲۴۳،
تو جن لوگوں نے خوارج سے قتال نہ کیا وہ برحق کیسے ہو گئے؟ اور جس
نے خوارج سے قتال کیا اور شارع علیہ السلام کے منشا کو پورا کیا کیوں
حق پر نہ ہوں۔؟

ثالثاً اسلئے کہ جن صحابہ نے قتال میں حصہ نہیں لیا تھا، ان میں سے جن
بعض صحابہؓ پر جب حقیقت منکشف ہو گئی تو انہوں نے ندامت کا اظہار کیا تھا
مثلاً بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تاءخرعن القتال
مع علی پر تاسف کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

قال ابن عمر ما اجدنی آسٰی علی شیئ الا انی لم اقاتل الفئۃ الباغیۃ مع علی

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے مجھے کسی چیز کا افسوس نہیں مگر صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ حضرت علیؓ کی معیت میں دباغی گروہ سے قتال نہ کر سکا

تطہیر الجنان ص ۲۳ مجمع الزوائد ص ۲۴۲ ج ۷،
اسد الغابہ ص ۲۲۹

راسی طرح بعض دیگر صحابہؓ سے منقول ہے مثلاً سعد بن ابی وقاصؓ
اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں" رجالہ رجال الصحیح بحوالہ تفسیر قرطبی۔
د تطہیر الجنان ص ۳۳ مجمع الزوائد بحوالہ المذکورۃ الصدر ص

رابعاً: اسلئے کہ امام ابن تیمیہؒ کا اختیار کردہ مسلک جمہور اہل السنت کیخلاف ہے
جمہور اہلسنت متفق ہے کہ علیؓ حق پر تھے پھر معاویہؓ کے بارہ میں مختلف ہو گئے

اہل السنت کے اس بارہ میں دو قول ہیں

۱: پہلا قول:۔ وہی ہے جسے امام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے جس کا تذکرہ ہم نے
دو سرے نمبر پر کیا ہے کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں اور حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور

خطا ان کی اجتہادی ہے (یعنی انہوں نے حق کا قصد کیا لیکن خطا کر گئے، حق کو نہ پا سکے، بہر حال عند اللہ ماجور ہیں، اس قول کے قائلین بہت سے محققین ہیں، ان میں سے بعض مشاہیر کے اسمائے گرامی مع ان کی عبارات کے ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :-

انما اختلف اجتہادھم فی الحق وسفہ کل واحد نظر صاحبہ باجتہادہ فی الحق فاقتتلوا علیہ وان کان المصیب علیا فلم یکن معاویۃ قائما فیہا بقصد الباطل انما قصد الحق و اخطاء (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۵)

بیشک طلب حق میں ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا اور ہر طائفہ نے دوسرے کی رائے کو غلط قرار دیا پس دونوں فریق نے جنگ کیا اگرچہ مصیب حضرت علی رض تھے اور حضرت معاویہ رض نے باطل کا قصد نہیں کیا قصد تو حق کا کیا تھا مگر خطا کر گئے۔

۲۔ قاضی ابو بکر رح فرماتے ہیں :-

اما الصواب فیہ فمع علی (العواصم من القواصم ص)

لیکن صواب اس جنگ میں (جنگ صفین میں) حضرت علی رض کے ساتھ تھا۔

حضرت امیر معاویہ رض کے متعلق بہت طویل کلام ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں حضرت علی رض پر خروج کرنے کا حق نہیں تھا پس وہ خروج کرنے میں باغی تھے جیسا کہ "قتل عمار" والی روایت میں اس طرف اشارہ موجود ہے مگر چونکہ انہوں نے قصد بغاوت نہیں کیا اجتہاد کیا ہے اور مجتہد مخطی بھی اجر و ثواب کا حقدار ہے (ملخص من العواصم والقواصم ص ۱۶۳ تا ۱۷۱)

۳۔ حافظ ابن کثیر رح ارشاد فرماتے ہیں :-

ثم کان ما کان بین علی ومعاویۃ

پھر ہوا جو کچھ ہوا بین علی رض اور معاویہ رض

بعد قتل عثمان رضی اللہ عنہ علی سبیل الرای والاجتہاد جری بینھما قتال عظیم کما قدمنا و کان الحق والصواب مع علی ومعاویۃ معذور عند جمہور العلماء سلفا وخلفا

بعد قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے اور ان کے مابین علی سبیل الرای والاجتہاد قتال عظیم واقع ہوا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور حق اور صواب حضرت علی رض کی جانب تھا اور حضرت معاویہ رض جمہور علماء کے نزدیک معذور تھے۔

البدایہ والنہایہ ص۱۳۶ ج ۸

۴۔ علامہ ابن حجر المکی الہیثمی تحریر فرماتے ہیں :-

انما قاتلھم مع ذالک لان البغاۃ یجب علی الامام قتالھم وھؤلاء بغاۃ

حضرت علی رض نے ان مخالفین کے ساتھ اس لئے قتال کیا کہ وہ باغی تھے امام کیلئے ان کیساتھ قتال واجب تھا جب کہ وہ باغی تھے۔

تطہیر الجنان ص۲۰

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

کما کان الدلیل الظاہر مع علی کان ھو الامام الحق ومعاویۃ باغیا علیہ وان کان معذورا

جب کہ غالب حجت حضرت علی رض کے ساتھ تھی وہی امام حق تھے اور حضرت معاویہ رض ان پر بغاوت کرنیوالے تھے اگرچہ وہ اس بغاوت میں معذور ہی ہیں۔

ص۳۲

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

فعلی رضی اللہ عنہ مجتہد مصیب فلہ اجران بل عشرۃ اجور کما فی روایۃ ومقاتلوہ عائشۃ وطلحۃ

پس حضرت علی رض مجتہد مصیب تھے ان کے دو اجر ہیں بلکہ دس اجر جیسا کہ ایک روایت میں ثابت ہے اور انکے ساتھ جنگ کرنیوالے حضرت عائشہ

والزبیر و معاویۃ وعمرو ابن العاص ومن تبعھم من الصحابۃ الکثیرین من اھل بدر وغیرھم مجتھدون غیر مصیبین فلھم اجر واحد وھم بغاۃ علی علی

طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ اور ان کے کثیر متبعین بدریین وغیرہم رضی اللہ عنہم مجتہد غیر مصیب تھے پس ان کے لئے ایک اجر ہے اور وہ حضرت علی پر بغاوت کرنیوالے تھے۔

تطہیر الجنان ص ۳۷

۵۔ امام نووی شارح مسلمؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

وکان علی ھو المحق المصیب فی ذالک الحرب وھذا مذھب اھل السنۃ (نووی حاشیہ مسلم ص ۳۹۰ ج ۲)

اس جنگ میں حضرت علیؓ المحق المصیب تھے، اہل السنت کا یہی مذہب ہے۔

قال العلماء ھذا الحدیث حجۃ ظاھرۃ فی ان علیا رضی اللہ عنہ کان محقا مصیبا والطائفۃ الاخری بغاۃ لکنھم مجتھدون فلا اثم علیھم لذالک

علماء نے کہا یہ حدیث غالب حجت ہے کہ حضرت علیؓ محق مصیب ہیں اور دوسرا طائفہ باغیوں کا ہے لیکن چونکہ وہ مجتہد ہیں اسلئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

نووی حاشیہ مسلم ص ۳۹۶

۶۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی

محاربان حضرت امیر کرم اللہ وجہہ بر خطا بودہ اند وحق بجانب امیر بودہ لیکن چوں ایں خطا خطاء اجتہادیست از ملامت دور است (مکتوبات امام ربانی ص ۲۲ ج ۲)

حضرت علیؓ سے جنگ کرنیوالے خطا پر تھے اور حق حضرت کی طرف تھا لیکن جبکہ یہ خطا خطاء اجتہادی ہے ملامت سے دور ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں :-

چوں محاربان حضرت امیر باغیان مؤول اند وصاحب رائے و اجتہاد مخطی باشند از طعن و ملامت واز تفسیق و تکفیر دور اند (مکتوبات ۱۷۲ ج ۲)

اور چونکہ حضرت امیر یعنی علی المرتضیٰ کے ساتھ جنگ کرنیوالے تاویل کرنیوالے باغی تھے اور اصحاب رائے والا اجتہاد تھے اگرچہ اپنے اجتہاد میں خطا کر گئے طعن و ملامت اور تفسیق و تکفیر سے دور ہیں۔

۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی رائے مبارک

امیر معاویہؓ کا مجتہد مخطی ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی شبہ سے متمسک تھے اگرچہ میزان شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود ہے یہ شبہ وہی تھا جو اصحاب جمل کو پیش آیا۔ (ازالۃ الخفاء اردو ص ۵۵۱ ج ۲

۸۔ الشیخ عبدالغنی المحدثؒ الدہلوی المدنی کی تحقیق۔

حضرت الشیخ ابن ماجہ کی ایک روایت (جو حضرت عمار بن یاسر کی منقبت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمار ما عرض علیہ الامران الا اختار الارشد منہما

کہ حضرت عمارؓ پر جب کبھی دو امر پیش کئے جائیں وہ ارشد ہی کو اختیار کیا کرتے ہیں کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فی ھذا الحدیث دلیل علی ان الرشد مع علی رضی اللہ عنہ فی خلافتہ وان معاویۃؓ اخطاء فی اجتھادہ ولم یکن علی الرشد لان عمارؓ اختار موافقۃ علیؓ وکان معہ

اس روایت میں دلیل ہے کہ حضرت علیؓ اپنی خلافت میں راشد اور حضرت معاویہؓ اپنے اجتہاد میں خطا کر گئے اور وہ رشد پر نہ تھے کیونکہ حضرت عمارؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رفاقت کو صفین

یوم صفین حتی استشهد فی ذالک الحرب (انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ ص۱۴)	میں اختیار کیا تھا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

۹۔ مولانا عبدالعزیز ملتانی ارشاد فرماتے ہیں:۔

والصحابۃ الاربعۃ (طلحۃؓ زبیرؓ ام المومنین عائشۃؓ معاویۃؓ) مجتھدون فی الحرب مخطؤن وعلی مجتھد مصیب (ناھیہ عن ذم معاویہ ص۵)	اور چار صحابہ یعنی (حضرت طلحہ، زبیر ام المومنین عائشہ، معاویہ رضی اللہ عنھم) حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے میں خطا پر تھے اور حضرت علی مجتہد مصیب تھے۔

۱۰۔ مولانا احمد علی صاحب محشی بخاری کی رائے مبارک:۔

روایت بخاری کے ایک جملہ دعوا ھما واحد کے تحت حاشیہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"دعوا ھما واحد" ای تدعی کل واحدۃ انما علی الحق وخصمھا مبطل کما کان بین علی ومعاویہ وکان علی ھو المصیب ومخالفہ مخطی معذور (حاشیہ بخاری ص۵۰۹)	دعوا ھما واحد) یعنی ہر ایک جماعت اس بات کی مدعی تھی کہ وہ حق پر ہے اور اس کا بالمقابل گروہ باطل پر ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین معاملہ ہوا، حضرت علیؓ ہی اس میں مصیب تھے اور ان کا مخالف خطا پر تھا لیکن معذور تھا۔

۱۱۔ ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں:۔

ومما یدل علی صحۃ اجتھادہ وخطاء معاویہ فی مرادہ ما صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حق عمار ابن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیۃ (شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص۷۹)	وہ دلیل جو حضرت علی کے اجتہاد کی صحت اور حضرت معاویہ کی خطا پر دلالت کرتی ہے وہ صحیح روایت ہے جو آنحضورؐ نے عمار ابن یاسر کے حق میں فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا

۱۲۔ عبدالشکور السالمیؒ اہل السنت کے موقف کی ان الفاظ میں توضیح فرماتے ہیں:۔

قال اہل السنت والجماعۃ بان معاویۃ ومن تابعہ من الصحابۃ فی حال حیوٰۃ علی رضی اللہ عنہ کانوا مخطئین فی دعوی الامارۃ والبیعۃ معہ باغیین بالمقاتلۃ مع علی وانما قلنا انھم کانوا مخطئین لانھم اجتھدوا فی محل الاجتھاد لا فی وقت الاجتھاد۔

(تمہید عبدالشکور السالمی ص۱۸۲)

کہ اہل سنت والجماعت نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے متبعین صحابہ حضرت علی کی زندگی میں دعویٰ امارت اور بیعت میں خطاکار تھے اور حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنے میں باغی تھے بیشک ہم نے یہ قول اسلئے اختیار کیا ہے کہ انہوں نے محل اجتہاد میں اجتہاد کیا مگر اجتہاد کے وقت اجتہاد نہیں کیا۔

۱۳۔ سلیمان ابن سحمان (الہدایۃ السنیۃ) میں الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب سے نقل فرماتے ہیں :۔

وھم (معاویۃ واصحابہ فی ذالک مخطئون بالاجماع واستمروا فی ذالک الخطا حتی ماتوا (الہدایۃ السنیۃ ص۳۵)

کہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی حضرت علی کے مقابلہ میں خطا پر تھے اور اسی خطا پر مرتے دم تک قائم رہے۔

جمہور اہل السنۃ کا دوسرا قول

۱۔ کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافت علیؓ میں وہ ملک جائر تھے۔

اس قول کے قائلین مندرجہ ذیل اکابر امت ہیں :۔

۱۔ حضرت علی المرتضٰے کا قول :۔ خود حضرت علیؓ کا قول منقول ہے کہ انہوں نے

غیر جانبدار صحابہؓ کے متعلق فرمایا تھا :-

اولئک قوم قعدوا عن الحق ولم یقوموا مع الباطل

(الریاض النضرہ ص۲۲۳ ج ۲ الاستیعاب تحت الاصابہ ص۵۵ ج ۳ فتاوی عزیزی ص۶۱)

۲۔ حضرت عمار بن یاسر کا قول : امام بیہقی روایت کرتے ہیں :-

ان عمارؓ قال لا تقولوا اھل الشام کفروا ولکن قولوا فسقوا او ظلموا
(بیہقی ص۱۷۴ ج ۸)

کہ حضرت عمار نے یوم صفین میں اہل الشام کے متعلق فرمایا کہ نہ کہو کہ وہ (اہل شام) کافر ہو گئے بلکہ کہو کہ وہ فاسق ہو گئے یا ظالم ہو گئے

عمارؓ ابن یاسر سے دوسری روایت ہے :-

بسند رجاله ثقات - ان عمار احلف ان قوم معاویة لو قاتلوا قوم علی حتی بلغوا بھم سعفات ھجر لما شکوا ان عبیا امامھم الحق وضدہ علی الباطل - مجمع الزوائد ص۲۴۳ ج ۷
(تطہیر الجنان ص۳۲ مسند امام احمد ص۳۱۹ ج ۴)

حضرت عمارؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اگر اصحاب معاویہؓ اصحاب علیؓ سے جنگ کریں یہاں تک کہ ہجر کی چوٹیوں تک بھی پہنچ جائیں تب بھی انہیں اس امر میں شک نہ ہوگا کہ حضرت علیؓ اُن کے برحق امام ہیں اور اسکی ضد باطل پر ہے۔

۳۔ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی "صاحب الہدایہ" لکھتے ہیں :-

ویجوز التقلید من السلطان الجائر کما تجوز التقلید من السلطان العادل لان الصحابة تقلدوا من معاویة والحق بید علی فی نوبته
ہدایہ کتاب ادب القاضی

سلطان جائر سے تقلید جائز ہے، جیسا کہ سلطان عادل سے تقلید جائز ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہؓ سے قضا کا قلادہ قبول کیا تھا، حالانکہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، جبکہ

۴۔ علامہ ابن ہمام رح فتح القدیر میں ہدایہ کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

هذا تصريح بجور معاوية المراد في خروجه لا في اقضيته

فتح القدیر صہ۴۶۱ ج ۵

(صاحب ہدایہ) کی یہ عبارت تصریح ہے حضرت معاویہ رض کے جائر ہونے پر جورِ معاویہ رض سے مراد ان کا حضرت علی رض پر خروج کرنا ہے نہ کہ ان کے فیصلے (یعنی حضرت علی کیساتھ مقابلہ کرنے میں انہوں نے ظلم کیا اور بغاوت کی)

۵۔ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ ارحام فرماتے ہیں :-

تجوز التقلد من القضاء من السلطان العادل والجائر من اهل البغي كان الصحابة رضي الله عنهم تقلدوا من معاوية والحق بيد علي في نوبته والتابعين تقلدوا من الحجاج وكان جائراً افسق اهل زمانه هكذا قال اصحابنا في فتح القدير هذا تصريح بجور معاوية المراد في خروجه لا في اقضيته

(بحر الرائق صہ۲۶۲ ج ۶)

جائز ہے قضا کا قلادہ قبول کرنا سلطان عادل اور جائر سے اہل بغاوت میں سے کیونکہ معاویہ رض سے صحابہ رض نے قلادۂ قضا لے لیا تھا حالانکہ حق حضرت علی رض کے ہاتھ میں تھا اور تابعین نے حجاج سے قلادۂ قضا قبول کیا حالانکہ وہ جائر تھا اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ ظالم تھا ایسے ہی ہمارے اصحاب کا قول ہے فتح القدیر میں ہے کہ جورِ معاویہ رض پر تصریح ہے جور سے مراد ان کا خروج اور بغاوت ہے نہ ان کے فیصلے۔

۶۔ امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی رح لکھتے ہیں :-

لا فرق في جواز التقلد بين ان يكون المولي عادلاً او

اہل قضا کیلئے قلادۂ قضا جائز ہے اور اسمیں کوئی فرق نہیں کہ مولی یعنی قلادہ پہنانے والا

جائزاً فکما جاز من السلطان العادل جاز من الجائر لان الصحابۃ رضی اللہ عنھم تقلدوا من معاویۃ وکان الحق مع علی فی نوبتہ دل علیہ قتل عمار رضہ

(العنایہ برحاشیہ فتح القدیر ص۴۶۱ ج ۵)

حاکم عادل ہو یا جائر پس جیسے سلطان عادل سے قلادۂ قضا حاصل کرنا جائز ہے، اسی طرح سلطان جائر سے بھی جائز ہے کیونکہ حضرات صحابہ رضہ نے حضرت معاویہ رضہ سے عہدۂ قضا لیا تھا حالانکہ حضرت علی کی نوبت میں ان کا ہی حق تھا، شہادت عمار رضہ حضرت علی رضہ کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

۷۔ قاضی خان لکھتے ہیں :-

الامام اذا لم یکن عادلا جاز احکامہ لان الصحابۃ رضہ تقلدوا الاعمال من معاویۃ والحق فی نوبتہ کان مع علی

فتاوی قاضیخان ص۴۲۶

جب امام عادل نہ ہو جب بھی اس کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں کیونکہ صحابہ نے اعمال کا قلادہ حضرت معاویہ رضہ سے لیا تھا حالانکہ حضرت علی رضہ کی طرف حق تھا ان کی نوبت میں۔

۸۔ شیخ ابراہیم ابن محمد المعروف فرماتے ہیں :-

ویجوز تقلید السلطان العادل والجائر، اما الجائر فلان الصحابۃ رضہ تقلدوا من معاویۃ رضہ بعد ان اظھر الخلاف مع علی رضہ وکان الحق مع علی

(لسان الحکام برحاشیہ معین الاحکام ص۳)

قضا کی تقلید سلطان عادل اور جائر دونوں کے لئے جائز ہے، سلطان جائر سے اسلئے کہ صحابہ رضہ نے حضرت معاویہ رضہ سے قلادۂ قضا قبول کر لیا تھا۔ بعد اس کے کہ انہوں نے حضرت علی رضہ کی مخالفت کی تھی اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔

۹. الشیخ احمد المعروف ملاجیون الجونفوری ارقام فرماتے ہیں :-

انما حکمنا بصحتہ فی حال القضاء بحق لانہ قد ظہر الفسق و انتشر الجور من الائمۃ والامراء بعد الخلفاء الراشدین والسلف کانوا ینقادون لہ ویقیمون الجمع والاعیاد ولا یرون الخروج علیہم لان الصحابۃ کانوا یقلدون من معاویۃ مع ان الحق کان لعلی فی نوبتہ

ہم نے قضا بالحق کی صحت کا حکم دیا ہے اسلئے کہ فسق ظاہر ہو چکا تھا اور جور پھیل چکا تھا ان حکمرانوں سے جو خلفاء راشدین کے بعد تھے اور اسلاف ان کے منقاد تھے اور جمعات اور اعیاد ان کی اقتداء میں پڑھتے تھے اور ان کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے صحابہؓ نے حضرت معاویہ سے قلادہ کو قبول کیا حالانکہ حق حضرت علیؓ کے لئے تھا ان کی نوبت میں۔

التفسیر الاحمدیہ صـ ۱۹۳ ، ایضاً شرح عقاید النسفی صـ ۱۱۴ ، الاشباہ والنظائر صـ ۵۷۹ ۔

۱۰. شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

بعد ازاں خلیفۂ مطلق و امام برحق حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ شد لیکن مردمان قدر و مرتبہ او را نشناختند و برہ خلافت و نزاع وے رفتند و کمر بمخالفتِ او محکم بربستند شد آنچہ شد انا للہ وانا الیہ راجعون تورپشتی کہ از علمائے فقہ و حدیث و حنفی المذہب است در کتاب عقائد نوشتہ است کہ مخالفان علیؓ سہ قسم اند جماعتی کہ او را

حضرت عثمانؓ کے بعد خلیفہ مطلق اور امام برحق حضرت علی المرتضےٰؓ ہوئے لیکن لوگوں نے ان کی قدر و منزلت نہ پہچانی اور ان کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ نزاع کیا اور ان کی مخالفت پر محکم طریق پر کمربستہ ہوئے پس وہ کچھ ہوا جو ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون تورپشتی کہ حنفی المذہب فقیہ اور محدث ہے عقائد کی کتاب میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ کے مخالف تین قسم کے لوگ ہیں ایک

نشناختند و قومی در محبت دنیا در زیدند و جماعتے خطا در اجتہاد کردند و گفتہ است در عائشہ صدیقہ رض و طلحہ رض و زبیر رض جز ایں اعتقاد نتواں کرد۔

(مدارج النبوت ص ۲۴۹ ج ۱)

جماعت نے انہیں نہیں پہچانا اور ایک قوم دنیا کی محبت میں مبتلا ہوئی اور ایک قوم نے خطاء اجتہادی کی حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض کے متعلق اس رائے کے سوا دوسری رائے نہیں رکھی جاسکتی۔

یعنی حضرت علی رض کے مخالفین میں سے ام المومنین، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم مجتہد مخطی تھے اور دوسرے مخالفین پہلی دو قسموں میں داخل ہیں۔

۱۱۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب یہ تمیں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

اما حرب الصفین فالحق کان مع علی رض ومعاویۃ وان کان علی الباطل لکن یمکن ان یکون ذالک منہ بالاجتہاد والخطاء فی الاجتہاد کان معفواً

(الدرالازہر فی شرح فقہ الاکبر ص ۳۲)

لیکن حرب صفین میں حق حضرت علی رض کی طرف تھا اور حضرت معاویہ رض اگرچہ باطل پر تھے لیکن ممکن ہے کہ انہوں نے اجتہاد کیا ہو اور خطا کر گئے ہوں اور اجتہاد میں خطا معاف ہے۔

۱۲۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری المحدث لکھتے ہیں :-

فالوجہ عندی ان الکلام فی حق الامیر معاویۃ تم الی قولہ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ وصرح صاحب الھدایۃ فی کتاب القضاء ان الامیر معاویۃ کان یبغی علی علی

فیض الباری ص ۵۶ ج ۲

پس وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رض کے حق میں کلام (تقتلہ الفئۃ الباغیۃ) تک پوری ہو چکی ہے اور صاحب ہدایہ نے کتاب القضاء میں تصریح کی ہے کہ امیر معاویہ رض نے حضرت علی پر بغاوت کی تھی۔

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب نے صاحب ہدایہ کی عبارت پر بھروسہ کیا اور اسے حق سمجھا۔ ہدایہ کی عبارت پہلے گذر چکی ہے جس میں جور معاویہؓ کی تصریح ہے۔

۱۳۔ میر سید شریف لکھتے ہیں :۔

والذی علیہ الجمہور من الامۃ هو ان المخطی قتلۃ عثمان ومحاربو علی لانھما امامان فیحرم القتل والمخالفۃ قطعا الا ان بعضھم کالقاضی ابی بکر ذھب الی ان ھذہ الخطیئۃ لا تبلغ حد التفسیق و منھم من ذھب الی التفسیق کالشیعۃ وکثیر من اصحابنا

(شرح مواقف ۷۴۵)

اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین اور حضرت علی کے محاربین خطاکار تھے کیونکہ وہ دونوں امام برحق تھے پس ان کا قتل اور انکی مخالفت قطعاً حرام ہے مگر بعض اہل السنت مثل قاضی ابوبکر کے اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطا حد فسق کو نہیں پہنچی اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطا حد فسق کو پہنچ گئی ہے۔ مثل شیعہ اور بہت سے اہل السنۃ کے۔

یعنی سارے تفضیلی شیعہ اور بہت سے اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطا موجب تفسیق ہے۔

تنبیہ: شیعہ کے ساتھ تفضیلی کی قید اسلئے کی گئی ہے کہ رافضی تو صحابہ کی تکفیر کے قائل ہیں اعاذنا اللہ من عقائدھم ومکائدھم

۱۴۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی اپنے نقطہ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں نظم فرماتے ہیں :۔

داں خلافے کہ داشت با حیدر　　در خلافت صحابیٔ دیگر

اور اس دوسرے صحابی یعنی حضرت معاویہؓ نے کہ حضرت علیؓ سے خلافت کے بارہ میں تنازعہ کیا

حق آنجا بدستِ حیدر بود جنگ باوے خطائے منکر بود

حق اس وقت حضرت علیؓ کی طرف تھا اور حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے میں وہ خطائے منکر کے مرتکب ہوئے۔

مالا بد منہ صفحہ ۱۵ حاشیہ نمبر ۴ میں اشارہ ہے کہ خطا اجتہادی تھی یا عنادی اسمیں مختلف

۱۵۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اور حق میں معاویہؓ کے جنہوں نے جناب علی المرتضےٰؓ سے جنگ کی تھی علمائے اہل سنت کو اختلاف ہے علمائے ماوراء النہر اور اکثر مفسرین اور فقہا اس کو خطاء اجتہادی کہتے ہیں اور اہل حدیث نے روایات صحیحہ سے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکت خواہش نفسانی کی وجہ سے تھی پس انتہا یہ ہے کہ باغی اور گناہ کے مرتکب ہوئے والفاسق لیس باھل اللعن یعنی فاسق سزاوار لعنت کا نہیں الخ فتاویٰ عزیزی مترجم اردو صہ ۲۲۵

۱۶۔ نواب صدیق حسن خان تصریح فرماتے ہیں:۔

حدیث الباب اول دلیل علی بغی من خالف علیا بل نص فی محل النزاع ..... وانما حکمہ الاثم العاصی الخاطی

(السراج الوہاج صہ ۱۶ ج ۲)

اس باب کی حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ واضح دلیل ہے کہ جن لوگوں نے (صفین) میں حضرت علی کی مخالفت کی وہ باغی ہیں بلکہ یہ نص ہے محل نزاع میں اور ان کا حکم آثم عاصی اور خاطی کا حکم ہے۔

۱۷۔ محمد بن علی الشوکانی کی رائے:۔

نواب صدیق حسن خان نے علامہ الشوکانی کا قول بحوالہ فتح الربانی نقل کیا ہے کہ الشیخ محمد بن علی الشوکانی کی رائے یہ ہے۔

ان الخارجین علی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ المحاربین لہ

امیر المومنین علی المرتضےٰ پر خروج کرنیوالے جنہوں نے ان کے ساتھ محاربہ کیا اور اس پہ

المصرین علی ذالک الذی لم تصح توبتھم بغاۃ دانہ علی الحق وھم المبطلون | مصر ہے اور توبہ نہ کر سکے وہ باغی ہیں امیر المومنین علی المرتضےٰ حق پر تھے اور وہ باطل پر۔

(السراج الوہاج ص۲۱۶ ج ۲)

دلائل کے لحاظ سے یہ دوسرا قول بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے۔

جمہور اہل السنۃ کا پہلا قول کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ المحق المصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ المخطی المعذور تھے) راجح سمجھا جائے، مگر قوت دلائل کے لحاظ سے دوسرا قول بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے۔

کیونکہ سبھی صحابہؓ اپنے اپنے زعم میں حق کوش تھے اور فریق ثانی کو باطل سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت لا تقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان دعواھما واحد ص۵۰۹ ج ا کے حاشیہ میں حضرت مولانا احمد علی المحدثؒ سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں :-

ای تدعی کل واحدۃ انھا علی الحق وخصمھا مبطل | یعنی ہر گروہ مدعی ہو گا کہ میں حق پر ہوں اور میرا مقابل باطل پر ہے

حاشیہ بخاری ص۵۰۹

اور جمہور اہل سنت کے نظریہ کے مطابق جب طے ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ المحق المصیب ہیں تو یہ امر مستلزم ہے کہ حضرت علیؓ کا بالمقابل محارب گروہ باطل پر ہو کیونکہ حق کے بالمقابل باطل کا کلمہ مستعمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ یحق اللہ الحق ویبطل الباطل" الآیۃ" سے ظاہر ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

وحدیث الباب الثابت الصحیح
ان عمارؓ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ
تدل اکمل وجہ ودلالۃ علی
من بیدہ الحق ومن ھو مقابلہ
ان الحق وھم الباطل ۶
السراج الوہاج ص۱۷۱

کہ اس باب کی صحیح ثابت حدیث کہ عمارؓ
کو باغی گروہ قتل کرے گا اکمل وجہ سے
دلالت کرتی ہے کہ حق پر کون تھا؟ اور
حق کے بالمقابل کون تھا۔ شخص مشہور ہے
تو حق پر ہے اور وہ باطل پر

اہل سنت کے دونوں اقوال کا مآل ایک ہی ہے

اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کر لی جائے کہ محاربین حضرت علیؓ واقعتاً باطل پر تھے، مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس قول کا مرجع بھی وہی ہو جاتا ہے جو پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں، ہمارے لئے بہت آسان ہے کہ ہم ان عبارتوں کو رد کر دیں جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں اور اس نظریہ کو حق وصواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت علیؓ حق پر تھے۔ اور ان کے محاربین فی الحقیقۃ باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے رضی اللہ عنہم اجمعین

الدرر الازہر کی عبارت اصل تاویل کی طرف اشارہ کرتی ہے اما حرب الصفین کان الحق مع علیؓ ومعاویۃؓ وان کان علی الباطل ولکن یمکن ان یکون ذالک منہ بالاجتھاد والخطاء فی الاجتھاد کان مغفراً

لیکن جنگ صفین میں تو حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ حضرت معاویہؓ اگرچہ باطل پر تھے لیکن ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اجتہاد کیا ہو اور خطا کر گئے ہوں اجتہاد میں خطا سے درگزر کی گئی ہے (الدرر الازہر شرح فقہ الاکبر ص۳۴)

صدر الاسلام والمسلمین ابو الیسر البزدوی نے بھی اسی تادیل کو اختیار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :۔

کان علی علی الحق ومعاویۃ علی الباطل الا انہ کان متاولا

یعنی حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باطل پر لیکن متاول تھے ۔

اصول الدین ص ۱۹۰

لیکن جو لوگ اس مسئلہ میں خطائے اجتہادی کے قائل نہیں وہ ہمارے اس نظریہ سے متفق نہیں ہو سکتے ۔

محمود احمد عباسی اور ابو الاعلیٰ صاحب مودودی دونوں خطاء اجتہادی کے قائل نہیں ۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں :۔

خطاء اجتہادی کی انوکھی اصطلاح استنباط استخراج کے مسائل میں تو کسی نہ کسی طرح کھپ سکتی ہے ہمارے متقدمین نے اسے سیاسی جھگڑوں میں بھی منطبق کرنیکی کوشش کی ہے ۔ (تحقیق مزید ص ۱۳۰)

مودودی صاحب لکھتے ہیں :۔

" مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہے کہ انہوں نے یہ غلطی نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی ، مگر میں اسے محض غلطی کہتا ہوں " اجتہادی غلطی ہم صرف اس رائے کو کہہ سکتے ہیں جس کے حق میں کوئی شرعی استدلال ہو مگر وہ صحیح نہ ہو (خلافت و ملوکیت ص ۳۴۳)

اجتہادی غلطی سے انکار کا لازمی غیر منفک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فریقین میں سے ایک کو برحق اور دوسرے کو باطل سمجھا جائے اور ان کی اس غلطی کو موجب فسق قرار دیا جائے ۔ خواہ اجتہادی غلطی کے منکر اس نتیجہ کو تسلیم کریں یا اس سے بیزاری کا اظہار کریں ۔

عباسی صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضؓ کو برحق تسلیم کیا اور حضرت علیؓ کو غلط سمجھا اور ان کی غلطی کو اجتہادی غلطی قرار دینے سے بھی انکار کیا۔

دونوں حضرات کی روش جمہور اہل السنۃ کے خلاف ہے لیکن جس ڈگر پر وہ گامزن ہوئے ہیں پہلی بار ان ہی کے قدموں نے اسے مس نہیں کیا بلکہ ان کے پیشروان سے پہلے ان راہوں کو اپنی روش سے مشرف فرما چکے ہیں۔ "وھم علیٰ آثارھم مقتدون" اور یہ انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں عباسی صاحب نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ مروانیوں کا ایجاد کردہ ہے۔ اور مودودی صاحب جس راستہ پر چلے ہیں اس راستہ پر شیعہ اور معتزلہ کے قدموں کے نشان ملتے ہیں، البتہ بعض اہل السنۃ بھی شاید بھٹک کر اسی راہ پر آنکلے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت برقرار ہوگئی

حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق جمہور اہل سنت کی مذکورۃ الصدر آراء دورِ خلافت علیؓ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دست بردار ہوگئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہوگئی تو ان کی بغاوت ختم ہوگئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہوگئی، ازاں بعد ان کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی نسبت کرنا ظلم و تعدی ہے۔ حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت انقضائے خلافتِ راشدہ کا عبوری دور تھا اور وہ اسلام میں سب سے پہلے ملک (بادشاہ) تھے۔ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت امیر معاویہ سے مصالحت کے بعد اگرچہ عدالت امیر معاویہ کی برقرار ہوگئی اور خلافت بھی ان کو مفوض ہوگئی مگر تاہم ان کی خلافت

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نہیں تھی، خلافت راشدہ حضرت حسن رضؓ کی خلافت پر ختم ہوگئی تھی اسلئے حضرت معاویہ رضؓ کے دورِ خلافت کو "ملک" بادشاہت کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضؓ کو اسلام میں سب سے پہلا بادشاہ قرار دیا گیا ہے

اکابر اہل سنت کی آراء

۱۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :-

ا۔ لم یکن من ملوک خیراً من معاویہ رضؓ (منہاج السنۃ ص۱۸۵ ج ۳ بحوالہ حاشیہ العواصم من القواصم ص۲۰۵)

مسلمان بادشاہوں میں حضرت معاویہ سے بہتر کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

ب۔ فکان آخر الخلفاء الراشدین الذین ولایتھم خلافۃ النبوۃ ثم آل الامر الی معاویۃ اول الملوک کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ

(المنتقی ص۲۲ منہاج السنۃ ص ج ۲)

حضرت علی رضؓ آخری خلیفہ راشد تھے جن کی خلافت نبوۃ تھی، پھر معاملہ حضرت معاویہ کی طرف لوٹا جو پہلے بادشاہ تھے جیسا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی۔

ج۔ فقد فسر اولوالامر بذوی القدرۃ کامراء الحرب وفسر باھل العلم وکلاھما حق وھذان الوصفان کانا کاملین فی الخلفاء الراشدین فانھم

اولوالامر کی تفسیر اصحاب اقتدار سے کی گئی ہے جیسا کہ سالار جنگ اور اہل علم کی بھی کی گئی ہے اور دونوں تفسیریں حق ہیں اور یہ دونوں صفتیں خلفاء راشدین میں کامل تھیں، کیونکہ وہ علم، عدل، سیاست

كانوا في العدل والعلم والسياسة و
السلطان وان كان بعضهم اكمل في ذالك
من بعض فابوبكر وعمر اكمل في ذالك من
عثمان وعلي وبعدهم لم يكمل احد
في هذا الا عمر بن عبد العزيز

(المنتقى ص۱۶۸)

اور سلطان میں کمال رکھتے ہیں۔
اگرچہ بعض ان کے بعض سے اکمل تھے
حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ زیادہ کامل تھے
حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے اور ان کے
بعد کوئی بھی کامل نہ تھا سوائے عمر بن عبد العزیزؒ
کے۔

۲۔ قاضی ابوبکرؒ لکھتے ہیں :-

يحتمل ان يكون مراتب في الولاية
خلافة ثم ملك فتكون الولاية
الخلافة للاربعة وولاية
الملك لابتداء معاوية

(العواصم من القواصم ص۲۰۲)

اس امر کا بھی احتمال ہے کہ ولایت
کے درجات ہو جائیں خلافت پھر بادشاہی
خلافت کی ولایت پہلے چار خلفاء کے لئے
اور بادشاہی کی ابتدا حضرت معاویہ
سے ہوئی۔

۳۔ محب الدین خطیب فرماتے ہیں :-

سيدنا معاوية رضي الله تعالى عنه
اول مفاخر دولة الاسلام بعد
الخلفاء الراشدين ۔

حاشیہ المنتقی ص۲۳۱

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خلفائے راشدین کے بعد دولت
اسلامیہ کے پہلے قابل فخر بادشاہ تھے

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :-

وفنزل رای الحسنؓ عن الخلافة وجعل
الملك بيد معاويةؓ

(البداية والنهاية ص۱۶ ج ۸)

حضرت حسنؓ خلافت سے اتر گئے اور
بادشاہی معاویہؓ کے حوالے کر دی۔

حافظ صاحب موصوف ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :۔

ب فاما معاویہ اول الملک فھو اول ملوک الاسلام وخیارھم

البدایہ والنہایہ ص ۱۹ ج ۸

حضرت معاویہ کا عہد حکومت اسلام میں پہلی بادشاہی ہے اور اسلام میں پہلے بہترین بادشاہ ہیں ۔

حافظ صاحب موصوف ہی ایک اور مقام پر اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

ج : والسنۃ ان یقال لہ ملک ولا یقال لہ خلیفۃ لحدیث سفینۃ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم تکون ملکا عضوضا

(البدایہ والنہایہ ص ۱۳۵ ج ۸)

سنت یہی ہے کہ حضرت معاویہؓ کو بادشاہ کہا جائے خلیفہ نہ کہا جائے واسطے حدیث سفینہ کے کہ حضور فرماتے ہیں کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی ۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم کے متعلق لکھتے ہیں :۔

د ۔ بل الصواب الذی لا شک فیہ ولا ریب انھا نزلت یوم عرفۃ وکان یوم جمعۃ کما روی امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب وعلیؓ بن ابی طالب واول ملوک الاسلام معاویۃ بن ابی سفیان

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۲ ج ۲)

بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت نویں تاریخ ذی الحجہ کے مہینہ میں نازل ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا ۔ جیسا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسلام کے پہلے بادشاہ معاویہ رضؓ بن ابی سفیان سے مروی ہے ۔

۵ شارح الطحاوی لکھتے ہیں :-

واول ملوک المسلمین معاویۃ رض
(شرح الطحاویہ فی عقیدۃ السلفیہ ص۴۱)

مسلمانوں کے پہلے بادشاہ امیر معاویہ رض ہیں۔

۶ شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رح ارشاد فرماتے ہیں :-

انقضت الخلافۃ بشہادۃ علی کرم اللہ وجہہ وخلع الحسن و معاویۃ کان علی سیرۃ الملوک لا علی سیرۃ الخلفاء
حجۃ اللہ البالغہ ص۲۱۲ ج ۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور حضرت حسن کی دستبرداری سے خلافت ختم ہوگئی۔ حضرت امیر معاویہ رض بادشاہوں ... کی سیرت پر تھے خلفائے راشدین کی سیرت پر نہ تھے۔

۷۔ علامہ ابن حجر مکی الہیتمی ارشاد فرماتے ہیں :-

انہ وقع فی خلافتہ امور کثیرۃ لم یوجد فی زمن الخلفاء الراشدین وسمیت لاشتمالہا علی تلک الامور ملکا عاضا
تطہیر الجنان ص۱۵

تحقیق حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ایسے بہت سے امور واقع ہوئے جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ پائے گئے تھے پس ان امور کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کی خلافت (ملک عاض کاٹنے والی بادشاہی) سے موسوم ہوئی

۸۔ علامہ ابن خلدون رقم طراز ہیں :-

اما من بعدہم من لدن معاویہ فکانت العصبیۃ قد اشرفت علی غایتہا من الملک والوازع الدینی قد ضعف
(مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۱)

لیکن خلفائے راشدین کے بعد حضرت معاویہ رض کے وقت عصبیت ابھر آئی تھی بادشاہت پر اور وازع دینی کمزور پڑ گیا تھا۔

۹ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں :-

الخلافۃ ثلاثون سنۃ ثم بعدھا ملک و امارۃ لقولہ علیہ السلام الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ ثم یصیر بعدھا ملکا عضوضا و قد استشھد علی رض علی راس ثلثین سنۃ من وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمعاویۃ و من بعدھم بم یکونوا خلفاء بل ملوکا و امراء

(شرح العقائد النسفیہ صفحہ ۱۰۹)

خلافت تیس برس تھی، پھر اس کے بعد بادشاہت اور امارت تھی کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی اور حضرت علی رض تیس برس کے سر پر شہید ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پس حضرت معاویہ اور ان کے بعد حکمران خلفاء نہیں تھے بلکہ بادشاہ اور امراء تھے۔

۱۰۔ میر سید شریف لکھتے ہیں :-

السابع قولہ علیہ السلام الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا فقد حکم بان القائمین بالامر فی مدۃ ثلثین سنۃ بعدہ علیہ السلام موصوفون بالخلافۃ عنہ فی امر الدین و اعلاء کلمۃ اللہ وان القائمین بہ بعدھا من اھل الدنیا موصوفون بکونھم ملوکا و ذالک دلیل ظاھر علی خلافۃ

ساتویں دلیل فرمودہ رسول علیہ السلام کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہی ہو جائے گی پس تحقیق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک حکمران ہوں گے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے امور دینیہ میں اور اعلائے کلمۃ اللہ میں اور اسکے بعد دنیادار حکمران بادشاہ

الخلفاء الاربعة۔ — ہوں گے اور یہ دلیل بالکل ظاہر ہے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت برحق تھی۔

شرح مواقف ص۳۰۰

۱۱۔ صدرالاسلام والمسلمین ابوالیسیر البزدوی لکھتے ہیں :۔

ومعاویة رضی الله عنه ما کان من جملة الخلفاء ولکن کان من جملة الملوک — معاویہ رضی اللہ عنہ خلفاء سے نہیں تھے لیکن وہ بادشاہوں میں سے تھے۔

(اصول الدین ص۱۹۰ مسلم ع)

۱۲۔ قاضی محمد شاہدین لکھتے ہیں :۔

وکان معاویة مخطئا وهو اول ملوک الاسلام — اور حضرت معاویہ مخطی تھے (مقاتلہ علی میں) اور وہ اسلام میں پہلے بادشاہ تھے۔

(رحانة الفقه ص۳۶)

۱۳۔ وحید الزمان جناب نواب وقار جنگ خان ارقام فرماتے ہیں :۔

ومعاویة ومن بعدهم ملوک وامراء متغلبون۔ — حضرت معاویہ اور اسکے بعد کے حکمران بادشاہ اور متغلب امیر تھے۔

(کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق ص۔)

۱۴۔ مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ارشاد فرماتے ہیں :۔

بل علی وحسن خلفاء وبعدهما ملك وامارة (بذل المجهود ص۹۰ ج ۵) — حضرت علیؓ اور حسنؓ خلفاء تھے اور اس کے بعد بادشاہت اور امارت تھی۔

۱۵۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی تحریر فرماتے ہیں :۔

اور یہاں سے یہ ثابت بھی ہوگیا کہ خلافت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظر اصلاح جائز رکھا اگرچہ خلافت نبوت نہ تھی مگر خلافت ملوکانہ تھی۔ (ہدایۃ الشیعہ ص۹۳)

۱۶۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں :۔

واول ملوک المسلمین معاویۃ وھو افضلھم

مسلمانوں کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ تھے اور باقی بادشاہوں سے افضل تھے

(شرح فقہ اکبر ص۱۸۳ شرح شفا ص۱۸۳ ج۱)

۱۷۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

کل اہل سنت متفق ہیں اس بات پر کہ معاویہ ابن ابی سفیان شروع امامت حضرت امیر سے اس وقت تک کہ حضرت امام حسن نے اس کی سپرد کی باغیوں سے تھا کہ امام وقت کا مطیع نہ تھا اور جب حضرت امام نے اس کے سپرد کر دی تو بادشاہوں سے ہوا۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۴۹)

۱۸۔ صاحب سنن الھدیٰ فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت کی بحث میں لکھتے ہیں :

الامام الحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ والخلافۃ بعدھم

سنن الھدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ ص۵۵

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابو بکرؓ ہیں ان کے بعد حضرت عمرؓ ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ اور انکے بعد خلافت نہیں ہے۔

۱۹۔ مولانا عبدالحی فتح مکیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

فکان الحسن آخر الخلفاء الراشدین بنص جدہ صلی اللہ علیہ وسلم

(فتاویٰ عبدالحی ص۶۵ ج۲)

کہ حضرت حسن آخری خلیفہ راشد ہیں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کے مطابق۔

۲۰۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

زمان خلافت رہا تیس سال ہوا پھر امیرانہ جاہ و جلال

(عقائد نامہ منظوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی ملحق تقویۃ الایمان)

۲۱۔ حافظ ابن عبدالبر رح علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین (الحدیث) کے تحت خلفائے راشدین کو مشخص کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

قال ابو عمرؓ الخلفاء الراشدون المھدیون ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ وھم افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہا ابو عمر نے خلفاء راشدین مہدیین ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل تھے۔

متذکرہ بالا عبارات سے عقیدہ اہل سنت والجماعت کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ خلافت راشدہ بہر حال منقطع ہو گئی ہے اور حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت راشدہ نہ تھی۔

انقضائے خلافت راشدہ کے دلائل

جمہور اہل سنت نے انقضائے خلافت کے سلسلے میں یہ مؤقف مندرجہ ذیل دلائل کی بنا پر اختیار کیا ہے :۔

پہلی دلیل جس طریق سے حضرت معاویہؓ نے خلافت حاصل کی تھی چونکہ اس میں تلوار بھی دخیل تھی اسلئے وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تسلط ملک کہلاتا ہے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نہیں کہلاتا اس تعبیہ پر مندرجہ ذیل شواہد موجود ہیں :۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں :۔

ان الامرۃ ما اوتمر فیھا وان   امارت (خلافت) حقہ وہ ہے جو شوریٰ سے

الملك ما غلب علیہ بالسیف۔
(طبقات ابن سعد ص۱۱۳ ج ۴)

ملے ہو اور بادشاہت وہ ہے جو تلوار کے غلبہ سے حاصل ہو۔

ب۔ عن جریر ابن عبد اللہ البجلی رض قال لی ذو عمرو یا جریر ان بك علی کرامۃ وانی مخبرك خبراً انکم معشر العرب لن تزالوا بخیر ما کنتم اذا هلك امیر تامرتم فی آخر فاذا کانت بالسیف کانوا ملوکا کانوا یغضبون غضب الملوك و یرضون رضی الملوك
(صحیح بخاری ص۶۲۵ ج ۲)

جریر بن عبد اللہ بجلی فرماتے ہیں کہ مجھے ذو عمر نے کہا تھا کہ اے جریر تجھے مجھ پر کرامت حاصل ہے اور فضیلت ہے اور میں تجھے ایک خبر دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم اے معشر عرب ہمیشہ بھلائی پر رہو گے جب تک تم میں یہ طریقہ رہیگا کہ جب ایک امیر فوت ہو جائے تو تم دوسرا امیر شورے سے بنانے رہے پس جب تلوار دخیل ہو گی تو تلوار سے غالب آنیوالے ملوک ہونگے بادشاہوں کی طرح غضبناک ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے۔

ج : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں :۔

اس چوتھے طریقہ (انعقاد خلافت) کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ قوت سے غلبہ پانے والے کے اندر خلافت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں اور وہ صلح و تدبر کے ذریعے کسی ناجائز امر شرعی کا ارتکاب کئے بغیر مخالفین کی مدافعت کرتا ہے تو اس قسم کا انعقاد بھی ضرورت کے وقت جائز ہے اور اس کے اندر رخصت دی گئی ہے۔

حضرت معاویہ رض ابن ابی سفیان رض کی خلافت کا انعقاد حضرت علی المرتضیٰ رض کی وفات اور حضرت امام حسن رض کے صلح کر لینے کے بعد اس طریقہ پر ہوا تھا (ازالۃ الخلفاء مترجم ج ۱ ص ۳۴)

د۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رح فرماتے ہیں :۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رض کی خلافت منعقد ہو گئی مگر بحسب تسلط نہ بحسب بیعت ۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۲۹ ج ۱)

ھ۔ بعض صحابہ رض نے حضرت معاویہ رض کی خلافت پر (ملک) کا لفظ استعمال کیا ہے ۔

۱۔ حضرت معاویہ ابن خدیج رض حضرت معاویہ رض کے طرفدار تھے ۔ حجر ابن عدی کے قتل کے سلسلے میں ان کا ایک قول منقول ہے :۔

(انقاتل لقریش فی الملک حتے اذا استقام لھم دفوا یقتلوننا)

کہ آیا ہم قریش کے تسلط کے لئے لڑیں کہ جب ان پر بادشاہی محکم ہو جائے وہ ہمیں ہی قتل کرنے لگ جائیں ۔ (دیکھئے اسی کتاب کا ص ۱۶۵،۲۹۳ ۔

۲۔ عمر ابن سعد کا قول صحیح مسلم میں موجود ہے کہ الناس یتنازعون الملک بینھم (کہ لوگ بادشاہی میں جھگڑا کرتے ہیں) (صحیح مسلم ص ۴۱۳ ج ۲)

و۔ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے چنانچہ حافظ ابن کثیر، حافظ ابن عبدالبر، محب الدین الخطیب لکھتے ہیں :۔

روی ابن ابی خیثمہ حدثنا ھرون ابن معروف حدثنا ضمرہ عن ابی شوذب قال کان معاویہ یقول انا اول الملوک وآخر خلیفہ

البدایۃ والنہایہ ص ۱۳۵ ج ۸ الاستیعاب ص ۲۵۴ ج ۱

ابن خثیمہ نے روایت کیا کہ حدیث بیان کی ہارون ابن معروف نے انہوں نے ضمرہ سے اس نے ابن شوذب سے اس نے کہا کہ حضرت معاویہ رض کہتے تھے ۔ کہ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں

تعلیقہ العواصم من القواصم ص ۳۲۶ ج ۱

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے اسکے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ۔

ہارون ابن معروف صحیحین کا راوی ہے (کتاب الجمع ص ۵۵۰ ج ۲)

ضمرہ ابن ربیعہ عن ابی شوذب ثقۃ (تذکرۃ الحفاظ ص۲۲۲ ج ۱)

ابن شوذب صدوق عابد (تقریب التہذیب ص۱۶۱)

حافظ ابن عبدالبر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

قال ابن بکیر عن اللیث یقول معاویۃ انا اول الملوک (الاستیعاب تحت الاصابہ ص۳۸۰ ج ۳)

انقضائے خلافت کی دوسری دلیل

مصالحت کے باوجود قلوب پوری طرح صاف نہیں ہوئے تھے کدورتیں باقی تھیں

اگرچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت سے امت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر مجتمع ہو گئی تھی اور وہ سال (عام الجماعۃ) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے تاہم قلوب پوری طرح صاف نہیں ہوئے تھے۔ کچھ نہ کچھ کدورتیں باقی تھیں اس پر کئی شواہد ہیں:-

۱۔ عن حذیفۃ قال قلت یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف قلت وبعد السیف بقیۃ قال نعم امارۃ علی اقذاء وھدنۃ علی دخن وفی روایۃ ھدنۃ علی دخن وجماعۃ علی اقذاء قلت یا رسول اللہ ھدنۃ علی دخن ما ھی قال لا ترجع قلوب اقوام علی ما کانت۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا جیسے پہلے تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا پھر اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی حضور نے فرمایا تلوار (یعنی قتال سے فتنہ کو دبانا ہوگا) میں نے عرض کیا آیا اس قتال کے بعد کچھ بقیہ خیر کا ہوگا فرمایا ہاں امارت ہوگی ناگوار اور صلح ہوگی جس میں دھوئیں کی آمیزش ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے (ھدنۃ علی دخن وجماعۃ علی اقذاء) صلح ہوگی دلوں کی کدورتوں کے باوجود اور اجتماع ہوگا۔ ناگوار امور کے باوجود۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ (ھدنۃ علی دخن) کیا ہے فرمایا قوموں کے دل پہلے کی طرح صاف نہ ہو سکیں گے۔ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۴۶۳)

"ھدنۃ علیٰ دخن" کی تشریح میں اکابر امت کے اقوال

۱۔ امام ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں :-

والخبر الثانی بما اصطلح الحسن ومعاویۃ لکن کان صلحا علی دخن وجماعۃ علی اقذاء۔
(منہاج السنۃ ص۱۴۹ ج۱)

دوسری خبر جس کی حضورؐ نے خبر دی وہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی مصالحت ہے لیکن وہ صلح تھی باوجود کدورتوں کے اور اجتماع تھا باوجود ناگوار امور کے۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "ہدنۃ علی دخن" کا مصداق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ا۔ "ھدنۃ علی دخن" الصلح الذی وقع بین معاویۃ والحسنؓ ابن علیؓ (حجۃ اللہ البالغۃ ص۲۱۳ ج۲)

"ہدنۃ علی دخن" وہ صلح ہے جو حضرت معاویہؓ اور حسنؓ بن علیؓ کے مابین واقع ہوئی۔

ب۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار ستروں بعدی اثرۃ۔
(بخاری ص۵۳۵ و ص۱۰۴۶)

آنحضورؐ نے انصار کو فرمایا کہ تم میرے بعد "اثرہ" کو دیکھو گے یعنی اصحاب اقتدار تم پر دوسروں کو ترجیح دیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

در شرح شفاء از یعمری نقل کردہ کہ

شرح شفا میں یعمری سے نقل کیا گیا ہے کہ

ایں اثرہ در زمانِ معاویہ بود
مدارج النبوۃ صـ۲۵۳ ج

یہ اثرہ (ترجیحی سلوک) حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں تھا۔

ج۔ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت معاویہؓ کا ایک خطبہ نقل فرمایا ہے جس سے ہمارے پیش کردہ عنوان پر کچھ روشنی پڑتی ہے اور وہ خطبہ درج ذیل ہے:۔

خطبنا معاویۃ فقال ما قاتلتکم لتصوموا ولا لتصلوا ولا لتحجوا ولا لتزکوا قد عرفت انکم تفعلون ذالک ولکن انما قاتلتکم لاتامر علیکم فقد اعطانی اللہ ذالک وانتم کارھون۔

(البدایہ والنہایہ صـ۱۳۱ ج ۸)

حضرت معاویہؓ نے ہمیں خطبہ دیا پس کہا کہ میں نے تمہارا قتال اسلئے نہیں کیا کہ تم روزے رکھو نہ اسلئے کہ تم حج کرو اور نہ اسلئے کہ تم زکواۃ دو، میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کرتے ہو لیکن میں نے اسلئے قتال کیا کہ میں تم پر حکومت کروں وہ مجھے اللہ نے عطا کر دی ہے حالانکہ تمہیں ناگوار ہے۔

د۔ اس سلسلے میں ایک حکایت بھی معروف ہے کہ جب حضرت معاویہؓ مدینہ تشریف لائے تو حضرت عثمان ذی النورینؓ کے گھر داخل ہوئے۔ تو حضرت عثمانؓ کی صاحبزادی عائشہ بہت روئیں اور (یا امیر المومنینا) کے الفاظ بآواز بلند کہے تو حضرت معاویہؓ نے کہا:۔

یا بنیۃ عمان الناس قد بذلوا لنا الطاعۃ علی کرہ وبذلنا لھم حلما علی غیظ فان رددنا حلمنا ردوا اطاعتھم

منہاج السنۃ صـ۲۰۹ ج ۲

البدایہ والنہایہ صـ۱۳۲ ج ۸، الحسین از عمر ابوالنصر صـ۲۹

اے بھتیجی لوگوں نے ہمارے لئے اطاعت کا اظہار ناگواری کے باوجود کیا ہے اور ہم نے بھی غصہ کے باوجود حلم کا اظہار کیا ہے اگر ہم ان سے حلم واپس لے لیں تو وہ بھی اطاعت ہم سے واپس لے لیں گے۔

انقضائے خلافت کی تیسری دلیل

انقضائے خلافت کے بارے میں کچھ اشارات احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں :-

۱۔ الحدیث اول : عن ابو ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون بعد الانبیاء خلفاء یعملون بکتاب اللہ ویعدلون فی عباد اللہ ثم یکون بعد الخلفاء ملوک یاخذون بالثار ویقتلون الرجال ویصطفون الاموال فمغیر بیدہ ومغیر بلسانہ ولیس وراء ذالک من الایمان شیء

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء کے بعد خلفا ہوں گے جو کتاب اللہ پر عمل کریں گے اور اللہ کے بندوں میں انصاف کریں گے اس کے بعد بادشاہ ہوں گے جو منتقم ہوں گے اور کام کے لوگوں کو قتل کریں گے اور چیدہ چیدہ مال لے لیں گے پس ہاتھ سے بدل دینے والے اور زبان سے بدل دینے والے مومن ہیں اور اسکے بعد ایمان کا کچھ درجہ نہیں ہے

۲۔ الحدیث الثانی :- عن حذیفۃؓ کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر واسئلہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی۔ قال قلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں شر کے متعلق سوال کیا کرتا تھا اس خوف سے کہ مجھے کہیں شر نہ پا لے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے پس ہمارے پاس خیر آئی کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا۔ فرمایا ہاں

قلت یا رسول فھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت ما دخنہ قال قوم یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی تعرف منھم وتنکر قلت وھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم متفق علیہ

مشکوۃ ص ح ۲ بخاری ق ۵۰۹ ومص ۱۰۲۹ مسلم ص ۱۲۷ ج ۲ مشکوۃ ص ۱۹۶ ج ۱

اور اس میں دھواں ہوگا میں نے کہا دھواں کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا قوم میری سنت کو چھوڑ کر دوسری روش اختیار کرے گی اور میری سیرت کو ترک کر کے دوسری راہ اختیار کرے گی، تو ان میں کچھ امور معروف اور کچھ امور منکر دیکھے گا۔ میں نے عرض کیا، کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں: جہنم کے دروازوں پر داعی ہوں گے۔

(خیر فیہ دخن) سے مراد حضرت معاویہؓ کی خلافت ہے جو خالص خیر نہیں اس میں امور منکرہ کی آمیزش ہے جیسا کہ ہم حجۃ اللہ البالغہ اور منہاج السنۃ کے حوالجات سے پہلے عرض کر چکے ہیں۔ حجۃ البالغہ کا دوسرا حوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:-

خلافۃ معاویۃ وشر التی اشیر الیھا بقولہ "ھدنۃ علی دخن" وھو الذی یعرف امرہ وینکر لانہ کان علی سیر الملوک لا علی سیرۃ الخلفاء

حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۳ ج ۱

خلافت معاویہ جس کی طرف آنحضورؐ کے ارشاد "ہدنۃ علی دخن" میں اشارہ ہے اور وہ ہی ہیں جن کے بعض امور معروف اور بعض منکر ہیں کیونکہ وہ بادشاہوں کی سیرت پر ہونگے نہ کہ خلفا کی سیرت پر۔

الحدیث الثالث: عن ابی عبیدۃؓ ومعاذ بن جبلؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا الامر بدأ نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ

حضرت ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ نبوت اور رحمت سے آغاز ہوا پھر خلافت اور رحمت ہوگا پھر ملک عضوض

ورحمۃ ثم یکون ملکا عضوضا ثم كائن جبرية وعتوا فسادا في الارض رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ ص۴۶۱

ہو جائے گا پھر جبریت سرکشی اور فساد فی الارض ہوگا۔

اس روایت میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو جائیگا اور اسکی جگہ (ملک عضوض) لے لیگا۔ اس روایت کو ابوداؤد الطیالسی نے بھی روایت کیا ہے (ابوداؤد الطیالسی حدیث)

اس روایت کو حافظ ابن کثیر نے طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے (اسنادہ جید) اور اس روایت کو اس امر کے استشہاد میں پیش کیا ہے۔ حضرت معاویہ کا عہد حکومت اسلام میں پہلی بادشاہت تھی (البدایۃ والنہایۃ ص۲۰ ج ۸)

الحدیث الرابع :-

عن نعمان بن بشیر عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ ثم تکون ملکا عاضا فتکون ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ ثم تکون ملکا جبریۃ فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم سکت

نعمان بن بشیرؓ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت ہوگی جب تک اللہ نے چاہا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی جب تک اللہ نے چاہا پھر اسے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی پس ہوگی جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اسے بھی اللہ اٹھا لیگا۔ پھر جبری بادشاہی ہوگی یعنی محض دھکا شاہی پس ہوگی جب تک اللہ نے چاہا پھر اللہ اسے اٹھالیگا

قال حبیب فلما قام عمر بن عبدالعزیز
کتبت الیہ بھذا الحدیث اذکرہ
ایاہ وقلت ارجو ان تکون
امیرالمومنین بعد الملک العاض
والجبریۃ فسرہ واعجبہ یعنی
عمر بن عبدالعزیز۔
رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوۃ مشکوۃ ص۴۶۱

پھر خلافت علی منہاج النبوۃ ہو گی پھر حضورؐ
خاموش ہو گئے۔ حبیب (جو ایک راوی حدیث ہیں)
فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز قائم
ہوئے یعنی خلافت پر تو میں نے ان کی طرف یہ
حدیث لکھ بھیجی اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہی
(ملک عاض اور ملک جبریہ) کے بعد امیرالمومنین ہیں پس
حضرت عمر بن عبدالعزیز اس پر خوش ہوئے اور اسے پسند کیا

علامہ الہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں رواہ احمد فی ترجمۃ نعمانؓ
والبزار اتم منہ والطبرانی فی ببعضہ فی الاوسط ورجالہ ثقات۔

مجمع الزوائد ص۱۸۹ ج ۵

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ بھی حضرت حبیب راوی حدیث
کی طرح یہی سمجھتے تھے کہ خلافت راشدہ ایک بار ختم ہو چکی تھی اور اب تک ملک عاض
اور ملک جبر کا دور دورہ رہا اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے
خلافت علی منہاج النبوۃ کو قائم کیا ہے اسلئے وہ مسرور اور شادمان ہوئے ورنہ
راوی حدیث کو سرزنش کرتے کہ خلفاء بنی امیہ پر ملوکیت عاضہ اور جبریہ کا افتراء
کیوں کیا ہے۔

جناب علی احمد عباسی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مقدس نوشتوں کی اس قسم کی تاویل سے پیچیدگی پیدا ہو جایا کرتی ہے راویٔ
حدیث نے اسے اس زمانہ پر منطبق کر دیا جو اسلام کی عظمت و عروج کا زمانہ تھا پھر
ارشاد نبویؐ کو اشخاص کے بارے میں سمجھ لیا حالانکہ صراحتاً ذکر نظام کا
ہے کسی صرفی اور نحوی اصول یا علم معانی کے اعتبار سے اسے خلفاء کی شخصیتوں پر منطبق

نہیں کیا جا سکتا۔ (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۲۱۸)

گذارش ہے کہ آپ کو اپنی منطق، صرف اور نحو مبارک ہو ہم دیوانوں کو
حضرت حبیبؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی روش پر ہی چلنے دیں ۔

عاقل بحز و نازاں مجنوں بجنوں — کل حزب بما لدیھم فرحون

الحدیث الخامس :-

حدثنا احمد بن منیع نا شریح
بن نعمان عن حشرج بن نباتہ عن
سعید بن جمہان قال حدثنی سفینۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم
ملک بعد ذالک ثم قال لی سفینۃ
امسک خلافۃ ابی بکرؓ ثم
قال وخلافۃ عمرؓ وخلافۃ عثمانؓ
ثم قال امسک خلافۃ علیؓ
فوجدناھا ثلثین سنۃ قال
سعید فقلت لہ ان بنی امیۃ
یزعمون ان الخلافۃ فیھم قال
کذبوا بنو زرقا بل ھم ملوک من
شر الملوک - رواہ الترمذی وقال ھذا
الحدیث حسن جامع الترمذی ص ۳۲۰ باب
ماجاء فی الخلافۃ

احمد بن منیع نے ہمیں حدیث سنائی وہ فرماتے
ہیں نعمان نے حشرج بن نباتہ سے خبر دی
انہوں نے روایت کی سعید بن جمہان سے وہ
فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سفینہ نے
سفینہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خلافت میری امت میں تیس برس ہوگی پھر
اسکے بعد حضرت سفینہ نے فرمایا شمار کرے خلافت
ابوبکرؓ کی پھر فرمایا خلافت عمرؓ کی اور خلافت
عثمان کی پھر شمار کرے خلافت علی کی۔
پس ہم نے معلوم کیا تیس برس بنتے ہیں، سعید
فرماتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت سفینہ کو کہ بنی امیہ
گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے فرمایا
حضرت سفینہ نے بنو زرقا جھوٹ بولتے ہیں
بلکہ وہ تو شریر بادشاہوں سے بادشاہ
ہیں۔

اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس میں صراحت ہے کہ بنوامیہ بادشاہ ہیں "من شر الملوک" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ملوکیت بھی از قسم جبریہ ہے جس کی پہلی روایت میں اشارہ ہے مگر اس میں سے حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت مستثنیٰ ہے کہ وہ از قسم ملک عاض ہے۔ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے اگرچہ پایۂ صحت کو نہ پہنچی، مگر دوسری روایت میں خلافت راشدہ کے انقطاع کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں اس کے وقت کے تعین کے لئے مفید ہے کیونکہ یہ روایت ایسی ضعیف نہیں کہ از قسم متروک ہو، پھر اس روایت کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔

محمود عباسی صاحب نے اس روایت کے دو راویوں حشرج بن نباتہ اور سعید بن جمہان پر جرح کی ہے لیکن یہ دونوں راوی اتنے مجروح نہیں ہیں کہ ان کی روایات از قسم متروک ہو جائے۔ معمولی جرح کیوجہ سے ہی پایۂ صحت سے ساقط ہو گئی ہے۔

سعید بن جمہان راوی کو ابو حاتم نے کہا ہے" لا یحتج بہ" ابن عدی کہتے ہیں "ارجو انہ لا باس بہ" وثقہ ابن معین وقال ابوداؤد ثقہ

میزان الاعتدال ص ۱۳۱ ج ۲

اصحاب السنن الاربعۃ نے اس سے روایت لی ہے اور ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔

حشرج بن نباتہ راوی کے متعلق اگرچہ امام بخاری نے کہا ہے" لا یتابع فی حدیثہ" کہ اس حدیث کا کوئی دوسرا راوی متابع نہیں ہے مگر امام بخاری کی یہ جرح اس راوی کے متعلق درست نہیں خصوصاً اس روایت کے متابع دوسرے رواۃ موجود ہیں، جیسا کہ آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس راوی کو امام احمد بن حنبل رحؒ، امام ابن معین رحؒ اور علی وغیرہم محدثین

نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وثقہ احمد وابن معین وعلی وغیرھم

میزان الاعتدال ص۵۵۱ ج ۱

اس روایت کو ابو داؤد الطیالسی نے بھی حشرج ابن نباتہ عن سعید ابن جمہان عن سفینہ روایت کیا ہے (مسند ابی داؤد الطیالسی ص۱۵۱ حدیث نمبر ۱۱۰۷)

اس روایت کو ابو داؤد السجستانی نے سعید ابن جمہان عن سفینہ دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، جن میں حشرج بن نباتہ نہیں ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں (بذل المجہود ص[illegible] ج ۵)

اس روایت کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں عن سعید ابن جمہان عن سفینہ روایت کیا ہے دو سندوں میں حشرج ابن نباتہ نہیں ہے (مسند الامام احمد ص۲۲۰ و ص۲۲۱ ج ۵)

اس روایت کو عبداللہ ابن احمد نے ابو ریحانہ عن سفینہ روایت کیا ہے اس سند میں سعید ابن جمہان نہیں ہے دیکھئے (البدایہ والنہایہ ص۲۰۱ ج ۸)

اس روایت کو بیہقی اور بزار نے روایت کیا ہے ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے

(حاشیہ الصواعق المحرقہ ص۱۳۵)

اس روایت کو قاضی ابو یعلیٰؒ نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے۔

(تاریخ ابن خلدون مترجم ص۱۵۰ ج ۲)

لیکن افسوس ہے کہ ہم مسند بزار، مسند ابی یعلیٰ اور ابن حبان کی اسانید پر مطلع نہیں ہو سکے امام بیہقی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن عبدالبر نے اس روایت کو ابی بکرہ سے روایت کیا ہے اس عبارت کو نقشہ میں جو اگلے صفحہ پر دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ عن ابیہ روایت کیا ہے:-

عن عبدالرحمٰن ابن ابی بکرۃ	عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے روایت فرماتے
عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ	ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم یقول خلافۃ	کو فرماتے سنا کہ خلافت نبوت تیس برس

نبوۃ ثلثون عاما ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء فقال معاویہ رضینا بالملک البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۹۸

جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۸۶

ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا سلطنت عطا کرے گا۔ پس حضرت معاویہ رض نے کہا کہ ہم "ملک" کے ساتھ بھی راضی ہیں۔

حافظ ابن کثیر رح اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

فیہ رد صریح علی الروافض المنکرین خلافۃ الثلثہ وعلی النواصب من بنی امیۃ ومن تبعھم من اھل الشام فی انکار خلافۃ علی رض

اس روایت میں صراحتاً تردید ہے روافض کی جو خلافت ثلاثہ کے منکر ہیں اور بنی امیہ کے ناصبیوں اور ان کے اتباع (شامیوں) کی تردید ہے جو حضرت علی رض کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔

پس اس روایت کی سندات کا نقشہ جو ترمذی، ابوداؤد، مسند امام احمد مستدرک حاکم، بیہقی، مسند ابی داؤد الطیالسی، طبرانی، البدایہ والنہایہ اور جامع بیان العلم میں مذکور ہیں۔ اگلے صفحہ پر درج ہے ملاحظہ فرمائیں:-

مجمع الزوائد میں یہ روایت طبرانی کے حوالے سے معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ
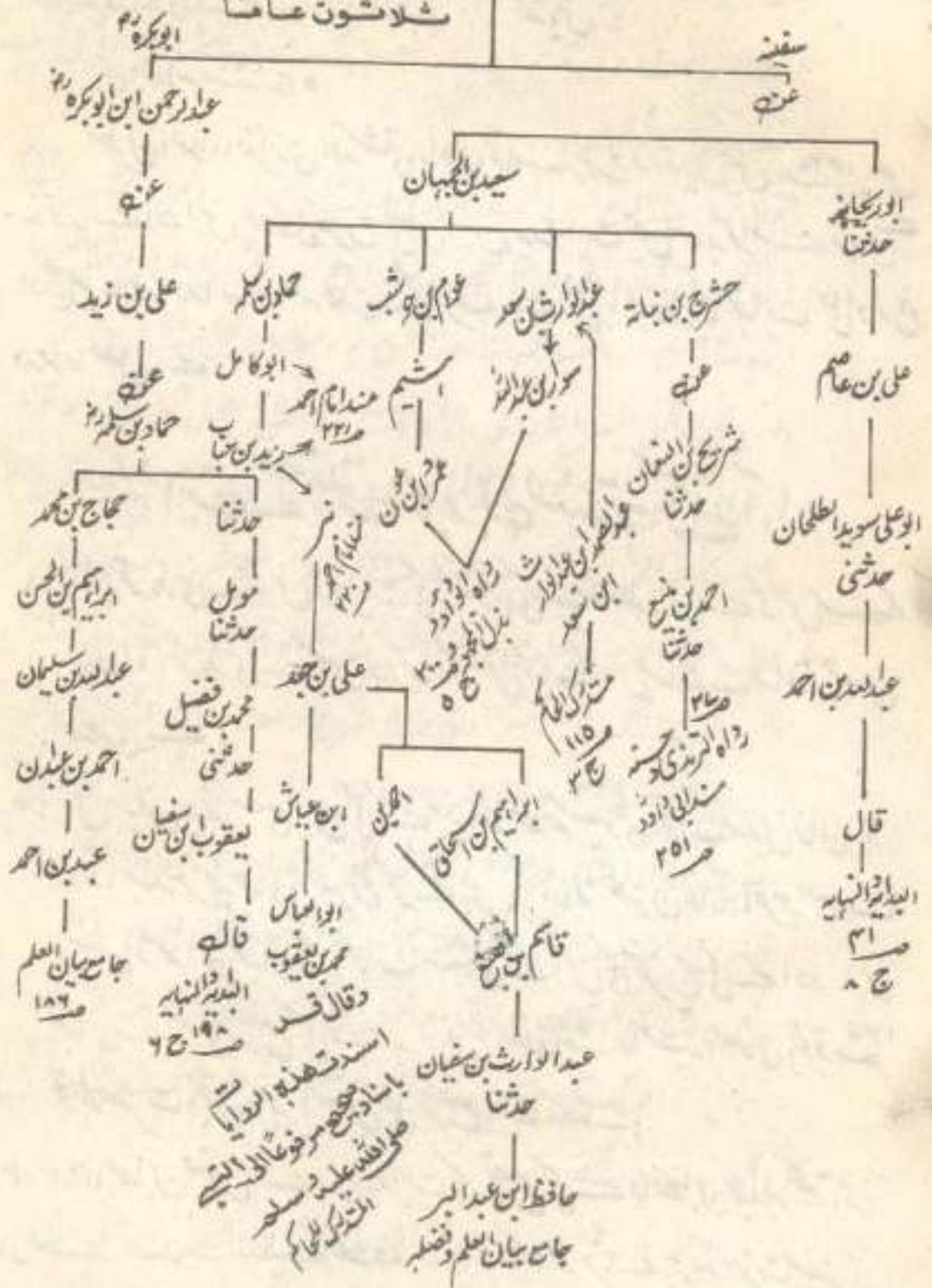
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنتشون ... اس روایت میں مطر بن علاء رملی راوی کو۔

بنوۃ وقال فیہ مطر بن العلاء الرملی لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات	میں نہیں پہچان سکا۔ بقیہ سارے راوی ثقہ ہیں۔

مجمع الزوائد ص۱۹۰ ج ۵

مطر بن العلاء الفزاری الدمشقی راوی کتاب الجرح والتعدیل ہی ص۳۲۷ میں مذکور ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں پس یہ روایت تین صحابہ کرام سے مروی ہے اور صحیح ہے اور اسے ائمہ حدیث کی طرف سے تلقی بالقبول کا نہایت اعلیٰ وارفع درجہ حاصل ہے۔

اس روایت کے متعلق اکابر اہل السنۃ کی آراء

۱۔ امام ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی ہے مطلب یہ ہے کہ جس سند کے ساتھ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس سند کے ساتھ حسن درجہ کی ہے۔

۲۔ ابن حبان نے اسکی تصحیح کی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی، نواب صدیق خان، مولانا عبدالعزیز ملتانی تصریح کرتے ہیں (الخلافۃ ثلثون عاماً، اخرجہ اصحاب السنن وصححہ ابن حبان کہ اصحاب السنن نے اس کی تخریج کی ہے اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۵ حاشیہ الصواعق المحرقہ ص۱۳۵ بحوالہ الحضرات التجلی، نبراس علی شرح العقائد ص۵۰۲)

۳۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

قال احمد حدیث سفینۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ صحیح والیہ اذھب	کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت سفینہ کی حدیث صحیح ہے اور خلفاء کے بارے میں میرا یہی مذہب ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص۱۸۲ ج ۲)

۴۔ اس روایت پر تمام فقہاء و محدثین اور متکلمین و دیگر محققین نے اعتماد کیا ہے، اور خلفائے اربعہ ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین، علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم کو الخلفائے الراشدون قرار دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مندرجہ ذیل کتب کے مندرجہ ذیل صفحات :۔

فتح الباری ص۱۶۰ ج ۱۳، عمدۃ القاری ص۲۳۴ ج ۱۱، والعرف الشذی ص۴۶۳ بذل المجہود ص۲۰۰ ج ۵، نودی علی صحیح مسلم ص۱۱۹ ج ۲، السراج الوہاج ص۱۹۲ و ۱۹۴ ج ۲ مرقاۃ ص۱۲۳ ج ۱، اشعۃ اللمعات ص۲۸۰ ج ۴، مظاہر الحق ص۲۹۰ ج ۴ اصول الدین لابی الیسر البزدوی ص۹۸ و ص۱۸۶، حاشیہ اصول البزدوی للحافظ قاسم ابن قطلوبغا ص۲۳۰، فتاوی مولانا عبدالحی بحوالہ ذخیرہ ص۴۵ ج ۲۔ شرح العقائد ص۱۰۹ حاشیہ الخیالی علی شرح العقائد ص۲۱۳، نبراس علی شرح العقائد ص۵۰۲ عقیدۃ الامام ابن جریر الطبری ص۱، شارح العقیدۃ الطحاویہ ص۴۱۰، ص۴۰۲، شرح الفقہ الاکبر ص۸۰، ضوء المعانی ص۵۰ شرح مواقف ص۴۲۱، فتاوی ابن تیمیہ ص۴۰۶ منہاج السنۃ ص۲۳۹، المنتقی ص۲۸۰، اعلام الموقعین ص غنیۃ الطالبین ص۱۷۰، ۱۷۱ مکتوبات مجدد الف ثانی ص۲۵۵، ازالۃ الخفا مترجم ص۲۰۰ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۵۳ فتاوی عزیزی ص۲۲۸، عشرہ مبشرہ مصنفہ قاضی سلیمان منصورپوری ص۹۹

۵۔ اس روایت کو قاضی عیاض، حافظ ابن کثیر، محمد حسن ضیف اللہ، علامہ شبلی نعمانی، خواجہ محمد یحیٰی رفیقی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے دیکھئے :۔

شرح شفاء ص۶۹۰ ج ۱، البدایہ والنہایہ ص۱۹۸ ج ۶، فیض القدیر ص۲۰۳، سیرۃ النبی ص۲۰۰ ج ۳، مصباح الدجی فی احوال المصطفےٰ ص۲۰۲

انقضائے خلافتِ راشدہ کی چوتھی دلیل

حضرت معاویہ رضؓ کے عہد حکومت میں کچھ ایسے امور بھی ظہور پذیر ہوئے جو خلافت راشدہ کی بنا کو منہدم کرنیوالے تھے، چنانچہ صحیح بخاری کے حوالے سے آپ حضرت حذیفہ رضؓ کی روایت سے معلوم کر چکے ہیں کہ کچھ حکمران ایسے بھی ہونیوالے ہیں جن سے کچھ امورِ مستنکرہ بھی سرزد ہونگے "تعرف منھم وتنکر" جیسا کہ حافظ ابن حجر الھیتمی المکی حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

انہ وقع فی خلافتہ امور کثیرۃ لم یوقف مثلھا فی زمن الخلفاء الراشدین فسمیت لاشتمالھا علی تلک الامور ملکا عاضاً۔

تحقیق حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت میں بہت سے ایسے امور وقوع پذیر ہوئے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں لوگ ان سے مانوس نہ تھے پس ان امور کی وجہ سے ان کی خلافت "ملکِ عاض" کاٹنے والی بادشاہی سے موسوم ہوئی

تطہیر الجنان ص۱۵ الصواعق المحرقہ ص۲۱۹

بعض امور کی نشاندہی

ان میں سے بعض امور کی نشاندہی ہم کرتے ہیں:-

۱۔ حضرت معاویہ رضؓ کے عہد حکومت میں ناصبیت کو فروغ حاصل ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برملا سب وشتم کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں تاریخ کی مبالغہ آمیز روایات سے صرفِ نظر کرکے کتب احادیث کی صحیح ترین روایات اور قابلِ اعتماد اہلِ تحقیق کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو صحیح بخاری۔

ان رجلا جاء سهل ابن ابی سعد فقال فلان امیر المدینۃ یدعو علیا عند المنبر قال فیقول ماذا قال یقول له ابا تراب فضحک وقال ما سماہ الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ	ایک مرد حضرت سہل کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو فلاں شخص یعنی امیر مدینہ حضرت علیؓ کو منبر کے پاس نا ملائم کہتا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کہا ہے کہنے لگے وہ انہیں ابو تراب کہتے ہیں پس وہ ہنسے اور فرمایا کہ ابو تراب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا ہے۔ الی آخر الحدیث
صحیح بخاری ص۵۲۵ ج ۱	

"ابوتراب" جناب علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی کنیت تھی بخاری کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ مسجد میں فرش زمین پر لیٹنے کی مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس نام سے پکارا۔ پس "ابوتراب" کہہ کر ان کی رسوائی کیطرف تعریض کرتے تھے جیسا کہ حضرت انور شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

انہ یستھزء بہ علی کنیتہ ھذہ	یعنی ان کو اس کنیت پر استہزا اور تمسخر کیا جاتا تھا۔
فیض الباری ص۶۹ ج ۲	

بظاہر ابو تراب کا لفظ حضرت علیؓ پر بولنا صرف صحیح اور درست ہی نہیں حضرت علیؓ کے لئے فرحت و مسرت کا باعث ہے۔ مگر اس لفظ سے ان کی رسوائی کیطرف کنایہ کرنا یقیناً حضرت علیؓ کے عقیدتمندوں کیلئے ناگوار امر ہے، اسی لئے رجل مذکور نے حضرت سہل بن سعدؓ کے سامنے شکایت کی۔

بنی امیہ حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کو "یا ابن ذات النطاقین" کہہ کر تعریض کرتے تھے "ذات النطاقین" حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ماجدہ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کا لقب ہے اور یہ لقب بھی انہیں دربار رسالت کیطرف سے عطا ہوا تھا۔ جب کہ انہوں نے ہجرت کیوقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے زادِ سفر کے لئے اپنے دوپٹے کو دو پارہ کیا تھا اور بنی امیہ اس لفظ کو ان کی ذلت کیلئے تحقیر آمیز لہجہ میں استعمال کرتے تھے کہ اے خدمت گار لونڈی کے بیٹے۔

صحیح بخاری ص ۱۱۸ ج ۲ صحیح مسلم ص ۳۱۲ ج ۲ میں مذکور ہے :-

کان اھل الشام یعیرون ابن الزبیر یقولون یا ابن ذات النطاقین وکانوا اذا عیروہ یقول ایھا والالٰہ تلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا۔

کہ اہل شام ابن زبیرؓ کو عار دلاتے ہوئے کہتے تھے اے ذات النطاقین کے بیٹے اور جب عار دلاتے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہاں مجھے میرے معبود کی قسم یہ ایسا عیب ہے جس کی عار زائل ہونے والی ہے۔

ہر عیبے کہ شاہ بپسندد ہنر است

تعریض ایک ناقابل تعزیر جرم ہے مگر ایذا رسانی میں زہر عقارب سے زیادہ شدید و الیم ہے۔

عصر حاضر کے بعض اہل قلم نے امیر مدینہ کے اس فعل شنیع کو خفیف بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا ہوا! بہر حال "ابو تراب" ہی تو کہا گیا ہے کوئی شخص کسی بری نیت سے یہ لفظ حضرت علیؓ کیلئے استعمال کرے تو یہ اس کی احمقانہ تعریض ہے۔ نیت کے لحاظ سے اس کا یہ فعل لائق ملامت ضرور ہے لیکن اس لفظ کو انصاف کے کسی قاعدے سے بھی "سب و شتم" کی بوچھاڑ یا گالی نہیں کہا جا سکتا (ماہنامہ البلاغ کراچی شمارہ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ)

گذارش ہے کہ

۱۔ اگر سب و شتم آپ کی اصطلاح میں صرف مغلظات بکنے ہی کا نام ہے

تو "لا تسبوا اصحابی" الحدیث میں صرف گالی گلوچ کی ہی ممانعت ثابت ہو گی طعن و تشنیع جیسی نہی سے خارج ہو جائیگی، پھر مودودی صاحب پر آپ کی اخذ و گرفت بیکار اور لغو ہو جائیگی کیونکہ آنجناب کے قاعدہ انصاف سے مودودی صاحب نے مغلظات تو نہیں بکے۔

۲۔ آپ کے قاعدہ انصاف کے تو سب سے پہلا نا انصاف وہ "رجل" مذکور فی الحدیث ٹھہرا جس نے امیر مدینہ کی شکایت کی تھی یا وہ عربی لغت سے نا آشنا ہو گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ بیچارہ آپ کے قاعدہ انصاف سے شناسا نہ ہو۔

۳۔ آپ نے یہ نہ بتایا کہ امیر مدینہ احمق تھا یا ہوشمند، اس نے "ابو تراب" کس نیت سے استعمال کیا تھا۔

۴۔ محترم "ابو تراب" کا لفظ حضرت علی رضی کے لئے تعریضاً استعمال کرنیوالوں کی مراد اہانت علی رضی ہے اگرچہ اول وضع کے لحاظ سے یہ لفظ محبت، پیار اور شفقت کا منبع تھا۔ آنحضور جسدِ علی رضی سے اپنے ہاتھوں سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے "قم یا ابا تراب قم یا ابا تراب"۔

اس کی نظیر یوں سمجھیں کہ عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کی کنیت "ابولہب" تھی اس کی یہ کنیت اول وضع میں اس کی خوب صورتی اور "حمرتِ خدین" یعنی رخساروں کی سرخی کی وجہ سے تھی۔ مگر جب وہ اللہ اور رسول ؐ کا دشمن ہو گیا تو پھر بھی مسلمان لسے "ابولہب" کے نام ہی سے پکارتے مگر تعریض کرتے تھے اس کے جہنمی ہونے پر۔ بلکہ خود قرآن عزیز نے اس کا ذکر اسی کنیت سے کیا۔ یہ ملازم نار سے کنایہ ہے۔ ناصبیوں نے یہی وطیرہ حضرت علی رضی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی کے ساتھ اختیار کیا ہے کہ دربار رسالت سے انہیں القاب ملتے ہیں۔ "ابوتراب" اور "ابن ذات النطاقین" اور ناصبی اسے حقارت اور ذلت

کے لئے استعمال کرتے تھے رسول اللہ کی وضع کے خلاف فانظر ماذا تری
کتب تاریخ میں اس قسم کے آثار ملتے ہیں کہ حضرت علی رض کے طرفداروں کو علی
سبیل التعریض "ترابی" ترابی کہا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ مذکور ہے
کہ حضرت صعصعہ بن صوحان ایک مرتبہ حضرت معاویہ رض کے ہاں تشریف لے گئے جب ان
پر اجتماع ہوگیا تھا اتفاق سے عمرو بن العاص ان کے پاس اسی چارپائی پر
بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رض نے عمرو بن العاص کو کہا "وسع له علی ترابیة
فیه" انہیں گنجائش کرکے جگہ دیں۔

باوجودیکہ ان میں "ترابیة" ہے یعنی حضرت علی رض کی طرفداری اور تعریض
ہے ٹھیاپن پر" فقال انی والله لترابی خلقت منه والیه اعود
ومنه ابعث وانك لمارج من مارج من نار یعنی اس پر انہوں نے کہا
میں اللہ کی قسم ترابی ہوں تراب یعنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہوں اسی میں لوٹ
کر جاؤں گا اور پھر اسی مٹی سے ہی اٹھایا جاؤں گا اور آپ آگ کی چنگاریوں
میں سے ایک چنگاری ہیں (العقد الفرید ص ۳۶۶ ج ۲)

دوسری روایت ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جب فلاں یعنی حضرت معاویہ رض شہر کوفہ
میں آئے اور فلاں یعنی مغیرہ بن شعبہ کو خطبہ کے لئے کھڑا کیا تو راوی حدیث عبداللہ بن ظالم
کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید رض نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا :-

الا تری الی هذا الظالم واشار الی الخطیب، فاشهد علی التسعة انهم فی الجنة ولو شهدت علی العاشر فلم اثم

کیا تو نہیں دیکھتا اس ظالم کی طرف اور اشارہ کیا خطیب کی طرف، پھر نو اشخاص پر جنت کی شہادت دی اور فرمایا کہ اگر میں دسویں پر جنت کی گواہی دوں تو گنہگار نہیں ہوں گا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کو خطبہ میں کچھ ایسے نا ملائم الفاظ کہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ طیش میں آ گئے۔ عبداللہ کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا کہ دیکھو یہ ظالم حضرت علی رضؓ کے متعلق یہ کچھ کہتا ہے۔ حالانکہ وہ ان دس خوش بخت انسانوں میں سے ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ نو صحابہ کے نام حضرت علی رضؓ سمیت لیکر انہوں نے فرمایا کہ "انھم فی الجنۃ" وہ جنت میں ہیں۔ اگر میں دسویں کے متعلق بھی شہادت دوں کہ وہ جنتی ہے تو میں گنہگار نہیں ہونگا حضرت سعید بن زید کی مراد اپنے نفس سے تھی۔ (ابوداؤد ص ۲۸۲ ج ۲ بذل المجہود ص ۲۰۱ ج ۵ باب فی الخلفاء)، معاویہؓ از عمر ابو النصر ص ۱۹۸

اس روایت میں سبِّ علیؓ کی تعریض بیان ہوئی جس طرح پہلی روایت میں تھی نیز اس میں اشارہ بھی موجود ہے کہ یہ تعریض حضرت معاویہ رضؓ کے ایماء سے تھی یا کم از کم ان کی رضا شامل تھی۔

تیسری روایت بھی ابوداؤد نے روایت کی ہے :-

قال رباح کنت قاعدا عند فلان (ای مغیرۃ بن شعبۃ) فی مسجد کوفۃ عندہ اھل الکوفۃ فجاء سعید بن زید فرحب المغیرۃ بسعید وحیاہ واقعدہ عند رجلہ علی السریر فجاء رجل من اھل الکوفۃ یقال لہ قیس بن علقمۃ فاستقبلہ فسب فسب فقال سعید من یسب ھذا الرجل قال یسب علیا قال الا اری

حضرت رباح راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں فلاں شخص (مغیرہ بن شعبہ) کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ اور بھی اہل کوفہ تھے کہ حضرت بن زید تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ نے مرحبا کہا اور علیک سلیک کے بعد اپنی مسند پر پاؤں کی طرف بٹھا دیا پس ناگہاں ایک مرد آیا اہل کوفہ میں سے جسے قیس ابن علقمہ کہتے ہیں پس متوجہ ہوا بغیر کسی کا نام لئے گالیاں دینی شروع کر دیں پس پے درپے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یسبون عندک ثم لا تنکر
ولا تغیر انا سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وانی لغنی ان
اقول علیہ ما لم یقل فیسئلنی
عنہ غدا اذا لقیتہ ابوبکر فی
الجنۃ وعمر فی الجنۃ وساق
معناہ ثم قال لمشهد رجل منهم
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یغبر فیہ وجهہ خیر من عمل
احدکم عمرہ ولو عمّر عمر
نوح علیہ السلام

بذل المجہود ص۲۰۲ ج ۵ ابوداؤد ص۲۸۳ ج ۲
باب فی الخلفاء

یہ اور کس کو گالیاں دے رہا ہے حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ علی کو
حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں
کہ آنحضرتؐ کے اصحاب کو تیری مجلس میں گالیاں دی
جاتی ہیں اور تو انکار نہیں کرتا اور نہ ہی روکتا ہے
اور میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے اور میں اس
چیز سے بے نیاز ہوں کہ حضورؐ پر ایسی بات کہہ دوں جو
آپ نے نہ فرمائی ہو اور کل روزِ قیامت وہ مجھ سے
باز پرس کریں فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ ابوبکر
جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے اور پھر پہلی روایت
کی طرح دس اشخاص کے جنتی ہونے کی شہادت
دی، پھر فرمایا ان میں سے ایک صحابی کا حضورؐ
کی ہمرکابی میں میدانِ جنگ میں حاضر ہو کر
اس میں اسکے چہرے کا غبار آلود ہو جانا تمہاری
عمر بھر کی ریاضت سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں نوح
علیہ السلام کی عمر دی جائے۔

اس روایت میں اگرچہ حضرت علیؓ کے نام کو بصراحت ذکر نہیں کیا گیا مگر
کوفہ کی جامع مسجد میں امیرِ کوفہ کی حاضری میں بھری محفل کے اندر حضرت سعید بن
زیدؓ جیسے جلیل القدر اور رفیع المرتبت صحابی کی موجودگی میں جو بحیثیت مہمان کے
ہیں اس منچلے نے گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور پوری مجلس میں اسے روکنے
والا کوئی نہ تھا۔ آخر سعیدؓ بن زیدؓ نے حضرت مغیرہ کو سرزنش کی۔

چوتھی روایت :-

ابوداؤد نے اسی مضمون کی ایک روایت عبدالرحمٰن ابن الاخنس سے روایت کی ہے۔ ص۲۳ ج ۱

ابوداؤد کی ان تینوں روایتوں کو امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں مختلف سندات سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند امام احمد ص۱۸۷ ج ۱ و ص۱۸۸ ج ۱ (تینوں سندوں کے ساتھ) ص۱۸۹ ج ۱۔

پانچویں روایت :-

قطبہ ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ ابن شعبہ نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ ناشائستہ گفتگو کی تو زید ابن ارقم کھڑے ہو گئے وفقال قد علمت ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان ینھیٰ عن سب الموتیٰ فلم تسب علیا وقد مات؟ (مسند امام احمد ص۳۶۹ ج ۴ ص۳۷۲ ج ۴ ومصنف ابن ابی شیبہ ص۱۵۳ ج ۴) - کہ اے مغیرہ جو یقیناً جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اموات سے منع فرمایا ہے پھر تو علی کو کیوں سب کرتا ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں

کوفہ کا انتخاب گالیوں کے لئے کیوں عمل میں لایا گیا؟ اسلئے کہ یہ شہر حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے عقیدتمندوں کا مرکز تھا۔ آج کوئی ملنگ ہمیں دور سے دیکھتا ہے تو "یا علیؓ" کا نعرہ لگاتا ہے اور "علی کا پہلا نمبر" پکارتا ہے ہم جانتے ہیں کہ من چلے ملنگ فاتر العقل نہیں محض ہمیں جلانے کے لئے یہ نعرے لگائے جاتے ہیں، ان کے نعروں سے ہمارے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں اور ہمارے دل جل اٹھتے ہیں اور بارہا ہمارے دلوں کی سوزش شعلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔ ہمارے شناسا خوب واقف ہیں کہ علیؓ کے ملنگ ہمارے ہاتھوں کئی بار پٹ چکے ہیں اور بعض نے گھروں کو چھوڑ دیا

ایک بار میرے سات ساتھی بمعیت برادر خورد مقدمہ کی لپیٹ میں آگئے جن میں سے تین بری ہو گئے اور چار ساتھیوں کو چھ ماہ قید با مشقت کی سزا بھگتنا پڑی
ابھی قلیل ہی مدت کا واقعہ ہے کہ ایک ملنگ نے ہماری مسجد کے سامنے نعرے لگائے ایک طالب علم نے اسے زدوکوب کیا اور تھانہ تک سب طلبا کو استاذ سمیت جانا پڑا اور پولیس کی زجر آمیز دھمکیوں اور قہر آلود نگاہوں سے دوچار ہوئے
لیکن معاویہ کے ملنگ کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علیؓ پہ موسلا دھار بارش کی طرح برس جائیں تو علیؓ کے متعلقین پر کیا گزرتی ہو گی۔ اگر آپ کے سینہ میں دل ہے سنگ و خشت نہیں تو بھنگ نوش ملنگوں کے نعرہ ہائے "دمادم مست قلندر" سے جو آپ نے تاثر لیا ہے اس سے کوفہ میں حضرت علیؓ سے وابستگی رکھنے والوں کی حالت زار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

چھٹی روایت:۔

ابو عبداللہ الجدلی کہتے ہیں کہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رؤس الناس سب کیا جاتا ہے ابو عبداللہ کہتے ہیں، میں نے کہا سبحان اللہ معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو فرمانے لگیں الیس یسب علی ابن ابی طالب ومن یحبہ قالت اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ وفی روایۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سب علیا فقد سبنی

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ کیا تمہارے ہاں علی ابن ابی طالب پر سب نہیں کیا جاتا فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے تھے
اور ایک روایت میں ہے۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ

فرماتے تھے کہ جس نے علی کو سب کیا اس نے مجھے سب کیا۔

مسند امام احمد ص ۳۲۳ ج ۶، المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۶۹، خصائص مرتضوی ص ۱۵۴ المستدرک للحاکم ص ۱۲۱ ج ۳، الریاض النضرہ ص ۲۱۹ ج ۲، شرح شفا ص ۵۰۲ و ص ۵۵۵ ج ۲۔

اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا اور علامہ ذہبی نے بھی اسکی تصحیح کی ہے دیکھئے مستدرک للحاکم و تلخیص علی المستدرک۔

علامہ الہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ وھو ثقۃ ورواہ الطبرانی فی الثلاثۃ وابویعلی ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللہ وھو ثقۃ (مجمع الزوائد ص ۱۳۰ ج ۹)

علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں اس روایت کو بحوالہ مسند امام احمد نقل کرکے اسکی تصحیح کی ہے، نیز علامہ مناوی نے فیض القدیر میں اس پر بحث کی ہے اور علامہ الہیثمی سے اسکی تصحیح نقل کی ہے۔ نیز مستدرک حاکم سے بھی صحت سند کا حوالہ نقل کیا (فیض القدیر ص ۱۴۷ ج ۶)

الحافظ ابن حجر الہیتمی بھی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں اخرج احمد والحاکم وصححہ عن ام سلمۃ (الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳)

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابن عباس رض سے بھی مروی ہے۔ (الریاض النضرہ ص ۲۱۹ ج ۲)

ساتویں روایۃ:۔

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویۃ ابن	عامر بن سعد ابن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں اپنے باپ سعد بن وقاص سے سنکر

الی سفیان سعداً فقال ما منعک ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت ثلثاً قالھن لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلن اسبہ لان تکون لی واحدۃ من ھن احب الی من حمر النعم الخ

صحیح مسلم ص۲۷۸ ج ۲

نیز دیکھیں حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۴۳۶

البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۳۳۹، ۳۴۰۔

کہ معاویہؓ بن سفیانؓ نے حضرت سعدؓ کو حکم کیا تھا (حضرت علیؓ پر سب کرنیکا لیکن انہوں نے انکار کیا) فرمایا معاویہ نے تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو حضرت علیؓ پر سب نہیں کرتا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہیں وہ تین چیزیں جو آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کی منقبت میں کہی ہیں اگر ان تین چیزوں میں سے صرف ایک ہی چیز مجھے حاصل ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی (پھر وہ تین خصائل منقبت حضرت سعدؓ نے ذکر فرمائے۔

صحیح مسلم کی یہ روایت غمازی کرتی ہے کہ سب علیؓ کے بارے میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔ اگر سعد ابن وقاصؓ جیسے شخص سے بھی مطالبہ کیا گیا ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سب علیؓ کا معاملہ کس ناگفتہ بہ حد تک ارتقا کر چکا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۱ھ کی بات ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ کی ملاقات اس کے بعد حضرت سعد ابن وقاصؓ سے نہیں ہو سکی ۵۵ھ میں حضرت سعدؓ نے وفات پائی اور حضرت معاویہؓ کی مدینہ میں آمد ۵۶ھ میں ہوئی ۵۰/۵۱ھ کے بعد نو مراحل باقی ہیں معلوم نہیں حیات معاویہؓ کے آخری ایام میں اس مسئلہ کی گیرائی میں کتنی وسعت و شدت ہو گئی ہو گی۔

مسلم ہے کہ سبؔ سے مراد وہ مغلظات نہیں جسے گنوار لوگوں کی اصطلاح میں گالی کہا جاتا ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ گنوار لوگوں کے لئے یہ مغلظات اتنے عیبناک نہیں جتنے صحابہؓ کے لئے معمولی سب و شتم، بہرحال "لاتسبوا اصحابی" الحدیث کے تحت جو سب منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب و شتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

بعض لوگوں نے یہاں بھی بعید از فہم تاویلات سے کام لیا ہے مگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بڑی شد و مد سے ان کی تردید فرمائی اور ان کی تاویلات کو فاسد قرار دیا فرماتے ہیں۔

مسلم اور ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ نے سعدؓ ابن ابی وقاصؓ سے کہا "ما منعك ان تسب ابا تراب" تجھے کس نے ابا تراب کو گالی دینے سے منع کیا ہے۔ بعض جانبداروں نے معاویہ ابن ابی سفیان کے اس لفظ کی تاویل کی ہے کہ مراد اس سے یہ تھی کہ کس واسطے علی المرتضےٰؓ سے کلام میں درشتی نہیں کرتا اور کیوں نہیں سمجھاتا کہ قاتلان عثمانؓ سے ہاتھ اٹھائے اور مقام قصاص میں ہمارے سپرد کرے لیکن اس توجیہ میں دو خدشے گزرتے ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ اس تقدیر پر چاہیئے تھا کہ یہ کہنا سننا حیات امیر المومنین علی المرتضےٰؓ کے زمانہ میں ہوا ہوگا اور تاریخ کی رو سے ملاقات سعدؓ کی معاویہؓ سے ٹھیک نہیں اس واسطے کہ سعدؓ ابتدائی فتنہ سے موضع عقیق میں جا رہے تھے، جو مدینہ کے باہر ہے اور اس زمانہ میں معاویہؓ کو مدینہ آنیکا اتفاق نہ پڑا، بلکہ امام حسنؓ سے صلح کے بعد حج کے لئے آئے اور مدینہ والوں سے ملے۔

۲۔ دوسرا خدشہ یہ ہے کہ جواب سعدؓ کا "اما ذکرت ثلاثا" اس توجیہ کے خلاف ہے اس واسطے کہ کسی شخص کے فضائل کا بہت ہونا اس کی نصیحت اور پند گوئی کو مانع نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو ظاہر پر جاری رکھے۔ نہایت کار یہ کہ اس فعل ناپسندیدہ کا ارتکاب یعنی سبّ یا امر سب حضرت معاویہؓ ابن ابی سفیان سے لازم آئیگا۔ "ولیس هذا باول قارورة کسرت فی الاسلام" یہ پہلا قارورہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا ہے بلکہ اس سے زائد مسائل بھی واقع ہو چکا ہے، کیونکہ گالی کا مرتبہ قتل و قتال سے کم رتبہ کا ہے کیونکہ

صحیح حدیث میں وارد ہے۔ "سباب المومن فسوق وقتالہ کفر"
کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور مسلمان کو مار ڈالنا کفر ہے اور جب کہ قتال و
امر قتال کا صدور یعنی جن سے چارہ نہیں بلکہ اصلح یہی ہے کہ اس کو گناہ کبیرہ
کا مرتکب سمجھنا چاہیئے۔ اور طعن و لعن کو بند رکھنا چاہیئے۔ (فتاوی عزیزی ص ۲۱۳)

سب علی رض کی مہم جو ابتدائے عہد معاویہ رض میں چلائی گئی تھی وہ ۵۰/۵۱ھ تک اتنی
شدت اختیار کر چکی تھی کہ حضرت سعد رض ابن ابی وقاص رض جیسے اشخاص سے بھی سب
علی رض کا مطالبہ کیا جانے لگا اور کوفہ شہر میں حجر ابن عدی رض اور ان کے ساتھیوں
کے لئے سزائے موت کا موجب بن گئی۔ نامعلوم ۶۰ھ تک اس کا عروج کس حد
تک ہوا البتہ عہد معاویہ رض کے بعد ایک واقعہ ملتا ہے جس سے حقیقت کا انکشاف
ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے مداحوں اور ثنا خوانوں سے سب علی رض کے مطالبات ہونے
لگے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ سہل ابن سعد رض حضرت علی رض کے مناقب بیان کرتے تھے
سو انہیں بنی مروان میں سے ایک امیر نے جو مدینہ کا حکمران تھا بلایا اور سب علی رض کا
حکم دیا۔ صحیح مسلم میں ایک روایت وارد ہے ملاحظہ فرمالیں:۔

عن سهل ابن سعد قال استعمل
على المدينة رجل من آل مروان
قال فدعا سهل ابن سعد فامره
ان يشتم عليا قال فابى سهل
فقال اذا ابيت فقل لعن الله
ابا تراب فقال سهل ما كان لعلى اسم
احب اليه من ابى تراب وان كان ليفرح
اذا دعى بها الخ (صحیح مسلم ص ۲۷۸ ج ۲)

حضرت سہل بن سعد رض سے روایت فرماتے ہیں کہ آل
مروان میں سے ایک مرد مدینے کا عامل بنایا گیا راوی
حدیث فرماتے ہیں کہ اس نے حضرت سہل رض کو بلایا اور
حضرت علی رض کو سب و شتم کرنے کا حکم دیا راوی کہتا ہے کہ
حضرت سہل نے انکار کر دیا پس اس حاکم نے کہا کہ جب
تو نے علی رض کو گالیاں دینے سے انکار کر دیا تو چلو یوں
کہہ دو کہ اللہ ابو تراب پر لعنت کرے حضرت سہل رض نے
فرمایا کہ حضرت علی کے لئے ابو تراب سے زیادہ محبوب نام کوئی نہ تھا
اور وہ ان کو اس نام سے پکارے جانے سے خوش ہوتے تھے

اس روایت سے یہ حقیقت نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ سب علیؓ کا کم ازکم درجہ جس کا حضرت سہل ابن سعدؓ سے مطالبہ کیا گیا وہ "لعن اللہ ابا تراب" کی گالی ہے اگر کوئی تاویل اس سب کے وزن کو کم کر سکتی ہے تو بسم اللہ پیش کیجئے۔

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر صحاح کی کتابوں میں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ مروان ابن الحکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت کے برعکس خطبہ عید کو نماز پر مقدم کر دیا تھا صحابہ کرام نے اس پر نکیر بھی کی کہ (خالفت السنۃ) تو نے سنت کی خلاف ورزی کی تو اس نے جواب دیا (ان الناس لا یجلسون لنا بعد الصلوۃ فجعلتہا قبل الصلوۃ) کہ لوگ ہمارے لئے نماز کے بعد نہیں بیٹھتے پس میں نے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔

شیخ شیخنا الانور نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:-

لانہ کان یسب علیا رضی اللہ عنہ	چونکہ وہ مروان حضرت علی کو خطبہ میں سب کرتا اور
وکان الناس یقومون عنہا فقدمہا	لوگ خطبہ سے کھڑے ہو جاتے پس اس نے خطبہ نماز
فیض الباری ص۳۵۹ ج ۲ العرف الشذی ص۲۳۰	سے مقدم کر دیا۔

علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مروان جمعہ کے خطبہ میں حضرت علیؓ کو سب کرتا تھا۔ (تاریخ الاسلام الذہبی ص۲۸۸ ج ۲ البدایۃ والنہایۃ ص۲۵۹ ج ۸)

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے اتباع بکثرت حضرت علیؓ پر سب کرتے تھے (فتاوی ابن تیمیہ ص۱۴ ج ۳ و ص۴۳۶ ج ۴)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ عثمان ابن صالح الہمی کہتے ہیں کہ اہل حمص حضرت علیؓ کی تنقیص کرتے تھے حتے نشاء فیہم اسماعیل ابن عیاش فحدثہم بفضائلہ فکفوا عن ذالک کہ اسماعیل ابن عیاش جب ان میں پیدا ہوئے تو انہیں حضرت علیؓ

کے فضائل سنائے تو تنقیص علی رضؓ سے رک گئے (میزان الاعتدال ص۲۴۰ ج ۱)

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں :-

بنی امیہ نے پورے ۹۰ سال تک سندھ سے ایشیائے کوچک تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں بر سر منبر حضرت علی رضؓ پر لعن کہلوایا، سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں (سیرۃ النبی ص۶۷ ج ۱)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھتے ہیں :-

وکانت ملوک بنی امیہ یفتحون لسان الطعن علی الخلیفۃ الرابع فی اخر الخطبۃ الثانیۃ

یعنی بنو امیہ کے حکمران جمعہ کے دوسرے خطبے میں حضرت علیؓ پر زبان طعن کشادہ کرتے۔

(نفع المفتی والسائل ص۲۶)

ایک انوکھا استدلال

جناب تقی صاحب حضرت امیر معاویہؓ کی مدافعت و تطہیر میں لکھتے ہیں :-

اس کے برعکس اس جستجو کے دوران ایسی متعدد روایات ہمیں ملی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علی رضؓ سے اختلاف کے باوجود ان کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ (ان متعدد روایات میں سے ایک روایت یہ ہے) جو تقی صاحب نے دوسرے نمبر پہ ذکر کی ہے۔

۲۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بسر بن ارطاہؓ نے حضرت معاویہؓ اور زید ابن عمرؓ کے سامنے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہا۔ حضرت معاویہؓ نے اس پر انہیں توبیخ کرتے ہوئے فرمایا "فشتم علیا وھو جدہ" کہ تم علیؓ کو گالی دیتے ہو حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں (ماہنامہ البلاغ ماہ صفر ۱۳۸۹ھ)

تقی صاحب نے "جد" کا معنی دادا کیا ہے حالانکہ اس جگہ جد کا معنی دادا نہیں بلکہ نانا ہے اسلئے کہ حضرت علی المرتضےؓ زیدؓ ابن عمرؓ ابن الخطاب کے نانا تھے۔

نیز میں نہیں سمجھ سکا کہ تقی صاحب نے اس واقعہ سے کس طرح سمجھ لیا ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کا احترام کرتے تھے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ کے خوشامدی گورنر ان کے روبرو بھری مجالس میں حضرت علیؓ کو برملا سب وشتم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بسر ابن ارطاۃ کو سب وشتم سے روکا نہیں بلکہ صرف آگاہ کیا ہے کہ "موقعہ شناس نہ ای دلبرا، خطا اینجا است" یعنی زیدؓ ابن عمرؓ ابن الخطاب کی موجودگی میں حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنا بے وقت کی راگنی ہے مگر جنہیں خبن علیؓ کی چاٹ لگی تھی ان کے نزدیک نغمۂ شتم علیؓ فصل لالہ وگل کا پابند نہیں۔

اگر معاویہؓ کو حضرت علیؓ کا احترام ہوتا تو فرماتے اتشتم علیا وھو من رسول صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ ھرونؑ من موسیٰؑ۔

جیسا کہ سعدؓ ابن وقاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو امتناع سب علیؓ پہ توبیخ کرنے پر حضرت علیؓ کے مناقب بیان کئے تھے اور جیسا کہ سہلؓ ابن سعدؓ نے امیر مدینہ کے مطالبہ سب علیؓ کے جواب میں حضرت علیؓ کے فضائل بیان کئے تھے۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

حلیۃ الاولیاء میں کچھ مزید لکھا ہے :-

حضرت زیدؓ ابن عمرؓ نے بسر ابن ارطاۃ پر اچانک حملہ کرکے انہیں زخمی کردیا بسر کے سر میں چوٹ آگئی۔ حضرت معاویہؓ نے زیدؓ ابن عمرؓ کو کہا کہ یا زید تو نے سید اہل الشام کو زخمی کردیا ہے اور بسر ابن ارطاۃ کو کہا "اتشتم علیا وھو جدہ وابوہ الفاروق علی رؤس الناس افکنت تراہ یصبر علی

شتوعلى وكانت ام زيد ام كلثوم بنت على۔

اہل شام صرف حضرت علیؓ کے ساتھ ہی ناروا سلوک نہیں کرتے تھے، بلکہ انہیں اہل بیت نبیؐ سے بغض تھا۔ اگر حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا یہ سلوک بوجہ منافرت تھا تو حق یہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی وفات کے بعد یہ باب مسدود ہو جاتا اور حضرت حسنؓ کی مصالحت کے بعد "ما مضیٰ" کو فراموش کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جیسا کہ کتب احادیث کی روایات آپ پڑھ چکے ہیں بلکہ قارئین کو شاید تعجب ہو کہ حضرت معاویہؓ کے مجالسین اور زائرین، حضرت حسنؓ بن علیؓ کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ حسنؓ ابن علیؓ جو جنگ پر پوری قدرت رکھنے کے باوجود محض تحفظ دماء مسلمین کی خاطر خلافت سے دستبردار ہوئے اور عنانِ حکومت حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دی تھی ابوداؤد کتاب اللباس کی ایک روایت ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرتی ہے ملاحظہ ہو:۔

عن بحيرة ابن خالد قال وفد المقدام ابن معد يكرب و عمرو ابن الاسود ورجل من بني اسد معاوية ابن ابي سفيان فقال معاوية للمقدام اعلمت ان الحسن ابن على توفى فرجع المقدام فقال فلان أتعدها مصيبة فقال له ولم لا اراها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم	بحیرہ ابن خالد فرماتے ہیں کہ مقدام ابن معدیکرب اور عمرو ابن الاسود اور بنی اسد کا ایک شخص حضرت معاویہ کے پاس گیا۔ حضرت معاویہ نے مقدام کو کہا کہ تجھے کچھ علم ہے کہ حسنؓ ابن علیؓ فوت ہو چکا ہے حضرت مقدام نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہا۔ فلاں شخص نے سوال کیا آیا تو وفاتِ حسن کو مصیبت سمجھتا ہے کہ انا للہ کہہ رہا ہے حضرت مقدام نے

فی حجرہ فقال ھذا منی وحسین من علی فقال الاسدی جمرۃ اطفاء ھا اللہ الخ

ابوداؤد ص۲۱۴ ج ۲ تاریخ الاسلام للذہبی ص۳۲۲ ج ۲

نے فرمایا ہاں میں کیوں مصیبت نہ سمجھوں کہ آنحضورؐ نے اپنی گود میں لیکر فرمایا یہ مجھ سے ہے اور حسینؓ علیؓ سے ہے پس اس رجل اسدی نے کہا وہ ایک چنگاری تھے جس کو اللہ نے بجھا دیا

اس روایت میں راوی نے مسامحت سے کام لیا اور (اتعدھا مصیبۃ) کے سائل اور جمرۃ اطفاھا اللہ) کے قائل دونوں کی پردہ پوشی کی کیونکہ ان کی گفتگو بے انتہا نفرت انگیز تھی۔ لیکن آنکھیں بند کرلینے سے حقیقت مستور نہیں ہوا کرتی "اتعدھا مصیبۃ" کے قائل یقیناً حضرت معاویہؓ ہیں۔ مسند امام احمد ج ۴ ص۱۳۲ منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند ج ۵ ص۱۴۳ کنز العمال ج ۷ ص۱۰۴ (جمرۃ) سے کیا مراد ہے۔ استشہاد کیلئے دیکھیں مسند امام اعظم ص۱۸۹ بری تحقیق۔

رجل اسدی کا قول برائے طلب تقربؑ رضاء معاویہ تھا جیسا کہ شراح حدیث نے بیان کیا ہے شاید اسی لئے حضرت معاویہؓ نے اسے سرزنش نہیں کی شاید وہ یہ سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہرداری کا فائدہ؟ مگر

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حضرت مقدام بن معدیکرب پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے حق گوئی کا حق ادا کردیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عون المعبود ص۱۱۵ ج ۴

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہؓ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نواسنجی سے وابستہ تھی، لیکن کبھی کبھی مقدامؓ ابن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کردیتی۔

راوی نے رجل اسدی کے نام کا اظہار نہیں کیا ہمیں بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہم بھی بے نام ہی کہتے ہیں:-

جو شقی حسنؓ ابن علیؓ کو جمرۃ من نار کہتے ہیں اللہ کی سو پھٹکار ان پہ ہم سو بار کہتے ہیں

علامہ دمیری نے بھی ایک قابل عبرت واقعہ نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو :-

فلما بلغ معاوية موته سمع تكبيرة من الخضراء فكبر اهل الشام لذالك التكبيرة فقالت فاختة بنت قرظة لمعاوية اقر الله عينك ما الذي كبرت لاجله فقال مات الحسن فقالت اعلى موت ابن فاطمة تكبر فقال والله ماكبرت شماتة موته ولكن استراح قلبي

حیوۃ الحیوان الکبریٰ ص۳ ج ۱

حضرت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ کی موت کی خبر پہنچی تو خضراء یعنی قصر معاویہؓ سے اللہ اکبر کی بلند آواز سنی گئی پس تمام اہل شام نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا فاختہ بنت قرظہ حضرت معاویہ کی بیوی نے حضرت معاویہ کو کہا اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے کونسی چیز پر تو نے تکبیر کہی ہے حضرت معاویہ نے کہا کہ حسنؓ فوت ہو گیا ہے پس اس نے کہا کہ فاطمہ کے بیٹے کی موت پر خوشیاں ہو رہی ہیں کہ نعرے لگائے جا رہے ہیں پس حضرت معاویہؓ نے کہا مجھے اسکے مرنے کی خوشی نہیں لیکن میرے قلب نے راحت حاصل کی ہے۔

دوسری چیز جس نے حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کو خلافت کے نہج سے ہٹا دیا ہے وہ بیت المال کا استعمال ہے

حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں "بیت المال" کا استعمال خلفائے راشدین کے طریقہ پر نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں بھی ہم تاریخی روایات سے قطع نظر کر کے کتب احادیث کی محکم روایات سے استناد کریں گے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عبد رب الکعبہ سے روایت ہے وہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی امام کی بیعت کرے پس اسے اپنے ہاتھ کا صفقہ اور اپنے دل کا ثمرہ عطا کر دے پس اسے چاہیئے کہ اس امام کی بحسب الاستطاعت اطاعت کرے پس اگر کوئی دوسرا شخص اس کا منازع کھڑا ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔ عبد الرحمٰن ابن عبد رب الکعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص سے دریافت کیا کہ آیا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! میرے دونوں کانوں نے سنی ہے اور میرے دل نے محفوظ کر لی۔

فقلت هذا ابن عمك معاوية يامرنا ان نفعل ونفعل قال اطعه فى طاعة الله واعصه فى معصية الله

(بذل المجہود ص ۹۱ ج ۵)

یعنی حضرت عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کو کہا کہ تیرا چچا زاد بھائی معاویہ تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ایسا کریں پس حضرت عبد اللہ بن عمرو کہنے لگے پس تو ان کی اطاعت کر اس حکم میں جس میں اللہ کی اطاعت ہو اور اسکی نافرمانی کر اس حکم میں جس میں اللہ کی معصیت لازم آتی ہو۔

ابو داؤد کی اس روایت میں "نفعل نفعل" یعنی ایسا ایسا کریں ناشائستہ امور سے کنایہ ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ان امور ناشائستہ کی تصریح موجود ہے وہ روایت ایک طویل روایت ہے جس میں مذکور ہے۔ عبد الرحمٰن ابن عبد رب الکعبہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہیں اور لوگوں کا انبوہ کثیر ان پر ہجوم کئے ہوئے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنا رہے ہیں۔ اس سلسلہ گفتگو میں انہوں نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی بیان فرمایا :-

من بایع اماماً فاعطاہ صفقة یدہ وثمرة قلبہ فلیطعہ ان استطاع فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا عنق الاخر فدنوت منہ فقلت لہ انشدک اللہ أانت سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھوی الی اذنیہ وقلبہ بیدیہ وقال سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی فقلت لہ ھذا ابن عمک معاویة یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل ونقتل انفسنا واللہ عزوجل یقول یایھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فسکت ساعة ثم قال اطعہ فی طاعة اللہ واعصہ فی معصیة اللہ

صحیح مسلم ص ۱۲۶ ج ۲

جس شخص نے کسی امام کی بیعت کی اسے اپنے ہاتھ کا صفقہ اور دل کا ثمرہ عطا کیا۔ پس چاہیے کہ اسکی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کا منازع آئے تو اس کی گردن مار دو پس میں انکے قریب ہو گیا پس کہا تجھے خدا کی قسم تو نے یہ حدیث رسول اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے پس اس نے کان میری طرف جھکائے اور اپنا دل بھی دونوں ہاتھوں سے اور کہا اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے محفوظ کیا پس میں نے اسے کہا کہ میرا چچازاد بھائی معاویہ تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے مال باطل طریقہ سے کھائیں اور اپنی جانوں کو ناحق قتل کریں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے ایمان والو نہ کھاؤ اپنے مال باطل طریق پر مگر یہ کہ تجارت ہو رضامندی سے اور نہ قتل کرو اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم کرنیوالا ہے) راوی کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓو ابن العاص کچھ دیر خاموش رہے پھر کہا تو اسکی اطاعت کر اطاعت اللہ میں اور اس کی نافرمانی کر معصیت اللہ میں۔

یہ روایت عبارۃ النص سے دلالت کرتی ہے کہ امام کی اطاعت مشروط ہے کہ جب وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیں اور اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں ورنہ "لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق" اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص برائے استحکام حکومت معاویہؓ وہ احادیث روایت فرماتے تھے جن میں اطاعتِ امیر کی ترغیب و تخصیص پائی جاتی ہو۔ اس ضمن میں عبدالرحمن ابن عبدرب الکعبہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کے سوال و جواب میں اس امر کی طرف تلویح و اشارہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے احکام میں اکل اموال اور قتل نفس کی بعض ایسی ناگوار صورتیں بھی ہیں، جنہیں عبدالرحمن ابن عبدرب الکعبہ باطل اور ناحق قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص نے بھی تردید نہیں فرمائی بلکہ وہ حضرت عبدالرحمن کے سوال کے منشا کو پا گئے کہ اطاعتِ امیر مطلق اور غیر مشروط نہیں ہے۔ اسلئے انہوں نے جواب میں ان کی تردید نہیں کی بلکہ اپنے دعویٰ کو مقید کر دیا " اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ" ورنہ وہ صاف کہہ سکتے تھے کہ حضرت معاویہؓ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا اے عبدالرحمن تم غلط سمجھے ہو وغیر ذالک

شارح مسلم امام نوویؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ زمانۂ فتنہ کی بات ہے اور عبدالرحمن نے روایت ہذا کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ یہ حضرت معاویہ پر صادق آتی ہے۔

خراج وغیرہ لینا " اخذ المال بالباطل" ہوا اور ان کا قتال حضرت علیؓ کے ساتھ قتل ناحق کے تحت آگیا پس اسلئے سوال کیا :۔

"ابن عمك معاوية يا مرنا" الخ حالانکہ وہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔ مقصود یہ ہوا کہ حضرت معاویہ نے ان اموال کا حاصل کرنا اور اپنے لشکریوں پر صرف کرنا جائز سمجھا اور حضرت عبدالرحمن ابن عبدرب الکعبہ نے ناجائز سمجھا اور اجتہادی مسائل میں مجتہد اگرچہ مخطی ہو معذور ہوتا ہے۔

امام نودیؒ کی یہ تاویل بوجوہ صحیح نہیں :-

۱۔ امام ابی عبداللہ محمد ابن محمد ابن یوسف السنوسی اس توجیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :-

علی هذا یشکل قول عبد الله اطعه فی طاعة الله لانه لا طاعة له مع وجود علی وانعقاد الخلافة له باهل الحل والعقد من المهاجرین والانصار

مکمل اکمال المسلم ص۱۹۰ ج ۵

اس تاویل پر عبداللہؓ کا قول اطعہ فی طاعۃ اللہ مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی موجودگی میں معاویہؓ کی کوئی طاعت نہیں اسلئے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اہل حل وعقد مہاجرین و انصارؓ کے اتفاق سے منعقد ہوئی تھی۔

نیز حضرت مولینا خلیل احمدؒ نے بھی اس تاویل کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں :-

قوله اطعه فی طاعة الله استشکل علیه الجواب الخ

بذل المجہود ص۹۱ ج ۵

۲۔ ایام فتنہ میں حضرت عبداللہؓ ابن عمروؓ ابن العاصؓ کا مکہ معظمہ میں آنا تاریخی حقائق کی روشنی میں باطل ہے اور مسلم کی روایت کہتی ہے "ظل کعبہ میں بیٹھ کر لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے"۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عمروؓ ابن العاصؓ حضرت معاویہؓ کے حامی دار تھے تو

زمانۂ علی میں وہ ایسی احادیث کیونکر سنا رہے تھے جو حضرت معاویہؓ کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرے۔

۴۔ حضرت عبداللہؓ ابن عمروؓ ابن العاصؓ نے از روئے حدیث مبایعین کیلئے اس امام کی اطاعت کو فرض بتلایا تھا کہ جس کے ہاتھ پر انھوں نے امامت اور خلافت کی بیعت کی ہو اس پر حضرت عبدالرحمٰن کا اعتراض "حضرت معاویہ ہمیں اکل اموال وقتل نفوس کا ناحق حکم دیتے ہیں جو از روئے قرآن قطعاً ناجائز ہے" جب درست ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں نے حضرت معاویہ کی بیعت کی ہو اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حیات علیؓ میں حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے امامت اور خلافت کی بیعت نہیں لی تھی۔

(دیکھو منہاج السنۃ ص۲۰۲ ج ۲)

جب مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر امام نوویؒ کی تاویل نادرست ہو گئی تو مسلم کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا ہے کہ عہد حکومت معاویہؓ میں "ولاۃ الامور" سے تحفظ اموال والانفس میں کوتاہیاں ہوتی تھیں۔

الحافظ الحجۃ امام ابی عبید المتوفی ۲۲۴ھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "کتاب الاموال" میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے:-

دفع الصدقۃ الی الامراء واختلاف العلماء فی ذالک

اس باب کی متعدد روایات زیر بحث مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتی ہیں چند روایتیں ملاحظہ ہوں:-

۱۔ عن ابی صالح قال سئلت سعدؓ ابن وقاصؓ واباھریرۃؓ واباسعیدؓ الخدری وابن عمرؓ	ابوصالح سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن وقاص اور ابوہریرہ اور ابوسعید الخدری اور ابن عمرؓ سے دریافت کیا

فقلت ان ھذا السلطان تصنع ماترون أفادفع زکوتی الیھم فقال ادفعھا الیھم

کہ یہ بادشاہ جو کچھ کر رہا ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں آیا میں ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں پس انہوں نے کہا دے سکتے ہو۔

(کتاب الاموال ص۵۵۱ روایت ۱۸۰۹)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ایام میں بیت المال کے مصارف میں کچھ ایسا تغیر پیدا ہو چکا تھا کہ لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسے حالات میں ہم زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرا سکتے ہیں یا نہیں۔

بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں اختلاف تھا۔ بعض لوگ وہ بھی تھے جو زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرانے سے دریغ کرتے تھے اور بعض کا خیال تھا کہ زکوٰۃ بہر حال بیت المال میں ہی جمع کرانی چاہیئے۔ حضرت سعدؓ بن وقاصؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوسعیدؓ خدری اور حضرت عبداللہؓ بن عمر قائل تھے کہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور لوگوں کو یہی مشورہ دیتے تھے "ان ظلم السلطان وجورہ واسرافہ فی اموال المسلمین لایمنع دفع الزکوٰۃ الیہ" یعنی سلطان کا ظلم اور جور اور مسلمانوں کے اموال میں اسراف اور بے محل تصرف اس امر کیلئے مانع نہیں کہ انہیں زکوٰۃ دی جائے۔

حاشیہ کتاب الاموال ص۵۵۱

۲۔ عن عطاء عن ابن عمر قال ادفعوا الزکوٰۃ الی الامراء فقال لہ رجل انھم لا یضعونھا مواضعھا قال وان۔

حضرت عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ امراء کو ادا کرو پس ایک شخص نے کہا کہ وہ زکوٰۃ کو مصرف پر خرچ نہیں کرتے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگرچہ مصرف پر خرچ نہ کریں۔

(کتاب الاموال ص۵۵۲ روایت ۱۸۹۶)

۳۔ عن عبیدة ابن قزعة قال قلت لابن عمران لی مالاً من ادفع زکوٰتہ فقال ادفعھا الی ھٰؤلاء القوم یعنی الامراء قلت اذا یتخذون بھا ثیاباً وطیباً قال وان اتخذ وابھا ثیاباً وطیباً

کتاب الاموال ص۵۳، روایت ۱۷۹۸

عبیدہ ابن قزعہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا ابن عمرؓ کو کہ میرا کچھ مال ہے میں اس کی زکوٰۃ کسے ادا کروں۔ فرمایا اس قوم کو یعنی حکام کو۔ میں نے کہا وہ تو اپنے کپڑے اور خوشبو وغیرہ بنائیں گے فرمایا اگرچہ وہ کپڑوں اور خوشبو میں صرف کردیں۔

۴۔ عن مجاھدؒ عن ابن عمرؓ انہ قال ادفعھا الی السلطان او قال الی الامراء فقال عبید ابن عمیر لا ولکن ضعھا حیث یامرک اللہ۔

کتاب الاموال ص۵۲، حدیث ۱۷۹۱

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سلطان کو زکوٰۃ دو یا فرمایا امراء کو ادا کرو اور عبید ابن عمیر نے فرمایا کہ نہیں زکوٰۃ وہاں صرف کرو جہاں اللہ نے حکم دیا ہے۔

اس روایت سے حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ اور عبید ابن عمیرؒ کا اس بارے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ عن ابن سیرین قال کنت عند ابن عمرؓ فقال رجل انہ دفع زکوٰۃ اموالنا الی عمالنا فقال نعم فقال ان عمالنا کفار قال وکان زیادیستعمل الکفار فقال لاتدفعوا صدقاتکم الی الکفار (کتاب الاموال ص۵۲، روایت ۱۷۹۲)

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے پاس تھا کہ مرد نے کہا کہ آیا ہم اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے عمال کو دے دیں تو ابن عمرؓ نے جواب دیا ہاں پس اس مرد نے کہا کہ ہمارے عمال تو کفار ہیں راوی کہتا ہے کہ زیاد کفار کو بھی عامل بناتا تھا پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اپنے صدقات کا (عمال) کفار کو مت دو۔

۶۔ عن جعفر قال قلت لميمون ابن مهران ربلغنی ان ابن عمرؓ يقول ادوا زكوٰتكم الى الولاة و ان شربوا بها خمرًا، فقال ميمون أتعرف فلانا فانه كان صديقا لابن عمر اخبرنی انه قال لابن عمر ما ترىٰ فی الزكوٰة فان هؤلاء لايضعونها مواضعها فقال ادفعها اليهم قال فقلت أرئيت لو اخروا الصلوٰة عن وقتها أكنت تصلی معهم قال لا قال فقلت فهل الصلوٰة الا مثل الزكوٰة فقال لبسوا علينا لبس الله عليهم۔

(کتاب الاموال ص۵۶۶ روایت ۱۸۰۹)

حضرت جعفرؓ سے مروی ہے کہ میں نے میمون ابن مہران کو کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اپنی زکوٰۃ ولاۃ الامور کو ادا کرو اگرچہ وہ شراب بھی پئیں پس میمون نے کہا کہ فلاں شخص کو پہچانتا ہے وہ حضرت ابن عمرؓ کے دوست ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو کہا تھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ زکوٰۃ ان والیوں کو ادا کرنی چاہیئے یا نہیں کیونکہ یہ حکمران زکوٰۃ کو مصرف پر خرچ نہیں کرتے تو انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ انہی کو دینی چاہیے پس وہ کہتا ہے کہ میں نے سوال کیا کہ کیا خیال ہے آپ کا اگر وہ نماز کو وقت سے موخر کر دیں تو آپ انکے ساتھ نماز پڑھیں گے فرمایا نہیں تو وہ شخص کہتا ہے میں نے کہا کہ نماز نہیں ہے مگر زکوٰۃ کی مانند پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ انہوں نے ہم پر معاملہ خلط ملط کر دیا ہے اللہ تعالےٰ ان پر معاملہ کو خلط ملط کر دے۔

۷۔ عن خيثمه عن ابن عمر قال ما اقاموا الصلوٰة فادفعوا اليهم

(کتاب الاموال ص۵۳۶ حدیث ۱۷۹۲)

حضرت خیثمہؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب حکام نماز کو قائم کریں انہیں ہی زکوٰۃ دو۔

۸۔ عن ابن حبان ابن ابی جبله عن ابن عمر انه رجع عن قوله فی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا کہ زکوٰۃ بادشاہ کو دیں

دفع الزکوٰۃ الی السلطان وقال ضعوا لہ فی مواضعھا

اور فرما دیا تھا کہ زکوٰۃ کو اس کے مصارف پر صرف کرو

کتاب الاموال ص ۵۶۸ روایت ۱۸۱۰

روایاتِ مذکورۃ الصدر میں تدبر کرنے سے قارئین کرام خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جوں جوں "ولاۃ الامر" کی حالت دگرگوں ہوتی گئی حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ کے نظریہ میں تغیر واقع ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل اپنے پہلے نظریہ سے رجوع فرما گئے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ جن کے مزاج کی ساخت ہی صانع فطرت نے اس نوعیت کی کی ہے کہ فتنہ سے کوسوں بھاگتے ہیں اور ولاۃ وقت کے امتثالِ امر میں ذرہ برابر تامل نہیں اگر وہ بھی بالآخر ولاۃ امور کے حالات سے متاثر ہو کر اپنے پہلے عندیہ سے رجوع فرما لیتے ہیں تو قرین قیاس ہے کہ حضرت سعدؓ بن وقاصؓ اگر کچھ اور زندہ رہتے تو وہ بھی یقیناً رجوع فرما لیتے۔

مسئلہ زیر بحث یہ نہیں ہے کہ امراء کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بلکہ موضوع یہ ہے کہ :۔

بیت المال کے استعمال میں تغیر واقع ہو چکا تھا۔ اتنا تغیر کہ صحابہ میں ادائے زکوٰۃ کے بارے میں اختلاف واقع ہو گیا کہ اندریں حالات زکوٰۃ بیت المال کو ادا کی جائے یا کہ صاحبِ مال از خود صحیح مصرف پر صرف کر دے۔

امام ابو عبید ہی حسان ابن یحییٰ الکندی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں :۔

سئلت سعید ابن الجبیر عن الزکوٰۃ فقال ادفعھا الی ولاۃ الامر فلما قام سعید تبعتہ فقلت انک

میں نے سعید ابن جبیر سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ ولاۃ الامور کو ادا کرو۔ جب حضرت سعیدؓ مجلس سے اٹھے تو میں بھی ان کے

امرتنی ان ادفعها الی ولاۃ الامر وھم یضعون بھا کذا فقال ضعھا من حیث امرک اللہ سئلتنی علی رؤس الناس فلم اکن لاخبرک۔

(کتاب الاموال ص ۵۵۷ حدیث ۱۸۱۱)

پیچھے چھوڑ لیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں زکوٰۃ حکمرانوں کو ادا کروں اور وہ زکوٰۃ کو مصرف پر نہیں صرف کرتے انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ کو وہاں صرف کرو جہاں اللہ کا حکم ہے تم نے لوگوں کے سامنے سوال کیا تھا تو میں تجھے خبر نہیں دے سکا۔

مصنف عبدالرزاق کی متعدد روایات میں بھی یہی مضمون پایا جاتا ہے۔ مصنف ص۴۶ تا ص۵۰ ج۴

امام غزالی نے احیاء العلوم جلد دوم ص۱۳۳ پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے :-

الباب الخامس فی ادرارات السلاطین وصلواتھم وما یحل منھا وما یحرم

(پانچواں باب بادشاہوں کے عطیات اور انکی نمازیں اور ان سے جو چیز حلال ہے اور جو حرام ہے)

اس باب میں امام غزالیؒ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ حکومت کے خزانہ میں حرام اور حلال دونوں طرح کا مال جمع ہو جائے، تو اسوقت بادشاہ کی طرف سے کئے گئے عطیات کا کیا حکم ہے۔ آیا ان کا قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض علماء نے مطلقاً جواز کا حکم دیا ہے بشرطیکہ علی التعین اس عطیہ کی حرمت معلوم نہ ہو اور بعض علماء نے قطعاً حرام قرار دیا ہے اور مسلک معتدل یہ ہے کہ اگر اغلب مال حلال ہو تو عطیہ کا قبول کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں :-

لقد احتج من جوز اخذ اموال السلطین اذا کان فیھا حلال

جن علماء نے سلاطین سے اخذ اموال کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے اس روایت سے

ولهذا روى عن جماعة من
الصحابة انهم ادركوا ايام ولاة
الظلمة واخذوا الاموال منهم
ابو هريرة وابو سعيد الخدری
وزيد بن ثابت وابو ايوب الانصاری
وجرير ابن عبدالله وجابر و
انس بن مالك والمسور بن
مخرمة فاخذ ابو سعيد وابو
هريرة من مروان ويزيد بن
عبدالملك

احتجاج کیا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے
ظالم اور جابر حکمرانوں کا زمانہ پایا اور ان سے
اموال کو قبول کیا۔ ان میں سے حضرت ابوہریرہؓ
اور ابو سعیدؓ الخدری، زیدؓ بن ثابت ابوایوبؓ
الانصاری، جریرؓ ابن عبداللہؓ، حضرت جابرؓ
اور حضرت انسؓ ابن مالکؓ اور مسورؓ ابن مخرمہ
ہیں حضرت ابوسعیدؓ الخدری اور حضرت
ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان
اور یزید بن عبدالملک سے عطایا لئے
قبول کئے۔

وعن جعفر عن ابيه ان الحسن
والحسين عليهما السلام كانا
يقبلان جوائز معاوية
(احیاء علوم الدین ص۱۳۵ ج)

حضرت امام جعفرؓ اپنے باپ سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ
حضرت معاویہؓ سے عطیات قبول کرتے تھے۔

مندرجہ بالا اختلاف عہد حکومت معاویہؓ میں پایا جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوایوب
انصاری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما علی الترتیب ۵۲ھ و ۵۹ھ میں فوت ہوئے
ہیں جو حضرت معاویہؓ کا زمانہ خلافت تھا اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے
متعلق تو بصراحت مذکور ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ سے عطیات قبول فرمایا کرتے تھے
اس سے معلوم ہوگیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں بیت المال کے آمد و خرچ وغیرہ
میں خاصہ تغیر واقع ہوگیا تھا، کہ صحابہ میں "اخذ عطایا" کے بارے میں اختلاف پیدا
ہوگیا تھا۔ مابعد کے زمانہ میں حالت بہت زیادہ تبدیل ہوگئی تھی زیادہ صحیح اور

اثبت بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے مختار کا ہدیہ رد کر دیا تھا اور قبول نہیں کیا تھا اور حجاج سے اگرچہ ہدیہ قبول کر لیتے تھے مگر بصراحت مذکور ہے کہ انہوں نے حجاج کے ایام امارت میں اس حقیقت کا انکشاف کیا تھا۔

"ما شبعت من الطعام منذ انتهبت الدار الی یومی ھذا"

کہ جب سے مدینہ لوٹا گیا میں نے اس وقت سے آج تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

(مصنف ص ۳۴۳ ج ۱۱ و احیاء العلوم ص ۱۳۷ ج ۲)

امام شمس الائمہ السرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح السیر الکبیر میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے (الجہاد مع الامراء) اور اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

عن مجاھد قال قلت لابن عمرؓ ما تقول فی الغزو فقد صنع الامراء ما قد رأیت قال اری ان تغزو فانہ لیس مما احدثوا شیئ یعنی ما احدثوا مما تکرھہ

حضرت مجاہدؒ سے روی ہے فرماتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ جہاد کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں کہ امراء نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے تو انہوں نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تو جہاد کر کیونکہ امراء کے محدثاتِ مکروہ جہاد کو روک نہیں سکتے۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امراء کے کردار میں تغیر و تبدل پیدا ہو گیا تھا جسے عام طور پہ ناگوار سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے بعض لوگوں میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ آیا ان امراء کی زیر قیادت جہاد کیا جا سکتا ہے یا نہیں حضرت ابن عمرؓ کا فتویٰ یہ تھا کہ امراء کے محدثاتِ مکروہہ کیوجہ سے جہاد کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ امام شمس الدین السرخسی نے اس

قسم کے چند واقعات کے بعد لکھا ہے کہ :- یہ ساری بحث محض یہ بیان کرنے کیلئے

ھذا کلہ بعیان انہ لا ینبغی ان یترک الجہاد بما یصنعہ الامراء من الجور والغلول (شرح السیر الکبیر ص۱۰۸)	کی گئی ہے کہ امراء کی بداعمالیوں کی وجہ سے کہ وہ ظالم ہیں اور غنیمت کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں" جہاد کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری چیز جو حضرت معاویہؓ کی خلافت کو خلافت راشدہ سے ہٹا دینے والی کہی گئی وہ "قضیہ استخلاف یزید" ہے یہ بھی من جملہ ان امور سے ہے جن کی وجہ سے حضرت معاویہؓ پر نکیر کی گئی ہے۔ ہم اسے انشاء اللہ العزیز آئندہ سطور میں مستقل عنوان کے تحت تفصیل سے ذکر کریں گے۔

استدراک

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرنا ممنوع ہے۔ ان کی خلافت بحیثیت مجموعی خیر تھی۔ قطع نظر ان چند اشیاء کے جن کی وجہ سے ان پر نکیر کی گئی ہے ان کی خلافت میں خیر غالب تھی۔ روایات میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلافت کو (خیر فیہا دخن) فرمایا ہے۔ دخن سے مراد امور منکرہ، اَثَرَہ اور دلوں کی کدورتیں ہیں۔ جن کا حال آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی خلافت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا ہے، ایک روایت میں حضرت معاویہؓ کی خلافت کو (ملکا ورحمۃ) کہا گیا ہے۔

(تطہیر الجنان ص ۱۶)

نیز حضرت معاویہؓ خود بھی جیسا کہ العواصم من القواصم ص ۲۰۸ اور البدایۃ النہایہ ص ۱۳۵ ج ۸ کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے کہ اپنے آپ کو اول ملوک الاسلام و آخر خلیفۃ فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں خیر اور خلافتِ نبوت کا پہلو غالب تھا۔ اگرچہ ملک اور امور منکرہ کی آمیزش بھی تھی۔ ذیل میں ہم اس خیر کا قدرے بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی بنا پر اہل السنت والجماعت نے اجازت نہیں دی کہ ان کا ذکر بھلائی اور خیر کے بغیر کیا جائے اور ان کے حق میں طعن کرنے سے کف لسان کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ

حضرت معاویہؓ اسلام لانے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین، غزوہ تبوک وغیرہ میں شریک ہوئے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:-

قد شهد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ غزوات کحنین و

الطائف وتبوک وغیرہ (منہاج السنۃ ص۱۲۴ ج ۲)

کہ حضرت معاویہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد غزوات میں شریک ہوئے مثلاً

حنین، طائف، تبوک وغیرہ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا قول بطور کبریٰ ساتھ پیوست کرلیں:۔

لمشھد رجل منھم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح

علیہ السلام رواہ ابوداؤد (بذل المجہود ص۲۰۲ ج ۵)

کہ ایک صحابی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حاضر ہوا کہ اسمیں

اس کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو تمہاری عمر بھر کی ریاضت سے بہتر ہے اگرچہ تم

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر بھی دیئے جاؤ۔

پس آپ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ غیر صحابی کسی صحابیؓ پر زبان طعن دراز کرنے کا مجاز نہیں کیونکہ غیر صحابی کی عمر بھر کی عبادت صحابی کی ایک دھڑکن کے برابر نہیں ہو سکتی۔ حضرت معاویہؓ کی عمر کا اکثر وبیشتر حصہ جہاد میں گذرا ہے۔ کیوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانۂ خلافت میں اپنے برادر کلاں یزیدؓ بن ابی سفیانؓ کے ساتھ جہادی مہموں میں نہایت کامیاب اور نمایاں خدمات سرانجام دیں، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورین کے ایام میں شام کے امیر رہے اور بیس برس کے زمانۂ امارتؓ میں رعیت کے کسی ایک فرد کو اعتراض کا موقعہ نہیں دیا۔ ان کی قیادت اور امارت میں بری، بحری جنگیں لڑی گئیں۔ تحقیق ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جن مجاہدین کو دیکھ کر مسرور ہوتے تھے ان کے قائد اولین حضرت معاویہؓ تھے۔ اسی طرح انہوں نے

اپنے زمانہ خلافت میں بے شمار لشکر مختلف علاقوں کیطرف بھیجے اور بہت سی فتوحات ہوئیں جیساکہ آئندہ سطور میں آپ پڑھیں گے۔ سولہ حملے رومیوں پر کئے گئے ان میں آٹھ حملے رومیوں کے مستقر قسطنطنیہ پر کئے گئے تھے چار سال تک محاصرہ رہا لیکن کاتب ازل نے فتح قسطنطنیہ کی سعادت عظمٰی سلطان محمد الفاتح کے بہرہ میں لکھی تھی۔

فتوحات

ان جہادی مہموں میں بعض مفتوحہ علاقوں کی بغاوتوں کو فرو کیا اور کتنے مفتوحہ علاقے سنہ ۴۱ھ میں فتح کئے مثلاً بلخ، ہرات، بوشنج، باذغیس کے باشندوں نے بغاوت کر دی تھی۔ یہ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کے ابتدائی ایام تھے۔ بڑی خوبی سے ان لوگوں کو شکست دے کر مطیع کیا۔ اسی طرح کابل جو حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت میں فتح ہو چکا تھا یہاں کے باشندوں نے بھی بغاوت کی۔ ان پر حملہ کر کے انہیں بھی تابع فرمان بنایا گیا۔ کابل کی بغاوت فرو کرنے کے بعد مجاہدین نے بست اور زران کو فتح کیا، پھر طغارستان کا رخ کیا، مسلم مجاہدین پے در پے علاقے فتح کرتے ہوئے ایک سیلاب کی طرح غزنہ تک پہنچے اب سجستان سے لیکر غزنہ تک پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگین تھا۔ اسی خلافت میں مسلمانوں کا ذوق جہانگیری و کشورکشائی تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا سنہ ۵۳ھ تک خراسان، ترکستان اور سندھ کے علاقے مسلمانوں کی سطوت و ہیبت کے ترانے گا رہے تھے۔"

(ملخص من سیر الصحابہؓ جلد ششم)

ہزار ہا میل کا رقبہ جسے غازیوں کے گھوڑوں نے پامال کیا اور ان کے

آثار اور نقوش اس سرزمین پر ثبت ہوئے وہ خیریت خلافت معاویہ کے گواہ ہیں۔

ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب بہ عمل صالح۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ التوبہ

یہ اسلئے ہے کہ وہ مجاہدین جب کبھی ان کو پیاس لگتی ہے یا تکلیف مشقت اور تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے یا بھوک ستاتی ہے اللہ کی راہ میں یا وہ کسی سرزمین کو پامال کرتے ہیں کہ کفار ان سے غیظ و غضب میں ہو جاتے ہیں یا وہ دشمن سے کچھ اموال غنیمت وغیرہ پاتے ہیں۔ تو ان کے لئے ان تمام امور کی وجہ سے عمل صالح لکھا جاتا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کے اعمال ضائع نہیں کرتا۔

اشاعت اسلام

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کو خیبر میں رایہ عطا فرمایا تھا تو وصیت فرمائی تھی:۔

ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما علیھم من حق اللہ فیہ فواللہ لان یھدی بک رجلا واحدا خیر لک من ان لک حمر النعم

صحیح بخاری ص ۶۰۶ ج

اے علی! انہیں پہلے اسلام کی دعوت دے اور انہیں خبردار کر کہ ان پر اللہ کے حقوق کیا ہیں اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایک مرد کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی خوش نصیب کے دست مبارک پر یا کسی کے ذریعے سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو اس کے لئے خیر و بھلائی کا کتنا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ بلا ریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہزارہا میلوں کا رقبہ فتح ہوا اور اس پر اسلام کے پرچم لہرائے ان علاقوں کے بسنے والے لکھوکھا لوگ اسلام کی سچی تعلیم سے آگاہ ہو کر مسلمان ہوئے ہیں اور اس ذریعہ سے حضرت معاویہؓ کی نیکیوں اور فضیلت ذخیریت کا حساب ماسوائے رب العزت کے جو عالم الغیب و الشہادۃ ہے کون کر سکتا ہے۔

تعمیر مساجد

ان مفتوحہ علاقوں میں بے شمار شہر آباد ہوئے سینکڑوں آتشکدے مسمار ہوئے اور ہزارہا مساجد تعمیر ہوئیں اور اللہ کی کبریائی کی صدائیں بلند ہوئیں جہاں غیر اللہ کی عبادت کی جاتی تھی۔ شاہ معین الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

ان کے عہد حکومت میں بکثرت مسجدیں تعمیر ہوئیں اور پرانی مسجدوں کی مرمت ہوئی، زیاد بصرہ کا والی تھا تو اس نے یہاں کی مسجد کو بہت وسعت دی اور اس کو اینٹ اور چونے سے بنوایا اور ساکھو کی چھت بنوائی۔ قبرس فتح ہوا تو یہاں مسلمانوں کی نو آبادی کے ساتھ بہت سی مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ نے بصرہ میں اپنے لئے کابلی طرز کی ایک مسجد بنوائی، عقبہ بن نافع نے قیروان کی آبادی کے سلسلہ میں یہاں کے لئے ایک وسیع مسجد بنوائی مصر کی مسجدوں میں مینار نہ تھے۔ مسلمہ بن مخلد نے ۵۳ھ میں یہاں کی مساجد میں مینار بنوائے۔

(سیر الصحابہ جلد ششم ص ۸۹)

ترفیہ عوام

شاہ معین الدین صاحب رقم فرماتے ہیں :-

"امیر معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں اس قسم کے بہت سے رفاہ عام کے کام کیے جن سے حکومت کے ساتھ عام رعایا کو فائدہ پہنچتا تھا، ان میں سے اہم کام نہروں کا اجرا ہے) ایشیائی ملک زیادہ تر زرعی ہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں جب صنعت وحرفت نے ترقی کی تھی۔ قریب قریب ہر ملک کی ثروت اور فارغ البالی کا مدار زیادہ تر زراعت پر تھا اسلئے امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں زراعت کی ترقی اور پیداوار کا اضافہ اور زمین کی سیرابی کے لئے ملک کے طول وعرض میں جابجا نہروں کا جال بچھا دیا تھا۔ جس سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب اور کروڑوں انسانوں کی پرورش ہوتی تھی۔ ان نہروں کی وجہ سے پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور قحط سالی کا خطرہ جاتا رہا۔"

خلاصۃ الوفاء میں ہے کہ مدینہ شریف اور اس کے گرد بکثرت نہریں تھیں اور امیر معاویہؓ کو اس باب میں خاص اہتمام تھا۔ انہوں نے جو نہریں جاری کیں ان میں سے نہر کظامہ، نہر ازرق اور نہر شہداء وغیرہ کے نام خلاصۃ الوفاء میں ملتے ہیں۔

حضرت معقلؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بصرہ میں ایک نہر کھدوائی تھی جو نہر معقل کے نام سے مشہور تھی۔ زیاد نے امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں اسکو کھدوا کر صاف کروایا۔

عبیداللہ بن زیاد گورنر عراق مقرر ہوئے تو انہوں نے بخارا کے پہاڑ کو کاٹ کر ایک نہر نکالی تھی ان ہی کے عہد حکومت میں حکم بن عمرو نے ایک

نہر جاری کی مگر اس کا افتتاح نہ ہو سکا۔ نہروں کے علاوہ پہاڑ کی گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر تالاب بنوائے جن میں پانی جمع ہوتا تھا۔ ان نہروں سے پیداوار کا جو اضافہ ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں نہروں کے ذریعے ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہوں پیدا ہوتا تھا (سیر الصحابہ جلد ششم ص۸۲)

محتاجوں اور مظلوموں کی دادرسی

عمرو ابن مرة ابو مریم ازدی فرماتے ہیں:۔

کہ میں ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کی ملاقات کو حاضر ہوا وہ میری ملاقات سے بے حد مسرور ہوئے پس میں نے انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ فرماتے تھے۔

من ولاہ اللہ شیئا من امر المسلمین فاحتجب دون حاجتھم وخلتھم وفقرھم احتجب اللہ دون حاجتہ و خلتہ و فقرہ۔

جو شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کا والی بنایا پس اس نے حاجب مقرر کر دیا ان کی حاجات، ضروریات اور فقر کے آگے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی حاجت ضرورت اور فقر کے سامنے حاجب مقرر کر دیگا

ابو مریم ازدی راوی حدیث فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے جب یہ حدیث سنی تو "فجعل رجلا علی حوائج الناس" ایک مرد لوگوں کے حوائج پہ مقرر کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۲۵ ج ۸۔ ترمذی شریف ص۱۵۹ ج ۱۔ ابوداؤد کتاب الخراج والامارة ص۵۳ ج ۲)

بعض کتب میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف لوگوں

کیلئے تین قسم کی مجالس مقرر کی ہوئی تھیں لوگ اپنی حاجات پیش کرتے تھے۔
(سیر الصحابہ ص۸۰ ج ۶ بحوالہ مروج الذہب ص۲۳ مطبوعہ مصر)

امیدِ رحمت و طمعِ مغفرت

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

والحکایۃ المعروفۃ عن المسور بن مخرمۃ وکان خیار صغار الصحابۃ لما اتی معاویۃ وخلی بہ وامرہ ان یخبر بجمیع ما ینقمہ علیہ فذکر لہ المسور جمیع ما ینقم علیہ فقال ومع ھذا یا مسور ألک سیئات قال نعم أترجوان یغفرھا اللہ قال نعم قال فما جعلک لرحمۃ اللہ ارجی منی وانی مع ذالک واللہ ما خیرت بین اللہ وبین غیرہ الا اخترت اللہ علی غیرہ واللہ ما الیہ من الجہاد واقامۃ الحدود والامر بالمعروف والنہی عن المنکر افضل من عملک وانا

وہ حکایت جو مشہور ہے حضرت مسور بن مخرمہ جو صغار صحابہ میں تھے جب امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ تنہائی میں الگ ہوئے تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تو مجھے ساری وہ چیزیں جن پر تو تنقید کیا کرتا تھا سنا۔ حضرت مسور نے وہ سب بیان کر دیں پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ اسکے باوجود بتانے مسور آیا تیرے لئے بھی کچھ سیئات ہیں یا نہیں؟ مسور نے کہا ہاں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا پھر وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے تو مغفرت کا امیدوار ہے اور میں امیدوار مغفرت نہ ہوں حالانکہ اللہ کی قسم جب کبھی بھی اللہ کے مقابلے میں میرے سامنے کوئی دوسری چیز آئی میں نے جانب اللہ کو اختیار کیا اور میرا جہاد اقامت حدود اللہ اور امر بالمعروف اور

علی دین یقبل من اھلہ الحسنات	نہی عن المنکر وغیرہ حسنات مزید برآں
ویتجاوز لھم عن السیئات	ہیں اور میں ایسے دین پر مستقیم ہوں
فما جعلك ارجی لرحمۃ اللہ	جس کے پیروکار کی حسنات مقبول اور
منی فقال المسور بن مخرمۃ فخصمنی	سیئات مغفور ہیں ۔

او کما قال (منہاج السنۃ ص۲۰۳ ج ۲ سیر الصحابۃ ص۱۲۶ ج ۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعمال صالح کا اندازہ ما سوائے علام الغیوب کے کون کر سکتا ہے اور کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رض کی چند لغزشوں اور عثرات کی وجہ سے ان کے یہ تمام حسنات ضائع ہو جائیں گے ؟ حالانکہ ضابطہ اس رب کریم غفور رحیم کے ہاں یہ ہے :-

۱۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین	اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا
۲۔ ان الحسنات یذھبن السیئات	حسنات سیئات کو لے جاتی ہے
۳۔ ان رحمتی سبقت غضبی	میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی

خلافت معاویہ بحیثیت مجموعی کے خیر ہونے پر ایک روایت سے استدلال

قال الھیثمی وفی روایۃ رجالہ	علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ ایک روایت
ثقات نعوذ باللہ من راس	میں ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ
الستین وفی روایۃ نعوذ باللہ	ہم پناہ مانگتے ہیں سنہ ۶۰ھ کے راس
من سنۃ الستین وامارۃ	یعنی اختتام سے اور ایک روایت میں ہے
الصبیان ۔	سنہ ۶۰ھ اور امارت صبیان سے ۔

حضرت معاویہ رض نے رجب سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ رض مسند خلافت پر متمکن ہوا معلوم ہوا شر کی ابتدا سنہ ۶۰ھ میں امارت صبیان سے ہوئی

اور اس سے قبل حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت مجموعی حیثیت سے خیر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے، ہماری ہزار برس کی ریاضت سے ان کے دل کی ایک دھڑکن بدرجہا بہتر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم

تین روایتوں کے مطالب

پہلی روایت: خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

متفق علیہ (صحیح بخاری ص۵۱۵ ج ۱ صحیح مسلم ص۳۰۹ ج ۲)

قرن کی تفسیر اور تقدیر میں اختلاف ہے جن محدثین نے سنین کے ساتھ قرن کی تحدید کی ہے ان کے اقوال میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے دس برس سے کر ایک سو بیس برس تک بیان کئے گئے ہیں

ولیس منہ شیئی واضح

امام نووی لکھتے ہیں: قال الحسن وغیرہ عشر سنین

امام حسن بصری اور بعض دیگر اصحاب علم ورائے فرماتے ہیں کہ قرن دس برس کا ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ ستر برس کے قائل ہیں اور حضرت امام نخعی چالیس برس کے قائل ہیں اور زرارہ بن مالک کہتے ہیں کہ قرن ایک سو بیس سال کا ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث فرماتے ہیں قرن دوازدہ سال است۔ ازالۃ الخفا فارسی ص۱۴

جس کسی نے جو کچھ کہا اس کے پیش نظر کچھ قرائن اور شواہد ہوں گے۔

حسن بصری کا قول اقرب الی القیاس ہے کہ جن اشخاص کی اعمار میں دس برس سے کم تفاوت ہو وہ عموماً ہم عمر ہی سمجھے جاتے ہیں اور اس پر کچھ روایات بھی شاہد ہیں۔

مولانا آزاد نے اسی معنی کو پسند فرمایا " الخلافۃ من بعدی ثلثون سنۃ " تیس برس کو قرون ثلثہ قرار دیا۔

جب قرن کی تحدید پر کوئی حتمی قول نہیں ہے تو ہمیں حق ہے کہ

اقوال بالا میں سے کوئی قول اختیار کریں اور یہ بھی حق ہے کہ کسی قرینہ کے تحت کوئی دوسرا موقف اختیار کریں، پس ہمارے خیال کے مطابق قرن اٹھارہ سال کا ہے جو ایک انسانی بچے کی بلوغت کی عمر ہے اور قرن اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء دعوت سنہ بعثت سے لے کر سنہ ۸ھ فتح مکہ تک ہے یہ تقریباً اٹھارہ سال بنتے ہیں اور اس پر آیت "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل" بھی شاہد ہے۔ تفسیر ابن عباسؓ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

دوسرا قرن سنہ ۸ھ سے لیکر سنہ ۲۶ھ تک ہے اور قرن ثالث سنہ ۲۶ھ سے لیکر سنہ ۴۴ھ تک ہے۔ یزید بن معاویہ سنہ ۲۶ھ یا ۲۵ھ میں پیدا ہوا جو کہ تیسرے قرن کی ابتداء ہے اور سنہ ۴۴ھ میں قضیہ استخلاف یزید پیش ہوا جو تیسرے قرن کا اختتام ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ تیس برس رہی اور وہ سنہ ۴۱ھ حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کا زمانہ ہے، حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ، خلافت کا ملوکیت کی طرف انتقال کرنے کا عبوری دور تھا اس میں سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۴۴ھ تک خلافت کے آثار غالب تھے اور سنہ ۴۴ھ میں استخلاف یزید سے لیکر حضرت معاویہؓ کی وفات سنہ ۶۰ھ تک میں بتدریج ملوکیت کے آثار غالب آتے گئے۔

حافظ ابن کثیر ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل اختیار کیا تھا، پھر رفتہ رفتہ اس سے ہٹ گئے۔

ان معاویۃ عمل سنتین عمل عمر ما یخرم فیہ ثم

حضرت معاویہؓ دو سال تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہج

انه بعد عن ذالك | پر ہے اس میں کوتاہی نہ کی پھر اس
(البدایہ والنہایہ ص۱۳۱ و حاشیۃ | سے ہٹ گئے۔

العواصم من القواصم لمحب الدین ص۲۷، ص۲۰۸)

اسی پر حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا قول (انا اول الملوک واخر خلیفۃ) (کہ میں پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں) بھی دلالت کرتا ہوں کہ حضرت معاویہؓ کا مذکورہ بالا مقولہ صحیح روایت سے ثابت ہے دیکھو اسی کتاب کا ص۲۰۱

غرضیکہ خلافتِ شیخین قرنِ ثانی، خلافتِ ختنین مع خلافتِ حسنؓ قرنِ ثالث میں تھیں اور جس قدر فرق دونوں قرنوں کی حیثیت میں ہے اتنا ہی افتراق خلافتوں کی حیثیات میں بھی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی چند سال جو قرنِ ثالث کا حصہ ہیں ۴۲ھ تک، اگرچہ بادشاہت ہے، مگر خلافتِ راشدہ کی طرز پر ہے اور ۴۲ھ جس میں استلحاق زیاد اور استخلافِ یزید کے قضایا درپیش ہوئے وہاں سے ملوکیت کے آثار کا ظہور ہوا۔ هذا مافهمت من الآثار. والعلم عند الله العزيز الغفار۔

۲۔ دوسری روایت

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تدور رحى الاسلام بخمس وثلاثين او ستة و ثلاثين فان هلكوا فسبيل من هلك وان يقوا يقم لهم دينهم سبعين سنة (مسند امام احمد ص۳۹۰ ج۱)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال چلے گی جو ہلاک ہو گئے وہ پس راستہ ہے ہلاک شدگان کا اور اگر باقی رہ گئے تو ان کا دین ستر برس تک مستقیم رہیگا (یعنی بعد اس کے دین میں رخنے پیدا ہو جائیں گے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک چلے گی اس پیشگوئی میں جس زمانہ کا تذکرہ ہے اس کی ابتداء پیشگوئی کے وقت سے ہے اور انتہا استخلافِ یزید ہے گویا اس میں دو دوسرے قرنوں کی طرف اشارہ ہے اور ستر برس ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہؓ کی موت تک کا زمانہ ہے۔

۳. تیسری روایت

یکون اثنا عشر خلیفۃ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ بارہ خلیفے ہوں گے

حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۴

حضرت جابر بن سمرہ سے یہ ایک ہی روایت مروی ہے اور اس کے الفاظ میں بہت اختلاف ہے مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :-

لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر کلھم من قریش کہ اسلام غالب رہے گا بارہ خلفاء تک وہ سب خلفاء قریش میں ہوں گے۔

اس روایت کے مطلب میں بھی محدثین نے اختلاف کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت پر دو سوال وارد ہوتے ہیں، ایک یہ کہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ "الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم تکون ملکا۔" اور وہ حدیث اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ ان تیس برسوں میں صرف خلفاءِ راشدین الاربعہ اور کچھ مہینے وہ ہیں جن میں حضرت حسنؓ کی بیعت کی گئی ہے گویا منجملہ پانچ خلیفہ ہوئے پھر بارہ کیسے درست ہو گئے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تیس برس خلافت جو حدیث میں مذکور ہے تو اس سے مراد خلافتِ نبوت ہے اور ایک روایت میں تصریح ہے کہ "خلافۃ النبوۃ بعدی ثلثون سنۃ" اور بارہ خلفاء میں خلافت نبوت شرط نہیں

دوسرا سوال یہ ہے کہ خلفاء تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت ہوئے ہیں تو اثنا عشر کی تحدید کیسے صحیح ہوگی ؟ -

جواب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں تحدید نہیں ، آنحضور ؐ نے نہیں فرمایا کہ " لایکون الا اثنی عشرہ خلیفۃ " اور یہ بھی احتمال ہے کہ مستحقین خلافت عدد میں بارہ ہوں اور ان میں تتابع شرط نہیں ہے کچھ ہو چکے ہیں اور کچھ ہوں گے ۔ امام نووی ؒ نے کچھ اور احتمالات کا تذکرہ بھی فرمایا اور بالآخر فرمایا " واللہ اعلم بمراد نبیہٖ صلی اللہ علیہ وسلم (نووی شرح مسلم ص۱۱۹ ج۲)

محدث المہلب ؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے الفاظ اور مطالب میں کوئی حتمی اور قطعی بات نہیں کی گئی ۔ بہت سے احتمالات بتلانے کے بعد قاضی عیاض ؒ والی تقریر کی ۔ نیز ایک اور احتمال بھی بیان کیا کہ یہ قرب قیامت کی بات ہے کہ حضرت مہدی کے بعد پانچ خلفاء حضرت حسن رضؓ کی اولاد سے اور پانچ حضرت حسین رضؓ کی اولاد سے ہوں گے اور اس کے بعد خلیفہ کے لئے وصیت کی جائیگی ۔

جب حدیث کے الفاظ اور مطالب میں شدید اختلاف ہے تو عباسی صاحب کا اس روایت سے یزید بن معاویہ کے لئے خلافت راشدہ کا اثبات کیسے درست ہوسکتا ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ روایت صرف ایک ہی صحابی سے مروی ہے حضرت جابرؓ بن سمرہؓ سے الفاظ میں اتنا اختلاف ہے کہ ان کے مطالب میں یکجہتی اور ایک محل پر ان کا حمل بڑی کھینچ تان کرکے بھی ناممکن ہے ۔ اسلئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت جابرؓ بن سمرہؓ نے جو الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں پچھلے راویوں نے ان میں کچھ اضافے کئے ہیں یا بعض راویوں نے حدیث کے اصل الفاظ میں سے کچھ الفاظ کم کردیئے ہیں ، بخاری اور مسلم کے الفاظ سے جو نقشہ تیار ہوتا ہے وہ یہ ہے : -

صحیح بخاری میں یہ روایت صرف ایک جگہ وارد ہے :-

یکون اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (صحیح بخاری ص۱۰۷۲ ج ۲)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے :-

ان ھذا الامر لا ینقضی حتیٰ یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

دوسری روایت ہے :-

لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش

ایک اور روایت میں ہے :-

یلی علیھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش اس میں لا یزال امر الناس ماضیا کے الفاظ نہیں۔

دو اور روایتوں میں ہے :-

لا یزال ھذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش

ایک اور روایت میں ہے :-

لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔

ایک اور روایت میں ہے :-

لا یزال قائماً حتیٰ تقوم الساعۃ او یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔

صحیح مسلم کی یہ آخری روایت ذرا طویل ہے اس میں حضرت جابرؓ بن سمرۃؓ نے کچھ اور باتوں کے سماع کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ اس روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرۃؓ نے اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو باتیں سنی ہیں :-

۱۔ لا یزال الدین قائما حتیٰ تقوم الساعۃ۔

اور دوسری چیز یکون اثنا عشر خلیفہ۔

پس راویوں نے دونوں کو یکجا کر دیا تو اختلاف پیدا ہو گیا۔ پہلی بات (لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ) اس کی تائید حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ اور حضرت معاویہؓ کی روایات سے ہوتی ہے جو صحیح بخاری ص۵۱۲ ج ۱ ص۱۰۴۲ ج ۲، ص۱۱۱۱ ج ۲ پر مذکور ہیں۔ اور جن کے مطالب ہم ابتداءِ مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں، کہ یہ دین حجت کے لحاظ سے قیامت تک غالب رہے گا۔ اور امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر مضبوطی سے قائم رہے گا اور وہ اہل سنت ہیں۔ باقی رہی دوسری بات تو وہ صرف یہ ہے کہ یکون اثنا عشر خلیفۃ بارہ خلیفے ہوں گے۔ اس میں بخاری کی روایت اصل ہے اور صحیح مسلم کی بھی ایک روایت کے الفاظ صرف اتنے ہی ہیں، یہ نہیں کہ بارہ خلیفوں تک دین عزیز رہیگا کیونکہ یہ مطلب بہر حال دوسری دو صریح روایتوں کے خلاف ہو جاتا ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہیں۔ مطلق خلفاء چونکہ بہتیرے ہوئے ہیں۔ حسًّا بھی مشاہدہ ہے اور روایتاً بھی ثابت ہے پس ضروری ہے، کہ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ اصحابِ خلافت لئے جائیں گے، جن کی خلافت (علیٰ منہاج النبوۃ) ہوئی، اب رہی یہ بات کہ ان بارہ کی تعداد الخلفاء الراشدین کے سمیت ہے یا ان کے علاوہ۔ تو اس پر کوئی فیصلہ کن حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت النبوۃ بعدی ثلثون سنۃ کے بعد کیا ہو گا؟ آیا یہ دین ختم ہو جائیگا اور کوئی خلیفہ نہ ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دین قیامت تک مستقیم رہیگا اور (الطائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق) دین کے قیام کا سبب ہوں گے، خلیفے بہتیرے ہونگے، لیکن وہ خلفاء قیامت تک صرف بارہ ہوں گے۔ جن کی خلافت خلافت راشدہ ہو گی اور وہ تیس سالہ

خلافت النبوۃ کی نظیر ہوگی واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ علم الکتاب۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کینہ ور دشمن

تاریخ میں بعض اوقات ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن کی واقعیت کو ہم کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتے اور ہمیں یقین ہے کہ جن لوگوں نے انکا اختراع کیا ہے وہ حضرت معاویہؓ کے کینہ ور دشمن ہیں مثلاً انیس زکریا لکھتے ہیں :۔

"یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ایسے دینار بنوائے تھے جن پر وہ تلوار حمائل کئے کھڑے تھے۔ اسی طرح درہم وغیرہ بھی ڈھلوائے تھے اس سلسلے میں انہوں نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کا اتباع کیا تھا کہ سکوں پر تصاویر ہوتی تھیں۔ (امیر معاویہؓ مصنفہ انیس زکریا ص۲۴)

الشیخ محمد الخضری بھی المحاضرات میں لکھتے ہیں :۔

وضرب معاویۃ ایضاً دنانیر علیھا تمثال متقلد سیفہ

کہ حضرت معاویہؓ نے ایسے دینار بھی بنوائے تھے جن پر تصویریں تھیں جو تلوار کو لئے ہوئے تھے۔

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص۲۱۹ ج ۲)

یہ اور اس قسم کی بعض دوسری خرافات کا حضرت معاویہؓ کی طرف نسبت کرنا قطعاً غلط ہے اور اس کا ارتکاب محض اس لئے کیا گیا ہے تاکہ ثابت کیا جاسکے کہ حضرت معاویہؓ قیصر و کسریٰ کی طرح ایک بادشاہ تھے اور اس قسم کی روایات حضرت معاویہؓ کے کینہ ور دشمن ہی اختراع کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں سکہ سازی کی ابتداء ہی عبدالملک بن مروان کے عہد میں ہوئی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :۔

وامر عبدالملک الحجاج علی ما

عبدالملک نے حجاج کو ضرب دراہم اور

نقل سعید بن المسیب و ابو الزناد بضرب الدراهم و تمییز المغشوش من الخالص و ذالک سنة اربع وسبعین

مقدمہ ابن خلدون ص۲۶۱

کھوٹے کو خالص سے تمیز کرنے کا حکم دیا جیسا کہ سعید بن المسیب اور ابو الزناد نے نقل کیا ہے یہ ۷۴ھ کی بات ہے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:-

وفیہا ۷۵ھ ضرب الدنانیر والدراھم واول من ضرب فی الاسلام (عبدالملک بن مروان)

(تاریخ الاسلام للذہبیؒ ص۱۲۰ ج۳)

۷۵ھ میں عبدالملک نے درہم اور دینار بنوائے اور اسلام سب سے پہلے انہوں نے بنوائے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے بھی اسی طرح لکھا ہے:-

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاءہ لم یضربوا درھما واحداً اول من ضربہا فی الاسلام عبدالملک بن مروان

(اعلام الموقعین ص۲۴۳ ج۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے درہم نہیں بنائے اور سب سے پہلے جس نے اسلام میں دراہم ضرب کیے ہیں وہ عبدالملک بن مروان ہے۔

وضرب عبدالملک بن مروان دنانیر فکان اول من ضربہا من المسلمین

(تاریخ دول الاسلام ص۶۳)

عبدالملک بن مروان نے دنانیر بنوائے پس وہ سب سے پہلے مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے دنانیر ضرب کیے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں :-

لیس ما حکاہ القرافی عن معاویۃ من قبیل ھذہ الزخارف بل من قبیل المعتاد فی اللباس والاحتیاط فی الحجاب مخافۃ من انخراق خرق یتسع فلا یرتقع ھذا ان صح ما قال والا فلا یقول علی نقل المورخین۔

(الاعتصام ص ۲۴۱ ج ۲)

جو قرافی نے حضرت معاویہؓ سے حکایت کی ہے اس قسم کی حرام زیب و زینت سے نہیں بلکہ وہ متعاد لباس اور حجاب کے بارہ میں احتیاط کے سلسلے میں ہے کیونکہ اندیشہ ہے جب ایک دفعہ پھٹ جائے اس کا رفو کرنا مشکل ہو جائے۔ یہ روایت اسوقت ہے جب کہ قرافی کی روایت صحیح ہو ورنہ مؤرخین کی اس قسم کی روایات ناقابل اعتبار ہیں۔

بعض کتب تواریخ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سکہ سازی اور ٹکسال کا تذکرہ پایا جاتا ہے، مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ یورپین مورخ ہیں جنہوں نے محض حضرت معاویہؓ کو بدنام کرنے کے لئے ان کے کارناموں میں اس کا تذکرہ کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

ان راویوں سے خدا سمجھے کہ انہوں نے صحابہؓ کو بے وقار کرنے کے لئے جلیل القدر صحابہؓ کی طرف تصویر کشی کی نسبت کر دی جو صریح معصیت اور قبیح جرم ہے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :-

کان علی خاتم عمران بن حصین تمثال رجل متقلد السیف

(تاریخ الاسلام لذہبی ص ۳)

عمران ابن الحصین کی انگوٹھی پر ایک مرد کی تصویر تھی جو تلوار حمائل کئے ہوئے تھا۔

امام طحاویؒ نے نقش الخواتیم کے سلسلہ میں بعض دوسرے صحابہؓ کے اسماء

بھی ذکر کئے ہیں جن کی انگوٹھیوں پر تصاویر نقش (معانی الآثار ص۳۵۲) اور اس طرح شرح السیر الکبیر ص۲۱۲ میں بھی ہے۔

لیکن یہ آثار موقوفہ ہیں۔ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ خود امام طحاوی نے باب کی آخری روایت میں نقش صورت کی ممانعت ذکر کی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تو جانے دیجئے بعض کج فہم راویوں نے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ایسی نسبت کردی ہے چنانچہ الشیخ محمد ابراہیم البیجوری لکھتے ہیں :-

وقد اخطأ فی ھذا المقام من زعم ان خاتم المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کان فیہ صورة شخص ویأبی اللہ ان ان یصدر ذالک من قلب صاف ایمانہ، کما قالہ ابن جماعة وما ورد فی ذالک من حدیث مرسل او معضل واثار موقوفة فھو معارض بالاحادیث الصحیحة فی منع التصویر الخ

اس مقام پر خطا کر گیا وہ شخص جس نے زعم کیا، حضرت مصطفےٰ کی انگوٹھی میں ایک شخص کی تصویر بنی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ انکار فرماتے ہیں کہ کسی صاف دل سے اس قسم کا صدور ہو جیسا کہ ابن جماعہ نے کہا ہے اور جو کچھ مرسل، معضل روایات اور آثار موقوفہ میں وارد ہوا ہے وہ ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو تصویر کی منع میں وارد ہوئیں۔

مواہب اللدنیہ شرح شمائل ترمذی ص۶۶

جن بد دماغ راویوں نے امام المتقین خاتم النبیین کے دامن عفت وعصمت کو داغدار کرنے سے دریغ نہیں کیا وہ اگر امیر معاویہ، عمران بن حصین اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے کردار کو آلودہ کرنے کی کوشش کریں تو کیا تعجب ہے؟

حقیقت حال اللہ ذو الجلال ہی جانتے ہیں۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اسلام ہی کے دشمن ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر۔

دانا دشمن یا نادان دوست

کتب تواریخ میں کچھ اس قسم کے واقعات بھی ملتے ہیں جن کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حضرت معاویہؓ کے دانا دشمنوں کی کارستانی ہے یا نادان دوستوں کی، کیونکہ ان واقعات کے ایک پہلو سے حضرت معاویہؓ کی مدح ظاہر ہوتی ہے تو دوسرے پہلو میں ان کی مذمت بھی مضمر معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال ہمارے خیال میں ان واقعات کی صحت مشتبہ ہے ان میں سے تین واقعات بطور نمونہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ انیس زکریا نصولی ابن خلدون جلد سوم ص۴ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"آپکے حسن سیاست و مہارت اور خواص و عوام کے ہاں حسن قبول حاصل کرنے کی یہ واضح دلیل ہے کہ آپ نے ایک دفعہ ایک شامی کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ یہ شامی ایک کوفی نوجوان کی اونٹنی کا دعویدار تھا کہ یہ میری ہے۔ اس دمشقی نے پچاس گواہ اس امر پر گزارے کہ میرا دعویٰ صحیح ہے۔ عراقی کہتا تھا کہ یہ اونٹ ہے اونٹنی نہیں، مگر آپ نے فیصلہ شامی کے حق میں دیا اور تنہائی میں بلایا اور لے اونٹ کی قیمت سے کئی گنا زیادہ دیا اور بہت کچھ انعام و اکرام کیا اور فرمایا کہ علیؓ سے کہہ دینا کہ میں ایسے ایک لاکھ آدمیوں سے مقابلہ کروں گا جو اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کرتے۔" (امیر معاویہ مصنف انیس زکریا نصولی ترجمہ [illegible])

۲۔ حافظ ابن کثیرؒ اور ابن جریر طبری لکھتے ہیں :-

ذکر سبب عزل معاویۃؓ سعیداً واستعمال مروان ان معاویۃ کان یغری بین مروان وسعید بن العاص فکتب الی سعید بن العاص علی المدینۃ اھدم دار مروان ۔ الی آخر الحکایۃ	حضرت معاویہؓ کے سعید بن العاص کو معزول کرنے اور مروان کو حاکم مدینہ مقرر کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ سعید اور مروان کے درمیان عداوت پیدا کرنا چاہتے تھے پس انہوں نے سعید کو لکھا جبکہ وہ حاکم مدینہ تھے کہ مروان کا مکان گرا دے
(طبری صـ ۱۶۴ البدایۃ النہایہ صـ ۶۶ ج ۸)	الی آخر الحکایۃ

یہ واقعات محض حضرت معاویہؓ کو اسود ثابت کرنے کے لئے تراشے گئے ہیں۔ رواۃ کرام نے سیادت کے بارے میں جو روایات پیش کی ہیں۔ ان پر قناعت نہ کر سکے ۔ واقعات و مشاہدات سے سند لائے ہیں۔ یہ حضرات اگر حضرت معاویہؓ کے دوست ہیں تو بڑے نادان ہیں اور دشمن ہیں تو بڑے منافق ہیں کہ دشمنی اور عداوت کے لئے بھی دوستی کا عنوان رکھا ہے سیاست کے عنوان میں بد دیانتی کی تصویر دکھا رہے ہیں ۔

۳۔ تیسرا واقعہ جسے جناب تقی عثمانی اور صلاح الدین یوسف نے حضرت معاویہؓ کے دیانت و امانت کے سلسلے میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے ۔

"حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ساری دولت ہماری دولت ہے سارا مال غنیمت ہمارا مال ہے ہم جس کو چاہیں گے دیں گے اور جس سے چاہیں گے روک لیں گے۔ اس پر کسی نے جواب نہیں دیا۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو انہوں نے پھر یہی بات دہرائی، مگر کوئی نہ بولا۔ پھر جب تیسرا جمعہ آیا

تو حضرت معاویہؓ نے پھر یہی بات کہی تو ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا تو اس نے کہا ہرگز نہیں، مال تو سارا ہمارا ہے، مالِ غنیمت بھی ہم سب کا ہے جو شخص ہمارے اور اسکے درمیان حائل ہوگا

یہ سنکر حضرت معاویہؓ منبر سے اترے اور اس شخص کو بلا بھیجا۔ جب اسے حضرت معاویہؓ کے پاس داخل کیا گیا تو لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص مارا گیا۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے دروازے کھول دیئے، لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا وہ شخص ان کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے اس پر حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو زندہ رکھے اس نے مجھے زندہ کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میرے بعد کچھ امراء ایسے ہوں گے، جو (غلط) بات کہیں گے، مگر ان کا جواب نہیں دیا جائیگا۔ ایسے لوگ جہنم میں بندروں کی طرح داخل ہوں گے۔ میں نے (اپنا امتحان کرنے کے لئے) ایک بات کہی تھی کسی نے اسکی تردید نہ کی تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں ان امراء میں داخل نہ ہو جاؤں، تو میں نے دوبارہ وہی بات کہی، پھر کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں پھر میں نے تیسرے جمعہ میں وہی بات کہی تو یہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے میری تردید کی اور اللہ اسے زندہ رکھے اس نے مجھے زندہ کر دیا، اب مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے ایسے امراء کے زمرہ سے نکال دے گا

پھر حضرت معاویہؓ نے اس شخص کو جواب دیا۔

(حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت ص۱۹۲ و ص۱۹۳ ماہنامہ البلاغ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ)

یہ روایت جیسا کہ تقی صاحب نے علامہ ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ (ھذا حدیث حسن)

واقعی حسن درجہ کی ہے، علامہ الہیتمی بھی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں جاء بسند رجالہ ثقات۔ اس کے راوی ثقہ ہیں (تطہیر الجنان ص۲۷ ج ۲)
علامہ دمیری لکھتے ہیں رواہ ابن سبع فی شفاء الصدور وکذالک ورواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والاوسط ورواہ الحافظ ابو یعلیٰ الموصلی رجالہ ثقات (حیوٰۃ الحیوان ص۲۰۲ ج ۲)

لیکن یہ روایت ایک طرف تو حضرت معاویہؓ کی امانت ودیانت ثابت کر رہی ہے، مگر دوسری طرف یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں زبانیں مقفل ہو چکی تھیں کہ دو جمعے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک خلاف شرع خطبہ سنا اور حاضرین میں سے کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی کہ زبان کو جنبش دے کہ امیر المومنین آپ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ تیسرے جمعہ ایک اجنبی شخص جرأت کر کے کلمۂ حق کہتا ہے تو لوگ اس کے متعلق گمان کرتے ہیں کہ بس یہ ہلاک ہو گیا۔"فقال القوم ھلک" قوم یہ کیوں کہتی ہے اسلئے کہ قوم جانتی ہے کہ یہاں حق گوئی کی سزا موت ہے وہ کوئی خوش نصیب ہی تھا کہ بچ نکلا اور انعام واکرام سے مالامال ہو گیا۔ مجھے اس روایت کے تسلیم کرنے میں سخت تامل ہے۔ بر تقدیر صحت روایت یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔

اگر تنقی صاحب کے طبع نازک پر بار نہ آئے تو ایک بار اپنے ہی الفاظ کی بازگشت سن لیں جو انہوں نے امیر زیاد کا دفاع کرتے ہوئے حجر بن عدی کے سلسلہ قتل میں لکھے ہیں۔ جبکہ وہ امیر زیاد کے خطبہ کے دوران کھڑے ہو گئے تھے اور کنکریاں پھینکی تھیں (کیا حجر بن عدی کے علاوہ کوئی با غیرت مسلمان کوفہ میں موجود نہیں تھا)

آنجناب کا مقصود یہ ہے کہ امیر زیاد نے کوئی ناشائستہ بات کہی تھی تو حجر ابن عدی کے ماسوا کوئی اور بھی بولتا۔ حضرت حجر بن عدیؓ کا بولنا ہی دلیل ہے کہ وہی باغی تھا۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ آیا دمشق میں کوئی باغیرت، باشعور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جذبے سے سرشار ایک مسلمان بھی موجود نہیں تھا کہ دو جمعہ تو کوئی مسلمان نہیں بولا اور تیسرے جمعہ ایک اجنبی شاید نووارد ہوگا بول پڑا۔

میرے محترم! آپ کو باور کرانا میرے لئے بڑا مشکل ہے کہ ہر آدمی اپنے مطلب کی کہتا ہے اور اپنے مطلب کی سنتا ہے۔ لیکن آپ حضرت معاویہؓ کی روایت کردہ حدیث کے آئینہ میں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اگر حجر بن عدی جیسے باغی نہ ہوتے تو امیر زیاد جیسے امراء جہنم کے بند ہوتے مگر اسے کیا کہئے کہ وہ انہیں جہنم سے کھینچ کر باہر نکال دیتے اور ان کی زندگی کا سامان مہیا کرنے کی سعی کرتے ہیں اور یہ انہیں قتل کروا دیتے ہیں ؎

ہم نے تم کو دل دیا تم نے ہمیں رسوا کیا ہم نے تم سے کیا کیا اور تم نے ہم سے کیا کیا

استخلافِ یزید

چوتھی وہ چیز جس کی وجہ سے حضرت معاویہؓ پر نکیر کی گئی ہے۔ یزید کی نامزدگی کا قضیہ ہے۔ اور اسی مسئلہ کی تنقیح ہمارا اصل مقصود ہے۔ اور یہیں سے ہماری کتاب کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی تنقیح کے لئے سب سے اہم مقدمہ تاریخ استخلافِ یزید ہے اور اسی مقدمہ کو

مورخین و مؤلفین نے اس بحث میں زیادہ قابلِ توجہ اور لائقِ التفات خیال نہ کیا۔ اتفاق سے اس مسئلہ میں ہماری تحقیق تمام مورخین کے خلاف واقع ہوئی ہے۔ پہلے ہم مورخین کے پیش کردہ اقوال ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اپنی تحقیق پیش کریں گے اور مورخین کے اقوال کی تردید انہیں کے مسلمات سے کریں گے انشاء اللہ العزیز۔ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی اور مسئلہ بے غبار ہو جائے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

تاریخ استخلاف یزید میں مورخین کے دو قول ملتے ہیں سنہ ۵۰ھ اور سنہ ۵۶ھ اول الذکر قول کو جلال الدین سیوطیؒ اور ثانی الذکر کو ابن جریر طبریؒ، ابن کثیرؒ نے اختیار کیا دیکھو:- تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۰ تاریخ طبریؒ صفحہ ۱۶۹ ج ۶ ابن اثیرؒ صفحہ ۲۲۳ ج ۳، البدایہ والنہایہ [illegible]

میرے احاطۂ علم میں کوئی تیسرا قول نہیں تاہم تاریخی حقائق کے پیشِ نظر مذکورۂ بالا دونوں قول غلط ہیں۔ استخلافِ یزید کی تجویز کس تاریخ کو پیش کی گئی اور بیعتِ استخلاف کس تاریخ کو تکمیل تک پہنچی؟ اس میں کوئی حتمی اور قطعی دلیل تو نہیں مگر جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے سنہ ۴۴ھ کے کسی مہینہ میں تجویز پیش ہوئی اور سنہ ۵۹ھ کے اواخر تک بجز چند علمائے مدینہ کے عامۃ الناس نے طوعاً و کرہاً بیعت کر لی۔

ولیعہدی کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور بنیادی ہیں:-

۱۔ اکثر مورخین کی رائے میں سب سے پہلے ولیعہدی کی تجویز حضرت مغیرہ بن شعبہ نے پیش کی۔

۲۔ اس وقت مدینہ کا عامل مروان بن الحکم تھا۔ صحیح بخاری صفحہ ۷۱۵ ج ۲

۳۔ اس وقت عبدالرحمٰنؓ ابن ابی بکرؓ بقید حیات تھے کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی استخلاف کے خلاف آواز اٹھائی تھی (صحیح بخاری ایضاً صفحہ ۷۱۵ ج ۲)

۴۔ قضیہ استخلاف یزید حسنؓ بن علیؓ کی وفات کے بعد پیش ہوا یہ ایک تاریخی مسلّمہ ہے۔

۵۔ مسلّم ہے کہ اس سال امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ فضا ہموار کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے۔

ابن جریرؒ، ابن اثیرؒ اور ابن کثیرؒ کی ہستیاں بلند پایہ ہیں لیکن اس مرحلے میں ہم ان کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں اور ان کے قول کو رد کر دینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں مندرجہ ذیل امور میں غور و فکر کے بعد امید ہے کہ ناظرین ہمیں معذور سمجھیں گے۔

۱۔ تجویز استخلاف حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی کتب تاریخ کی تصریحات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ المعارف لابن قتیبہ مات بالکوفۃ بالطاعون وھو امیرھا سنۃ خمسین۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ کوفہ میں طاعون کی مرض میں ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ اصابہ ص۱۳۳ ج۶ مات مغیرۃ بن شعبۃ خمسین وھو الاکثر و نقل الخطیب الاجماع۔

اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ ۵۰ھ میں فوت ہوئے اور خطیب نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

۳۔ وقیل مات قبل بسنتہ

اور کہا گیا ہے کہ ایک سال قبل ۴۹ھ میں فوت ہوئے۔

۴۔ البدایہ والنہایہ ص۴۸ ج۸ : قال محمد بن سعید و غیرہ و قال الخطیب اجمع الناس علی ذالک (۵۰ھ)

۵۔ البدایہ والنہایہ ص۴۸ ج ۸ وقال ابو عبید مات سنۃ تسع و اربعین ۴۹ھ میں فوت ہوئے۔

۶۔ الکمال مات بالکوفۃ سنۃ خمسین

۷۔ تقویم تاریخی شعبان ۵۰ھ

۸۔ تاریخ الاسلام للذہبی ص۲۵۱ ج ۲ شعبان ۵۰ھ

۹ تقریب التہذیب ص۳۵۳

۱۰۔ کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ص۴۹۹

۱۱۔ حاشیہ بخاری ص۱۴ بحوالہ کرمانی۔

اسلئے شاہ معین الدین سیر الصحابہؓ میں لکھتے ہیں کہ ابن اثیرؒ نے یہ واقعہ ۵۶ھ میں لکھا ہے، مگر یہ صحیح نہیں، اسلئے کہ مغیرہؓ بن شعبہؓ کا انتقال بالاتفاق ۵۰ھ میں ہوگیا تھا (سیر الصحابہؓ جلد ششم ص۱۰۱ حاشیہ)

عباسی صاحب نے جو ۵۱ھ کا قول اختیار کیا ہے تو ایک منقطع روایت پر بھروسہ کیا جو کسی طور صحیح نہیں۔ دیکھئے اسی کتاب کا ص۲۵۳

۲۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کی وفات مشہور قول کے مطابق ۵۳ھ میں اور بعض کے نزدیک ۵۵ھ میں ہوئی۔

محررِ سطور کے نزدیک یہی قول محقق ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ان کی سن وفات ۵۸ھ بتلائی ہے، مگر وہ کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے متعارض ہے۔ بہر حال ۵۶ھ کا قول باطل ہوگیا۔

۵۸ھ والا قول بھی جسے علامہ سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے درست نہیں ہے کہ ۵۸ھ میں مروان بن الحکم مدینہ کا گورنر نہیں تھا اور صحیح بخاری

کی روایت شاہد ہے کہ مدینہ میں یزید کی ولی عہدی کی تجویز مروان بن الحکم نے پیش کی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ اثنائے خطبہ میں بول اٹھے۔

(صحیح بخاری ص۷۱۵ ج۲)

نیز اس قول کی تغلیط پر کچھ اور بھی شواہد ہیں جن کا تذکرہ آپ کو آئندہ سطور میں ملے گا۔ جن مؤرخین نے ۵۶ھ کا قول اختیار کیا ہے۔ انہوں نے مروان ابن الحکم کی امارت مدینہ کو ملحوظ رکھا ہے اور حضرت مغیرہؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کی سنین وفات کو نظر انداز کر دیا اور جنہوں نے ۵۰ھ کا قول اختیار کیا ہے انہوں نے حضرت مغیرہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن کے سنین وفات کو ملحوظ رکھا۔ اور مروان بن الحکم کی امارت مدینہ کو نظر انداز کر گئے۔

کسی مؤرخ نے تیسرا قول اسلئے اختیار نہیں کیا کہ مسلّم ہے جس سال قضیۂ ولیعہدی پیش ہوا حضرت معاویہؓ مدینہ کی فضا کو ہموار کرنے کے لئے اس سال مدینہ تشریف لائے تھے اور زیارت بیت اللہ الحرام سے بھی شرفیاب ہوئے تھے اور تاریخوں میں ثابت ہے کہ وہ ۵۰ھ کو حج کے لئے تشریف لائے اور ۵۶ھ کو آپ نے عمرہ کیا ہے۔

ماخذ میں اقوال کا اختلاف اور دلائل کی شکستگی آخذین کے لئے دشواری کا موجب ہوتی ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے مدعیان تحقیق کو بھی یہی دشواری پیش آئی۔

عباسی صاحب کی بعض عبارتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ قضیہ استخلاف یزید ۵۶ھ میں واقع ہوا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

غرضیکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کا انتقال تحریک ولیعہدی سے جب تین سال پہلے ہو چکا تھا تو یہ وضعی روایتیں خود بخود باطل ہو جاتی ہیں۔

مودودی صاحب کا دارومدار چونکہ ان موضوعات پر ہے۔ اس لئے اس کے مطابق ہم نے تنقید کی ہے۔ (تبصرہ محمودی ج ۱ ص ۲۳۱، ج ۱ ص ۲۱۶)

عباسی صاحب کی بعض دیگر عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ ۵۰ھ میں اس کا وقوع ہوا مثلاً تحقیق مزید کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:۔

کہ یہ تحریک اس زمانہ میں پیش کی گئی جب قسطنطنیہ کے زبردست معرکہ جہاد میں اسلامی لشکر کے کمانڈر کی حیثیت سے یزید کی انتظامی قابلیت حربی صلاحیت و شجاعت و بسالت کے اعتراف میں ملت نے اس نوجوان غازی کو فتی العرب (عرب کے سورما) کے خطاب سے نوازا تھا اور بعد معاودتِ جہاد، امیر الحج کی حیثیت سے حج کیا یعنی ۵۰ھ میں۔ (تحقیق مزید ص ۲۴)

حضرت معاویہؓ نے اس آواز کو بھی بہت سمجھا اور خود ۵۰ھ میں جب حج و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اس مسئلہ پر مشورے طلب کئے (تبصرہ محمودی ص ۱)

معلوم ہوا اس سلسلے میں عباسی صاحب نے نہایت تخلیط و تلبیس سے کام لیا ہے اور صحیح تاریخ متعین کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

حکیم ظفر احمد محمود سیالکوٹی کی بدحواسی

تاریخ استخلافِ یزید کے سلسلہ میں حکیم ظفر احمد محمود سیالکوٹی نے بھی عباسی صاحب کی تقلید کی ہے۔ لیکن وہ چونکہ عباسی جیسے ہوشیار اور عیار نہیں لہذا نہایت واضح تناقض کا شکار ہوگئے۔ حکیم صاحب ممدوح نے یزید کی ولی عہدی کے عنوان کے تحت نہایت بسط و تفصیل سے لکھا ہے کہ یزید کی ولیعہدی

کی تجویز حضرت مغیرہؓ نے پیش کی تھی چنانچہ لکھتے ہیں :-

حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ نے ولی عہدی کی تحریک پیش کرنے کے بعد انہوں نے خود امیر یزید کا نام پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امیر المومنین شہادتِ عثمانؓ کے بعد کی خونریزی آپ کے سامنے ہے لہذا میری رائے ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت لے لیں۔ الخ (معاویہ شخصیت و کردار صفحہ ۳۹۶)

حکیم صاحب موصوف چند سطور کے بعد مزید لکھتے ہیں :-

یہ بیان اکثر مؤرخین کا ہے کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معزولی سے بچنے کے لئے یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کی۔ اس روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤرخین کی یہ روایت اندھا دھند تقلید کا نتیجہ ہے سیدنا مغیرہؓ بن شعبہ کی وفات ۵۱ھ میں ہو چکی تھی۔ یزید کی ولی عہدی کا معاملہ ۵۶ھ میں پیش آیا۔

وہ اپنی وفات کے پانچ سال بعد ۵۶ھ میں اپنی معزولی سے بچنے کے لئے کیسے تشریف لے آئے؟ چنانچہ اپنی تاریخ میں ۵۱ھ کے واقعات میں ان کی وفات کا ذکر کیا ہے نیز آپ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فلم یزل امیرھا حتیٰ مات فی ھذہ السنۃ علی المشہور قال محمد بن سعد وغیرہ وقال اجمع الناس علیٰ ذالک۔

یعنی آپ آخر وقت تک امیر رہے حتیٰ کہ اس سن یعنی ۵۱ھ میں مشہور قول کے مطابق آپ کی وفات ہوئی، محمد بن سعدؒ وغیرہ کا یہی قول ہے اور خطیب نے کہا کہ تمام لوگوں نے اس پر اجماع کیا ہے۔

ہکذا فی کتاب المعارف لابن قتیبہ" سیدنا معاویہ شخصیت و کردار صفحہ ۳۹۷۔

مؤلف نے مندرجہ بالا عبارت میں دو وجہ سے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔
پہلی غلطی یہ کی کہ حضرت مغیرہؓ کی وفات سنہ ۵۱ھ لکھ دی۔ یہ درست ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے سنہ ۵۱ھ کا بھی ایک قول نقل کیا ہے، لیکن مشہور قول سنہ ۵۰ھ کا ہی قرار دیا اور اسی پر خطیب نے اجماع نقل کیا ہے اور عبارت مذکورہ البدایۃ والنہایہ صفحہ ۴۷ ج ۸ پر سنہ ۵۰ھ کے واقعات میں ثبت ہے۔

دوسری غلطی یہ کی کہ اس عبارت میں واضح تناقض ہے کہ جب حضرت مغیرہؓ سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۱ھ میں فوت ہو چکے ہیں اور قضیہ استخلاف یزید سنہ ۵۶ھ کو پیش آیا اور بدیں وجہ وہ معزولی سے خائف ہو کر کوئی مشورہ نہیں دے سکتے تھے تو ان کا مجوزِ استخلاف ہونا بھی باطل ہو گیا۔ پھر مصنف کی پہلی تمہید کہ ولیعہدی کی تحریک اور تجویز حضرت مغیرہؓ ابن شعبہؓ نے پیش کی تھی باطل ہو گئی اور عجب تر بات یہ ہے کہ ظفر صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۱ میں لکھتے ہیں (کہ صحیح روایات کے مطابق یزید کی ولیعہدی سنہ ۵۰ھ میں ہوئی) ایں گلے دیگر شگفت۔

اب تو سوچ میرے دوست کہ کونسی بات درست ہے؟
محمود عباسی اور ظفر احمد سیالکوٹی پر کیا موقوف ہے اس بارے میں جس نے بھی قلم اٹھایا اسی نے ٹھوکر کھائی مثلاً عمر ابو النصر اپنی کتاب (معاویہؓ) میں لکھتے ہیں :-

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے معاویہؓ کو استخلاف یزید کا مشورہ دیا وہ مغیرہؓ بن شعبہؓ تھے۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ سنہ ۵۶ھ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ کو کوفہ کی ولایت سے معزول کر کے سعید بن العاص کو ان کی جگہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ الخ (معاویہؓ از عمر ابو النصر ص ۱۴۸)

یہی بزرگ اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ میں کوفہ کے اندر شدید طاعون کی وباء میں مغیرہؓ بن شعبہؓ کی وفات ہوئی۔

(معاویہ از عمر ابو النصر ص ۲۸۳) "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

مورخین کی غلطی کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ تاریخی مسلمہ ہے کہ قضیہ استخلاف حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد پیش آیا۔ اسی سال حضرت معاویہؓ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لائے اور پھر مدینہ منورہ میں یزید کی ولیعہدی کے سلسلے میں اہل مدینہ کی آراء کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے۔

اور ثابت ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد سنہ ۵۰ھ اور سنہ ۵۶ھ میں مدینہ تشریف لائے پس ان دو مقدمات کے پیش نظر استخلاف یزید کی تاریخ سنہ ۵۰ھ ہو سکتی ہے یا سنہ ۵۶ھ۔ لہذا مورخین کی آراء ان دو ہی سنین میں محصور ہو کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ واقعتاً دونوں روائتیں درست نہیں جیسا کہ سطور بالا سے آپ حضرات پر بات واضح ہو چکی ہے۔

ہمارے تحقیق کے مطابق یزید کی نامزدگی کا قضیہ سنہ ۴۴ھ میں پیش آیا حضرت امیر معاویہؓ نے سنہ ۴۴ھ میں حج کیا اور تمام وہ ہستیاں جو قضیہ استخلاف میں دخیل تھیں وہ سنہ ۴۴ھ میں بالاتفاق بقید حیات تھیں البتہ حضرت حسنؓ کی وفات سنہ ۴۹ھ متقاضی ہے کہ سنہ ۴۴ھ میں یزید کی نامزدگی نہیں ہو سکتی کیونکہ بالاتفاق یزید کی ولایت عہد کی تحریک حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد ہوئی۔

سو گذارش ہے کہ حسنؓ بن علیؓ کی سن وفات میں اختلاف ہے نقشہ درج ذیل ہے:-

اکمال فی اسماء الرجال سنہ ۵۰ھ، سنہ ۵۸ھ، سنہ ۴۹ھ، سنہ ۴۴ھ

اصابہ ص ۳۳۱ قال الواقدی سنہ ۴۹ھ قال الہیثم سنہ ۴۴ھ وقیل سنہ ۵۸ھ
• مجمع الزوائد ص ۱۷۹ قال الہیثم ابن عدی سنہ ۴۴ھ المعجم الکبیر ج۳ ص ۱۱، ۴۴ ہجری
تاریخ العرب سنہ ۴۲ھ حاشیہ فتاوی عزیزی ص ۱۳۸ سنہ ۴۱ھ

سنہ ۴۱ھ سنہ ۴۲ھ سنہ ۴۴ھ کے اقوال اگرچہ مورخین نے قیل سے ذکر کئے ہیں لیکن درحقیقت حضرت حسنؓ کی وفات انہی سنین میں واقع ہوئی ہے بلکہ سنہ ۴۱ھ پر بعض روایات سے بھی استناد کیا جاسکتا ہے۔

بسا اوقات مورخین ایک قول کو قیل سے ذکر کرتے ہیں۔ لیکن بعد تحقیق وتفتیش وہی قول اصح ترین ثابت ہوتا ہے اور مشہور ومعروف قول واقعتاً درست نہیں ہوتا مثلاً مشہور ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ کی وفات سنہ ۵۳ھ میں ہوئی اور ایک قول سنہ ۵۵ھ کا ہے جسے مورخین نے قیل کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن واقعتہً سنہ ۵۵ھ کا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس پر صحیح مسلم اور موطا امام مالک کی روایات شاہد ہیں کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ جب فوت ہوئے تو عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف لائے اور جنازہ میں شرکت کے لئے وضو کیا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا "اسبغ الوضوء" وضو کو کامل طریقہ پر کرنا الی آخر الحدیث

صحیح مسلم ص ۱۲۴ ج ۱، موطا امام مالک ص باب وجوب غسل الرجلین۔
حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی وفات سنہ ۵۵ھ میں ہوئی۔ (تحقیق مزید ص ۲۷)

جب سعدؓ بن ابی وقاصؓ سنہ ۵۵ھ میں فوت ہوئے اور مسلم اور موطا کی صحیح روایات میں ثابت ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کے جنازے میں شرکت کی تو وہ سنہ ۵۳ھ میں کیسے فوت ہوگئے؟ یہی حال حضرت حسنؓ بن علیؓ کی سن وفات کا ہے۔

مورخین کو مغالطہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ حضرت حسن رض کی نماز جنازہ سعید بن العاص رض نے پڑھائی تھی اور وہ اسوقت مدینہ کے حاکم تھے اور ان کی امارت مدینہ ۴۹ھ تا ۵۴ھ ہے اس لئے حضرت حسن رض کی وفات بھی ۴۹ھ زیادہ صحیح ہے، حالانکہ سعید بن العاص رض متعدد بار مدینہ کے عامل مقرر ہوئے تھے، جیسا کہ تاریخی اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں: ولاہ (سعید بن العاص) معاویۃ علی امرۃ المدینۃ مرتین وعزلہ مرتین. یعنی حضرت معاویہ رض نے سعید بن العاص رض کو دوبارہ مدینہ کا والی بنایا اور دوبار معزول کیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۸۵ ج ۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سعید بن العاص رض پہلے مدینہ کے حاکم تھے، پھر مروان بن الحکم مقرر ہوئے پھر سعید بن العاص پھر مروان بن الحکم۔

حافظ ابن عبدالبر رح لکھتے ہیں:-

فلما اجتمع الناس الی معاویۃ واستوثق لہ الامر ولاہ (سعید بن العاص) المدینۃ ثم عزلہ وولاھا مروان بن الحکم وکان یعاقب بینہ وبین مروان ابن الحکم فی اعمال المدینۃ -

الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۲ ص ۱

یعنی جب لوگ حضرت معاویہ رض کی طرف جمع ہو گئے اور اس کے لئے خلافت کا معاملہ پختہ ہو گیا تو انہوں نے (سعید بن العاص رض) کو مدینہ کا والی بنایا پھر انہیں معزول کر کے مروان بن الحکم کو مقرر کیا اور وہ سعید رض بن العاص رض اور مروان بن الحکم کو نوبت بہ نوبت مدینہ کا والی بناتے تھے۔

الشیخ محمد الخضری رح لکھتے ہیں:-

کانت ولایۃ المدینۃ بین

مدینہ کی گورنری مروان بن الحکم اور

مروان بن الحکم وسعید بن العاص | سعید بن العاص کے درمیان دائرتھی
یتد اولانہا | وہ یکے بعد دیگرے اسے لیتے تھے۔

(تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۱۳ ج ۲)

شاہ معین الدین لکھتے ہیں کہ استقرارِ حکومت کے بعد امیر معاویہؓ نے ان کو (سعید بن العاص) مدینہ کا عامل بنایا لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد ان کو معزول کر کے ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا۔

(ص ۲۴ ج ۲ بحوالہ استیعاب ص ۳۵۹ ج ۳)

مذکورۃ الصدر عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ حضرت سعید بن العاص ایک سے زائد مرتبہ مدینہ کے عامل مقرر ہوئے تھے پس اصل اصیل حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ حضرت معاویہؓ کے ابتدائی عہد میں فوت ہوئے اس وقت سعیدؓ بن العاص عامل مدینہ تھے۔ انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، پھر وہ اسی سال معزول ہو گئے، ان کی جگہ مروان بن الحکم مقرر ہوئے ۴۹ھ میں حضرت حسنؓ کی وفات کے معاً بعد قضیہ استخلاف یزید پیش آیا اور جب مروان بن الحکم نے مدینہ میں وہ مشہور خطبہ دیا کہ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کے بول اٹھنے سے ہنگامہ برپا ہو گیا تو خود حضرت معاویہؓ حج کے لئے تشریف لائے اور مدینہ میں تقریر کی جس کا تفصیلی ذکر عنقریب ہی آئندہ سطور میں آرہا ہے۔ بلکہ البدایہ والنہایہ کی بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات ہی مروان بن الحکم کی تقرری کا سبب بنی کہ جب حضرت حسنؓ کو روضۂ رسولؐ میں دفن ہونے سے روکنا چاہا اور قریب تھا کہ لڑائی ہو جاتی۔ اکابر صحابہؓ درمیان میں حائل ہو گئے اور حسینؓ بن علیؓ کو بھی فہمائش کی۔ اس سلسلہ میں واقدی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے :-

فابی مروان ان یدعہ۔ | مروان نے اسلئے انکار کیا کہ وہ

وهروان یومئذ معزول — اس وقت معزول تھا حضرت معاویہؓ
یریدان یرضی معاویۃ ۔ — کو اس طرح راضی کرنا چاہتا تھا ۔

البدایۃ النہایہ ص۸۹ ج ۸

محمود عباسی صاحب کی عبارات کے آئینے میں دیکھا جائے جب بھی یزید کی نامزدگی کی تاریخ ۵۶ھ ہی نظر آتی ہے ۵۰ھ کا قول بھی عباسی صاحب نے بلا تدبر اختیار کیا ہے ۔

عباسی صاحب نے جو نقشہ امراء الحج کا دیا ہے اس میں حضرت معاویہؓ کا حج صرف ایک سال ہی تبلایا ہے اور مسلّم ہے کہ جس سال یزید کی نامزدگی ہوئی حضرت معاویہؓ فضا ہموار کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے اور زیارت بیت اللہ سے شرف یاب ہوئے خود عباسی صاحب بھی اس کے قائل ہیں ، چنانچہ ایک سے زائد مرتبہ اس امر کا اعتراف کیا ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں :۔

امیر المومنین معاویہؓ نے خود مدینہ حاضر ہو کر جب یہ معاملہ پیش کیا تو قطعی طور پر طے ہو گیا ۔ (حاشیہ خلافت معاویہ و یزید ص۵۹)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یہ سفر (زیارت بیت اللہ) ہی اسلئے اختیار کیا تھا کہ حج و زیارت کے موقعہ پر اس مسئلہ میں یکسوئی حاصل کریں ۔ (خلافت معاویہؓ و یزید ص۴۱)

ان عبارات کا منطقی لازمی اور بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ولایت عہد کا قضیہ ۵۶ھ میں پیش آیا ۔

عباسی صاحب اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ بوقت تحریک ولایت عہد مدینے کا والی مروان بن الحکم تھا اور اس امر کے بھی معترف ہیں کہ ۵۰ھ میں مروان مدینہ کا حاکم نہیں تھا ۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تحریک ولایت عہد یزید

سنہ ۵۰ھ میں پیش نہیں ہوئی۔

نیز تحقیق مزید ص۲۴ کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے ہیں، عباسی صاحب معترف ہیں کہ یزید کی نامزدگی اس وقت ہوئی جب یزید جہاد قسطنطنیہ سے واپس ہوا اور اسے ملت کی طرف سے فتی العرب کا خطاب ملا اور پھر اس نے اسی سال امیر الحج ہونے کی حیثیت سے حج بھی کیا۔ یعنی سنہ ۵۰ھ میں۔

سنہ ۵۰ھ شعبان یا رمضان میں حضرت مغیرہؓ وفات پاتے ہیں، تقویم تاریخی کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایام عیسوی مہینوں کے اعتبار سے اگست اور ستمبر کی تاریخیں تھیں۔ موسم گرما میں قسطنطنیہ پر بری لشکر کی واپسی ستمبر کے آخری یا اکتوبر کے ابتدائی ایام میں ہوئی ہے تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ جب اس وقت وفات پا چکے ہیں تو کس طرح ولایت عہدِ یزید کی تحریک پیش کر سکتے ہیں اگر اس تحریک کے محرک اول حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ہیں تو یقیناً یہ تحریک سنہ ۵۰ھ میں نہیں بلکہ سنہ ۴۲ھ میں کی گئی ہے۔

حضرت مغیرہؓ نے یہ تحریک کیوں پیش کی؟ تو اس بارہ میں بعض مؤرخین کا یہ بیان ہے کہ اپنی معزولی سے خائف ہو کر انہوں نے یہ چکر چلایا ہے، یہ قطعی غلط اور اصلاً بے بنیاد ہے سنہ ۴۲ھ میں ان کے عزل کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت لاکھوں پردوں میں مستور ہو مگر متجسس نگاہیں اسے پا لیتی ہیں یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گھرانے میں ابتدائے خلافت سے ہی جانشینی کے تذکرے ہونے لگے اور یزید کی نامزدگی کی امنگیں بیدار ہو رہی تھیں۔ خود عباسی صاحب لکھتے ہیں :-

ایک دفعہ امیر المؤمنین معاویہؓ نے یزید سے دریافت کیا کہ تم کس طرح عمل کرو گے اگر تم کو والی بنا دیا جائے۔ یزید کے جواب کو علامہ ابن کثیرؒ

نے مع حضرت معاویہؓ کے ریمارک کے ان الفاظ میں نقل کیا ہے :-

قال (یزید) کنت واللہ یا ابت اعامل الیھم عمل عمر بن الخطاب (خلافت معاویہؓ و یزید ص۶۳ بحوالہ البدایہ النہایہ)

یزید نے کہا کہ واللہ ابا جان حضرت عمرؓ نے جو عمل امت کے ساتھ کیا ہے میں بھی ان کے ساتھ وہی عمل کروں ۔

عباسی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

اس زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ مورخین نے لکھا ہے علامہ ابن کثیرؒ کے الفاظ میں یہاں لکھا جاتا ہے :-

وفی روایۃ ان یزید لما قال لہ ابوہ سلنی حاجتک قال لہ یزید اعتقنی من النار اعتق اللہ رقبتک منھا قال وکیف قال لانی وجدت فی الآثار انہ من تقلد امر الامۃ ثلاثۃ ایام حرمہ اللہ علی النار (خلافت معاویہؓ و یزید ص۵۶ بحوالہ البدایہ النہایہ ج۸ ص۲۲۸)

ایک روایت میں ہے کہ یزید سے جب والد نے کہا کہ جو بات اور تمہاری خواہش ہو مجھ سے کہو تو یزید نے ان سے کہا کہ مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیجیے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی گردن کو اس سے آزاد کرے ۔ معاویہؓ نے پوچھا وہ کیونکر ؟ یزید نے کہا کہ میں نے حدیث میں پایا کہ جس کو تین دن کے لئے امت کا امر (خلافت) سونپا جائے اللہ تعالیٰ نے اس پر نار (دوزخ) کو حرام کر دیا ۔

یہ دو عبارتیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ عباسی صاحب نے خود بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے ورنہ تاریخوں میں اور بھی حوالے ملتے ہیں ۔ سنہ ۴۴ھ میں استلحاق زیاد کا قضیہ پیش آیا اور حضرت حسنؓ کی وفات اس سے قبل ہو چکی تھی ۔

زیادؓ عرب کے چار مشہور مدبروں میں سے ایک تھا جن کی سیاست

ضرب المثل تھی یعنی حضرت معاویہؓ، عمروؓ بن العاصؓ اور مغیرہؓ بن شعبہؓ کے درجہ کا معروف سیاسی مدبر، شجاعت و بسالت اور امور سلطنت میں زبردست بصیرت کا مالک تھا، عمروؓ ابن العاصؓ المتوفی ۴۳ھ کے بعد حضرت معاویہؓ نے اسے اپنا بھائی بنالیا۔ اس طرح ایک باندی کا بچہ حضرت ابوسفیانؓ کے نسب کے ساتھ منسلک ہو کر بیت ابی سفیانؓ کا ایک فرد بن گیا۔ نوشتۂ تقدیر تو پورا ہی ہو کر رہتا ہے، مگر عالم اسباب میں زیاد کیلئے اپنی قابلیت اور صلاحیت کے پیش نظر مسندِ خلافت تک پہنچنے کی ساری راہیں کھل چکی تھیں، یہ بات شاید حضرت معاویہؓ کے لئے بھی ناگوار تھی اور عین ممکن ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ کی بصیرت نے یہ بھی بات سمجھ لی ہو کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ کی حیات کسی بھی شخص کی جانشینی کے لئے رکاوٹ تھی کہ حضرت معاویہؓ نے بوقت مصالحت معاملہ حضرت حسنؓ کی طرف مفوّض کر دیا تھا کہ حضرت معاویہؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوں گے۔ عهد للحسن بالامر من بعده (البدایہ والنہایہ ص ج ۸) وہ رکاوٹ اب دور ہو چکی تھی اب زیاد کی کاٹ کا حضرت مغیرہؓ کے بغیر کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ حضرت مغیرہؓ بھی زیاد کے تغلب کو ناپسند فرماتے تھے شاید اس لئے کہ زیاد اپنے تین بھائیوں کی معیت میں حضرت مغیرہؓ پر زنا کی شہادت دینے کے لئے پیش ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کی عدالت میں حاضری کے بعد زیاد توقف کر گیا۔ نصاب پورا نہ ہونے کی وجہ سے بقیہ تینوں اشخاص پر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حد قذف جاری کی اور حضرت ابوبکرہؓ کے ماسوا تینوں تائب ہو گئے، البتہ حضرت ابوبکرہؓ اپنی شہادت پر قائم رہے، کچھ طبعی خلش حضرت مغیرہ کے قلب میں تھی، پس انہوں نے یزید کی ولایت عہد کی تحریک کھڑی کر دی، چنداں بعید نہیں،

کہ یہ تحریک حضرت معاویہؓ کے ایماء سے کی گئی ہو۔ یزید کی نامزدگی سے زیاد کے آگے بڑھنے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

سیدی و مرشدی شیخ الاسلام حضرت حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ لکھتے ہیں :-

(کہ ان موٴرخین کا قول غلط ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو فاسق جانتے ہوئے اسکی نامزدگی کی تھی)

ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو۔ مگر ان کو اسکے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو یا یہ جد و جہد اراکین خاندان کی طرف سے گئی ہو اور یزید بھی اس میں کوشاں رہا ہو الخ (مکتوبات صـ۲۶۶ حصہ اول)

حضرت شیخ الاسلامؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہؓ نے اسے نامزد نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اسکے اعوان نے اس کے لئے کوشش کی تھی (یہ لوگ متقی نہ تھے ملوکیت پسند تھے) عام مسلمان بالخصوص اہل حجاز اسکے خلاف تھے۔

(مکتوبات صـ۲۵ حصہ اول)

راقم السطور کہتا ہے کہ یہ احتمال اقرب الی الحق ہے کہ یہ نامزدگی حضرت معاویہؓ کی طرف سے ہوئی لیکن اس وقت یزید معلن بالفسق نہیں تھا۔ کیونکہ قضیۂ نامزدگی ۵۶ھ میں پیش آیا اور اس وقت یزید المولود ۲۶ یا ۲۷ھ جوانی کے ابتدائی مرحلہ میں تھا اور دمشق میں بھی تقریباً نو وارد تھا۔

ایک حکایت سے استناد

انہی ایام سے ایک حکایت وابستہ ہے جسے المحب الطبری نے الریاض النضرہ میں نقل فرمایا ہے حضرت سعیدؓ بن زیدؓ (جو عشرہ مبشرہ کے فرد ہیں) کے بیٹے نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے مروان ابن الحکم کو لکھا کہ وہ ان کے بیٹے یزید کے لئے ولایت عہد کی بیعت لیں۔

رجل شامی نے (جو حضرت معاویہؓ کا خط لے کر آیا تھا) دریافت کیا کہ تجھے کونسی چیز روکے ہوئے ہے، کیوں بیعت لینے میں دیر کر رہے ہو ؟ مروان نے کہا کہ مجھے سعیدؓ بن زیدؓ کی انتظار ہے کہ وہ سید اہل البلد ہے جب وہ بیعت کر لیں گے تو سب بلا تردد بیعت کر لیں گے۔ اس رجل شامی نے کہا کہ انہیں میں بلا لاتا ہوں (حضرت سعیدؓ بن زیدؓ مدینے سے باہر مقام عقیق میں رہائش رکھتے تھے) چنانچہ وہ شامی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، راوی حدیث ابن سعید فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے پاس تھا، شامی نے کہا چلیئے اور بیعت کیجئے۔ حضرت سعید نے فرمایا تو چلا جا میں عنقریب آؤں گا اور بیعت کر لوں گا۔ (شاید حضرت سعیدؓ بن زیدؓ نے تلخ لہجہ میں جواب دیا ہو جس سے انکار کا پہلو بھی نکل سکتا تھا کہ اس شامی نے نہایت برافروختہ ہو کر کہا) کہ چلئے ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا حضرت سعیدؓ بن زیدؓ نے فرمایا تو میری گردن مارتا ہے ؟

واللہ انک لتدعونی الی اقوام انا قاتلتھم علی الاسلام	تو مجھے ان اقوام کی طرف دعوت دیتا ہے کہ میں نے ان سے اسلام پر قتال کیا ہے۔

پس وہ شامی مایوس ہوکر، مروان کے پاس لوٹ آیا اور ساری داستان سنائی، مروان نے اسے کہا کہ خاموش رہ (یعنی حضرت سعید کے انکار کی خبر کسی دوسرے شخص کو نہ ہونے پائے)

انہی دنوں میں ام المومنین رضی کا انتقال ہوگیا (کسی نچلے راوی کا بیان ہے میں گمان کرتا ہوں کہ شاید وہ حضرت زینب تھیں) پس انہوں نے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ حضرت سعید پڑھائیں، جب جنازہ جنازہ گاہ میں حاضر ہوا، شامی نے مروان کو کہا کہ تو جنازہ پڑھانے میں کیوں توقف کرتا ہے؟ مروان نے جواب دیا کہ جنازہ وہ شخص پڑھلے گا جس کی گردن مارنے کا تو نے ارادہ کیا تھا کیونکہ ام المومنین رضی نے اسکو وصیت کی تھی (الریاض النضرۃ ص۲۰۹ ج ۲)

اس روایت کو ابن عساکر رح نے بھی نقل کیا ہے اور اس روایت میں تصریح کی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی نے وصیت کی تھی کہ حضرت سعید میری نماز جنازہ پڑھائیں (تہذیب ابن عساکر ص۱۶۹ ج ۶)

امام بیہقی نے دونوں روایتیں نقل کی ہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

ام سلمۃ اوصت ان یصلی علیھا غیر الامام	ام سلمہ رضی نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حاکم کے علاوہ کوئی دوسرا پڑھائے۔

اور اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ ھٰذا اصح کہ یہ روایت پہلی روایت کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔

فقہ حنفی رح کی بہت سی کتابوں میں بھی حضرت ام سلمہ رضی کا بھی تذکرہ ملتا ہے شیخ عبدالقادر لکھتے ہیں:-

اوصت ام سلمۃ ان یصلی	ام سلمہ رضی نے وصیت کی تھی کہ میری

علیہا سعید بن جبیر۔ نمازِ جنازہ سعیدؒ بن جبیرؒ پڑھائیں۔

غنیۃ الطالبین ص۱۱۰ آخری سطر،

ام المومنین رضی اللہ عنہا کی تعیین میں محدثین نے غلطی کی ہے سعیدؓ بن زیدؓ کے متعلق نہ حضرت زینبؓ وصیت کر سکتی تھیں اور نہ ہی حضرت ام سلمہؓ، البتہ یہ ممکن ہے کہ ام سلمہؓ نے بھی وصیت غیر امام کی ہو مگر وہ غیر امام سعیدؓ بن زیدؓ نہیں ہیں۔

حضرت زینبؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی۔

البدایہ والنہایہ ص۱۰۳ ج۷ سیر الصحابیات ص

حضرت ام سلمہؓ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی۔ تحقیق مزید ص۹۰ یا ۶۱ھ میں۔ چنانچہ بعض دوسری کتابوں میں بروایات صحیحہ تصریح موجود ہے اس وقت حضرت سعیدؓ بن زیدؓ بقید حیات نہ تھے۔ کیونکہ بالاتفاق ان کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔ محمود عباسی بھی اسی کے قائل ہیں۔ دیکھئے تحقیق مزید ص۲۸

جب دونوں قول غلط ہو گئے تو اب اس حکایت میں جس ام المومنین کا تذکرہ ہے اس کی صحیح تعیین کرنے کے لئے حضرت معاویہؓ کی خلافت اور سعیدؓ ابن زیدؓ کی حیات میں وفات پانیوالی امہات المومنین کے اسماء تلاش کر کے غور و فکر کریں حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ ذیل کے نقشہ میں غور کریں:۔

۱۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سن وفات ۴۴ھ

۲۔ ام المومنین حضرت ام حفصہ رضی اللہ عنہا " ۴۵ھ اور بقول عباسی صاحب ۵۲ھ بہرحال مروان بن الحکم نے جنازہ پڑھایا ہے۔

۳۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا " ۵۰ھ

۴۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ۵۱ھ اور بقول عباسی صاحب ۶۱ھ اور بقول عبدالقدوس صاحب ہاشمی رجب ۳۹ھ

ام المومنین حضرت میمونہؓ ۵۱ھ میں مقام سرف میں فوت ہوئیں ان کی نمازِ جنازہ حضرت عبداللہؓ بن عباس نے پڑھائی، چونکہ مدینہ میں فوت نہیں ہوئیں، نیز مروان بن الحکم بھی اس وقت مدینہ کا عامل نہیں تھا نیز ثابت ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے پڑھائی، اسلئے روایت مذکورہ میں ام المومنین کا مصداق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہیں ہو سکتیں۔ نیز اسوقت حضرت سعیدؓ بن زیدؓ بھی بقید حیات نہ تھے کیونکہ حضرت میمونہؓ کی وفات .... ۵۱ھ میں ہوئی اور حضرت سعیدؓ بن زیدؓ کی وفات ماہ ربیع الاول ۵۱ھ میں ہوئی۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ بھی اس روایت کا مصداق نہیں ہو سکتیں کیونکہ ثابت ہے کہ ان کا جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھایا (تحقیق مزید ص ۲ حاشیہ)

باقی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ رہ گئی ہیں اور ہمارا دعویٰ ہے کہ انہوں نے حضرت سعیدؓ بن زیدؓ کے متعلق وصیت کی تھی، انہی کی نمازِ جنازہ حضرت سعیدؓ بن زیدؓ نے پڑھائی۔

کتابوں میں ان کے نمازِ جنازہ پڑھانے والے کا نام مذکور نہیں ہے بقیہ تمام امہات المومنین کی نمازِ جنازہ پڑھانے والوں کے نام کتابوں نے ضبط کئے ہیں۔

حضرت حسنؓ کی وفات صفر یا ربیع الاول ۴۹ یا ۵۰ یا ۵۱ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں کہ ان کی وفات ہی مروان بن الحکم کی تقرری کا باعث ہوئی۔ مروان بن الحکم حاکم مقرر ہو گئے تو اسے یزید کے لئے بیعت لینے کے متعلق حضرت معاویہؓ نے لکھا۔ انہی ایام میں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ فوت ہوئیں۔ یعنی جمادی الاولیٰ ۴۴ھ میں۔ کیونکہ حضرت ام حبیبہؓ کی

وفات جمادی الاولیٰ میں ہوئی ہے۔

تقویم تاریخی عبدالقدوس ہاشمی صا ۱۱ "اور مروان نے خطبہ میں یزید کا تذکرہ کیا تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر بول اٹھے پس حضرت معاویہ کو مدینہ تشریف لانا پڑی۔ وہ ۴۲ھ میں حج کرنے مدینہ میں تشریف لائے اور فضا کو ہموار کرنے کی کوشش کی، جس کا تفصیلی ذکر آنیوالی سطور میں بحوالہ صحیح بخاری آپ پڑھیں گے انشاء اللہ العزیز۔

صحیح بخاری کی دو روایتیں

اصل میں ہمارے ادعا کی اساس دو روایتوں پر ہے، یہی دو روایتیں تاریخ انعقادِ استخلاف اور کیفیتِ بیعتِ استخلاف کی آئینہ دار ہیں۔

پہلی روایت صحیح بخاری کتاب التفسیر کی مندرجہ ذیل روایت ہے:۔

عن یوسف بن ماھک قال کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فجعل یذکر ابن معاویۃ لکی یبایع لہ بعد ابیہ فقال لہ عبدالرحمن بن ابی بکر شیئا فقال خذوہ فدخل بیت عائشۃ فلم یقدروا فقال مروان ان ھذا الذی انزل اللہ فیہ والذی قال لوالدیہ اُفٍّ

یوسف بن ماہک سے روایت ہے فرماتے ہیں مروان حجاز پر حاکم تھا حضرت معاویہ نے اسے عامل مقرر کیا تھا پس خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا تذکرہ کیا تاکہ حضرت معاویہ کے بعد یزید کی بیعت کی جائے ولیعہدی کی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کوئی چیز کہی پس مروان نے کہا کہ اسے پکڑو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے پس لوگ اب اس کے پکڑنے پر قادر نہ ہو سکے پس مروان نے کہا یہ وہی ہے

لکما أنعذ انني ۔ فقالت عائشۃ من وراء الحجاب ما انزل اللہ فینا شیئاً من القرآن الا ان اللہ انزل عذری ۔ (صحیح بخاری ص۷۱۵ ج ۲)	جس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی (والذی قال لوالدیہ اف لکما) حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رض نے اندر پردے سے فرمایا، ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہیں ہوا مگر یہ کہ اللہ نے میرا عذر نازل فرمایا۔

اے کاش! اگر امام بخاری رح (شیئاً) کی وضاحت کر دیتے تو ہمیں کسی دوسری طرف مراجعت کی ضرورت نہ رہتی۔ لغوی طور پر شیئاً کے دو معنی کئے جا سکتے ہیں، کوئی معمولی شے یا کوئی عظیم شے، لیکن عقلی طور پر یہاں معمولی شے مراد نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ خطبہ کے دوران حضرت عبدالرحمٰن رض ابن ابی بکر رض کا بول اٹھنا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے لئے خاموش رہنا ناقابل برداشت تھا۔ پس انہوں نے کسی معمولی چیز کے ساتھ تکلم نہ کیا ہو گا، کوئی ایسی گراں اور ناگوار بات کہی ہو گی جس سے مروان بن الحکم مشتعل ہو گیا اور غصہ کو ضبط نہ کر سکا اور حکم دیا خذوہ اسے پکڑو۔ ام المومنین کو مداخلت کرنا پڑی اور مروان کی تکذیب میں انہیں بھی بولنا پڑا نیز حضرت معاویہ رض کو دمشق سے مدینہ آنے کی زحمت گوارا کرنی پڑی۔

حافظ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں اس روایت کے تابع دو اور روایتیں بھی پیش کی ہیں۔ جن میں یہ ذکر ہے کہ مروان بن الحکم نے کہا، حضرت معاویہ رض چاہتے ہیں کہ ابوبکر رض اور عمر رض کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کر دیں تو حضرت عبدالرحمٰن رض بن ابی بکر رض بول اٹھے کہ یہ ابوبکر رض اور عمر رض

کی سنت نہیں ہے قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ انھی قلیۃ کیا یہ ہرقلیۃ ہے کہ باپ بیٹے کو نامزد کرے۔

حضرت انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں :-

ای قال عبد الرحمٰن ان بیعوا علی سنۃ کسریٰ و قیصر حین رأیھم یقولون بیعوا علی سنۃ ابی بکر و عمر فلما سمعوا مقالتہ قالوا خذوہ

فیض الباری ص ۲۳۱ ج ۴

یعنی عبدالرحمٰنؓ ابن ابی بکرؓ نے کہا کہ بیعت کرو قیصر و کسریٰ کے طریقہ پر جبکہ انہیں دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ بیعت کرو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سنت پر پس جب کہ انہوں نے عبدالرحمٰن کی گفتگو سنی تو کہنے لگے اسے پکڑو۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت

عن ابن عمر قال دخلت علی حفصۃ قلت قد کان من امر الناس ما ترین فلم یجعل لی من الامر شیٔ فقالت الحق فانھم ینتظرونك واخشیٰ ان یکون فی احتباسك عنھم فرقۃ فلم تدعہ حتیٰ ذھب۔ فلما تفرق الناس خطب معاویۃ قال من کان یرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فنحن احق بہ

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں ام المومنین حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی زلفوں میں اس وقت پانی لٹک رہا تھا، میں نے عرض کیا آپ لوگوں کا حال دیکھ رہی ہیں کہ میرا اس امر میں کوئی حصہ نہیں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہاں جاؤ وہ تمہارا انتظار کرتے ہوں گے اور میں اندیشہ کرتی ہوں کہ تیرے رک جانے میں انتشار پیدا نہ ہو جائے پس انہوں نے نہ چھوڑا یہاں تک

عنه ومن ابيه قال حبيب بن
مسلمة فهلا اجبته قال عبد الله
فحللت حبوتي وهممت ان
اقول احق بهذا الامر منك
من قاتلك واباك على الاسلام
فخشيت ان اقول كلمة تفرق
بين الجميع وتسفك الدم و
يحمل عني غير ذالك فذكرت
ما اعد الله لى فى الجنان قال
حبيب حفظت وعصمت

صحیح بخاری ص۵۸۹ ج ۲

کہ حضرت عبداللہ رض وہاں چلے گئے پس
جب لوگ متفرق ہو گئے یعنی رائے
میں جمع ہو سکے تو معاویہ رض نے خطبہ دیا
فرمایا جو شخص اس امر میں بولنا چاہے تو سر
اٹھائے ہم ان سے اور ان کے باپ سے امر خلافت
کے زیادہ حقدار ہیں، حبیب بن مسلمہ رض نے کہا
پس کیوں جواب دیا آپ نے؟ حضرت عبداللہ رض نے
فرمایا کہ میں نے اپنا حبوہ کھولا اور پختہ ارادہ کیا
کہ کہوں کہ اس امر خلافت کا تجھ سے زیادہ
حقدار وہ شخص ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ سے
اسلام کیلئے جنگ کی تھی پس میں نے اندیشہ کیا کہ
کہیں ایسی بات نہ کہہ دوں جو مجمع میں انتشار
پیدا کرے اور خونریزی ہو جائے اور میرے اس
مقصد کو نہ پا کر کچھ اور نہ سمجھ لیں پس میں نے ان
نعمتوں کا خیال کیا جو اللہ نے جنتوں میں تیار
کی ہیں اور خاموش رہا ہوں حبیب رض نے کہا
آپ محفوظ ہو گئے اور بچ گئے۔

یہ اجتماع بقول عباسی صاحب مدینہ میں ہوا۔ فرماتے ہیں کہ اس صحیح اور ناطق حدیث
سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۲:۔ بیعت کا معاملہ مدینہ میں طے ہوا۔ تبصرہ محمودی ص۲۲ ج۱۔ نیز یہ اجتماع
بقول عباسی صاحب ۵۰ھ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رض کے بولنے کے

بعد ہوا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

حضرت معاویہؓ نے اس آواز کو جو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے اٹھائی تھی، بھی بہت سمجھایا اور خود ۵۰ھ میں جب حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو مدینہ طیبہ میں مشورہ طلب کیا۔ تبصرہ محمودی ص ج ۲

عباسی صاحب کی یہ تحقیق درست ہے کہ اجتماع مدینہ میں ہوا، نیز یہ بھی درست ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حج کیا اور مدینہ تشریف لائے مگر ۵۰ھ کی تعیین میں انہوں نے ٹھوکر کھائی، جیسا کہ ناظرین کرام گذشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں اور آئندہ سطور میں بھی پڑھ لیں گے کہ یہ واقعہ ۵۰ھ کا نہیں بلکہ ۴۴ھ کا ہے۔

دوسرا عباسی صاحب نے اس حدیث سے صحابہؓ کے بطیب خاطر اجماعی طور پر بیعت لینے کا جو استناد کیا ہے انہوں نے (چہ دلیر است دزدے کہ بکف چراغ دارد) کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔

نیز انہوں نے (فلما تفرق الناس) کے ترجمہ میں بھی قدرے تصرف کیا ہے۔

ہم آئندہ سطور میں انشاء اللہ العزیز ان تینوں چیزوں پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ کیونکہ یہ حدیث سلسلہ ولایت عہد یزید میں مرکزی اور محوری حیثیت رکھتی ہے اور اس حدیث کے صحیح مطلب پر تحقیق کا رخ ایک جانب سے دوسری جانب کو بدل جاتا ہے۔

پہلی بات کہ عباسی صاحب نے تاریخ کے تعیین میں غلطی کی ہے اس پر اس حدیث میں مندرجہ ذیل شواہد موجود ہیں، اس حدیث سے ثابت ہے کہ اس وقت حضرت حفصہؓ بقید حیات تھیں اور حضرت حفصہؓ کی وفات ۴۵ھ میں میں ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ میں محققین کی تحقیق ملاحظہ ہو :-

اکمال : ماتت فی شعبان سنۃ خمس و اربعین

اصابہ۔ صفحہ ۲۷۳ ج ۴

بذل المجہود " ۲۲ ج ۱ مات سنہ ۴۵ھ او سنہ ۴۱ھ

اسی قول کو سیر الصحابیات، سیرۃ النبیؐ، ازالۃ الخفاء میں محقق سمجھا گیا ہے خود عباسی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ کا سال وفات علم طور پر سنہ ۴۵ھ مشہور ہے تحقیق مزید ص ۲۶ حاشیہ

چونکہ یہ حدیث ولایت عہد یزید کے سلسلہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں حضرت حفصہؓ کی حیات اور مشورہ کا بصراحت تذکرہ ہے اور ان کی وفات سنہ ۴۵ھ میں ہو چکی تھی لہذا یہ اجتماع سنہ ۵۰ھ میں نہیں ہو سکتا سنہ ۴۴ھ میں ہوگا اور اس سال حضرت معاویہؓ نے حج بھی کیا تھا اور حضرت حفصہؓ بھی زندہ تھیں۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ کی وفات سنہ ۴۵ھ چونکہ عباسی صاحب کی ساری تحقیق کو منہدم کردیتی ہے اسلئے انہیں بڑی پریشانی کا سامنا ہوا ہے کہ مشہور قول کسی طرح بھی صحیح نہیں ...... کیونکہ یہ ثابت ہے کہ ان کا جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھایا تو اس اعتبار سے وفات بجائے سنہ ۴۵ھ کے سنہ ۵۴ھ ہوگی۔ واللہ اعلم۔ شاید چار اور پانچ کے ہندسوں کے تقدم و تاخر سے یہ غلطی ہو گئی ہو۔ تحقیق مزید ص ۲۵ حاشیہ

حضرت حفصہؓ کی وفات سنہ ۵۴ھ کا ادعاء قطعاً باطل اور بے بنیاد ہے کوئی مرجوح قول بھی تاریخوں میں نہیں ملتا مروان بن الحکم مدینہ کے عامل تھے چنانچہ سنہ ۴۵ھ کے امیر الحج بھی مروان بن الحکم تھے خود عباسی صاحب نے بھی امراء الحج کا جو نقشہ مرتب کیا ہے اس میں سنہ ۴۵ھ کا امیر الحج مروان کو بتلایا ہے۔

ہندسوں کے ہیر پھیر کی بھی خوب کہی چونکہ ہیر پھیر میں ماہر ہیں اس لئے تاویل

ہیں بھی ہیر پھیر کر ہی گئے۔ اگر مرزا صاحب کی روح مطلع ہو جائے تو تڑپ جائے کہ اس محقق نے میرے بھی کان کاٹ ڈالے۔

عباسی صاحب نے حضرت حفصہؓ کے سلسلۂ وفات میں تقدم و تاخر کا چکر چلایا ہے لیکن حبیبؓ بن مسلمہؓ جن کا تذکرہ بھی بصراحت اس روایت میں موجود ہے، ان کی تاریخ وفات کے اظہار میں منقار زیر پر ہو گئے ہیں، سنیئے حبیبؓ بن مسلمہؓ کی وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۴۲ھ لکھی اور بعض نے ۴۴ھ اور بعض نے کہا ۴۵ھ اس کو نہیں پہنچ سکے۔

تاریخ الاسلام للذھبی ص۲۰۹ ج ۲

عباسی صاحب قائل ہیں کہ حضرت حبیبؓ بن مسلمہؓ مجاہد صحابی ہیں۔ (تبصرہ محمودی ص۱۱) انہیں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس اجتماع کی روداد سنائی ہے اور پھر ان کا نام ان صحابہؓ میں شمار نہیں کیا جو ۵۰ھ تک زندہ رہے، بہت صاف اور واضح حقیقت ہے کہ قضیۂ استخلاف یزید ۴۴ھ میں پیش آیا اور اسی سال مدینہ میں اجتماع قبل از حج ہوا اور اس کی کاروائی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے حبیبؓ بن مسلمہؓ کو ان کی زندگی کے آخری دنوں میں سنائی ہو شاید ۴۴ھ میں ہی یہ موقعہ حج سنائی ہو۔

اس سلسلے میں دو لطیفے اور بھی قارئین کرام کی لطف اندوزی کے لیے ہدیۃً پیش کیے جاتے ہیں گر قبول افتد

۱۔ محمود عباسی صاحب نے حضرت حفصہؓ کی وفات کے بارے میں تو مروان بن الحکم کی عہد امارت کو یاد فرمایا ہے کہ جب دوبارہ عامل مدینہ مقرر ہوئے تو ۵۴ھ میں حضرت حفصہؓ کا جنازہ پڑھایا لیکن یہ ذہول فرما گئے کہ ۵۰ھ کی بات ہو رہی ہے اور ۵۰ھ میں مروان بن الحکم مدینے کے عامل نہیں تھے وہ ۵۴ھ میں

معزول ہوئے اور ۵۴ھ میں دوبارہ بحال ہوئے ۴۹ھ تا ۵۱ھ مدینہ کے عامل سعیدؓ بن العاص ؓ تھے چنانچہ ۴۹ھ میں امیر الحج بھی یہی بزرگ تھے۔ تحقیق مزید ص ۲۰۲

۲۔ دوسرا لطیفہ اس سے بھی لطیف تر ہے کہ تحقیق مزید میں امراء الحج کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ ۵۰ھ ۵۱ھ ۵۲ھ میں یزید بن معاویہؓ امیر الحج تھا" ایں گلے دیگر بشگفت"

اگر ۵۰ھ میں امیر الحج یزید تھا تو آپ یہ ہمیں افسانہ سنا رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اس آواز کو (یعنی عبدالرحمٰن کے بولنے کو) بھی بہت سمجھایا اور خود ۵۰ھ میں حج و زیارت کے لئے تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں مشورہ طلب کیا۔ عباسی صاحب شاید سمجھے ہیں کہ ڈاڈھا کھانے والی قوم کے حافظے اتنے قوی نہیں ہیں کہ دو چار سطر پہلے کی لکھی ہوئی بات انہیں یاد رہ جائے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ ۵۰ھ میں یزید ہی امیر الحج تھا۔ تو آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جو کچھ حضرت معاویہ کے بارہ میں لکھا کہ ۵۰ھ حج و زیارت کرکے مشورہ طلب کیا قطعاً غلط ہے اور آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ قضیۂ استخلاف ۴۴ھ میں واقع ہوا اور صرف اسی ایک سال ۴۴ھ آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ نے حج کیا ہے۔

روایت مذکورہ میں دوسری قابل بحث چیز

عباسی صاحب نے اس روایت سے ثابت کیا ہے کہ یزید کی بیعت ولایت عہد پہ صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا تھا۔ اور صحابہؓ نے بطیب خاطر بیعت کی تھی ایسا اجماع کسی خلیفہ پر نہیں ہوا تھا۔

عباسی صاحب کے جملہ عوامل من قبیل خیالات شیخ چلّی ہیں۔ ذیل کے مندرجات اس پر شاہد ہیں:-

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بمقابلہ مروان خطبہ کے دوران بول اٹھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کی ولیعہدی ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ مسجد میں ہنگامہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ مروان بن الحکم صورتِ حال پر قابو نہ پا سکا کہ امیرالمومنین کو فضا ہموار کرنے کے لئے مدینہ آنے کی زحمت گوارا کرنی پڑی۔

۲۔ اجلاس میں بعض اہم شخصیتوں کو حاضر ہونے کی دعوت نہیں دی گئی تھی۔ روایتِ ہذا میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی شکایت حضرت حفصہؓ کی خدمت میں اس پر دلالت کرتی ہے، عین ممکن ہے کہ بعض دیگر ممتاز افراد کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا ہو پھر فلما تفرق الناس خطب معاویۃ الخ کا ترجمہ عباسی صاحب نے کیا ہے" کہ جب لوگ متفرق ہو گئے (یعنی صرف خاص مجمع رہ گیا) تو حضرت معاویہؓ نے تقریر کی اور فرمایا اب کوئی صاحب اس بارہ میں بولنا چاہے تو سر اٹھائے" اس ترجمہ سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نمازیوں کی اکثریت مسجد سے نکل گئی تھی صرف خاص مجمع رہ گیا تھا۔ یعنی مدینہ کے صحابہؓ اور تابعینؒ مسجد نبوی کے نمازی عباسی صاحب کے نزدیک عوام ہی ہیں۔ چلو جانے دیجئے وہ قلیل مقدار مجمع خواص ان کے قلوب کی کیفیات کیا تھیں؟

حضرت ابن عمرؓ کے بیان سے اندازہ کرلیں کہ راحق بھذا من قاتلک وقاتل اباک علی الاسلام) کہ خلافت کے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے تیرے اور تیرے باپ کے ساتھ اسلام کے لئے قتال کیا تھا۔

اسی مضمون کا ایک جملہ آپ سعیدؓ بن زیدؓ کی زبان سے بھی سن چکے ہیں کہ آپ نے رجل شامی کو فرمایا تھا کہ واللہ لقد عونی الی اقوام انا قاتلتھم علی الاسلام۔ الریاض النضرۃ ص ۳۰۹ ج ۲

اللہ کی قسم تو مجھ کو ایسی اقوام کی طرف دعوت دے رہا ہے کہ میں نے ان سے اسلام کے لئے جنگ کی تھی۔

پھر جو تہدید آمیز تقریر حضرت معاویہؓ نے کی اس کے لب ولہجہ اور الفاظ کی کرختگی سے نمایاں ہوتا ہے کہ وہ نہایت غصہ میں تھے اور مد مقابل کو سامنے آنے کی دعوت جس تحکمانہ انداز میں دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ولایت عہد کا قضیہ مشورے سے طے کرنا نہیں چاہتے تھے۔ سطوت حکومت سے متغلبانہ طریق پر منوانا چاہتے تھے۔

چنانچہ ابن عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کے الفاظ سے یہی کچھ سمجھا اور اثارت فتنہ اور خونریزی کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ روایت میں بھی اہل محفل کا خاموش رہنا تو مذکور ہے مگر کسی صاحب کا رضیت کہنا اور بیعت کے لئے دست دراز کرنا ثابت نہیں۔

علاوہ ازیں عباسی صاحب نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسجد میں پورا اجتماع تھا اور تمام اہل الرائے جمع تھے، حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ تبصرہ محمودی ص ۲۲۸ ج ۱

مسجد میں پورا اجتماع تھا معلوم نہیں عباسی صاحب نے کہاں سے معلوم کیا شاید (فلما تفرق الناس) کے جملہ سے سمجھا ہو۔ باقی مدینہ شہر میں اکابر صحابہؓ کی موجودگی بھی محل نظر ہے۔ بہت سے صحابہؓ نے دوسرے شہروں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اصحاب بدر و اصحاب رضوان میں سے چند ہی صحابہؓ زندہ

تھے۔ مدینہ کے اس اجتماع میں ان کی حاضری معلوم نہ ہو سکی۔ جن دو جلیل القدر صحابہ کے اسماء کی عباسی صاحب نے تصریح کی ہے۔ یعنی سعیدؓ ابن زیدؓ اور سعدؓ ابن ابی وقاصؓ، کسی روایت میں ان کی موجودگی کی صراحت نہیں، بلکہ قرائن و شواہد ایسے ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگوار اس مجلس میں تشریف نہ لائے تھے۔ کیونکہ قتل عثمانؓ کے بعد کچھ صحابہ ملتزم بیوت ہو گئے تھے اور سیاسی امور میں انھوں نے کچھ دلچسپی نہ لی۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:-

اما ان رجالاً من اهل البدر لزموا بیوتهم بعد قتل عثمان فلم یخرجوا الا الی قبورهم

البدایۃ النہایہ ج ۷ ص ۲۵۳

کہ اصحاب بدر میں سے کچھ لوگ خانہ نشین ہو گئے تھے قتل عثمانؓ کے بعد پس وہ گھروں سے نہ نکلے مگر اپنی قبروں کی طرف۔

مطلب یہ ہے کہ مرتے دم تک سیاست سے دست کش رہے خصوصاً حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ المعارف بن قتیبہ کے حاشیہ میں ہے:-

انصرف سعد الی المدینة فعرض علیه العمل مرة بعد اخری فابی ان یعمل وکان قد اعتزل امورا علی علی ومعاویة فلم یدخل فی شیء من اسبابها ولاحضر الی ان توفی

المعارف ابن قتیبہ ص ۲۴۲ حاشیہ

حضرت سعدؓ واپس مدینہ آ گئے پھر کئی بار ان پر عمل پیش کیا گیا۔ مگر انھوں نے انکار کیا اور وہ ان امور سے بالکل قطع تعلق ہو گئے جو حضرت علیؓ و معاویہؓ کو پیش آئے اور وہ داخل نہ ہوئے ان اسباب میں سے کسی چیز کو اور نہ ہی وہ کسی محفل میں حاضر ہوئے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔

سید نورالحسن شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ امام ابن کثیرؒ نے صفحہ بھر روایتیں پیش کرنے کے بعد لکھا ہے والمقصود ان سعداً لم یحضر التحکیم ولا اراد ذالک کہ مقصود یہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ تحکیم میں حاضر نہ ہوئے تھے نہ اسکا ارادہ کیا (عادلانہ دفاع ص۲۳۱ ج ۲ بحوالہ البدایۃ النہایہ ص۲۸۲ ج ۷)

صحیح مسلم کی روایت

حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کے متعلق صحیح مسلم کی ایک روایت ہے جو ان کے بیٹے عامر ابن سعد نے بیان کی ہے کہ حضرت سعدؓ اپنے جانوروں اونٹوں وغیرہ کی نگرانی کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عمرو ابن سعد کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:۔

اعوذ باللّٰہ من شر ھذا الراکب فنزل فقال لہ نزلت فی ابلک وغنمک وترکت الناس یتنازعون الملک بینھم فضرب سعد صدرہ فقال اسکت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان اللّٰہ یحب العبد التقی الغنی الخفی۔ صحیح مسلم ص۴۰۷ ج ۲

ترجمہ۔ حضرت نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر فرمایا میں اس راکب کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ عمر ابن سعد اترا اور کہا آپ اونٹوں اور بکریوں میں اترے پڑے ہیں اور لوگ بادشاہت میں تنازعہ کر رہے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے اس کے سینے میں مارا اور فرمایا خاموش آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں، خدا ترس، مستغنی مزاج، زاہد بندے کو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کا تنازع محض بادشاہت ہی تھا نیز عمرو بن سعد جاہ پرست تھا ملک گیری اور سلطنت کی ہوس رکھتا تھا اور حضرت سعدؓ بن وقاصؓ ان تمام تنازعات وسیاسیات سے قطع تعلق کر کے مدینے سے باہر اونٹوں اور بکریوں کی نگرانی کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت سلمہؓ ابن الاکوعؓ کے متعلق بھی صحیح بخاری کی روایت میں مذکور ہے :۔

لما قتل عثمان بن عفان خرج سلمه ابن الاكوع الى الربذة وتزوج بها امرأة وولدت له اولادا فلم يزل بها حتى قبل ان يموت بليالى فنزل المدينة

صحیح بخاری ص ۱۰۵ ج ۲۔

ترجمہ :۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو سلمہؓ بن الاکوعؓ صحابی مدینہ سے نکل گئے اور ربذہ میں مقیم ہو گئے اور وہاں ایک عورت سے شادی کر لی اور اس سے ان کی اولاد بھی ہوئی اور وہیں رہے، مرنے سے کچھ روز پہلے مدینے میں آ گئے۔

حضرت سعیدؓ ابن زیدؓ بھی مدینے سے باہر مقام عقیق میں سکونت پذیر تھے نیز ان کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا کہ یزید کی ولیعہدی کے مخالف تھے، جیسا کہ الریاض النضرہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔ ولیعہدی کے سلسلے میں بخاری کی متذکرہ روایت میں بہت زیادہ اہم اور بحث طلب چیز فلما تفرق الناس خطب معاویۃ، کا جملہ ہے۔

حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں :۔

(فلما تفرق الناس) فيه تسامح لانهم اجتمعوا لذلك

فاین تفرقوا۔ فیض الباری ص۹۱ ج ۴

یعنی فلما تفرق الناس کے جملہ میں راوی سے تسامح واقع ہوگیا ہے اسلئے کہ جب وہ اسی لئے جمع ہوئے تھے تو پھر کہاں بھاگ گئے ممکن ہے شاہ صاحب کا مطلب یہ ہو کہ اصل عبارت اس طرح تھی فلما اجتمعوا خطب معاویۃ اور زیادہ قرین قیاس یہ ہے، کہ شاہ صاحب کا مطلب یہ ہو کہ اصل عبارت اس طرح تھی فلما خطب معاویۃ تفرق الناس کہ حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیا، لوگ بھاگ گئے، کیونکہ حضرت معاویہؓ کا خطبہ نہایت تہدید آمیز تھا گویا زبردستی بیعت لینا چاہتے تھے اگر معنی یہ ہوں تو اجماع اور اجتماع کا حال روز روشن سے بھی روشن تر ہو جاتا ہے۔

راقم الحروف نے ان الفاظ کا جو معنی سمجھا وہ یہ ہے کہ جب لوگ متفرق ہو گئے یعنی ایک رائے پر مجتمع نہ ہو سکے تب حضرت معاویہؓ نے خطبہ دیا خطبے کے متن کا ضروری حصہ امام بخاری نے ضبط کیا، صحیح بخاری کی اسی زیر بحث روایت میں ہے قال من کان یرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع قرنہ فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا جو شخص اس بارے میں کلام کرنا چاہتا ہے وہ سر اٹھائے بھلا ہم اس خلافت کے زیادہ مستحق ہیں اس سے بھی اور اس کے باپ سے بھی۔

قرین قیاس ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مجلس میں موجود نہ تھے، ورنہ حضرت معاویہؓ ان کی موجودگی میں یہ تہدید آمیز و اشتعال انگیز کلمات نہیں کہہ سکتے تھے۔ صحیح بخاری

کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استخلاف کے بارہ میں چھ اشخاص پر مشتمل شوریٰ مقرر کیا تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رض اس شوریٰ کے ایک رکن تھے، ان چھ اشخاص کے متعلق حضرت عمر رض فرماتے ہیں۔ ما اجد احق بھذا الامر من ھؤلاء النفر الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض

کہ میں خلافت کا حقدار ان چھ اشخاص سے زیادہ کسی شخص کو نہیں پاتا کہ آنحضور رحلت ہوئے اور آپ ان سے راضی تھے اور پھر فرمایا اگر خلافت حضرت سعد کیلئے طے ہو تو وہ اس خلافت کے اہل ہیں۔

(ان اصابت الامرۃ سعداً فھو ذاک) صحیح بخاری ص۵۲۳

بھلا ان کی موجودگی میں حضرت معاویہ رض کلمات مذکورہ جو نہایت درجہ تحقیر آمیز ہیں کیونکر کہہ سکتے ہیں، حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ کلمات تعریض ہیں۔ عبدالرحمٰن رض بن ابی بکر رض پر جو مروان کے خطبہ میں بول اٹھے تھے، یا ممکن ہے کہ یہ تعریض ہو کہ عبداللہ رض ابن عمر رض اور حسین رض ابن علی رض پر، تاہم حضرت معاویہ رض کے اس قول میں (فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ) کا جملہ نازیبا ہے کیونکہ اسکی زد ابوبکر رض، عمر رض اور علی رض پر پڑتی ہے۔

اس تہدیدی خطبہ کا مجمع پر کیا اثر تھا۔ وہ عبداللہ رض ابن عمر رض کی قلبی کیفیات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں، جن کا تذکرہ گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

سیاق روایت بتلاتا ہے کہ یہ مجلس ناخوشگوار اور تلخ گفتگو پر ختم ہو گئی اور بیعت یزید کا قضیہ طے نہ ہو سکا۔ بیعت پر بطیب خاطر اجماع شاید کہ

عباسی صاحب حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ کے اس قول سے سمجھے ہوں گے
احق بھذا الامر من قاتلک وقاتل اباک علی الاسلام

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی تھی اور اس روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ یزید کی ولیعہدی کے مخالف تھے۔ دونوں روایتوں میں تطابق کی صورت کیا ہے؟
جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ واقعی حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے اثارت فتنہ کے خوف سے یزید کی بیعت کر لی تھی لیکن حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حکومت اس پر مستقر ہو گئی تھی۔ حیات معاویہؓ میں بیعت ولایت عہد نہیں کی تھی۔

مستدرک للحاکم ص   السنن الکبری للبیہقی ص ۹۵۹ ج ۱

حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ یزید کی ولی عہدی کے زبردست مخالف تھے بعد وفات معاویہ جب یزید نے عنان حکومت سنبھالی اور لوگ طوعاً و کرہاً اس کی بیعت پر مجتمع ہو گئے تو انہوں نے بھی اثارت فتنہ کے خوف سے بیعت کر لی چنانچہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ لکھتے ہیں:-

کان عبداللہ ابن عمرؓ بایع بیزید علی الاطاعۃ علی الحق خوفا من الفتنۃ

تقریر الجخوری علی المسلم ص ۱۳۸

کہ حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے یزید کی بیعت کر لی تھی فتنہ کے خوف سے اور بیعت بھی اس شرط پر کی تھی کہ حق کی اطاعت کروں گا۔

عادت مبارکہ حضرت ابن عمرؓ کی یہ تھی کسی کام میں پہل نہیں کرتے تھے ایسے معاملات میں، چنانچہ بیعت کرنے میں بھی متاخر تھے اور بیعت توڑنے میں

بھی توقف کیا۔ اسی وجہ سے عبداللہ ابن زبیرؓ اور مروان بن الحکم میں سے کسی کی بیعت نہیں کی، اور جب عبدالملک پر حکومت مستقر ہو گئی تو پھر ان کی بیعت بشرط اطاعۃ اللہ و رسولہ کر لی تھی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید ان کے نزدیک اہل تھا اور وہ اسے خلیفہ راشد سمجھتے تھے، جیسا کہ عباسی صاحب کا خیال ہے یا بطیب خاطر بیعت کی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول جو صحیح بخاری میں مروی ہے اس طرز عمل پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بغیر مشورہ ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کی تھی کہ ذرا سستی ہو جاتی اور انصار سعد بن عبادہ کی بیعت کر لیتے تو ہمیں دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور اختیار کرنی پڑتی یا بیعت کرنی پڑتی جو ہمیں ناگوار تھی یا انکار کرتے تو اس صورت میں فساد کا زبردست اندیشہ تھا۔ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:-

فاما بایعناھم علیٰ مالا نرضیٰ واما نخالفھم فیکون فساداً	یا ہم بیعت کر لیتے جو ہمیں ناپسند تھی یا مخالفت کرتے تو فساد برپا ہوتا۔

صحیح بخاری ص۱۰۱۰ ج ۲ - ایضاً المسند للامام ج ۱ ص۵۶

حضرت عمرؓ کا یہ قول مشہور ہے کہ سعد ابن عبادہ کی بیعت انہیں ناگوار تھی لیکن اگر انصار ان کی بیعت کر لیتے تو اس ناگواری کے باوجود حضرت سعد کی بیعت کر لیتے کیونکہ دوسری صورت میں فساد کا اندیشہ تھا۔

یہی صورت بیعت یزید کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کو پیش آئی انہوں نے یزید کی ولیعہدی کی زبردست مخالفت کی اور مرگِ معاویہؓ کے بعد جب انہیں خلافتِ یزید کی بیعت کا کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا:-

اذا بایع الناس لم یبق غیری بایعت وکانو یتخوفونہ	جب سب لوگ بیعت کر لیں گے کوئی میرے بغیر نہیں رہے گا تو میں بھی بیعت کر لوں گا اور وہ انہیں ڈراتے تھے

البدایہ والنہایہ ص۱۳۸ ج ۸

پس انارث فتنہ کے خوف میں بیعت کر لی - جب لوگ ان پر مجتمع ہو گئے تھے لیکن انہیں خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں وہ بادشاہ ہی سمجھتے تھے چنانچہ ایک شخص کے سوال کے جواب میں ان کا قول صحیح بخاری میں ضبط ہے :-

یس یقینا نکم علی الملک ہماری جنگ تمہاری طرح بادشاہی کے لئے نہیں تھی - (صحیح بخاری ص۱۵)

مدینہ منورہ کی شورش ہنگامہ و انتشار کے علاوہ دوسرے بلاد کا کیا حال تھا؟ یہ بھی ایک تفصیل طلب روئیداد ہے - عراقی حضرت معاویہؓ کی خلافت سے بھی رضامند نہ تھے، یزید کی نامزدگی تو بہت دور کی چیز ہے - انھوں نے حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت دی کہ آپ معاویہ کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں لیکن حضرت حسین مستقیم رہے (البدایۃ النہایہ ص۱۶۱ ج ۸)

حافظ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں :-

اراد معاویۃ الناس علی بیعۃ یزید فتثاقلت ربیعۃ ولحقت بعبدالقیس بالبحرین واجتمعت بکر ابن وائل الی خالد ابن المعمر فلما تثاقلت ربیعۃ تثاقلت العرب فضاق معاویۃ بذالک ذرعاً (تخلیص ابن عساکر ص۹۹ ج ۵)

جب حضرت معاویہؓ نے لوگوں کو یزید کی بیعت کا ارادہ کیا تو قبیلہ ربیعہ نے سستی کی اور عبدالقیس کے ساتھ بحرین میں پیوست ہو گئے (یعنی بیعت نہ کی)، بکر ابن وائل خالد ابن المعمر کے ساتھ مجتمع ہو گئے جب کہ قوم ربیعہ نے سستی کی تو باقی عرب بھی سست پڑ گئے حضرت معاویہ اسکی وجہ سے سخت تنگدل ہوئے۔

حضرت عمرو ابن حزم رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ سے یزید کی ولیعہدی کے سلسلے میں نہایت تلخ گفتگو کی انہ تکلم معاویۃ فی امر بیعۃ یزید بکلام قوی

خود عباسی صاحب کو تسلیم ہے۔ دیکھو تحقیق مزید ص۸۱

حضرت مسور ابن مخرمہ رضؓ نے مرتے دم تک یزید کی بیعت نہیں کی (شرح مسند امام اعظم ملا علی قاری ص۱۹۳) محمود عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرت مسور ابن مخرمہ نے بھی امیر المومنین یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اور مکہ میں خاکمش بیٹھ گئے تھے (تبصرہ محمودی ص۱۲۴ ج ۲)

مولانا مناظر احسن گیلانی، اموی دور میں قضاۃ پر والیوں کے اثر کے عنوان کے تحت عابس نامی ایک شخص کی جہالت کا تذکرہ فرماتے ہیں لکھتے ہیں کہ یہ مصر کا قاضی تھا اور عہدہ قضا پر فائز ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ نے مصر کے والی مسلمہ کو لکھا کہ یزید (کربلائی) کے لئے لوگوں سے بیعت لیں اور تو کسی طرف سے انکار نہیں ہوا لیکن مشہور صحابی عبداللہ رضؓ ابن عمرو رضؓ ابن العاص رضؓ جو فاتح مصر حضرت عمرو رضؓ ابن العاص رضؓ کے مشہور صاحبزادے ہیں اور علم و فضل و علو سیرت میں لوگوں نے باپ پر انہیں ترجیح دی ہے۔ انہوں نے بیعت سے انکار کیا مسلمہ نے ان کے انکار پر اعلان کیا کہ عبداللہ رضؓ کو درست کرنے کیلئے کون آمادہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی عابس ابن سعید کھڑے ہوئے اور بولے میں اس کام کو انجام دیتا ہوں۔ عبداللہ رضؓ ابن عمرو رضؓ اس زمانے میں اپنے والد کے مشہور قصر واقع فسطاط میں قیام فرما تھے، عابس پولیس کے نوجوان لے کر پہنچا اور ان کے مکان کو گھیر لیا کہلا بھیجا کہ بیعت یزید کے متعلق آپ کا کیا ارادہ ہے انہیں پھر بھی انکار پر ہی اصرار رہا۔ عابس نے اس کے بعد کیا کیا؟

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس نے آگ اور لکڑی جمع کی تاکہ ان کے قصر کو آگ لگا دے عبداللہ رضؓ ابن عمرو رضؓ نے اس کے بعد اپنے آپ کو مجبور و معذور پایا، بے چارے باہر نکلے اور جو کچھ اس نے کہنے کیلئے کہا دہرا دیا (یہ کیا ہو رہا ہے؟ یزید کی

بیعت پر بطیب خاطر اجماع ہو رہا ہے۔ (سید لعل شاہ بخاری، ان پڑھ عباسی کا یہی سب سے بڑا کارنامہ تھا کہ ایک مایہ ناز صحابی کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دے کر حکومت میں سرخروئی حاصل کی اور اسی سرخروئی کا یہ صلہ تھا کہ غریب مسلمانوں کی منڈیاں جائیں ان کے مال و جائیداد حکومت نے قرآن و حدیث اور فرائض سے بالکل جاہل اس شخص کے سپرد کر دیئے۔

(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص۵۱ بحوالہ المحاضرۃ ص۱۱۵ ج ۲)

کتب تواریخ میں مرقوم ہے کہ ایک وفد حضرت معاویہؓ کی خدمت میں دمشق حاضر ہوا جس میں حضرت احنفؓ ابن قیس بھی شریک تھے۔ حضرت معاویہؓ کی فرمائش پر انہوں نے واضح طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور یزید کی ولی عہدی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ احنف کے الفاظ کو ابن قتیبہؒ کے محتاط قلم نے اس طرح ضبط کیا ہے :-

قال الاحنف لمعاویۃ انت اعلمنا بیزید فی لیلہ ونہارہ وسرہ وعلانیتہ فلا تلقمہ الدنیا وانت تذہب الی الآخرۃ	حضرت احنف نے امیر معاویہ کو کہا کہ آپ یزید کے بارے میں ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اسکے رات دن کو اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو آپ لے دنیا کا لقمہ دیں جب کہ آپ آخرت کی طرف جانے والے ہیں
عیون الاخبار ص۲۱۱ ج ۲۔ تحذیر العبقری ص۱۸۹ ج ۲	

خود عباسی صاحب نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے لکھتے ہیں کہ جب ولایت عہد کا مسئلہ اٹھا تو حضرت احنف بھی اس میں شریک تھے اور اس تحریک سے ناپسندیدگی بھی ظاہر کی۔ (تبصرہ محمودی ص۲۱)

یاد رہے کہ تاریخوں میں اس وفد کی آمد ۵۹ھ کے حالات میں لکھی ہے گویا ۵۹ھ تک بیعت ولایت عہد مکمل نہیں ہوئی تھی۔

ابن قتیبہ نے ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے :-

اجتمع الناس عند معاویة وقام الخطباء ببیعة یزید واظهر قوم الکراهیة فقام رجل یقال له یزید ابن المقنع واخترط من سیفه شبراً ثم قال امیر المومنین هذا واشار الی معاویة فان یهلك هذا فهذا واشار الی یزید ابن معاویة فمن ابی فهذا واشار الی سیفه فقال معاویة انت سید الخطباء

لوگ معاویہؓ کے ہاں جمع ہوئے اور خطیبوں نے کھڑے ہو کر بیعت یزید کے بارہ میں اظہار خیال کیا ایک قوم نے کراہت کا اظہار پس ایک مرد کھڑا ہوا اس کا نام یزید ابن المقنع تھا اور اس نے بالشت بھر تلوار نیام سے باہر کی پھر بولا امیر المومنین یہ ہیں اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ کیا اور اگر یہ ہلاک ہو جائیں تو یہ ہے یزید کی طرف اشارہ کیا اور جو کوئی انکار کرے پس اس کا علاج یہ ہے اور تلوار کی طرف اشارہ کیا پس معاویہؓ نے فرمایا ، تو سید الخطباءؓ ہے۔

عیون الاخبار ص۲۱۰ ج ۲ تحذیر العبقری ص۱۸۹ ج۲

یہ ایک منظر ہے یزید ابن معاویہ کی ولیعہدی پہ صحابہ کے بطیب خاطر اجماع کا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی ، حافظ ابن حجر مکی کا قول منح مکیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں :-

لان یزید لم تنعقد بیعته عند الحسین وغیره ممن لم یبایعوه والمبایعون مکرهون علی بیعته کما هو معروف و غایة امره انه جابر فاسق متغلب ـ مجموعہ الفتاوی ج۲ ص۹۶

یزید کی بیعت حضرت حسینؓ و دیگر ان لوگوں کے نزدیک جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی سرے سے منعقد ہی نہیں ہوئی اور بیعت کرنے والے نے مکرھاً بیعت کی تھی جیسا کہ مشہور و معروف ہے غایۃ امر یزید جابر فاسق اور متغلب تھا ۔

الیضاً بلفظہ تاریخ الاسلام للذھبی ص۲۷۰

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

"مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور کوفہ کے لوگ یزید پلید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور حضرت امام حسین رض اور عبداللہ ابن عباس رض اور عبداللہ ابن عمر رض عبداللہ ابن الزبیر رض وغیرہم صحابہ نے یزید کی بیعت قبول نہیں کی ۔"

فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۶

اس میں شک نہیں کہ اہل شام یزید کے استخلاف پر رضامند تھے مگر اہل حجاز اور اہل عراق اور دیگر بلاد کے باشندوں کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے بطیب خاطر بیعت کی تھی تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے اور اہل التحقیق اکابر کا تمسخر اڑانا ہے ۔

خود عباسی صاحب معترف ہیں کہ بیعت ولیعہدی کی تحریک ۵۰ھ میں ہوئی اور ۵۶ھ میں ولیعہدی کی بیعت مکمل ہوئی (تحقیق مزید ص ۳۰) گویا چھ سال کا عرصہ اس جدوجہد میں صرف ہوا ۔

یہ عباسی صاحب کے مفروضے کے مطابق ہے ۔ بعض دیگر مورخین ۵۹ھ تک وفود کی آمد دمشق میں بتاتے ہیں ۔ اس لحاظ سے مدت نو سال ہو جاتی ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق ۴۴ھ میں تحریک شروع ہوئی اور آخری وقت تک پوری تندہی سے جملہ وسائل و ذرائع کو بروئے کار لا کر سعی کی گئی تاہم بھی کسر باقی رہ گئی اور یزید کی بیعت ولایتِ عہد کی تکمیل نہ ہو سکی ۔ آخر اتنا وقت کیوں صرف ہوا ؟ اگر بطیب قلب بیعت ہوتی تو امیر المومنین کا ایک فرمان جاری کر دینا کافی ہوتا ۔

تاریخ استخلافِ یزید کی تعیین اور کیفیتِ استخلاف کی بحث میں اطناب سے کام لیا گیا تاکہ عصر حاضر کے مدعیانِ تحقیق کے بانگ بلند دعاوی کا ابطال بخوبی

ہو جائے جو کہتے ہیں کہ یزید ابن معاویہ کی خلافت پر اسطرح اجماع ہوا تھا کہ پہلے کسی کی خلافت پر ایسا اجماع نہیں ہوا اور صحابہ نے بطیب خاطر یزید کی بیعت کی تھی۔

(حضرت معاویہؓ شخصیت و کردار)

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۴۱ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۵۶ھ میں عصبیت مضری کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تا دم زیست اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ اثارتِ فتنہ اور تفریقِ امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے، بعض کی آواز سنک دماء اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی۔ کچھ رؤساء مناصب کی وجہ سے مجبور تھے، بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی اور بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں زوال دوال اور استحکام ولایت یزید کے لئے کوشاں تھے، مناصب و عہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں، آخر انکی سعی نامشکور بار آور ہوتی ہے اور یزید ابن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح صادق المصدوق پیغمبر کی پیشگوئی سچی ہو جاتی ہے کہ (یھلک الناس ھذا الحی من قریش) کہ لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کرے گا۔ اور بالآخر لوگوں کے سامنے وہ منظر آ ہی گیا جسے بیان کرتے ہوئے زبانِ نبوت مرتعش ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا لو اعتزل الناس عنھم کاش لوگ ان سے جدا ہو جاتے۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۰۹ ج ۲ ص ۱۰۴۷

لہ مقدمہ ابن خلدون و شواہد تقدس ۳۰ سے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ ۳۰۳، ۳۰۶ اسی کتاب کا ص ۳۱۲ مزید دیکھیں شہید کربلا از مفتی محمد شفیع صاحب ص ۱۱-۱۲ / رسالہ خدام الدین ۲۲ جون ۱۹۶۲ء ص ۹، تبلیغی دستور العمل

کیا یزید جنتی ہے؟

محمود عباسی، علی احمد عباسی، حکیم ظفر احمد سیالکوٹی نے صحیح بخاری کی ایک روایت سے استناد کر کے یزید ابن معاویہ کے متعلق وجوب جنت و مغفرت کا اثبات کیا ہے کیا واقعی یزید جنتی ہے ؟

سو گذارش ہے کہ اللہ رب العزت اگر اپنی رحمت سے یزید کی مغفرت فرما کر اسے جنت میں جاگزیں فرمائے تو نہ اسکی رحمت میں کچھ قصور ہے اور نہ اس کی جنت میں کچھ ضیق اور تنگی ہے، اس کی رحمت غیر محدود اور جنت بحد وسیع ہے وہ غفور رحیم بھی ہے اور فعال لما یرید بھی۔ مگر جہاں تک ضابطہ کا تعلق ہے کسی شخص معین کے لئے جنت کا فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے ، جو علام الغیوب ضمائر و سرائر پر مطلع اور خواتیم اعمال سے خبردار ہے یا اس کا رسول بذریعہ وحی اطلاع پاکر بتلا سکتا ہے۔ امت میں صحابہ کرام کا جو مقام رفیع ہے کسی پر مخفی نہیں لیکن بجز ان صحابہ کے جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی تصریح کی ہے کہ وہ جنتی ہیں، کسی کو حتمی طور جنتی نہیں کہہ سکتے۔ اہل السنۃ کے شعار میں اس امر کو بھی شمار کیا گیا ہے کہ کسی پر قطعی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم لگانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں نہایت بسط سے بیان کر آئے ہیں۔ دیکھئے مقدمہ صـ ۲۹

حدیث قسطنطنیہ اور یزید

عباسی صاحب اور بعض دیگر حضرات نے صحیح بخاری کی جس روایت سے یزید کے جنتی ہونیکا اثبات کیا ہے۔ وہ حدیث قسطنطنیہ کے نام سے موسوم ہے

اور صحیح بخاری کتاب الجہاد ما قیل فی قتال الروم میں موجود ہے۔ ذیل میں وہ روایت
مع تحقیق درج کی جاتی ہے ملاحظہ فرمادیں:۔

عن خالد ابن معدان ان عمیراً
حدثہ انہ اتی عبادۃ
بن الصامت وھو نازل
فی ساحل حمص وھو فی
بناء لہ ومعہ ام حرام
فحدثتنا ام حرام انہا سمعت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول اول جیش من امتی
یغزون البحر قد اوجبوا
قالت ام حرام قلت یا
رسول اللہ انا فیہم قال انت
فیہم ثم قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اول جیش
من امتی یغزون مدینۃ
قیصر مغفور لہم فقلت
انا فیہم یا رسول اللہ
قال لا۔

صحیح بخاری ص ۴۰۹، ۴۱۰ ج ۱

خالد ابن معدان سے روایت ہے کہ
عمیر نے حدیث سنائی کہ وہ عبادہ
ابن الصامت رض کے پاس آئے جب کہ
ساحل حمص پر اترے ہوئے تھے
اور ان کے ساتھ ان کی زوجہ ام حرام
بھی تھیں پس ام حرام نے حدیث سنائی
کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
کہ آپ فرماتے تھے میری امت کا پہلا جیش
جو سمندری جنگ لڑے گا۔ انہوں نے
اپنے لئے جنت ثابت کر لی ہے ام حرام رض
نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں
بھی ان میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تو
ان میں سے ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میری امت کا پہلا جیش جو
قیصر کے شہر یعنی قسطنطنیہ کے ساتھ
غزا کریگا وہ مغفور ہے میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ میں ان میں ہوں،
آپ نے فرمایا نہیں۔

اس روایت میں یزید ابن معاویہ کا نام نہیں ہے۔ پس اس روایت سے یزید کے جنتی ہونے پر استدلال اس طریقہ پر کیا گیا ہے کہ یزید اول جیش کا فرد تھا بلکہ سالار تھا اور حدیث سے ثابت ہے کہ اول جیش مغفور ہے پس ثابت ہوا کہ یزید جنتی ہے گویا دلیل دو مقدموں سے مرکب ہے۔ منطقی اصطلاح میں صغرےٰ یہ ہے کہ یزید اول جیش میں داخل ہے اور کبرےٰ یہ ہے کہ اول جیش مغفور ہے۔ پہلا مقدمہ تاریخ سے ثابت ہے اور دوسرا مقدمہ حدیث بخاری سے ثابت ہے پس نتیجہ واضح ہے کہ یزید جنتی ہے مجھے دلیل کے دونوں مقدمے تسلیم نہیں۔ ہر دو مقدموں پر میری جرح ہے میں پہلے کبرےٰ پر بحث کروں گا پھر صغرےٰ پر انشاء اللہ العزیز حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

حدیث قسطنطنیہ کی تحقیق

صحیحین کی روایات اسلئے قابل قبول ہیں کہ آئمہ حدیث کی طرف سے انہیں تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے۔ یعنی بقول امام ابن تیمیہ اگر امام بخاری و امام مسلم نہ پیدا ہوتے تو بھی یہ روایات ہم تک دوسرے محدثین سے پہنچ جاتیں ورنہ محض اسلئے کہ امام بخاری یا امام مسلم نے انہیں روایت کیا ہے۔ اس لئے ان پر بحث نہ کی جا سکتی ہو۔ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ امام ابن تیمیہ کی اصل عبارت مقدمہ صفحہ نمبر ۴۴ میں درج ہے۔ نیز ایک دوسری جگہ بھی ص۲۷۵ میں درج کریں گے وہیں دیکھ لی جائے۔ نیز دیکھئے اظہار حقیقت ص۱۷۶ بحوالہ منہاج السنہ

صحیح بخاری کی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ امام بخاری کے سوا کسی

محدث نے روایت نہیں کی تفرد به البخاری دون الکتب الستة (البدایۃ والنہایہ صد ۲۲۲ ج ۶) فلهذا اس روایت پر محدثانہ انتقاد اور محققانہ کلام کی گنجائش ہے۔

میرا دعوے ہے کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ راوی کی خود ساخت ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اول جیش۔ اوجبوا۔ مدینۃ قیصر مغفور لھم کے الفاظ نہیں فرمائے۔

دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے، کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالے عنہا کی یہ روایت حضرت انسؓ اور عطا ابن یسارؒ سے بھی مروی ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ حضرت انس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

عن انس یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدخل علی ام حرام بنت ملحان فتطعمه وکانت ام حرام تحت عبادة ابن الصامت فدخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطعمته وجعلت تفلی راسه فنام رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم استیقظ وهو یضحک فقلت ما یضحکک یا رسول الله قال ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل الله

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرامؓ پر داخل ہوتے تھے پس وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اور ام حرامؓ عبادہ ابن الصامت کی زوجہ تھیں پس ایک روز آپ داخل ہوئے پس انہوں نے کھانا کھلایا اور آپ کی جوئیں دیکھنا شروع کردیں پس آپ سو گئے پھر بیدار ہوتے تو آپ ہنس رہے تھے۔ ام حرامؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی چیز ہنسی کا باعث بنی۔ آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے جو اللہ کی راہ

يركبون ثبج هذا البحر ملوكا على
الاسرة او مثل الملوك على
الاسرة شك اسحاق قالت
فقلت يا رسول الله ادع الله
ان يجعلني منهم فدعا لها
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثم وضع راسه ثم استيقظ
وهو يضحك فقلت ما
يضحكك يا رسول الله
قال ناس من امتي عرضوا
على غزاة في سبيل الله كما
قال في الاولى قالت فقلت
يا رسول الله ادع الله ان
يجعلني منهم قال انت من
الاولين فركبت البحر في
زمن معاوية ابن ابي سفيان
فصرعت عن دابتها حين
خرجت من البحر فهلكت

میں جنگ کرنیوالے ہیں سمندر کے وسط میں
سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر سوار ہوتے
ہیں۔ اسحاق راوی کو شک ہے کہ حضور
نے کالملوک فرمایا یا مثل الملوک فرمایا۔
ام حرام فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے
پس حضورؐ نے دعا کی اور پھر سر رکھ کر سو گئے
پھر بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے میں
نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی چیز ہنسی
کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری
امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کئے گئے ہیں
جو اللہ کی راہ میں غزا کر رہے یعنی حضورؐ
نے پہلے ہی الفاظ فرمائے میں نے
عرض کیا آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ
مجھے ان میں کر دے آپ نے فرمایا کہ تو
پہلوں میں ہے پس ام حرام حضرت معاویہ
کے زمانہ امارت میں سمندر پر سوار ہوئیں اور
واپسی سواری سے گر کر ہلاک ہو گئیں۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت انسؓ کی یہ روایت صحیح بخاری میں ص۳۹۱ و ص۳۹۲ و ص۹۲۹ و
ص۱۰۳۶ میں مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ مذکور ہے اور نیز صحیح مسلم و دیگر

کتب میں بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت عطأ ابن یسار نے بھی حضرت ام حرام رض سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں (ابوداؤد ص۳۳۶ ج ۱ مسند امام احمد ص۴۳۵ ج ۶)

حضرت انس رض اور عطأ ابن یسار رض کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب کا تذکرہ ہے جو آپ نے حضرت ام حرام کے گھر میں دیکھا۔ دوبار آپ پر نیند طاری ہو گئی اور آپ ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے اور دونوں بار ایک جیسے الفاظ فرمائے (ناس من امتی یغزون البحر) میری امت کے کچھ لوگ سمندری جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ خواب حضور رض نے اپنی ایک بیوی کے ہاں بھی دیکھا۔ حضرت ابن عباس رض روایت فرماتے ہیں :-

قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض نساءہ اذ وضع راسہ فنام فضحک فی منامہ فلما استیقظ قالت لہ امرءۃ من نساءہ لقد ضحکت فی منامک فما اضحکک قال اعجب من الناس من امتی یرکبون ھذا البحر حول العدو یجاھدون فی سبیل اللہ عزوجل فذکر لھم خیراً کثیراً

مسند امام احمد ص۲۹۹ ج ۱

مجمع الزوائد ص۲۸۱ ج ۵

اس اثنا میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کے ہاں تھے آپ سر رکھ کر سوئے پس خواب کی حالت میں ہنسے۔ جب بیدار ہوئے آپ کی ایک بیوی نے دریافت کیا حضور آپ خواب میں ہنس رہے تھے کونسی چیز ہنسی کا باعث ہوئی آپ نے فرمایا میں تعجب کر رہا تھا۔ اپنی امت کے بعض لوگوں سے جو اس سمندر پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں دشمنوں کے گرد گھیرا ڈالے جہاد کر رہے تھے پس آپ نے ان کے لئے خیر کثیر کا ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس رض کی اس روایت اور حضرت ام حرام کی اس روایت کے جسے حضرت انس رض اور حضرت عطاء ابن یسار رض نے بیان کیا ایک جیسے ہی الفاظ کا

ذکر کرتی ہیں اور ان میں اول جیش ۔ او جبوا ۔ مدینۃ قیصر مغفور لھم کے الفاظ جنہیں عمیر ابن الاسود العنسی نے حضرت ام حرام سے بیان کیا ہے ، نہیں ہیں ۔

حضرت عطا ابن یسار رض سے روایت ہے کہ یہ خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امرءۃ حذیفہ کے گھر بھی دیکھا جس کے الفاظ تقریباً تقریباً وہی ہیں جو انس عن ام حرام کے الفاظ ہیں ۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۸۵ ج ۵ مسند الامام احمد ص ۳۵ ج ۶)

عمیر ابن الاسود عن ام حرام اور انس و عطاء عن ام حرام ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں محدثین کا بیان ہے کہ یہ واقعہ خواب کا حضرت ام حرام کے گھر حج الوداع کے بعد پیش آیا ہے ۔

مولانا احمد علی المحدث السہارنپوری محشی صحیح بخاری ، مولانا عبدالعزیز کا ملغوری المحدث صاحب نبراس الساری ، حافظ ابن کثیر کی عبارات مصرح ہیں کہ یہ دونوں روائتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں ۔ خود عباسی صاحب بھی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے پہلے فقرے میں مخبر صادق علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی حضرت ام حرام رض سے مروی ہے جن کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا تھا اور بحالتِ خواب حضرت معاویہ کے بحری جہاد اور جہاد قسطنطنیہ کی کیفیتوں کا انکشاف ہوا تھا (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۰)

بیان کردہ خلاصہ دونوں روائتوں کے یکجا کر دینے سے حاصل ہوا ۔ معلوم ہوا کہ عباسی صاحب کے نزدیک بھی دونوں روائتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں

قرین قیاس بھی یہی ہے کہ دونوں روائتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہوں کیونکہ حجۃ الوداع کے بعد حضرت ام حرام کے گھر آپ کا تشریف لانا شاید ایک ہی مرتبہ واقع ہوا ہو ۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو زرقانی صـ۹۶ سیر الصحابیات صـ۱۶۹ اصابہ صـ۲۲۲ ج ۸۔ سیدنا معاویہ شخصیت و کردار صـ۳۷۹
انس عن ام حرام اور عمیر ابن الاسود عن ام حرام جب ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں تو یقیناً حضرت انس رض کے الفاظ محکم اور پائیدار ہیں اور عمیر ابن الاسود کا بیان من گھڑت اور ناقابل اعتبار ہے۔

روایت انس رض کے وجوہ ترجیح

حضرت انس رض کی روایت عمیر ابن الاسود کی روایت سے بوجوہ متعددہ راجح اور قابل قبول ہے:۔

۱۔ حضرت انس کی روایت کے سارے راوی مدنی ہیں اور عمیر کی روایت کے سارے راوی شامی ہیں (کرمانی صـ فتح الباری صـ) اور مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل شام کی روایت سے اہل مدینہ کی روایت ارجح واقوی ہے۔ (مقدمہ صـ۷)

۲۔ حضرت انس رض حضرت ام حرام رض کے بھانجے او گھر کے ایک فرد ہیں اور عمیر ابن الاسود اجنبی ہے۔

۳۔ حضرت انس رض نے اس روایت کو براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۴۔ حضرت انس صحابی ہیں اور عمیر تابعی المخضرم ہیں۔

۵۔ حضرت انس کی روایت کو راویوں نے نہایت حزم و احتیاط سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ضبط کیا ہے۔ صرف ایک لفظ میں راوی کو شک ہوا اس نے اسکی تصریح کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

کالملوک علی الاسرۃ فرمایا یا مثل الملوک علی الاسرۃ فرمایا
بخلاف عمیر کی روایت کے کہ کوئی ضمانت نہیں کہ اس نے حضورؐ کے الفاظ
ضبط کئے ہیں

۶۔ حضرت انس کی روایت کو تمام محدثین نے بالاتفاق قبول کیا ہے جیسا کہ
آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ کریں گے اور عمیر ابن الاسود کی روایت کو امام
بخاری کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کیا۔

۷۔ امام بخاری نے بھی (باب ما قیل فی قتال الروم) بصیغہ مجہول
تعبیر کر کے شاید اسکی تضعیف کیطرف اشارہ کر دیا ہے۔

۸۔ حضرت انس رضؓ نے روایت کا پورا پس منظر بیان کیا ہے۔ اسی لئے ان کی روایت
کو محدثین نے اتم سیاقاً کہا ہے۔

۹۔ حضرت انس رضؓ کو حضرت ام حرام رضؓ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ صحبت، مجالست اور ملازمت کا زیادہ موقعہ ملا ہے، بخلاف
عمیر ابن الاسود کے کہ وہ صرف ایک مجلس کے مدعی ہیں، ایک اجنبی کے
لئے ایسی مجالست عقلاً، عادۃً، عرفاً، شرعاً مستبعد معلوم ہوتی ہے۔

۱۰۔ عمیر ابن الاسود سے بیان کرنیوالا اس کا ایک ہی شاگرد خالد ابن معدان
ہے۔ بخلاف حضرت انس رضؓ کے کہ ان سے ان کے متعدد شاگرد روایت
کرنیوالے ہیں اور تقریباً ایک جیسے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ نقشہ ذیل
سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں:۔

اسحاق ابن عبد اللہ ابن ابی طلحہ عن انس رضؓ عن ام حرام صحیح بخاری صہ ۳۹۱، صہ ۹۲۹، صہ ۱۰۳۶۔
صحیح مسلم صہ ۱۴۱ ج ۲۔ ابوداؤد صہ ۳۳۷، نسائی صہ ۵۱/۲ ترمذی صہ ۲۹۲، موطا امام مالک صہ ۲۶۶
موطا مع مسوے۔ السنن الکبرے للبیہقی صہ ۱۶۵۔

مسند ابی عوانہ صـ۸۷ ج ۵، حلیۃ الاولیا صـ۹۱، دلائل النبوہ لابی نعیم اصفہانی صـ۲۰۳

محمد ابن یحیےٰ ابن حبان عن انس عن ام حرام :-

صحیح بخاری صـ۳۹۲، صـ۴۰۵ صحیح مسلم صـ۱۴۲ ج ۲، ابو داؤد صـ۳۳۷ ج ۱

ابن ماجہ صـ۲۰۴، نسائی صـ۵۲ ج ۲، داری صـ۲۱۰ ج ۲، مسند امام احمد صـ۴۲۳، ۴۳۵

صـ۳۶۰ ج ۶، السنن الکبریٰ للبیہقی صـ۱۹۶، طبقات ابن سعد صـ۴۳۵ ج ۸

مسند ابی عوانہ صـ۸۸، ۸۹، ۹۰ ج ۵، حلیۃ الاولیا صـ۶۲۔

عبداللہ ابن عبدالرحمن (ابی طوالہ) عن انس عن ام حرام :-

صحیح بخاری صـ۴۰۳ صحیح مسلم صـ۱۴۲ ج ۲، مسند ابی عوانہ صـ۸۶، ۸۷ ج ۵

حلیۃ الاولیاء صـ۶۲

المختار ابن فلفل عن انس عن ام حرام :-

حلیۃ الاولیاء صـ۶۲

۱۱- یہ روایت عن عطاء ابن یسار عن ام حرام ابو داؤد صـ۳۳۷ ج ۱ مسند امام احمد صـ۴۳۵ ج ۶ بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ بھی وہی ہیں جو حضرت انس عن ام حرام مذکور ہوئے۔

۱۲- یہ خواب جو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ام حرام کے گھر دیکھا یہی خواب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کے گھر بھی دیکھا۔ جسے حضرت ابن عباس رضؓ نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ بھی حضرت انس رضؓ عن ام حرام رضؓ کی روایت والے ہیں، جیسا کہ مسند امام احمد صـ۲۹۹ ج ۱ اور مجمع الزوائد صـ۲۸۱ ج ۵ کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے

۱۳- یہی خواب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اور صحابیہ حضرت امِ حرام ثقفیہ کے گھر بھی دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ بھی حضرت انس رضؓ عن ام حرام کی روایت

جیسے ہیں۔ مصنف عبدالرزاق ص۲۸۵ ج ۵ مسند امام احمد ص۴۳۵ ج ۶

پر ہم متذکرہ بالا ترجیحات کی بنا پر نہایت وثوق سے کہتے ہیں۔

کہ اول جیش۔ اوجبو۔ مدینۃ قیصر۔ مغفور لہم کے الفاظ عمیر ابن الاسود راوی کے طبع زاد ہیں۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں اور نہ ہی ام حرام رض کے یہ الفاظ ہیں۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ وہی ہیں جو حضرت انس رض اور حضرت عطاء ابن یسار رض نے حضرت ام حرام رض سے نقل کئے ہیں (ناس من امتی یغزون البحر)

دونوں بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کلمات کو دہرایا ہے جیسا کہ ان روایات میں صراحۃً مذکور ہے۔ پہلا لشکر جس کی جلوہ نمائی سے آپ متبسم ہوئے وہ وہی لشکر ہے جس میں ام حرام رض شریک ہوئیں اور واپسی پر شہید ہو گئیں اور اس کے سالار خود حضرت معاویہ رض تھے۔ دوسرے لشکر کی تعیین کے لئے بھی کچھ آثار ہیں بہر حال یزید ابن معاویہ دوسرے لشکر کا مصداق نہیں بن سکتا کیونکہ عباسی صاحب کے اعتراف کے مطابق وہ بری لشکر کا سالار تھا بحری لشکر کی امارت اسے نصیب نہیں ہوئی۔

سندِ حدیث بھی محلِ نظر ہے

وجوہ ترجیح مذکورہ کے علاوہ بھی عمیر ابن الاسود کی روایت میں کلام ہے کیونکہ آج تک محدثین عمیر ابن الاسود راوی کا حدود اربعہ مشخص نہیں کر سکے۔ محدثین نے اس امر میں اختلاف کیا ہے۔ عمیر ابن الاسود اور عمرو ابن الاسود الگ الگ شخصیتیں ہیں یا ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں والراجح التفرقہ (فتح الباری ص۶۵ ج ۶)
اگر عمرو اور عمیر الگ الگ شخصیتیں ہوں تو عمرو ابن الاسود راوی ثقہ ہے
اور عمیر ابن الاسود راوی مجہول ہے۔ کیونکہ اس کا ایک ہی شاگرد خالد ابن
معدان ہے کم از کم دو شاگردوں سے جہالت مرتفع ہوتی ہے عدالت پھر بھی ثابت
نہیں ہوتی (واقل مایرتفع بہ الجہالۃ ان یروی عن
الرجل اثنان من المشہورین بالعلم الا انہ لایثبت
العدالۃ بروایتہما) مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۳

سارے ذخیرہ احادیث میں عمیر سے اس روایت کے سوا کوئی دوسری
روایت مروی نہیں (مگر یہ ایک روایت بھی کوئی تھوڑا کارنامہ نہیں ہے۔ یزید
ابن معاویہ کے لئے جنت کا پروانہ حاصل کرنا بہت بڑا کارنامہ ہے اور عمیر کے
سوا کوئی دوسرا سے کیسے انجام دے سکتا ہے)

بہر حال عمیر ابن الاسود راوی کی یہ روایت اس صورت میں فن اصول حدیث
کے مطابق ناقابل اعتبار اور اصلاً زرہم عیار ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی
محدث نے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دینے کا حوصلہ نہیں کیا نہ جانے
امام بخاری کے دربار میں یہ کیسے بار پاگئی۔ شاید امام بخاری نے بھی (باب ماقیل
فی قتال الروم) صیغہ مجہول کے ساتھ تعبیر کر کے اس کی تضعیف کی طرف اشارہ
کردیا ہو۔ تعجب ہے کہ حضرت ام حرامؓ کو اٹھارہ برس کی طویل مدت میں
ایک نامحرم شخص کے سوا کوئی تلمیذ رشید نہ مل سکا کہ اسے (اول جیش
یغزون مدینۃ قیصر) کی روایت بیان کر کے عہدہ برآ ہو جائیں
اور تعجب ہے کہ عمیر کو بھی زندگی بھر کوئی مرد استاد نہ مل سکا کہ بالآخر عبادہ
ابن الصامت کے حرم سرائے میں داخل ہو کر حضرت ام حرام سے سند فراغت

حاصل کی انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

نوٹ :۔ بعض محدثین نے اس بنا پر کہ عمرو اور عمیر ایک شخصیت کے دو نام ہیں بعض روایات میں اسماء ردوبدل کر دیئے ہیں جیسا کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ہشیار رہیں کہیں مغالطہ میں مبتلا نہ ہو جائیں ۔

روایت پر یہ جرح اس صورت میں تھی ، اگر عمرو اور عمیر دو الگ الگ شخصیتیں ہوں اور دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہوں تو عمرو کی ثقاہت عمیر کو بھی ثقہ بنا دیتی ہے ، ایسی صورت میں عمیر کی یہ روایت منکر قرار پاتی ہے جیسا کہ فن اصول حدیث میں طے ہو چکا ہے کہ جب ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے تو اس کی روایت منکر قرار پاتی ہے ۔

امام ابن تیمیہ ؒ نے جہاں کہیں بھی اس روایت کا حوالہ دیا اس راوی کو ابن عمر کے نام سے ذکر کیا ہے خدا جانے ماجرا کیا ہے ۔ دیکھو منہاج السنہ ص۲۴۵ ج ۲ و ص۲۵۲ ج ۲ ۔ المنتقی ص۲۸۸ ۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ص۴۱۳ ج ۳ و ص۴۸۶ ج ۴ ۔

شاید کہ انہی وجوہ کی بنا پر امام بخاری نے ترجمۃ الباب (ما قیل فی قتال الروم) بصیغۂ مجہول قائم کر کے ضعف روایت کی طرف اشارہ کر دیا ۔

سید انور شاہ صاحب لکھتے ہیں (قد تحقق عندی ان البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ اذا یخرج لفظا دیکون فیہ ضعف عندہ لا یترجم علیہا) کہ میرے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ جب وہ کسی ایسی بات کی تخریج کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ضعیف ہو تو وہ ترجمۃ الباب قائم نہیں کرتے ۔ (فیض الباری ص۲۱۸ ج ۱)

راقم السطور کہتا ہے کہ امام بخاری ؒ کی عادت ہے کہ وہ ضعیف روایت پر

ترجمۃ الباب قائم نہیں کرتے، جیسا کہ شیخ شیخنا الانور نور اللہ مرقدہٗ کی تحقیق ہے یا ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں مگر اس کی تضعیف پر اشارہ کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث قسطنطنیہ کی اس روایت پر کیا ہے۔

صحیح بخاری کی اس روایت کے کچھ اور مخفی گوشوں کو روشنی میں لانے کی ضرورت تھی مگر ؎

بخاری کے ادب سے کی بخاری نے نہ غواصی
وگرنہ اس سمندر میں بہت تھے لولوئے لالا

دلیل کا پہلا مقدمہ (صغرےٰ) بھی مسلّم نہیں

یزید کے جنتی ہونے کی دلیل جن دو مقدموں سے مرکب تھی ان میں دوسرے مقدمے یعنی کبرےٰ پر بحث ہو چکی یعنی یہ امر مبرہن ہو چکا ہے کہ (اول جیش یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ اب دلیل کے پہلے مقدمہ پر بحث کی جاتی ہے یعنی (یزید اول جیش میں داخل تھا) یہ مقدمہ بھی مسلم نہیں بلکہ تحقیق اس کے برخلاف ہے۔

مسلّم ہے کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالے اس لشکر کا سالار تھا جس میں سیدنا ابو ایوب الانصاری شریک تھے مگر وہ اول جیش نہیں تھا۔ وہ دور خلافت معاویہؓ میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالا آخری جیش تھا۔ نیز روایات میں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ جس جیش میں حضرت ابو ایوب شریک تھے اس کا سالار کون تھا۔ ابوداؤد میں دو روایتیں ہیں جن میں تصریح ہے کہ جس لشکر میں حضرت

ابو ایوب الانصاری رض تھے اس کا سالار عبد الرحمن ابن خالد بن ولید تھا
(پہلی روایت ابوداؤد جلد اول ص ۳۴۰ میں ہے کہ اسلم ابی عمران روایت کرتے
ہیں کہ ہم مدینہ سے جہاد قسطنطنیہ کے ارادہ سے نکلے وعلی الجماعۃ عبد الرحمن
ابن خالد بن ولید، رومی شہر کی فصیل کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے کہ ایک
مسلمان مجاہد نے ان پر حملہ کر دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنی جان
ہلاکت میں ڈال دی اور قرآن کہتا ہے لاتلقوا بایدیکم الی
التھلکہ۔ اس پر حضرت ابو ایوب الانصاری نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے
بارے میں اتری۔ اے معشر انصار کہ جب اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی امداد فرمائی اور اسلام غالب ہو گیا تو ہم نے جہاد ترک کر دیا اور دنیا میں
مشغول ہو گئے گویا یہ آیت ترک جہاد پر وعید ہے۔ راوی حدیث اسلم ابی
عمران فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو ایوب رض بے جگری سے لڑتے رہے یہاں تک
کہ قسطنطنیہ میں ہی مدفون ہوئے۔ ابوداؤد کی اس روایت کو حاکم نے متدرک
میں روایت کیا اور ترمذی نے روایت کر کے حدیث حسن صحیح غریب کہا ہے (ترمذی کتاب التفسیر)
ابوداود کی دوسری روایت ابوداؤد جلد ثانی ص ۱ پر ہے جس کا مضمون
یہ ہے :-

عبد الرحمن ابن یعلی فرماتے ہیں کہ ہم نے عبد الرحمن ابن الخالد کی معیت
میں جہاد کیا پس دشمن کے چار قوی مرد گرفتار کر کے لائے گئے پس عبد الرحمن
ابن خالد کے حکم سے قتل کئے گئے حضرت ابو ایوب الانصاری کو معلوم ہوا
تو سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ والذی نفسی بیدہ لو کانت
دجاجۃ ما صبرتھا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری
جان ہے اگر مرغی بھی ہوتی تو میں اسے صبراً قتل نہ کرتا پس حضرت

عبدالرحمن نے چار غلام آزاد کروائے۔

ابوداؤد کی اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل رض نے مسند میں روایت کیا ہے۔ مستدرک صہ مسند صہ ۴۲۲ ج ۵

ابوداؤد کی یہ روایتیں نہایت واضح اور قاطع ہیں کہ جس لشکر میں حضرت ابوایوب الانصاری رض تھے اس کے سالار عبدالرحمٰن ابن خالد تھے

حافظ ابن کثیر رح اپنی تفسیر میں مختلف کتب کے حوالہ جات سے لکھتے ہیں کہ جس لشکر میں حضرت ابوایوب الانصاری تھے اس لشکر کا سالار یزید ابن فضالہ ابن جبید تھا (تفسیر ابن کثیر جلد اول صہ ۲۲۹، تفسیر ابن جریر الطبری صہ ۵۹۱ ج ۲)

یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر اور مستدرک للحاکم صہ ۲۷۵ ج ۲ میں موجود ہے۔

روایات کے اس شدید اختلاف کو دور کر کے انہیں ایک نقطہ پر جمع کس طرح کیا جا سکتا ہے ان کے تطابق کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

پہلی صورت یہ ہے کہ مدنی لشکر کے امیر عبدالرحمٰن ابن خالد ہوں اور سارے لشکر کا سالار یزید ابن فضالہ ہوں اور صحیح بخاری میں یزید ابن معاویہ کا نام جو ضمنی طور پر آگیا ہے وہ ابراہیم ابن سعد راوی کی سبقت لسانی سے آگیا ہو۔ ابوعوانہ نے تصریح کی ہے کہ (خرجنا فی غزاۃ مع یزید ابن معاویۃ) کے الفاظ ابراہیم ابن سعد راوی کے سوا کسی دوسرے راوی کے نہیں ہیں (مسند ابی عوانہ صہ ۱۲ ج ۱)

ابراہیم راوی اگرچہ ثقہ ہے اور اصحاب الستہ نے اس سے روایت کی ہے لیکن تاہم بھی مختلف فیہ راوی ہے اور بعض ائمہ اسکی تضعیف

کیطرف بھی مائل ہوئے ہیں (میزان الاعتدال ص۳۴ ج ۱)

تطبیق کی دوسری صورت

دوسری وجہ تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکروں میں سے ایک لشکر کا سالارِ اعلیٰ یزید ابن معاویہ ہو اور اسی لشکر کے شامی دستہ پر یزید ابن فضالہ یا فضالہ ابن عبید ہوں اور مدنی دستہ پر عبدالرحمٰن ابن خالد ہوں اور ابوایوبؓ مدنی دستہ میں شامل ہوں۔

امام بخاری کے احترام کے پیشِ نظر ہم دوسری صورت کو ترجیح دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ یزید ابن معاویہ اس جیش کا سالار تھا جس کے مدنی دستہ میں حضرت ابوایوبؓ شامل تھے۔ اور اس کے امیر عبدالرحمٰن ابن خالد تھے۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ عہد معاویہ میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالے لشکروں میں وہ آخری لشکر تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قسطنطنیہ پر مختلف جیوش نے مختلف امراء کی قیادت میں حملے کئے ہیں اسی لئے ہی مورخین کو اشتباہ واقع ہو گیا ہے

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کب ہوا

اس سلسلہ میں بھی مورخین کا بیان مختلف ہے۔ شیخ محمد الخضری لکھتے ہیں سنہ ۴۸ھ جھز معاویۃ جیشا عظیما لفتح قسطنطنیہ کہ سنہ ۴۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر روانہ کیا۔

المحاضرات الامم الاسلامیہ ص۱۱۴ ج ۲

حافظ ابن کثیر ۴۹ھ وقیل ۵۰ھ البدایہ والنہایہ ص۲۹ ج۸ تحقیق مزید ص۲۸
ابن اثیر اور طبری بھی ۴۹ھ کے قائل ہیں کامل ابن اثیر ص۲۳۱ ج ۳
طبری ص۱۳۱ ج ۴ ۔ عباسی صاحب کا بیان بھی مختلف ہے ۴۹ھ خلافت
معاویہ و یزید ص۲۸ تحقیق مزید ص۲۳ و ص۵۲۵ ، ۵۰ھ تحقیق مزید ص۲۴
مؤرخین کے اس اختلاف کے بارے میں عباسی صاحب لکھتے ہیں :۔

چونکہ متعدد سالوں تک جہادی مہمیں بحری کمانڈروں کے علاوہ امیر یزید کی قیادت میں جاری رہیں اسلئے مؤرخین کے بیان کردہ سنین اور بحری جرنلوں کے ناموں میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے

(خلافت معاویہ و یزید ص۴۳۲)

عباسی صاحب کا یہ بیان نہایت وقیع اور حقیقت افروز ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مؤرخین پر التباس حقیقت کی ایک وجہ بھی ہے کہ ناصبیوں نے یزید ابن معاویہ پہ حدیث قسطنطنیہ کو راست کرنے کے لئے جو کھینچ تان کی ہے اسکے سبب بھی حقیقت قیل و قال میں پنہاں ہو کر رہ گئی ہے ۔ مگر کچھ ذرائع ایسے بھی ہیں جن کے طفیل حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے ۔

حقیقت آشکارا کرنے کے ذرائع

ہم انشاء اللہ العزیز تاریخی مسلمات اور خود عباسی صاحب کے معترفات سے ثابت کریں گے کہ یزید ابن معاویہ اول جیش میں شامل نہیں تھا وہ دور خلافت معاویہؓ میں قسطنطنیہ پہ حملہ کرنیوالے تمام لشکروں میں آخری لشکر کا سالار تھا ۔ وہ مسلمات اور معترفات مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ حضرت معاویہؓ نے ارض روم پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ

لکھتے ہیں :-

فاغزا معاویۃ ارض الروم ستۃ عشر غزوۃ (البدایہ والنہایہ ص۱۳۳ ج ۸)

۲- ایک لشکر سردیوں میں جاتا وہ واپس آتا، دوسرا گرمیوں میں جاتا اور وہ واپس آتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

کان یغزو فی سنتہ مرتین مرۃ فی الصیف و مرۃ فی الشتاء (البدایہ والنہایہ ص۱۳۷ ج ۸)

عباسی صاحب بھی اسکی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ مورخین کا بیان ہے کہ سات سال متواتر رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی بری و بحری جہادی سرگرمیاں جاری رہیں (خلافت معاویہ و یزید ص۳۵)

۲۔ مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ امیر المومنین معاویہ نے عیسائیوں کے خلاف ۱۶ مرتبہ غزوات اور جہاد کئے (خلافت معاویہ و یزید ص۲۲۵)

۳- امیر المومنین معاویہؓ نے رومی عیسائیوں کی سیاسی قوت کے استیصال کے لئے دو افواج تیار کیں، سردیوں کی شواتی کہلاتی اور گرمیوں کی فوج صوائف۔ (خلافت معاویہ و یزید ص۲۲۶)

قسطنطنیہ کی مدتِ محاصرہ

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے سولہ مرتبہ جہادی مہمیں رومی عیسائیوں کے خلاف مختلف سنین اور مختلف سپہ سالاروں اور امراء بحر کی قیادت میں بھیجی تھیں اور جہاں چار سال تک رومیوں کے مستقر کا محاصرہ جاری رہا۔ تحقیق مزید ص۴۴

چار سال تک محاصرہ جاری رہا۔ تحقیق مزید ص۲۴۱ خلافت معاویہ و یزید ص۲۲۱

قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکروں کی تعداد

عباسی صاحب کی تصریحات کے بموجب عہد خلافت معاویہ میں قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکروں کی تعداد آٹھ بنتی ہے اور یہی قرین قیاس ہے کہ سات سالوں میں سولہ حملے ہوئے تو چار سالوں میں بہرحال آٹھ حملے قسطنطنیہ پر ہوئے ہوں گے جن میں چار شواتی اور چار صوائف ہیں۔

ہم ان شواتی اور صوائف کا نقشہ خلافت معاویہ و یزید کی بعض عبارات کی مدد سے تیار کرتے ہیں۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے، کہ صائفہ کی آمد و رفت اپریل سے ستمبر کے مابین ہوتی اور سنین اربعہ کی تعیین بھی تقریباً عباسی صاحب کی کتابوں میں دے گئے۔ مؤرخین کے حوالوں سے اخذ کرکے لکھی جاتی ہے۔ نقشہ ذیل ہے ملاحظہ فرمائیں:-

شواتی جیوش جنہوں نے سردیوں میں حملہ کیا	صوائف جیوش جنہوں نے گرمیوں میں حملہ کیا
۱۔ اکتوبر ۶۶۸ء تا مارچ ۶۶۹ء بمطابق شعبان ۴۸ھ تا صفر ۴۹ھ	۲۔ اپریل ۶۶۹ء تا ستمبر ۶۶۹ء بمطابق ربیع الاول ۴۹ھ تا شعبان ۴۹ھ
۳۔ اکتوبر ۶۶۹ء تا مارچ ۶۷۰ء بمطابق رمضان ۴۹ھ تا ربیع الاول ۵۰ھ	۴۔ اپریل ۶۷۰ء تا ستمبر ۶۷۰ء بمطابق ربیع الثانی ۵۰ھ تا رمضان ۵۰ھ
۵۔ اکتوبر ۶۷۰ء تا مارچ ۶۷۱ء بمطابق شوال ۵۰ھ تا ربیع الثانی ۵۱ھ	۶۔ اپریل ۶۷۱ء تا ستمبر ۶۷۱ء بمطابق ربیع الثانی ۵۱ھ تا شوال ۵۱ھ
۷۔ اکتوبر ۶۷۱ء تا مارچ ۶۷۲ء بمطابق شوال ۵۱ھ تا ربیع الثانی ۵۲ھ	۸۔ اپریل ۶۷۲ء تا ستمبر ۶۷۲ء بمطابق ربیع الثانی ۵۲ھ تا شوال ۵۲ھ

مندرجہ بالا نقشہ میں شہور و سنین ہجری و عیسوی ہر دو نمایاں کئے گئے ہیں تاکہ بری اور بحری اور شواتی اور صوائف جیوش کی تمیز بسہولت ہو سکے۔ یعنی شواتی جیوش جو سردیوں میں حملہ آور ہوتے ہیں وہ بحری ہیں اور صوائف جو گرمیوں میں حملہ کرتے ہیں وہ بری ہیں۔ ان آٹھ لشکروں میں سے یزید ابن معاویہ صرف ایک لشکر کا سالار تھا۔ سارے جیوش اس کی قیادت میں نہیں تھے۔ چنانچہ خود عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ جہاد قسطنطنیہ کے ایام میں جس کی مدت قوی آثار سے چار ماہ کی تھی (خلافت معاویہ و یزید ص۳۹)

ظاہر ہے کہ سپہ سالار امیر یزید کی امامت میں تمام مجاہدین نے نہ صرف نماز جنازہ ہی ادا کی بلکہ تقریباً چھ ماہ تک پنج وقتہ نمازیں بھی ادا کیں۔

(تحقیق مزید ص۱۳ و ص۴۲۵)

چار ماہ مدت محاصرہ اور چھ ماہ کل مدت آمد و رفت صرف ایک ہی جیش کے حملہ کی بنتی ہے۔

معلوم ہوا کہ یزید ابن معاویہ قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکروں میں ایک لشکر کا سالار تھا اور معروف ہے کہ وہ صائفہ بری لشکر کا سالار تھا۔ جیسا کہ عباسی صاحب نے بکرات مرات اس کی تصریح کی ہے۔

"کہ خود امیر یزید نے درخواست کی تھی کہ تولیتی الصائفہ کہ مجھے صائفہ کا سالار بنایئے" (خلافت معاویہ و یزید ص۴۲۵)

گرمیوں کے موسم میں چار لشکروں نے حملہ کیا تھا۔ آپ معلوم کرنا چاہیں کہ ان میں سے یزید ابن معاویہ کونسے لشکر کا سالار تھا تو آپ حضرت ابو ایوب رضہ انصاری کی وفات معلوم کریں۔ اس لشکر کی تعیین خود بخود ہو جائے گی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضہ کی وفات میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے ۵۰ھ

اور بعض نے ۵۱ھ اور بعض نے ۵۲ھ لکھی ہے۔

لیکن ارجح اور صحیح قول ۵۲ھ کا ہے، چنانچہ محققین کی تصریحات ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ مولانا احمد علی المحدث السہارنپوری لکھتے ہیں :۔

(توفی بہا ابو ایوب الانصاری سنۃ ۵۲ اثنتین وخمسین من الہجرۃ حاشیہ بخاری ص ۴۱۰ ج ۱

۲۔ حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں :۔

قلت وکانت غزوۃ یزید سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین من الہجرۃ فتح الباری ص ۶۵ ج ۴

۳۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں :۔

توفی فیہا ابو ایوب سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین من الہجرۃ۔ قسطلانی ص ۱۰۴ ج ۵

۴۔ علامہ بدر الدین العینی لکھتے ہیں :۔

والاصح انہ مات سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین عمدۃ القاری ص ۱۲۹ ج ۶

۵۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

مات ابو ایوب سنۃ ۵۲ھ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹ ج ۱

۶۔ مولانا خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں :۔

توفی فی غزاۃ القسطنطنیہ سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین بذل المجہول ص ۷ ج ۱

۷۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں :۔

بل کان ذالک سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین وھو الاکثر فی غزوۃ

یزید القسطنطنیہ الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۴۰ ج ۱

۸۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

وذالک سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین ومعھم ابو ایوب فمات ھنالک البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۹ ایضاً ص ۲۲۳ ۶۵

۹۔

توفی عام غزا یزید القسطنطنیہ فی خلافۃ ابیہ سنۃ ۵۲ھ اثنتین وخمسین۔ مستدرک للحاکم ص ۴۵۸ ج ۱

۱۰۔ خود عباسی صاحب نے خلافت معاویہ و یزید ص۳۵ میں امیر شکیب ارسلان کی جو عبارت بحوالہ ابن سعد نقل کی ہے اسمیں بھی لکھا ہے :۔

وتوفی ابو ایوب عام غزا یزید ابن معاویۃ القسطنطنیہ فی خلافۃ ابیہ سنۃ ۵۲ھ حاضرات العرب لقسطنطنیہ بحوالہ ابن سعد

محدثین و مورخین کے مندرجہ بالا بیان سے ناظرین کرام نے معلوم کر لیا ہوگا کہ یزید ابن معاویہ نے قسطنطنیہ پر ۵۲ھ میں حملہ کیا تھا۔ ۵۲ھ صائفہ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالے لشکروں میں آخری لشکر تھا پس معلوم ہوا کہ یزید ابن معاویہ آخری لشکر کا سالار تھا۔ اول جیش میں شرکت اسے نصیب نہیں ہوئی۔

ایک اور دلیل

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں ۵۰ھ میں بوطیانوس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا طیباریوس بادشاہ ہوا اس کی حکومت سات برس رہی۔ اسی کے زمانہ میں یزید ابن معاویہ نے بسر کردگی عساکر اسلامیہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ ایک مدت تک اسے محاصرے میں رکھا۔ ابو ایوب الانصاریؓ اسکے حصار میں شہید ہوئے اور وہیں دفن کر دیئے گئے۔ محاصرہ کے چند دنوں کے بعد یزید ابن معاویہ اور طیباریوس قیصر کی اس امر پر صلح ہوگئی کہ شام کے کل کنائس دگرجے معطل کر دیئے جائیں اور کوئی شخص حضرت ابو ایوب الانصاریؓ کی قبر سے تعرض نہ کرے اس مصالحت کے ہو جانے سے اسلامی لشکر واپس آگیا۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد دوم ص۱۲۹)

ابن خلدون کی مندرجہ بالا تصریح سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ یزید

کا یہ حملہ عہد معاویہؓ میں قسطنطنیہ پر آخری حملہ تھا۔ اس کے بعد مصالحت کی وجہ سے حملے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۴۳ھ میں سردیوں کے موسم میں بحری راستہ سے ہوا تھا اور اس جیش کے سالار سفیان ابن عوفؓ تھے۔ چنانچہ مورخین و محدثین نے اس کی تصریح کی ہے

۱۔ حافظ ابن حجرؒ حضرت ابوسفیانؓ ابن عوف کے حالات میں لکھتے ہیں :-

کہ جب سفیانؓ ابن عوف نے ارض روم پر حملہ کیا، باب الذہب تک پہنچے، اہل قسطنطنیہ نکلے۔ انہوں نے کہا۔

واللہ لاندری اخطاتم الحساب ام کذب الکتاب ام استعجلتم المقدر فانا وانتم نعلم انها تستفتح ولاکن لیس هذا زمانها۔

الاصابہ صہ ۵۴ ج ۲

اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ آیا تم حساب میں خطا کر گئے ہو یا کتاب جھوٹی ہو گی یا تم نے معیار مقررہ سے تعجیل کی ہے کہ ہم اور تم دونوں فریقین جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ عنقریب فتح کیا جائیگا لیکن اس کا یہ وقت نہیں ہے۔

۲۔ علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں :-

قیل سیر معاویۃ جیشا مع سفیان ابن عوف الی القسطنطنیۃ

عمدۃ القاری صہ ۶۴۹ ج ۶

کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ایک جیش سفیان ابن عوفؓ کی معیت میں قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔

۳۔ الشیخ محمد الخضریؒ لکھتے ہیں :-

وفی ۴۸ھ جهز معاویۃ جیشا عظیما لفتح قسطنطنیۃ وکان

۴۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے ایک عظیم لشکر فتح قسطنطنیہ کے لئے تیار کیا

علی الجیش سفیان ابن عوف

محاضرات الامم الاسلامیہ ص۱۱۴ ج ۲

اور اس جیش کے امیر سفیان ابن عوف تھے۔

۴. صاحب عیوان الاخیار عن دول البحار لکھتے ہیں :-

۴۸ھ جهز جیشا کثیفا تحت قیادة سفیان ابن عوف

۴۸ھ میں حضرت ابوسفیان ابن عوف کی قیادت میں حضرت معاویہؓ نے ایک کثیر التعداد لشکر تیار کیا۔

۵۔ السید احمد ابن ذہبی لکھتے ہیں :-

وفی سنة تسع واربعین وقیل ثمان واربعین سیر معاویة جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزو وجعل علیهم سفیان ابن عوف

الفتوحات الاسلامیہ ص۱۶۱

۴۹ھ میں اور کہا گیا ۴۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے ایک کثیر لشکر بلاد روم کیطرف برائے غزا روانہ کیا اور اس پر سفیان ابن عوف کو سالار مقرر کیا۔

۶۔ وفی سنة ۴۹ ارسل معاویة جیشا کثیفا مع سفیان ابن عوفؓ لافتتاح القسطنطنیة

تاریخ دول الاسلام ص۱۶۵

۴۹ھ میں حضرت معاویہؓ نے ایک عظیم جیش سفیان ابن عوف کی معیت میں روانہ کیا قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے۔ پس وہ جرار لشکر کے ساتھ چلے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔

۷۔ النجوم الزاہرہ ص۱۳۴ ج ۱ ، ۴۹ھ میں آپ نے قسطنطنیہ کی جانب زبردست لشکر روانہ کیا جس کا سپہ سالار سفیان ابن عوف کو مقرر فرمایا

حضرت معاویہؓ د تاریخی حقائق ص۲۴۲

بحوالہ النجوم الزاہرہ ص۱۳۴ ج ۱

۸۔ عمر ابوالنصرؒ لکھتے ہیں :۔

تیسرا حملہ ۴۳ھ مطابق ۶۶۳ء ۔ امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر بری و بحری فوج روانہ کی سپہ سالار ابوسفیانؓ ابن عوف تھے ۔

معاویہ از ابوالنصر ص ۱۳۶

۹ انیس زکریا نصولیؒ لکھتے ہیں :۔

حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر شمال میں قسطنطنیہ تک جا پہنچے تھے جبکہ آپ نے بلاد روم (اناطول) کیطرف ایک بڑا بھاری لشکر بھیجا تھا اور سفیان ابن عوفؓ کو سپہ سالار بنایا تھا اور اپنے بیٹے کو اس کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ مسلمان ایک پر نظیول سے لڑے مگر لشکر میں بھوک اور بیماری کا دور دورہ ہو گیا۔ لہذا واپس چلے آئے یہاں حضرت ابوایوب الانصاری شہید ہوئے (امیر معاویہ ترجمہ عبدالصمد صارم ص

۱۰۔ شاہ معین الدین تحریر فرماتے ہیں :۔

اس سلسلے میں انہوں نے ۴۹ھ میں بڑے ساز و سامان کے ساتھ ایک لشکر جرار سفیان ابن عوفؓ کی ماتحتی میں قسطنطنیہ روانہ کیا ۔

سیر الصحابہ ص ۶۶ ج ۶ بحوالہ ابن اثیر

مندرجہ بالا عبارات سے اتنی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلے حملہ آور لشکر کے سپہ سالار سفیان ابن عوف تھے ۔ یزید ابن معاویہ نہ تھے البتہ ان میں سے بعض کتابوں نے تصریح کی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں روانہ کیا تھا اور حضرت ابوایوب الانصاریؓ و دیگر صحابہ بھی اس لشکر میں شریک تھے ۔ سو گذارش ہے کہ یہ نتیجہ ہے اختلاط روایات کا ، ورنہ جیساکہ ثابت ہو چکا ہے کہ یزید ابن معاویہ آخری لشکر کا

سالار تھا وہ پہلے لشکروں میں شریک نہ تھا اور سیدنا ابو ایوب الانصاری اس لشکر میں شریک تھے جو ۵۲ھ میں یزید ابن معاویہ کی امارت میں روانہ ہوا تھا۔

ابن اثیر اور ابن خلدون نے حقیقت بے نقاب کر دی۔

کسی حد تک یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اس لشکر میں جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر یزید نے اس حکم کی تعمیل میں سستی کی اور اس لشکر کا ساتھ نہ دیا چنانچہ ابن اثیر و ابن خلدون لکھتے ہیں:-

سیر المعاویۃ جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاۃ وجعل علیھم سفیان ابن عوف وامر ابنہ یزید بالغزاۃ معھم فتثاقل واعتل فامسک عنہ ابوہ فاصاب الناس فی غزاتھم جوع ومرض شدید فانشا یزید یقول

حضرت معاویہؓ نے ایک کثیر التعداد لشکر جہاد کیلئے بلاد روم کیطرف روانہ کیا اور ان پر سفیان ابن عوفؓ کو سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جہاد کے لئے جائے پس یزید نے سستی کی پس اس کے باپ نے تعرض نہ کیا پس لوگوں کو ان کی جنگ میں بھوک اور شدید مرض پہنچی پس یزید نے یہ اشعار پڑھے۔

ما ان ابالی بما لاقت جموعھم
بالفرقدونہ من حمی ومن موم
اذا اتکات علی الانماء مرتفعا
بدیر مران عندی ام کلثوم

مجھے اسکا کچھ پرواہ نہیں کہ لشکروں پر فرقدونہ مقام میں بخار اور چیچک کی مصیبت آپڑی ہے جب کہ میں دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور میرے پاس ام کلثوم بھی ہے۔

ابن اثیر صفحہ ۱۹۰ ج ۳ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۵ ج ۳

تاریخ ملت صفحہ ۳۲ ج ۳۔ شہید کربلا مصنفہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب

ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام ہے۔ عساکر اسلامیہ بھوک اور وبا میں مبتلا ہیں اور جناب یزید ابن معاویہ دیر مران میں انتہائی تعیش اور فرحت و انبساط میں گا رہا ہے کہ میری بلا سے کہ کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے ؎

معشوق ہو بغل میں جلسے ہوں مے کشی کے
اپنے لیئے یہی ہیں سامان دل لگی کے

حضرت معاویہؓ نے جب مسطورہ بالا اشعار سُنے تو شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا اور روبار لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا۔ اندازہ ہے، کہ یہاں ہی اس نے درخواست پیش کی کہ (تولینی الصائفۃ) کہ مجھے صائفہ کی ولایت عنایت فرمائیں درخواست میں دو مطالبے ہیں۔ ایک یہ کہ میں بحری لڑائی نہیں لڑوں گا، اور دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ مجھے لڑائی کے لئے ماتحتی میں جانا گوارا نہیں ہے۔

تب ۵۲ھ میں گرمیوں کے موسم میں بری لشکر کے سپہ سالار بن کر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئے اور اسی لشکر میں حضرت ابوایوب الانصاریؓ بھی تھے۔ وہیں انہوں نے وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ یزید ابن معاویہ نے قیصر روم سے مصالحت کی اور اسلامی لشکر نے مراجعت کی۔

○

تحقیق مزید

ابتک جو کچھ بیان ہوا وہ حال تھا ان لشکروں کا جنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں قسطنطنیہ پر حملے کئے تھے ان میں سب سے پہلا حملہ ۴۲ھ میں سفیان ابن عوفؓ کی امارت میں ہوا۔ اور سب سے آخری حملہ یزید ابن معاویہ کی امارت میں۔ مگر سب سے پہلا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۲ھ میں نہیں ہوا تھا بلکہ ازروئے تحقیق اس سے بہت پہلے ۳۲ھ میں ہو چکا تھا اور اس لشکر کے امیر خود امیر معاویہؓ تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وفیھا (۳۲ھ) غزا معاویۃ بلاد الروم حتی بلغ المضیق مضیق قسطنطنیہ۔

اور ۳۲ھ میں حضرت معاویہؓ نے بلاد روم پر چڑھائی کی یہاں تک کہ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

البدایہ والنہایہ ص ۱۵۹ ج ۷

حافظ صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

قالو وکان غزاۃ المضیق یعنی مضیق القسطنطنیہ فی سنۃ ثنتین وثلاثین فی ایامہ فکان ھو الامیر علی الناس عامئذ

کہتے ہیں کہ خلیج قسطنطنیہ کی جنگ ۳۲ھ میں ہوئی حضرت معاویہؓ کی امارت میں اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔

البدایہ والنہایہ ص ۱۲۶ ج ۸

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

وفیہا ۳۲ھ کانت وقعۃ المضیق بالقرب من قسطنطنیہ وامیرھا معاویۃ . تاریخ الاسلام للذہبی ص

۳۲ھ میں قسطنطنیہ کے قریب خلیج قسطنطنیہ میں جنگ واقع ہوئی اور سالار جیش حضرت معاویہ تھے

السید احمد زینی دحلان لکھتے ہیں :-

وفی اثنتین وثلاثین غزا معاویۃ ابن ابی سفیان مضیق القسطنطنیۃ

۳۲ھ میں حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رض نے خلیج قسطنطنیہ میں جنگ کی

(الفتوحات الاسلامیہ ص۰۰)

برتقدیر صحت مقدمتین بھی تقریب تام نہیں

گذشتہ سطور میں قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ یزید کے وجوب جنت و مغفرت کی دلیل جن دو مقدموں پر موقوف تھی وہ ھباءً منثوراً ہو چکے ہیں۔ یزید کی اول جیش میں شرکت بھی باطل ہو چکی ہے اور اول جیش کا مغفور لھم ہونا بھی فرمودہ رسول سے ثابت نہ ہو سکا۔ مگر راقم الحروف رقم پرداز ہے کہ اگر بالفرض یہ دونوں مقدمے صحیح اور درست بھی تسلیم کر لئے جائیں تب بھی ان سے یزید کے جنتی ہونے کا استدلال نامکمل رہتا ہے۔ یزید کا مبشر بالجنۃ والمغفرۃ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے (حدیث قسطنطنیہ کے مطالب میں تین احتمال ہیں (واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال)

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے

پہلا احتمال یہ ہے اول جیش سے مراد اول جیش فاتح ہو کہ قسطنطنیہ

کا فاتح پہلا لشکر مغفور ہے۔ مطلق بول کر مقید کا ارادہ کرنا قرآن کی موجودگی میں جائز ہے اور اس کے بکثرت نظائر کتاب و سنت میں پائے جاتے ہیں۔ اصل میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فاتحین قسطنطنیہ کے لئے نعم الجیش ونعم الامیر کے کلمات مدحیہ فرمائے تھے۔ حاکم نے روایت کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لتفتحن القسطنطنیۃ ونعم الامیر امیرھا ونعم الجیشن ذالک الجیش (مستدرک للحاکم مع التلخیص)

ضرور ہے کہ قسطنطنیہ میری امت کے ہاتھوں فتح کیا جائیگا۔ واہ واہ اس لشکر کا امیر ہوگا اور واہ واہ جیش وہ جیش ہوگا جن کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح ہوگا۔

یہ روایت صحیح ہے۔ اسلئے مسلمانوں میں جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کرنے کی امنگیں انگڑائی لیتی رہی ہیں۔ چنانچہ ابن عبدالملک نے یہی روایت سنکر قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن یہ سعادت سلطان محمد الفاتح کے مقدر میں تھی اسی لئے اس خوش نصیب کو الفاتح کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ بحوالہ مسند امام احمد، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بلاشبہ قسطنطنیہ کو فتح کروگے اور وہ حاکم مسلمان کتنا اچھا حاکم ہوگا اور فتح کرنیوالی فوج کتنی اچھی فوج ہوگی مسلمان خلفاء و سلاطین میں سے ہر باہمت نے اس کو پورا کرنے کیلئے قسمت آزمائی کی مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد الفاتح کی قسمت میں آچکی تھی۔ سیرت النبی حصہ سوم ص ۶۹۰

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں :۔

محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ کو ۸۵۵ھ میں فتح کیا۔ یعنی کتاب مسند سے

چھ صدیوں اور ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر ونعم الجیش کا نظارہ دیکھا۔ رحمۃ للعالمین ص۱۷۱ ج ۳

قسطنطنیہ کا پہلا فاتح سلطان محمد فاتح ہے۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک بار پھر عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا اور قرب قیامت میں بوقت ظہور دجال دوبارہ فتح کیا جائیگا۔ صحیح مسلم ص۱۷۱ ج ۲

دوسرا احتمال یہ ہے

کہ ایجاب اور غفران میں فرق ہے۔ روایت میں پہلے لشکر کے متعلق لفظ اوجبوا اور دوسرے لشکر کے متعلق لفظ مغفور لھم ہے۔ دونوں کا تقابل ظاہر کرتا ہے کہ دونوں کے معانی میں فرق ہو یعنی اگر روایت صحیح ہو تو پہلا لشکر یقیناً جنتی ہے مگر دوسرا لشکر مغفور لھم ہے ان کے پہلے گناہ معاف ہیں مگر ان کے دجوب جنت اور آئندہ گناہوں کی معافی کی ضمانت نہیں۔ ایجاب اور غفران کی تفریق پر ذخیرہ احادیث میں بکثرت شواہد موجود ہیں۔

تیسرا احتمال یہ ہے

کہ اول جیش کا عموم اگرچہ یزید اس میں شامل ہے مگر تخصیص کے دلائل نے اسے خارج کر دیا ہے پس اول جیش عام مخصوص عنہ البعض ہو گیا۔ تخصیص کے دلائل وہ روایات ہیں جو ہم آئندہ چل کر (ولایت یزید ارشادات نبیؐ کے آئینہ میں) کے عنوان کے تحت بیان کریں گے۔

۱. هلکت امتی علی ایدی اغلمة من قریش (صحیح بخاری) — میری امت کی ہلاکت قریش کے نوخیز لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی

۲. من اخاف اهل المدینة ظلما اخافه الله وعلیه لعنة الله — جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا اسے اللہ خوف زدہ کرے اور اس پر اللہ کی لعنت۔

۳. خلف بعد الستین اضاعوا الصلوات واتبعوا الشهوات فسوف یلقون غیاً — ساٹھ ہجری کے بعد ناخلف جانشین جو نمازیں ضائع کردیں گے اور شہوات کی اتباع کریں گے اور عنقریب ملیں گے گمراہی کو۔

تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا ص ۲۷۷ تا ۲۸۴

محدثین کرام کی آراء

سب سے پہلے جس شخص نے حدیث قسطنطنیہ سے منقبت یزید کا استخراج کیا وہ محدث المہلب ہے۔ محدثین نے اس استدلال اور استخراج کو مردود قرار دیا۔ چنانچہ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :-

هذا جار علی طریق الحمیة لبنی امیة. قسطلانی ص ۱۰۴ ج ۵ — کہ یہ استدلال بنی امیہ کی بیجا حمایت کا آئینہ دار ہے۔

اور محدثین نے المہلب کو ملامت کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا لب لباب شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی نے تحریر کیا :-

قوله (مغفور لهم) تمسک بعض الناس بهذا الحدیث — مغفور لہم قول سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر دلیل حاصل کی کیونکہ وہ

فی نجات یزید لانہ کان من جملۃ ھذا الجیش بل کان رأسھم ورئیسھم کما یشھد بہ التواریخ

من جملہ اس جیش کے تھا بلکہ وہ انکا رئیس اور پیش رو تھا جیسے کہ تواریخ گواہی دیتی ہیں ۔

والصحیح انہ لایثبت بھذا الحدیث الاکونہ مغفوراً لہ ماتقدم من ذنبہ علی ھذہ الغزوۃ لان الجھاد من الکفارات وشان الکفارۃ ازالۃ آثار الذنوب السابقۃ نعم لوکان مع ھذا انہ مغفورلھم الی یوم القیامۃ یدل علی نجاتہ و لیس فلیس بل مفوض الی اللہ تعالی فیما ارتکبہ من القبائح بعد ھذہ الغزوۃ من قتل الحسین علیہ السلام وتخریب المدینۃ والاصرار علی شرب الخمر ان شاء عفا عنہ وان شاء عذبہ کما ھو مطرد فی سائر العصاۃ علی ان الواردۃ فی شان من استخف بالعترۃ والملحد فی الحرم والمبدل بالسنۃ

اور صحیح یہ ہے کہ اس روایت سے نہیں ثابت ہوتا مگر یہ کہ اسکے پہلے گناہ معاف ہو جائیں جو اس نے غزوہ سے پہلے کیے ہیں کیونکہ جہاد کفارات سے ہے اور کفارہ کی شان یہ ہے کہ پہلے گناہوں کے آثار کو مٹاتا ہے ہاں اگر مغفور لہم کے ساتھ الی یوم القیامۃ کا اضافہ ہوتا تو یزید کی نجات پر دلالت کرتا اور جب ایسا نہیں ہے تو نجات بھی دلیل نہیں بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ان قبائح کے ارتکاب میں جو اس نے اس جنگ کے بعد کیے قتل حسینؓ اور مدینہ طیبہ کی بربادی اور شرب خمر پہ اصرار اگر اللہ چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام عاصیوں کے بارہ میں ضابطہ ہے علاوہ ازیں وہ حدیثیں جو اس شخص کی شان میں وارد ہوئی ہیں

تبقی مخصصات لهذا العموم ۔ لو فرض شموله ۔	جس نے عترہ طاہرہ کا استخفاف کیا اور حرم میں الحاد کیا اور سنت کو تبدیل کیا وہ روایتیں اس عموم کے لیے مخصص ہیں اگر بالفرض اسے اول جیش میں شامل مانا جائے ۔
شرح تراجم ابواب البخاری ص ۹۶	

بے راہ روی کے نتائج

غور کیا آپ نے کہ محدثین کرام نے کس طرح مھلب کی تردید کی اور کسطرح یزید کے بارہ میں اپنے نقطہ نظر کی توضیح فرمائی مگر مہلب اور اسکے متبعین نے اپنی کجروی کی بنا پر خواہ مخواہ روایت کو کھینچ کھینچ کر یزید پر راست کرنے کی کوشش کی۔ اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ نکلا کہ منکرین حدیث کے لیے انکار حدیث کا ایک اور دروازہ کھل گیا۔ چنانچہ غلام احمد صاحب پرویز قرآنی فیصلہ ص ۱۵۷ میں لکھتے ہیں :-

اگر تاریخ کا اس سے زیادہ دلچسپ واقعہ سننا ہو تو وہ بھی سن لیجیے بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا جائیگا اول جیش یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم صحیح بخاری ص ۴۱۰

اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جس پہلے لشکر نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اسکے ایک دستہ کا سالار یزید ابن معاویہ تھا۔ فرماتے ہیں واقعہ کربلا۔ بخاری شریف کی بشارت جنت اور قسطنطنیہ پر لشکر کشی سے تاریخی بیانات میں آپ تطبیق کی کونسی صورت پیدا کریں گے۔ اگر آپ اس کی کوئی صورت پیدا بھی کر لیں تو

ان لوگوں سے پوچھئے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں جو ایک طرف بخاری شریف کو دین تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف یزید پر لعنت بھیجنے کو جزو عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن مسلمانوں نے تو اتنا سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کی کہ میں کیا کیا جانتا ہوں اور کیا کچھ کرتا ہوں۔ قرآنی فیصلے

راقم السطور نے جب پہلی بار قرآنی فیصلے کی مندرجہ بالا عبارت پڑھی پھر حدیث قسطنطنیہ دیکھی، حاشیہ بخاری کا مطالعہ کیا۔ حضرت مولانا احمد علی المحدث السہارنپوری کی تحریر کی روشنی میں اپنے ہاتھ سے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا:۔

التطبیق بالتفریق بین الایجاب والغفران فان الایجاب مقطوع والغفران مشروط امے معلق بشرائط الغفران او متعلق بما تقدم من العصیان	تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ایجاب اور غفران کے معانی میں فرق ہے ایجاب بلاشبہ یقینی ہے اور غفران شرائط مغفرت کے ساتھ مشروط اور معلق ہے یا پہلے گناہوں سے متعلق ہے

پھر محشی موصوف علیہ الرحمۃ کے ایک اور حاشیہ سے رہنمائی حاصل کی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

وقد حدث عنہا انس ھذا الحدیث باتم من ھذا السیاق حاشیہ صحیح بخاری صہ ۴۰۹	کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت انس رض نے یہی حدیث علی وجہ الاتم والاکمل بیان کی ہے۔

پس میں نے حضرت انس رض کی روایت دیکھی اول ہی نگاہ میں معلوم کیا۔ حضرت انس رض کی روایت کے الفاظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

الفاظ ہیں اور یہی روایت اصل اور محکم ہے اور عمیر ابن الاسود کی روایت کے الفاظ اس کے طبع زاد ہیں پس حضرت انسؓ کی روایت کو چھوڑ کر عمیر کی روایت کے درپے ہونا فاما الذین فی قلوبھم زیغ کے زمرہ میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔ پھر بہت عرصہ بعد جب عباسی صاحب کی کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو حدیث قسطنطنیہ کے سلسلے میں جو انہوں نے مواد جمع کیا ہے اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ کتب تواریخ میں اتنا تضاد کیوں ہے اور پھر عباسی صاحب بھی ایک تاریخ کے متعین کرنے میں کیونکر ناکام رہے ہیں۔ اس احساس کے تحت مجھے براہ راست کتب بینی کی امنگ پیدا ہوئی اور بڑی کاوش اور جد و جہد کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا وہ آپ کے سامنے ہے کہ یزید ابن معاویہ کو اول جیش میں شرکت نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ قسطنطنیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۲ھ میں حضرت معاویہؓ کے زمانہ امارت میں انہی کی سرکردگی میں ہوا ہے اس وقت یزید شش سالہ بچہ تھا۔

ایڈیٹر تجلّی کی بیجا تعلّی

عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ جب طبع ہو کر شائع ہوئی تو حکیم الامت جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ اور ایک مستقل رسالہ بعنوان شہید کربلا تصنیف فرما کر شائع کیا۔ اس میں حضرت قاری صاحب دامت فیوضہم نے نہایت واضح الفاظ میں اس کتاب کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کی توضیح کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کتاب اہل السنۃ کے معتقدات کے خلاف ہے اور ہم اسے

مضامین سے بیزار ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے حدیث قسطنطنیہ سے عباسی صاحب کے استدلال کے جواب میں وہی کچھ لکھا جو تمام محدثین نے مہلب کے استدلال کے جواب میں لکھا ہے اور کوئی نئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی۔ ایڈیٹر تجلی جناب عامر عثمانی صاحب نہایت برافروختہ ہوئے کہ غیظ و غضب سے ان کے پیٹ میں بل پڑ گئے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ "دوران مطالعہ ہم اپنی بے تابی نہ دبا سکے اور بے اختیار جی چاہا کہ جو عبرت خاص ہمیں نصیب ہوئی ہے اس میں قارئین تجلی کو بھی شریک کریں۔" تحقیق مزید ص۴۵۸ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مہتمم صاحب نے جس طرح اس حدیث کا جواب دیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے۔ غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ قادیانی علم کلام اور حضرت موصوف کی منطق میں کیا فرق ہے ص۴۵۹

ایک دوسری جگہ گوہر افشانی کرتے ہیں:۔

کہ کیا رسول اللہ کی پیشگوئیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئیوں جیسا سمجھا جائے اور تاویل کی گنجائش بھی نہ نکلے تو کہہ دیا جائے کہ فلاں پیشگوئی دراصل فلاں شرط پر منحصر تھی۔ وہی شرط معدوم رہی تو پیشگوئی بھی معلق رہ گئی۔ حالانکہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کرتے وقت ایسی کوئی شرط نہ لگائی تھی۔ ماہنامہ تجلی بحوالہ تحقیق مزید ص۴۶۲

تحریرات بالا کس قدر بغض و عناد کی آئینہ دار ہیں قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر عامر عثمانی کو جناب قاری صاحب سے انتہائی عداوت ہے، ورنہ قاری صاحب دامت برکاتہم نے وہی کچھ لکھا ہے جو ابن التین المنیر، ابن حجر العسقلانی، قسطلانی، بدرالدین العینی

شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی۔ احمد علی السہارنپوری محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا اور اہل السنت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کے موافق لکھا اگر یہ قادیانی منطق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بقول عامر عثمانی یہ سبھی بزرگوار معاذاللہ قادیانی منطق بولتے تھے۔

عامر عثمانی نے زور قلم اور سحر صحافت سے قارئین کو مرعوب و مسحور کرنے کی کوشش کی ہے اور یزید کے جنتی ہونیکا مقیس علیہ عشرہ مبشرہ کو ٹھہرایا ہے اور بڑی معصومیت سے فرماتے ہیں کہ ہم نے اسی دارالعلوم کی چٹائی پر بیٹھ کر جس کے مہتمم آج آپ ہیں پڑھا تھا کہ جن صحابہ کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان کی مغفرت تو یقینی ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول مغفرت کی بشارت یونہی نہیں دیا کرتے۔ تحقیق مزید صہ ایضاً

راقم السطور نے بھی اسی دارالعلوم میں حضرت مدنی مولانا بلیاوی اور مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کیا تھا اور عجب نہیں کہ عامر صاحب ہمارے ہم سبق ہی ہوں مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی استاد نے یزید کو جنتی کہا ہو اگر عامر صاحب کے حافظہ میں موجود ہو تو ذرا اس استاذ بزرگوار کی نشاندہی فرمائیں ہم ممنون ہوں گے۔

ویسے بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور انکے رفیق مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا خلیل احمد صاحب نیز شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور انکے تلامیذ انور شاہ صاحب کشمیری حضرت مدنی وغیرہم اکابر دیوبند کے خیالات یزید کے بارے میں انکی کتابوں میں محفوظ و مضبوط موجود ہیں جو دیکھے جا سکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا صہ ۲۴۴ تا ۲۴۶

پھر عباسی صاحب کی کتاب (خلافت معاویہ و یزید) پر جیسا کچھ تبصرہ حضرت قادری صاحب نے فرمایا ہے، ویسا ہی تبصرہ مودودی صاحب کے رسالہ ترجمان القرآن میں بھی شائع ہوا، دیکھئے ترجمان القرآن شمارہ اپریل ۱۹۶۱ء۔ ذیل کا اقتباس اسی شمارہ سے اخذ ہے:

"عباسی صاحب یزید کی منقبت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی ان کے لئے مغفرت ہے۔ مگر کیا وہ دوسری حدیث ان کی نظر سے نہیں گزری جسے روح المعانی نے طبرانی کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے

اللهم من ظلم اهل المدينة واخافهم فاخفه عليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقبل منه صرف ولا عدل

اے اللہ جنہوں نے اہل مدینہ پر ظلم کیا اور انہیں خوفزدہ کیا تو بھی اے خوفزدہ کر اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت نہ اسکی توبہ قبول نہ ان سے فدیہ قبول۔

روح المعانی صفحہ ۲۰ ج ۲۹

خدا جانے آپکی تجلی اسکی سوخت کیلئے کیوں جلوہ نما نہیں ہوئی عامر صاحب نے ایک مقام پر پرویز کی زبان استعمال کی ہے، کہ مہتمم صاحب ایک طرف بخاری کو معتبر بھی مانتے ہیں جس میں اللہ کے رسول نے مغفرت یزید کی خبر دی اور دوسری طرف ان روایات کو بھی سینے سے لگاتے ہوئے ہیں۔ جو خبر رسول کی تکذیب و تردید کرتی ہے الخ ہم سمجھتے ہیں کہ جناب عامر صاحب فریب خوردہ نہیں فریب کار ہیں۔

بخاری دین نہیں، دین ہے اللہ کی کتاب اور سنت رسول علیہ السلام اور فرمودات رسول کی جامع کتب میں سے بخاری اصح ترین کتاب ہے مگر جیسا کہ ہم مقدمہ صـ۲۹ میں بیان کر آئے ہیں کہ بخاری و مسلم کی روایات کو چونکہ ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے اسلئے وہ صحیح ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ بخاری و مسلم کی کسی روایت پر کلام کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ہم امام ابن تیمیہؒ کی عبارت یہاں دوبارہ نقل کرتے ہیں :-

ان قولنا رواہ البخاری ومسلم علامۃ لنا علی صحتہ لا انہ کان صحیحاً بمجرد روایۃ البخاری ومسلم بل رواھا غیرھما من العلمآء والمحدثین من لا یحصے عددھم الا اللہ ولم ینفرد واحد منھما بحدیث (الی ان قال) ولو لم یخلق البخاری ومسلم لم ینقص من الدین شیئ

منہاج السنۃ صـ۵۹ ج۴

بے شک ہمارا یہ کہنا کہ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے یہ ہماری طرف سے اسکی صحت کی علامت ہے نہ اسلئے کہ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے بلکہ اسلئے کہ اس حدیث کو تمام علماء اور محدثین بیان کرتے ہیں جن کی تعداد اللہ ہی کے احاطۂ علم میں ہے اور بخاری و مسلم کی حدیث کے منفرد نہیں ہوئے بالفرض بخاری اور مسلم نہ پیدا ہوتے جب بھی دین میں کچھ کمی واقع نہ ہوتی۔

لیکن اگر بالفرض بخاری کی روایات کو بجمیع اجزائہا دین مان لیا جائے تو آپ محمود عباسی پر کیا فتوے دیں گے جنہوں نے بخاری کی بیسیوں ان حدیثوں کا انکار کیا ہے جنہیں تمام ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے جن کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر سکیں گے۔

بخاری کی جس روایت سے آپ نے یزید کے جنتی ہونیکا استدلال کیا ہے اسے کسی محدث نے اپنی کتاب میں درج کرنیکا حوصلہ نہیں کیا اسکے ایک راوی عمیر ابن الاسود کا محدثین آج تک حدود اربعہ مشخص نہیں کر سکے کوئی کہتا ہے کہ عمیر اور عمرو دو الگ الگ راوی ہیں، کوئی کہتا ہے دونوں ایک ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ جہاں کہیں اس کا تذکرہ کرتے ہیں ابن عمرو سے کرتے ہیں۔ خدا جانے ماجرا کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ اسی عمیر راوی کے طبع زاد ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔ حضرت انسؓ اور عطاء ابن یسارؓ کی روایت کے الفاظ اصل ہیں۔ وہی روایت محکم اور مستحکم ہے۔ اس کا مفہوم غیر متبدل ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یزید کے متعلق کوئی پیشگوئی نہیں فرمائی۔

جناب قاری صاحب اور ان کے جمیع متعلقین کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری پیشگوئیاں صادق، محکم اور اٹل ہیں۔ نیز قاری صاحب قادیانی منطق سے بھی نا آشنا ہیں۔ وہ بفضل اللہ تعالیٰ اسی الصراط المستقیم پر گامزن ہیں جس پر کاروان اہل السنۃ کے راہنما کتاب و سنت کی روشنی میں گامزن ہوئے ہیں۔ اس راستہ میں اسلاف کے آثار الاقدام دیکھے جا سکتے ہیں۔ قادیانی منطق کا استعمال تو عباسی صاحب اور ان کی حمایت میں آنجناب نے فرمایا ہے کہ جس طرح آیات و روایات سے مرزا قادیانی نے اپنی نبوت ثابت کی ہے۔ جسطرح مسیح موعود ہونا اور مجدد و مہدی ہونا ثابت کیا ہے اور آج تک ثابت کرتے چلے آتے ہیں بعینہٖ اسی طرح آپ نے یزید کو جنتی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بحث اس میں نہیں ہے کہ یزید کا حشر کیا ہوگا۔ اور آخرت میں اللہ جل شانہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کریگے

بحث اس میں ہے کہ جس طرح محمود عباسی اور آنجناب نے یزید ابن معاویہ ایک شخص معین کے حق میں جو جنتی ہونے کا اعلان کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے جنت کی دستاویز مہیا کی ہے۔ یہ از روئے اصول شریعت درست ہے یا نہیں۔ میرا دعوئے ہے کہ :-

۱۔ یزید ابن معاویہ کی ذات پر اس کا نام لیکر جنتی ہونیکا حکم لگانا شعار اہل السنۃ کے خلاف ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یزید ابن معاویہ کا نام لیکر اسے جنتی نہیں فرمایا۔

۳۔ اول جیش یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔

۴۔ یزید ابن معاویہ اول جیش میں شامل نہیں۔

۵۔ یزید ابن معاویہ نے مدینۃ قیصر پر جہاد کی ابتدا نہیں کی۔

۶۔ یزید ابن معاویہ آخر جیش فی عہد معاویہ کا رئیس تھا۔ اس نے غزوۂ قسطنطنیہ کا خاتمہ کیا ہے۔

۷۔ یزید ابن معاویہ نے قیصر کے ساتھ مصالحت کر کے قسطنطنیہ کے چار سالہ محاصرہ کو اٹھایا تھا۔

۸۔ بر تقدیر صحت روایت بھی احتمال ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اول جیش فاتح ہو اس پر دوسری روایت بھی شاہد ہے۔

۹۔ ایجاب اور غفران میں فرق ہے جیسا کہ ہم شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی کا حوالہ نقل کر چکے ہیں۔

۱۰۔ اول جیش عام مخصوص عنہ البعض ہو اور اول جیش یغزون مدینۃ قیصر

سے زیادہ محکم روایت من اخاف اهل المدینة ظلما اخافه الله علیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین اس کی مخصص ہے پس اس روایت کے پیش نظر یزید ملعون ہے مغفور نہیں لیکن ضابطہ اہل السنۃ کے تحت عمومی نصوص سے یزید کو نہ مغفور کہہ سکتے ہیں نہ ملعون اس سلسلے میں منہاج السنۃ صہ ۲۵۲ ج ۲ کا مطالعہ نہایت ہی اطمینان بخش ہے امام ابن تیمیہ نے ان پر اللہ کی رحمت ہو بڑی لطیف اور نفیس بحث کی ہے، اور عمومی نصوص سے استدلال کر کے شخص معین پر لعنت کرنے کے عدم جواز پر بڑے شواہد پیش کئے ہیں اور اسی طرح دوسرے محققین نے مبسوط اور مستند بحثیں کی ہیں۔

مندرجہ بالا دس گولیاں ہیں استعمال کریں انشاء اللہ العزیز مزاج درست ہو جائیگا اور طبیعت اعتدال پر آجائیگی اور اگر اس سے شفا حاصل نہ ہو تو اپنے محبوب قائد جناب مودودی صاحب کو ثالث تسلیم کریں بالمشافہ گفتگو کر لیتے ہیں انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

ہمارے پاس کچھ اور گولیاں بھی ہیں جو آپ جیسے مریض کا آخری علاج ہے۔ اگر آپ پاکستان میں تشریف لاکر مودودی صاحب کی ثالثی میں فیصلہ کی تاب نہ رکھتے ہوں تو پھر ہمارا مشورہ ہے کہ آدھ چھٹانک جمال گوٹہ استعمال کریں وہ دیوبند ہی کے کسی مطب سے دستیاب ہو جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز پیٹ کے سارے بل نکال دے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

یزید اور امارتِ حج

مدح یزید میں عباسی صاحب نے جو دوسرا جلی عنوان قائم کیا ہے وہ یزید کی امارتِ حج کا عنوان ہے اور اس عنوان کے تحت عباسی صاحب نے لکھا ہے کہ یزید ابن معاویہ نے تین سال متواتر امیر الحجاج ہونے کی حیثیت سے حج کیا ہے۔ عباسی صاحب نے اپنے اس دعوے کو اپنی کتابوں میں متعدد بار دہرایا ہے۔ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں :-

امیر یزید نے تین مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا ۵۱ھ ۵۲ھ ۵۳ھ حج بالناس یزید ابن معاویہ سنۃ احدے و خمسین و ثنتین و خمسین و ثلاث و خمسین ۔ یعنی یزید ابن معاویہ نے ۵۱ھ ۵۲ھ ۵۳ھ میں حج کرایا (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۹ ج ۸)

مؤرخ اسلام علامہ ذہبی تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر میں لکھتے ہیں :-

کہ امیر یزید نے ان تین سالوں میں یعنی ۵۱ھ، ۵۲ھ و ۵۳ھ، امیر الحج کی حیثیت سے حج کرایا ۔ (تاریخ الاسلام ص ۹۱ ج ۳)

شیعی مؤرخ طبری نے بھی امیر یزید کے امیر الحج ہونیکا تذکرہ کیا ہے ۵۱ھ کے حالات میں لکھا حج بالناس فی ھذہ السنۃ یزید ابن معاویۃ

(طبری طبع مصر ص ۱۶۱ ج ۶)

مندرجہ بالا عباسی صاحب کا وہ دعویٰ ہے جسے انہوں نے کتب تواریخ کے تین حوالوں سے مبرہن کیا ہے ۔

ان تین حوالوں میں سے آخری حوالہ میں تین سالوں کا دعویٰ ثابت نہیں

ہوتا۔ صرف ایک سال ۵۱ھ کا تذکرہ ہے پہلے دو حوالوں کی حقیقت بھی سن لیجئے کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی ہر دو بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں مذکورۃ الصدر صفحات میں اپنی تحقیقات پیش نہیں کیں۔ انہوں نے ابوبکر ابن عیاش کا قول پیش کیا ہے۔ قال ابوبکر حج بالناس یزید ابن معاویۃ ۵۱ھ و ۵۲ھ و ۵۳ھ۔

حافظ ابن کثیر کی اپنی رائے یہ نہیں ہے۔ حافظ صاحب نے اپنی رائے میں طبری کو معتبر سمجھا ہے اور صرف ۵۱ھ کے ضمن میں یزید ابن معاویہ کی امارت کا تذکرہ کیا۔ ۵۲ھ کے حالات میں لکھتے ہیں حج بالناس فی ھذہٖ السنۃ (۵۲ھ) سعید ابن العاص نائب المدینۃ (البدایۃ النہایہ ص۵ ج ۸) کہ ۵۲ھ میں سعید ابن العاص نے حج کرایا اور ۵۳ھ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حج بالناس فی ھذہٖ السنۃ سعید ابن العاص والی المدینۃ یعنی ۵۳ھ میں سعید ابن العاص والی مدینہ نے حج کرایا علامہ ذہبی ۵۱ھ میں بھی یزید کو امیر الحج نہیں مانتے، جیسا کہ آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ یزید ابن معاویہ ایک سال بھی امیر الحجاج نہیں رہا

ابوبکر ابن عیاش کی روایت صحیح نہیں اس روایت کی تضعیف پر ہمارے پاس مندرجہ ذیل دلائل و شواہد ہیں:۔

۱۔ ابوبکر ابن عیاش راوی ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال ص۳۹۹ ج ۳)

امام ترمذی نے کتاب فضائل الصدقہ کی ایک روایت کو ابوبکر ابن عیاش کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضائل الصدقہ الفصل الثانی)

• مولانا احتشام الدین مراد آبادی نے نصیحۃ الشیعہ میں ابوبکر بن عیاش کو مجروح قرار دے کر اس کی روایت کو مردود ٹھہرایا ہے نصیحۃ الشیعہ صـ۱۵۵

• خود عباسی صاحب نے لکھا ہے کہ دارقطنی نے ابن عیاش کو منکر الحدیث بتایا ہے خلافت معاویہ و یزید صـ۲۹۲

۲۔ حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی جنہوں نے یزید کے حالات میں یہ روایت نقل کی ہے خود ان کے تحقیق اس کے خلاف ہے وہ اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ۵۲ھ و ۵۳ھ کے حالات میں لکھا ہے ان سالوں میں امیر الحج سعید ابن العاص والی مدینہ تھے۔ اور علامہ ذہبی کسی ایک سال میں بھی یزید کی امارت الحج کے قائل نہیں۔

۳۔ خود عباسی صاحب بھی اس روایت پر مستقر نہ رہے۔ چنانچہ تحقیق مزید میں امراء الحج کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ۵۰ھ و ۵۱ھ و ۵۲ھ میں یزید ابن معاویہ امیر الحج تھا تحقیق مزید صـ۳۰۲

ایک دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں کہ ۵۰ھ میں جہاد قسطنطنیہ سے واپسی کے بعد حج کیا اور امیر الحج کی حیثیت سے حج کروایا۔ اسکے بعد دو سال متواتر ۵۱ھ و ۵۲ھ میں بھی امیر الحج رہے تحقیق مزید صـ۲۲

دو کتابوں کی دو متضاد عبارتوں کو ملاحظہ فرمایئے اور تحقیق کی داد دیجئے۔ جب ابوبکر ابن عیاش والی روایت ہی غلط قرار پاگئی، جس پر تین سالوں کی امارت حج کی عمارت تعمیر تھی تو تین سالوں کا دعوے کیسے صحیح ہوا؟ ؎

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا

۵۰ھ میں امیر الحج کون تھا خود عباسی صاحب نے متعدد مقامات پر تصریح

کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس ایک آواز کو بھی بہت سمجھا اور خود ۵۰ھ میں حج وزیارت کے لئے حاضر ہوئے تو مدینہ طیبہ میں مسئلہ پر شوریٰ طلب کیا۔ تبصرہ محمودی ص۱۱ حصہ دوم

۵۱ھ میں بھی یزید ابن معاویہ امیر الحج نہیں تھا۔

حافظ ابن کثیر اور طبری کی تحقیق بھی درست نہیں۔ اسکے نادرست ہونے پر ہمارے پاس دلائل و شواہد ہیں :-

۱۔ حافظ صاحب نے طبری کی روایت پر اعتماد کر کے لکھا ہے کہ ۵۱ھ میں یزید امیر الحج تھا اور طبری کی عبارت یہ ہے۔

وحج بالناس فی ھٰذہ السنة یزید ابن معاویة حدثنی بذالک احمد ابن ثابت عن ذکرہ عن اسحاق ابن عیسیٰ۔ طبری ص۱۶۱ ج ۶

یعنی ۵۱ھ میں یزید امیر حج تھا۔ یہ روایت مجھے سنائی ہے احمد ابن ثابت نے ایک ایسے شخص سے جس نے اسحاق ابن عیسیٰ کیطرف نسبت کی۔

(عمن ذکرہٗ) راوی مجہول ہے پس اس کی روایت ناقابل قبول ہے۔

احمد ابن ثابت عمن ذکرہ قال ابوحاتم لا یشکون انہ کذاب میزان الاعتدال ص[illegible]

۲۔ حافظ ابن کثیر جنہوں نے ۵۱ھ میں یزید کو امیر الحج لکھا وہ خود ہی ۵۱ھ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ۵۱ھ میں حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں کو سزا موت دی ہے اور پھر قتل حجر ابن عدی کے سلسلہ میں ہی لکھتے ہیں (فلما حج معاویة قالت لہ عائشہؓ این عزب عنک حلمک حین قتلت حجراً) کہ جب حضرت معاویہؓ

نے حج کیا کہ حضرت ام المومنین عائشہ رض نے انہیں فرمایا معاویہ تیرا حلم کہاں گیا تھا جب تو نے حجر کو قتل کیا البدایہ والنہایہ ص۵۴ ج ۸ و ص۲۲۶ ج ۶

حجر ابن عدی کا قتل سنہ ۵۱ھ میں ہوا۔ یہ تاریخ کا تقریباً اتفاقی مسئلہ ہے اور یہ بھی تاریخ کا ایک اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض نے حضرت امیر معاویہ رض کو قتل حجر کے سلسلے میں ملامت کیا جب کہ وہ حج کے لئے آئے اور مدینہ میں ام المومنین کی ملاقات کی۔

چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے وقد کلمته عائشة فی امرہ (حجر ابن عدی) حین حج حضرت عائشہ رض نے حجر کے معاملہ میں حضرت معاویہ رض سے بات کی جب کہ انہوں نے حج کیا

العواصم عن القواصم ص۲۳

حجر ابن عدی کے قتل کے بعد جو حج حضرت امیر معاویہ رض نے کیا وہ سنہ ۵۱ھ کے علاوہ کسی دوسرے سال نہیں ہو سکتا۔ لہذا ابن کثیر اور طبری کی روایت کہ سنہ ۵۱ھ میں یزید امیر حج تھا باطل ہے۔

۳۔ بعض کتب تواریخ میں مصرح ہے کہ سنہ ۵۱ھ میں حضرت امیر معاویہ رض امیر الحج تھے۔ مثلاً تاریخ خمیس میں ہے حج معاویة بالناس سنتین سنہ ۴۴ھ اربع واربعین وسنہ ۵۱ احدی وخمسین

تاریخ خمیس ص۳۲۶ ج ۲

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں قال ابوبکر ابن عیاش حج معاویة سنة اربع واربعین وسنة خمسین وقال غیرہ سنة احدی وخمسین (البدایہ والنہایہ ص۱۲۳ ج ۸) کہ ابوبکر ابن عیاش کا قول ہے کہ امیر معاویہ رض نے سنہ ۴۴ھ اور سنہ ۵۰ھ میں حج کیا اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت معاویہ رض نے

۵۱ھ میں حج کیا۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں وفیہا (۵۱ھ) حج بالناس معاویۃ رض (تاریخ الاسلام للذہبی ص ۲۵۸ ج ۲) یعنی ۵۱ھ میں امیر معاویہ رض نے لوگوں کو حج کرایا۔

علامہ جلال الدین لکھتے ہیں ثم حج معاویۃ ۵۱ھ احد و خمسین (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۵) یعنی ۵۱ھ میں حضرت معاویہ رض نے حج کیا۔

نوٹ :- بہت سی کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رض نے اپنے عہد خلافت میں دو مرتبہ حج کرایا ۴۴ھ اور ۵۰ھ یا ۵۱ھ علامہ ذہبی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین سالوں میں ہی حضرت معاویہ رض امیر الحج تھے۔

اور ہمارے نزدیک یہی رائے زیادہ صائب ہے۔

تاریخ خلیفہ ابن خیاط میں ہے کہ اقام الحج ۵۰ھ معاویہ رض (تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۹۸ ج ۱) واقام الحج ۵۱ھ معاویہ رض (تاریخ خلیفہ ص ایضاً)

۴۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے حضرت سعید ابن المسیب بیان فرماتے ہیں قدم معاویۃ ابن ابی سفیان المدینۃ آخر قدمۃ قدمہا وخطب (صحیح بخاری ص ۴۹۶ و ص ۸۷۹) حضرت معاویہ ابن سفیان مدینے میں آئے جب کہ انہوں نے آخری حج کیا اور خطبہ دیا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے انہ سمع معاویۃ عام حج (ص ۲۹۲ و ۸۸۸) کہ میں نے معاویہ رض سے سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا۔

بخاری کی مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں حضرت معاویہ رض کا خطبہ مذکور

ہے جو مدینہ منورہ میں اس سال دیا ہے جس سال انہوں نے حج کیا تھا اور وہ حج ان کا آخری حج تھا۔ اس خطبہ میں انہوں نے بالوں کا ایک گچھا پکڑ کر فرمایا۔ اے اہل مدینہ تمہارے علما کہاں ہیں اور وہ کیوں اس بات سے منع نہیں کرتے کہ عورتیں اس قسم کے بال اپنے سروں میں داخل کر لیتی ہیں اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضورؐ نے اسے منع فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اس وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔

اس روایت میں عام حج کی وضاحت میں صحیح بخاری کے مذکورۃ الصدر صفحات میں حاشیہ اور بین السطور فتح الباری اور قسطلانی کے حوالے سے لکھا ہے وذالک سنۃ احدے وخمسین فی آخر حجۃ حجھا کہ یہ ۵۱ھ کی بات ہے جب معاویہؓ نے آخری حج کیا۔

حضرت معاویہؓ نے یہ خطبہ ۵۱ھ میں حج پہ جاتے ہوئے دیا تھا یا ممکن ہے بعد فراغت حج واپسی پر دیا ہو۔

اصل کتابوں کے حوالے

عام حج اے سنۃ احدے وخمسین (قسطلانی صہ۲۳ ج ۵)	حج کے سال یعنی ۵۱ھ میں
کان ذالک فی سنۃ احدے وخمسین (عمدۃ القاری صہ۱۵ ج ۶)	حضرت معاویہ کا یہ حج ۵۱ھ میں تھا۔
قلت وکان ذالک فی سنۃ احدے وخمسین وھی آخر حجۃ حجھا (فتح الباری صہ۳۲۰ ج ۶)	میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ کا یہ حج ۵۱ھ میں تھا اور یہ ان کا آخری حج تھا۔

۵۔ صحیح بخاری اور مسند حمیدی کی ایک روایت ہے جو حمید ابن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔ اسمیں حضرت معاویہؓ کے ایک اور خطبہ کا ذکر ہے، جو انہوں نے صوم عاشورہ کے متعلق دیا تھا۔ اس روایت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں :۔

عن حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سمعت معاویۃ ابن ابی سفیان یوم عاشورہ عام حج وھو علی المنبر ۔	حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ ابن سفیان سے عاشورہ کے روز سنا جبکہ وہ منبر پر تھے ۔ یہ اس سال کی بات ہے جب انہوں نے حج کیا تھا ۔
(صحیح بخاری ص۲۶۸ مسند حمیدی)	

حضرت معاویہؓ نے یہ خطبہ حج سے واپسی پر عاشوراء کے روز دیا تھا۔

تقویم تاریخی شاہد ہے کہ ۵۲ھ یوم عاشورا جمعہ کا دن تھا

پس حضرت معاویہؓ کا آخری حج ۵۱ھ میں ہوا۔ پس وہ روایت باطل ہو گئی جس میں مذکور ہے کہ ۵۱ھ میں یزید امیرالحج تھا ۔

اصل میں ناصبی یزید ابن معاویہ کو خوبیوں اور محاسن کا مجسمہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ۔ جب کوئی صحیح روایت میسر نہیں آتی تو کھینچ تان کر اور نہیں تو حضرت معاویہؓ کے اعمال حسنہ میں سے انتزاع کرکے یزید کے نامۂ اعمال میں درج کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ۔ مگر حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے ۔

خود عباسی صاحب بھی ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس سے قبل ۵۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے بیعت یزید کے بارے میں ام المومنین سے مشورہ کیا تھا ۔ (تحقیق مزید ص۱۴۲)

اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۱ھ میں حضرت معاویہ رض امیر الحج تھے یزید نہ تھا۔ محدثین و مؤرخین کی تصریحات اور واقعات ثابتہ کی روشنی میں یہ حقیقت نمایاں ہوگئی کہ یزید ابن معاویہ کو کسی ایک سال بھی امارت حج نصیب نہ ہو سکی۔ اور عباسی صاحب کے دعویٰ کی اساس رعلے شفا جرف ھار) بھی (فانھاربہ) ہوگئی۔

ظلم یزید اور فسق یزید

عباسی صاحب نے رشد یزید اور عدالت یزید پر تین چیزوں سے استشہاد کیا ہے :۔

۱۔ غزوہ قسطنطنیہ میں صحابہ نے یزید کی امارت میں شرکت کی۔

۲۔ امارت حج کے زمانہ میں اسکی امارت میں حج کیا، نیز انہی ایام میں اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں امیر یزید کی قیادت میں شریک جہاد ہوئے اور تین سال متواتر ان کی امارت میں حج کرنے سے ثابت ہے کہ امیر یزید کے کردار میں مطلق کوئی خامی یا قابل اعتراض بات نہ تھی۔ (تحقیق مزید ص ۴۴)

۳۔ اسکی ولی عہدی کی بیعت پر صحابہ متفق تھے۔

ان تینوں چیزوں پر گذشتہ صفحات میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے ان چیزوں سے رشد یزید اور عدالت یزید کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ فسق امیر کی وجہ سے جہاد اور حج ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اس بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رض کا ایک فتوےٰ شرح السیر الکبیر ص۱۰۵ کے حوالے سے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حکام کے محدثات مکروہ جہاد سے مانع نہیں ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد

امام ابن تیمیہؒ ایک طویل اور مطنب تمہید کے بعد (کہ امام اگر فاسق ہو اس میں ظلم اور معصیت پائی جاتی ہو تو بھی اس پر خروج جائز نہیں، مگر کہ اس میں کفر پوری طرح ظاہر ہو) اسکے مظالم پر صبر کرنا چاہیے۔ اس تسلسل سے انہوں نے اہل السنۃ کا مذہب اس طرح نقل فرمایا کہ آئمہ جور کی اطاعت بھی جب وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیں واجب ہے۔ اگر وہ نمازیں پڑھائیں تو ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، عیدین اور جمعات کی امامت میں ان کی اقتداء کریں۔ جہاد اور امر بالمعروف میں ان کا تعاون کریں ورنہ شعائر اسلامیہ مٹ جائیں گے۔ اور امور شرعیہ میں بالکل تعطل پیدا ہو جائیگا۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

اذا تبین ذالک فالقول فی یزید کالقول فی اشباھه من الخلفاء الملوک فمن وافقهم فی طاعة الله کالصلوٰة والحج والجهاد والامر بالمعروف والنهی عن المنکر وکذالک صالحو المومنین کعبد الله ابن عمر وامثاله ومن صدقهم بکذبهم واعانهم بظلمهم کان من معینین علی الاثم والعدوان المستحقین الذم

جب یہ ضابطہ ظاہر ہو گیا پھر یزید ابن معاویہ کے بارے میں وہی قول ہے جو اس جیسے بادشاہ خلیفوں میں ہے پس جو کوئی اللہ کی اطاعت میں ان کی موافقت کرے گا نماز حج جہاد۔ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر جیسا نیکوکار مومنوں کا کام ہے۔ مثل عبداللہ ابن عمرؓ وغیرہم اور جس نے ان کی جھوٹی بات کی تصدیق کی اور ان کے ظلم پر ان کی اعانت کی انہوں نے اثم اور عدوان پر تعاون کیا وہ

والعقاب۔ منہاج السنۃ ج ۲)   قابل مذمت اور لائق سزا ہیں۔

خود عباسی صاحب نے بھی امام ابن تیمیہؒ کی ایک عبارت سے اس مسئلہ پر استشہاد کیا ہے۔ کہ اہل السنۃ والجماعت کا مشہور مذہب یہی ہے۔ کہ

لا یرون الخروج علی الائمۃ وقتالھم بالسیف وان کان فیھم ظلم۔ بحوالہ منہاج السنۃ   کہ ائمہ پر خروج اور قتال بالسیف جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظالم ہوں۔

اور منہاج السنۃ کے اسی صفحہ پر اس سے ذرا متصل پہلے احناف کا مسلک لکھا ہے لا نری الخروج علی الائمۃ ولو جاروا ہم ائمہ کے خلاف خروج جائز نہیں سمجھتے۔ اگرچہ وہ ظلم کریں۔

جب عباسی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ فسق امام کی وجہ سے خروج جائز نہیں جب تک کفر بواح کا ظہور نہ ہو تو ان ہی ائمہ جور کی اقتداء میں نمازیں پڑھی جائیں۔ ان کی معیت میں جہاد کیا جائے اور اگر وہ حج کریں تو ان کی امارت میں حج کیا جائے۔ تو صحابہ کا جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی سرکردگی میں شریک ہونا کس طرح دلیل بن سکتا ہے عدالت یزید پر۔

امارتِ حج تو۔ جیسے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یزید کے لئے کسی سال بھی ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر بالفرض ایسا ہوتا تو کیا صحابہ فسق یزید کی وجہ سے حج ترک کر دیتے۔ حجاج بن یوسف جو باتفاق المسلمین یزید سے زیادہ ظالم تھا جس کے ظلم پر صحیح بخاری کی روایت شاہد ہے ص۱۰۴۷ ج ۲۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اسکی امارت میں بھی حج کیا۔ صحیح بخاری ص۱۳۲ و ۲۲۵

رہی تیسری چیز کہ یزید کی ولی عہدی پر صحابہ کا اجماع تھا۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ اجماع تو جیسا کچھ تھا اسکی کیفیت گذشتہ صفحات میں

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ بوقت ولیعہدی ۶۳ھ تک یزید کا فسق ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جب اس کا فسق ظاہر ہوا تو صحابہ کرام اس بارے میں مختلف ہو گئے کہ اس کی بیعت سے نکل جائیں یا اس پر مستقیم رہیں۔ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آئیگی۔ چنانچہ اہل مدینہ کی اکثریت نے اسی فسق کی بنا پر ربقہ اطاعت یزید اتار دیا تھا اور خلع بیعت کا اعلان کر دیا تھا۔ البتہ بعض اشخاص پھر بھی بیعت پر مستقیم رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جو ولی عہدی کی تجویز کے زبردست مخالف تھے اور بعد از مرگ معاویہ رضؓ اثارت فتنہ کی وجہ سے بیعت خلافت یزید کر لی تھی۔ وہ خلع بیعت کے مخالف تھے کیونکہ اسے غدر سمجھتے تھے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ لما خلع اہل المدینۃ یزید ابن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو توڑ کر ربقہ اطاعت اتار پھینکا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی اولاد اہل وعیال اور گھرانے کو جمع کیا اور فرمایا انا بایعنا ھذا الرجل کہ ہم نے اس مرد کی یعنی یزید کی بیعت کی ہے اور بیعت کا توڑنا غدر ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ قیامت کے دن غدر کرنیوالے کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا۔ اسلئے تم سے جو کوئی بیعت توڑے گا کانت الفیصل بینی وبینہ اس کا اور میرا کوئی تعلق نہیں۔ صحیح بخاری صـ ۱۰۵۳

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ نے عبداللہ ابن مطیع کو بھی ان کے گھر جا کر سمجھایا کہ بیعت توڑنا درست نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے ایسے شخص کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔ یعنی کہ وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (صحیح مسلم ص۱۲۸ ج ۲ البدایۃ والنہایہ ص۲۳۳ ج ۸)

بیشک حضرت ابن عمرؓ نے یزید کی بیعت نہیں توڑی جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اور تمام گھرانے کو مستقیم رہنے کی تلقین کی احباب کو بھی منع فرمایا۔ ان کے پیش نظر فرمودات رسول ؐ تھے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید ابن معاویہ عادل و راشد تھا۔ چنانچہ انہوں نے بیعت توڑنے پر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے وعید کی حدیث سنائی۔ مگر یزید کی مدحت سرائی میں چنداں تقریر نہیں فرمائی۔ فاسق امیر پر بھی خروج جائز نہیں مگر یہ کہ اس سے کفر کا پوری طرح ظہور ہو یا بصورت دیگر بغیر کسی مفسدہ عظیمہ کے امام عادل کا تمکن ممکن ہو۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں اور بعض دوسرے محققین نے صحیحین کی روایات سے استنباط کر کے تصریح کی ہے۔

مدینہ کی اکثریت یزید سے برگشتہ ہو گئی تھی اور وہ بھی صحابہ اور تابعین ہی تو تھے، معمولی اشخاص نہ تھے۔ بے شمار لوگ واقعہ حرہ میں مقتول ہوئے۔ حضرت ابن عمرؓ کے استدلال کی رو سے کیا وہ سبھی جاہلیت کی موت مرے العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ حاشا وکلا، صحابہ و تابعین کے اکثر و بیشتر افراد درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حکم استنباط کیا تھا وہ یہی تھا کہ خروج سے گریز کیا جائے اور وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہے اور جن لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تھی ان کے پاس بھی کوئی دلیل ہوگی، ورنہ مدینۃ الرسول کے باشندے جن کی اکثریت صحابہ و تابعین پر مشتمل تھی کس طرح جاہلیت

کی موت کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ فسق یزید و ظلم یزید بلاریب اظہر من الشمس تھا۔ اختلاف
خلع بیعت میں تھا جس نے جو صورت صحیح سمجھی اس پر عمل کیا۔ (کذا فی نبراس شرح
شرح العقائد مولانا عبد العزیز عثمانی و تقریر الجنجوہی ص۳۷ و ۳۸)

اس کی نظیر یوں سمجھیں کہ حضرت احنف ابن قیس سے مروی ہے کہ
میں گھر سے نکلا حضرت علی رض کی امداد کے لئے کہ حضرت ابو بکرہ سے میری
ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ
میں علی رض کی امداد کے لئے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا آرام کریں میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اذا التقے المسلمان بسیفیہما	کہ جب دو مسلمان تلوار سے لڑیں تو
فالقاتل والمقتول فی النار	قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

(صحیح بخاری ص۹ و ص۱۰۱۵ و ص۱۰۴۸ و ص۱۰۴۹)

حضرت ابو بکرہ جنگ جمل میں اسلئے شریک نہیں ہوئے کہ انہوں نے آنحضور
صلے اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ بالا حدیث سنی تھی۔ اور حضرت ابو بکرہ کا یہ
استنباط جنگ جمل کے متعلق صائب سمجھا جائے تو سبھی شرکائے جنگ جہنمی ہو جاتے
ہیں جن میں وہ بھی ہیں جو نص صریح سے جنتی ہیں۔ حاشا وکلا نعوذ
باللہ من ذالک الوہم۔

لہذا تاویل کرنی پڑے گی کہ مجتہدین حیز وعیدات سے خارج ہوتے ہیں
جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے اس روایت کے سلسلے میں اسی اعتراض کے جواب
میں لکھا ہے:۔

ان الوعید لا یتناول المجتہد	کہ وعید تاویل کرنیوالے مجتہد کو شامل

الستادل وان کان مخطئاً | نہیں ہوتی۔ اگر وہ مجتہد اپنے اجتہاد
منہاج السنہ ص۱۵۹ ج ۲ | میں خطا کر گیا ہو

یہی حال حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ اور دوسرے اہل مدینہ کا ہے حضرت ابن عمرؓ نے جو سمجھا اس پر سختی سے کاربند رہے۔ اور دیگر اہل مدینہ نے جو سمجھا اس پر عمل پیرا ہوئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کیا عجب ہے کہ اہل مدینہ جنہوں نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی ان کے احاطہ علم میں یزید کا فسق و فجور اور ظلم و تعدی اتنی زیادہ ہو گئی ہو کہ انہوں نے بیعت کو توڑنا واجب سمجھا ہو صحیح بخاری کی ایک روایت میں استثنا بھی ہے۔ الا ان تروا کفراً بواحاً عندکم من اللہ برھان (صحیح بخاری ص۱۰۴۵) کہ اولوالامر کی منازعت نہ کریں۔ مگر جب کہ ان میں واضح کفر دیکھیں جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے برہان ہو

صحیح مسلم کی بعض روایات میں ایک شرط بھی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عوف ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ شریر قسم کے حکمران بھی ہوں گے جو لوگ امور منکرہ میں ان کا تعاون کریں گے وہ ہلاک ہوں گے اور جو لوگ انکار کریں گے اور ان سے بیزاری کا اعلان کریں گے وہ محفوظ ہوں گے۔ صحابہ نے دریافت کیا۔ افلا نقاتلھم یا رسول اللہ۔ افلا ننابذھم بالسیف آیا ہم ان سے قتال نہ کریں آیا ہم انہیں تلوار کے ذریعے اقتدار سے نہ اتار دیں۔

آپؐ نے فرمایا لا ما صلوا لا ما اقاموا الصلٰوۃ فیکم۔ نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کریں تم ان کے ساتھ مقاتلہ نہ کرو۔

(صحیح مسلم ص۱۲۸ و ص۱۲۹ ج ۲)

عین ممکن ہے کہ اہل مدینہ جنہوں نے بیعت توڑ ڈالی تھی وہ بھی صحابہ اور صحابہ زادے تھے۔ ان کی روش حضرت ابن عمرؓ کے قیاس سے زیادہ درست ہو۔ بلکہ اگر یہ لوگ اول مرحلہ میں ہی بیعت نہ کرتے اور مصائب برداشت کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل روایت اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہے :-

قال ابوھریرۃؓ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یھلک الناس ھذا الحی من قریش قالوا فما تامرنا قال لو ان الناس اعتزلوھم۔

صحیح بخاری ص ۵۰۹ ج ۱ اور صحیح مسلم ص ۱۰۴۳ ج ۳۹۶

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو ہلاک کردے گا۔ قریش کا یہ قبیلہ صحابہ نے عرض کیا، پھر ہمیں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کاش لوگ ان سے الگ ہو جاتے۔

فسق یزید متفق علیہ ہے

بہرحال جن صحابہ و تابعین نے بیعت توڑی تھی انہوں نے یزید کو فاسق و فاجر سمجھکر بیعت توڑی تھی اور جو بیعت پر ثابت رہے مثلاً عبداللہ ابن عمرؓ وہ اسلئے کہ بیعت توڑنا غدر ہے اور یہ جائز نہیں خواہ امیر فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ جملہ صحابہ میں اختلاف خلع بیعت میں تھا۔ عدالت یزید اور فسق یزید کا قضیہ زیر بحث نہیں تھا۔ فسق یزید بہرحال مجمع علیہ تھا۔ اور بعد میں بھی لعنت یزید کا مسئلہ زیر بحث رہا ہے۔ ظلم یزید اور فسق یزید متفق علیہ رہا۔ اگر کتب تواریخ میں اسکے خلاف کوئی مواد پایا جاتا ہے تو وہ نواصب کی

بے سند اور منقطع روایات ہیں، کوئی پختہ اور صحیح روایت نہیں ہے۔

ولایت یزید ارشادات النبیؐ کے آئینہ میں

یعنی ظلم یزید اور فسق یزید پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

مندرجہ ذیل احادیث سے ظلم یزید اور فسق یزید کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یھلک الناس ھذا الحی من قریش قالوا فما تامرنا قال لو ان الناس اعتزلوھم۔

(صحیح بخاری ص۱۰۴۲ و ص۵۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاک کر دے گا لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ۔ لوگوں نے عرض کی پھر ہمیں کیا حکم ہے فرمایا کاش یہ لوگ ان سے جدا ہو جاتے۔

۲- قال ابوھریرۃؓ سمعت صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم ھلکۃ امتی علی ایدی اغیلمۃ من قریش۔

(صحیح بخاری ص۱۰۴۲ ج ۲ و ص۵۰۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صادق المصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔

ہلاکت امت کی تشریح و اغلیمہ من قریش کی تعیین

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ہلاکت امت کی تشریح کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرۃؓ ہی سے ایک روایت نقل فرمائی ہے :-

قال ان اطعتموھم ھلکتم ای فی دینکم وان عصیتموھم اھلکوکم ای فی دنیاکم بازھاق النفس او بالمال او بھما۔ (فتح الباری ص۱۳ ج ۷)

کہ فرماتے ہیں کہ اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی باعتبار دین کے اور اگر ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے یعنی باعتبار دنیا کے نفس کے تلف کر دینے یا مال کے یا دونوں کے ضائع کر دینے سے۔

شاید اسی وجہ سے وہ امراء جور کی تعیین نہیں فرماتے تھے بلکہ کنایۃً کرتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امراء جور کے ناموں سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے۔ لو شئت لاسمیھم اگر میں چاہوں تو ان کے نام تک بیان کردوں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو وعاء محفوظ کئے ایک کی اشاعت کر دی ہے اور دوسرے کی اشاعت کروں تو یہ اندیشہ ہے کہ یہ بلعوم کاٹ دی جائے اما الآخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم (صحیح بخاری ص۲۳) دوسرے وعاء العلم میں امراء جور کے اسماء تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ انہیں صراحۃً بیان کرنے میں فتنہ سمجھتے تھے۔ البتہ کنایۃً ان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

مولانا احمد علی السہارنپوری المحدث اسی روایت کے حاشیہ میں لکھتے

ہیں کہ کان ابوھریرۃ یکنی عن بعضھم کقولہ اعوذ باللہ من راس الستین وامارۃ الصبیان یشیر بہ الی خلافۃ یزید ابن معاویۃ۔ ابوہریرہ کنایۃً بعض امراء جور کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ مثلاً فرمایا کرتے تھے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آخری حصہ اور بچوں کی امارت سے یزید ابن معاویہ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

فی روایۃ ابن ابی شیبۃ ان اباھریرۃ کان یمشی فی الاسواق ویقول اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان (ص ۱۳ ج، فتح الباری)	ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بازاروں میں چلتے اور دعا کرتے تھے اے اللہ مجھے ۶۰ھ اور امارۃ الصبیان نہ پا سکے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی دعا مقبول ہوئی اور ۵۹ھ میں فوت ہو گئے اور امارۃ الصبیان کی روایت سے بچ گئے ۶۰ھ کے آخر میں حضرت معاویہؓ نے وفات پائی اور یزید ابن معاویہ کی خلافت سے امارۃ الصبیان کا آغاز ہوا اور یہی وہ اغلیمۃ من قریش کے مصداق ہیں جن کے ہاتھوں امت کی ہلاکت مقدر تھی۔

نوٹ:۔ امارۃ الصبیان اور امارۃ السفہا کے الفاظ سے مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ علامہ ابن حجر الہیتمی لکھتے ہیں:۔

وفی روایۃ صحیحۃ انی اتخوف علی امتی ست خصال امارۃ الصبیان وفی روایۃ من	ایک صحیح روایت میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں امت پر چھ چیزوں سے خائف ہوں ایک بچوں کی

امارة السفهاء وصح انه صلی اللہ علیہ وسلم قال لکعب ابن عجرة اعاذک اللہ من امارة الصبیان (تطہیر الجنان ص۶۵)

حکومت سے اور ایک روایت میں بے عقلوں کی حکومت سے اور صحیح روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب ابن عجرہ کو فرمایا تھا

۱۔ الحافظ نور الدین علی ابن ابی بکر الہیتمی لکھتے ہیں :۔
امارة الصبیان اور امارة السفہاء کی حدیث امام احمد، بزار اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں روایت کی ہے۔
واحد اسنادی الکبیر رجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ص۲۴۵ ج ۵)
اعاذک اللہ واعیذک من امارة الصبیان کی روایات امام احمدؒ نے نقل کی ہیں۔ (مسند امام احمد ص۳۲۱ ج ۳ و ص۳۹۹ ج ۳)

۲۔ علامہ ابن حجر المکی الہیتمی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :۔

وفی حدیث رواتہ ثقات نعوذ باللہ من راس الستین وفی روایۃ من سنۃ ستین ومن امارة الصبیان
تطہیر الجنان ص۶۶

ایک حدیث میں ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ لیتے ہیں ۶۰ھ کے آخر سے اور ایک روایت میں ہے ۶۰ھ اور امارة الصبیان سے۔

۳۔ عن حذیفۃ ابن الیمانؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعاة علی ابواب جہنم من اجابہم الیہا قذفوہ فیہا
صحیح بخاری ص۱۰۴۹

حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دعوت دینے والے ہوں گے جہنم کے دروازوں پر جو ان کی اجابت کرے گا وہ انہیں جہنم میں پھینک دیں گے۔

صحیح بخاری کی یہ حدیث ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے کہ امت پر کچھ ایسے حکمران بھی ہوں گے دعاۃ علی ابواب جہنم کا مصداق ہونگے جو انکی اجابت کرے گا وہ انہیں جہنم میں پھینک دیں گے۔ کہ دعاۃ علی ابواب جہنم وہی اغیلمۃ من قریش اور صبیان نوخیز نوجوان حکمران ہیں جن سے ابوہریرہؓ پناہ مانگتے تھے جو ۶۰ھ کے بعد ہوں گے (ان اطعتموھم ھلکتم اے فی دینکم) روایت اول و ثانیہ کی تشریح کے سلسلے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

۴۔ عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف بعد الستین اضاعوا الصلوات واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔ مسند امام احمد ص۳۸ ج ۳

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ۶۰ھ کے بعد کچھ ناخلف جانشین ہوں گے۔ نمازیں ضائع کر دیں گے اور خواہشات کی اتباع کریں گے اور عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔

البدایہ والنہایہ ص۲۳۰ ج ۸ ۔ تفسیر ابن کثیر ص۱۲۵ ج ۳

علامہ الہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں رواہ احمد ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص۲۳۱ ج ۶)

علامہ فتح القدیر فخلف من بعدھم الایہ کی تفسیر میں اس روایت کو نقل فرما کر لکھتے ہیں:-

اخرجہ احمد وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن حبان و الحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی فی شعب

تفسیر فتح القدیر ص۳۲۹ ج ۳

۵۔ عن سعد ابن ابی وقاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکید اہل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء

صحیح بخاری ص۲۵۲ ج ۱

حضرت سعد ابن ابی وقاص رض سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے نہ داؤ کریگا کوئی بھی اہل مدینہ سے مگر پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔

۶۔ عن سعد ابن ابی وقاص وابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار ذوب الرصاص

صحیح مسلم ص۴۴۱ و ص۴۴۵ ج ۱۔
مسند الامام احمد ص۱۸۱ و ص۱۸۳ ج ۱

حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ نہ کرے گا۔ مگر کہ اللہ تعالیٰ آگ میں پگھلا دے۔ جیسے قلعی آگ میں پگھل جاتی ہے۔

۷۔ عن ابی ہریرۃ رض یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد اہل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔

ابن ماجہ ص۲۳۲ مسند الامام احمد ص۲۷۹ ج ۲ و ص۳۰۹ ج ۲ و ص۳۳۰ ج ۲ و ص۳۵۷ ج ۲

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

اس روایت کے متعلق علامہ الہیثمی لکھتے ہیں قلت روی ابن ماجہ طرفا منہ و

رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح ۔ مجمع الزوائد ص۳۰۶ ج ۳

مسند بزار میں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل روایت مروی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے جسے ابن ماجہ اور امام احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۸۔ عن جابر ابن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخاف اهل المدینة فقد اخاف ما بین جنبیی ۔ مسند الامام احمد ص۳۵۴ و ص۳۹۳ ج ثالث

حضرت جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اسنے میرے دل کو خوفزدہ کیا جو میرے جو میرے پہلو میں ہے

یہ حدیث صحیح ہے ۔ علامہ الہیثمی لکھتے ہیں رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح ۳۹۲

۹۔ عن عبادة ابن الصامت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال اللهم من ظلم اهل المدینة واخافهم فاخفه وعلیه لعنة اللہ وملائکته والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل

رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجالہ رجال الصحیح ۔ مجمع الزوائد ص۳۰۶ ج ۳

حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی دعا کی اے اللہ جس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا اور انہیں خوفزدہ کیا تو بھی اسے خوفزدہ کر اس پر اللہ کی لعنت تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت نہ اسکی توبہ قبول نہ اسکا فدیہ قبول ۔

۱۰۔ عن السائب ابن خلاد قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ عزوجل وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا و عدلا
مسند الامام احمد ص۵۵ و ص۵۶ ج ۴

سائب ابن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اہل المدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ عزوجل اسے خوفزدہ کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اور لوگوں اور سب فرشتوں کی لعنت اللہ تعالیٰ اس سے نہ اسکی توبہ قبول کریگا اور نہ اسکا فدیہ قبول کرے گا

حضرات سعد ابن ابی وقاص، ابوہریرہ، عمر فاروق، جابر ابن عبداللہ اور عبادہ ابن الصامت، سائب ابن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات کا اولین مصداق یزید ابن معاویہ ہے جیسا آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

یزید ابن معاویہ کے بارہ میں صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی آراء مبارکہ

گذشتہ صفحات میں قارئین کرام پڑھ چکے ہیں، ظلم یزید و فسق یزید کے بارہ میں صحابہ کرام و تابعین عظام تقریباً متفق ہیں البتہ خلع بیعت کے سلسلے میں اختلاف تھا۔ ذیل کی سطور میں بعض صحابہ و تابعین کا تفصیلی طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ارشادات نبی ؐ کے آئمہ (ھذا الحی من قریش) (اغیلمۃ من قریش) (خلف بعد الستین) (راس الستین

وامارۃ الصبیان (من ظلم اہل المدینۃ واخافہ) کا جو عکس نمایاں ہوا کہ جس سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دل دہل گیا اسے بیان کرتے وقت لسان نبوت مرتعش ہوگئی تھی اور آپ نے فرمایا تھا لو اعتزل الناس عنھم اس عکس سے صحابہ کرام نے یزید ابن معاویہ کی ذات کو مشخص کیا ہے۔

۱۔ **حضرت ابوہریرہ** رض ان کے سامنے یزید کی ولیعہدی کا قضیہ پیش ہوا تھا یزید کے کردار، عادات و اطوار سے بھی بخوبی واقف تھے۔ انہیں یقیناً معلوم تھا کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودات یھلک الناس ھذا الحی من قریش۔ اغیلمۃ من قریش۔ ومن اخاف اہل المدینۃ کا اولین مصداق یزید ابن معاویہ ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے (لو شئت لاسمیتھم) اگر میں چاہوں تو انکے نام تک بتلادوں، لیکن فرماتے ہیں اگر میں ان کی اشاعت کروں تو میری شاہرگ کاٹ ڈالی جائے قطع ھذہ البلعوم اور دعا کرتے تھے اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین وامارۃ الصبیان کہ اے اللہ مجھے سنہ ۶۰ھ اور امارۃ الصبیان کا زمانہ نہ پاسکے۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ سنہ ۵۹ھ میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۔ **حضرت ابوسعید الخدری** رض قصہ ولایت عہد یزید ان کے سامنے پیش آیا اور خلافت یزید کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ بھی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے آئینہ میں یزید ہی کی تصویر دیکھ رہے ہیں چنانچہ روایت فرماتے ہیں :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

بقول خلف بعد الستین اضاعوا الصلوٰت واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا۔ مسند الامام احمد صہ ۳۸ ج ۳ تفسیر ابن کثیر صہ البدایہ والنہایہ صہ ۲۳۔ تفسیر فتح القدیر صہ ۳۲۹ ج ۳ مجمع الزوائد صہ ۲۳۱ ج ۶

کہ آپ فرماتے تھے ۶۰ھ کے بعد نااہل حکمران ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور خواہشات کی پیروی کریں گے۔ عنقریب وہ ملیں گے گمراہی کو

یہ بزرگوار صحابی ۶۳ھ یوم الحرہ کو بھاگ کر ایک غار میں روپوش ہو گئے۔ ایک رجل شامی بھی جا پہنچا۔ چنانچہ تلوار بے نیام کر دی۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ اسنے مجھے قتل کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ تو میں نے تلوار نیام میں کر لی اور یہ آیت پڑھی انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحاب النار وذالک جزاء الظلمین کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ تو میرا اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے پس ہو جائے اصحاب النار میں سے اور یہی سزا ظالموں کی ہے (اسکو شاید رحم آگیا) دریافت کیا تم کون ہو۔ میں نے کہا میں ابو سعید الخدری ہوں۔ اسنے کہا رسول اللہ کا ساتھی۔ میں نے کہا ہاں، پس وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ البدایہ والنہایہ صہ ۲۲۱ ج ۸

۳۔ حضرت جابر ابن عبداللہ اور ان کے دو بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم

انہوں نے بھی خلافت یزید کے مناظر دیکھے اور ثمرات خلافت یزید کا ذائقہ چکھا۔ اور الصادق المصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (من اخاف اھل المدینۃ اخاف ما بین جنبی) جس نے اہل مدینہ کو خائف کیا اسنے میرے دل کو میرے پہلوؤں میں خوفزدہ کر دیا) کو یزید ابن معاویہ پر منطبق کیا امام احمد ابن حنبل رح نے اس قول کو روایت کیا (مسند صہ ۳۹۳ ج ۳۔

اور علامہ الہیثمی فرماتے ہیں۔ رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح ۔ (مجمع الزوائد صہ ۳۰۶ ج ۳)
حافظ ابن کثیر نے دار قطنی سے نقل کیا ہے۔ حضرت جابرؓ کے دو بیٹے محمدؓ و عبدالرحمنؓ ارشاد
فرماتے ہیں کہ ہم یوم حرہ کو اپنے باپ جابرؓ کے ساتھ نکلے۔ اس وقت آپ نابینا ہو
چکے تھے (آپ نے فرمایا تعس من اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہلاک ہو جس نے آنحضورؐ کو خوفزدہ کیا۔ ہم نے کہا۔ اے ابا جان کوئی حضورؐ کو بھی
خوفزدہ کرتا ہے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے
فرمایا جس شخص نے انصار کے اس قبیلہ کو خوفزدہ کیا ہے اس نے (ما بین ھذین
کو خائف کیا ہے (وضع یدہ علی جنبیہ یعنی آپ نے ہاتھ اپنے پہلوؤں
کے مابین رکھا اور فرمایا کہ ان کے درمیان جو کچھ ہے یعنی دل (البدایۃ والنہایۃ
صہ ۲۲۳ ج ۸ ۔ وفاء الوفاء صہ ۴۵ ۔ مسند الامام احمد صہ ۳۵۲ ج ۳ ۔

حضرت جابرؓ سے ایک روایت مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ ایک اوقیہ سونے کو ایک بڑے
میں محفوظ کر رکھا تھا (فقلت لا تفارقنی زیادۃ رسول اللہ علیہ وسلم
قال فکان فی کیس لی فاخذہ اھل الشام) یعنی میرا اپنے دل
سے عہد تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عطیہ کو اپنے سے جدا نہیں ہونے
دوں گا لیکن وہ بھی یوم حرہ کو شامیوں نے لوٹ لیا۔ (صحیح مسلم صہ ۲۹ ج ۲
مسند امام احمد صہ ۲۹۹ و صہ ۳۱۲ و صہ ۳۰۶ ج ۳)

۴۳ حضرت معقل ابن السنان الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن قتیبہ ان کے متعلق لکھتے ہیں، کہ آنحضور
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ فتح مکہ میں حاضر ہوئے اور یوم حرہ تک
زندہ رہے اور مسلم ابن عقبہ کے حکم سے نوفل ابن مساحق نے قتل کیا، کیونکہ

یہ یزید پر طعن و تشنیع کرتے تھے جیسا کہ یزید ابن معاویہ بشرب الخمر والطعن علیہ فحقد علیہ (المعارف لابن قتیبہ صـ۲۹۸)
کہ یزید ابن معاویہ کو شرابی کہتے ہیں اور اس پر طعن کرتے تھے پس اس نے اس وجہ سے کینہ اور دشمنی کی۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ مسلم ابن عقبہ نے انہیں امان دیکر پھر قتل کیا (تاریخ الاسلام للذہبی صـ۳۵۹) ان کی شان میں ایک شاعر کہتا ہے:۔

الا تلکما الانصار تبکی سراتھا واشجع تبکی علی معقل ابن سنان

خبردار! یہ انصار اپنے سرداروں کو روتے ہیں۔ یعنی جو یوم حرہ کو شہید ہوئے اور قوم الاشجعر معقل ابن سنان

اصابہ صـ۴۲۶ ج ۳ ۔ وفاء الوفاء صـ۱۲۳ ج جمہرۃ الانساب ۔

۵۔ **حضرت مسور ابن مخرمہؓ** متفق علیہ امر ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ عباسی صاحب کو تسلیم ہے کہ حضرت مسور ابن مخرمہ نے بھی امیر المومنین یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اور مکہ میں خاموش بیٹھ گئے تھے تبصرہ محمودی صـ۱۶۳ ج ۲

انہوں نے بھی یزید کو شراب نوش کہا تھا۔ یزید کے حکم سے عامل مدینہ نے انہیں حد لگائی تھی۔ اس پر حضرت مسورؓ نے مندرجہ ذیل شعر کہا تھا:۔

ایشربہا صرفا یفک ختامہا ابو خالد و یجلد الحد المسور

تعجب ہے کہ مہر توڑ کر خالص شراب ابو خالد پیئے اور حد مسور کو لگائی جائے

یہ واقعہ ۶۳ھ سے قبل مدینہ منورہ میں پیش آیا اس کے بعد حضرت مسور ابن مخرمہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور حصار مکہ کے دوران جب حرم مکہ پر منجنیقوں سے سنگباری کی گئی تو انہیں حطیم میں نماز پڑھتے ہوئے ایک پتھر لگا جس

سے یہ شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۶۔ حضرت عبد اللہ ابن زید ابن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بلند پایہ صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں شرکت کے بارہ میں اختلاف ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت فرمائی ہے بدیں سبب حاکی وضوء رسول کے لقب کریم سے شہرت پذیر ہوئے۔ وحشی کی معیت میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے۔ مخالفین یزید اور مخالفین بیعت کے ساتھ تھے پس یوم حرہ میں قتل کئے گئے۔ وتحقیق النصرہ ص۱۵۱ البدایہ والنہایہ ص۲۲۴ ج ۸ شذرات الذہب ص۲۷ ج ۱۔ العبر فی خبر من غبر ص۲ ج ۱۔ وفاء الوفاء ص۱۲۳

۷۔ الحارث ابن عبد اللہ ابن کعب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیعت رضوان کا شرف حاصل ہے یہ بھی یزید کے مخالفین اور مخالفین بیعت کے ساتھ تھے اور یوم حرہ میں شہید ہوئے شهد الحدیبیہ وقتل یوم الحرہ (تجرید اسماء الصحابہ ص۱۱۱)

۸۔ معاذ ابن الحارث ابو حلیمہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بلند مرتبہ صحابی ہیں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نمازِ تراویح کا امام مقرر کیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ابو عمر کا قول ہے کہ غزوہ خندق میں حاضر تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات سے صرف چھ برس پائے تھے۔ حافظ صاحب نے

۱۱ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ اور انکے آٹھ بیٹے دو برادر خیفی اور تین بھتیجے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین :-

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :-

قد قتل من الفریقین خلق من السادات والاعیان منھم عبداللہ ابن حنظلہ الغسیل واخوہ الخیفی محمد ابن ثابت ابن قیس ابن شماس

البدایہ النہایہ ص ۲۲۰ ج ۸

فریقین میں بہت سی مخلوق سادا[ت] اور اعیان میں سے قتل کئے گئے [ان] میں سے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ا[لغسیل] اور اسکے خیفی بھائی محمد ابن ثابت [ابن] قیس ابن شماس ہیں۔

قال ابن حزم قتل معہ ثمانیۃ من بنیہ جمہرۃ الانساب ص ۳۳۳

الوفاء ص ۱۳۳ ج ۱

ابن حزم کہتے ہیں عبداللہ ابن حنظ[لہ] کے آٹھ بیٹے بھی ان کی معیت میں شر[یک] تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غسیل [الملائکہ] کے فرزند ارجمند تھے وکان امیر الانصار یوم الحرۃ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت یوم حرہ و[الے دن شہید] ہوئے۔ محمد ابن ثابت ابن قیس ابن شماس ان کے خیفی بھائی تھے۔ و[ہ] بھی اپنے تین بیٹوں سمیت ان کی معیت میں شہید ہوئے۔ محمد ابن ثابت ابن قیس کو ابن سعد نے صحابہ کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ یہ اپنی اولا[د] سلیمان، یحییٰ اور عبداللہ سمیت اپنے بھائی عبداللہ ابن حنظلہ کی معیت میں شہید ہوئے۔ خلیفہ نے کہا کہ محمد ابن ثابت مولود لعہد النبی تھے۔ آنحضور نے ان کی تحنیک کی اور ان کا نام محمد رکھا۔ الاستیعاب۔

اسی قول کو راجح اور محقق قرار دیا ہے۔ کیونکہ ابن سعد اور ابو احمد حاکم نیز ابو حاتم الرازی متفق ہیں کہ یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ اور ابن حبان کا قول ہے کہ عاش تسعا وستین سنة۔ یعنی ۶۹ برس زندہ رہے پس معلوم ہوا کہ ۶۹ - ۶۳ = ۶ کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات سے چھ برس پا سکے ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار صحابی خلافت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نماز تراویح کے امام تھے۔ یزید کی مخالفت پر نہایت شدت سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ الاصابہ ص۱۰ حرف المیم القسم الاول۔

۹۔ واسع ابن حبان رض اور انکے بھائی سعد ابن حبان رض بلند مرتبہ صحابی ہیں بیعت رضوان کا شرف حاصل ہوا ہے یزید کی مخالفت پر شدت سے قائم رہے۔ یہاں تک کہ یوم حرہ میں شہید ہوئے اور ان کے بھائی سعد ابن حبان بھی ان کی معیت میں حدیبیہ میں حاضر تھے۔ نیز ان کی معیت میں یوم حرہ کو شہید ہوئے۔ گویا دونوں بھائی مخالفین بیعت سے تھے۔

شهد بيعة الرضوان والمشاهد بعدها وقتل يوم الحرة۔

الاصابہ ص۱۱۳ حرف الواو القسم الاول

۱۰۔ عبدالرحمٰن ابن عثمان رض یہ بزرگوار صلح حدیبیہ کے روز مسلمان ہوئے اور عبداللہ ابن الزبیر رض کے زبردست حامی تھے اور ان کی معیت میں شہید ہوئے۔

قتل معه عبدالرحمن ابن عثمان ممن اسلم يوم الحديبيا

تجرید اسماء الصحابہ ص۳۴۶ ج ۱۔ الاصابہ ص۱۷۱ حرف المیم القسم الاول شذرات الذہب ص۸۱ ج ۱ العبر فی خبر من غبر ص۶۲ ج ۱۔

عبداللہ ابن حنظلہ کے ایک اور خیفی بھائی - یحییٰ ابن ثابت ابن قیس ابن شماس تھے وہ بھی ان کے قوی بازو تھے اور ابن حجر لکھتے ہیں لہٗ رؤیۃ الاصابہ ص ۳۵۶ حرف الیاء القسم الثانی نیز لکھتے ہیں :-
قال خلیفۃ قتل یوم الحرہ کہ یوم حرہ کو شہید ہوئے ۔ اصابہ ص ۱۵۲ حرف المیم القسم الثانی فی ترجمہ محمد ابن ثابت

تحریر بالا سے قارئین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک ہی گھر کے چودہ افراد صحابہ اور صحابہ زادے یزید کی بغاوت میں مرتے دم تک مستعد رہتے ہیں۔ وقد ذکر ابن جریر الطبری ان عبداللہ ابن الغسیل کان یقول

بعداً لمن رام الفساد و طغیٰ	جو شخص فساد اور طغیان کا ارادہ کرتا
وجانب القصد و اسباب	ہے اور میانہ روی اور اسباب ہدایت
الھدیٰ لایبعد الرحمٰن الا	سے کنارہ کش ہوتا ہے اللہ کی پھٹکار
من عصیٰ	اسی عاصی اور نافرمان پر پڑتی ہے۔

وفاء الوفاء ص ۱۳۳ ج ۱

یہ ہیں ایک صحابی اور صحابی زادے کے خیالات یزید ابن معاویہ کے متعلق کہ وہ مفسد، طاغی، عاصی اور اسباب ہدایت سے کنارہ کش اور اللہ کی پھٹکار کا مستحق ہے اور اسکے گھرانے کے سب لوگ اور مدینہ طیبہ کے باشندوں کی اکثریت اس کی معیت میں تھی فاعتبروا یا اولی الابصار

۱۲ حضرت ابی الجہم ابن حذیفہ اور انکے بیٹے محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابو الجہم ابن حذیفہ بلند پایہ صحابی ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی جانب خصوصی التفات تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔

عباسی صاحب لکھتے ہیں، خلافت امیر معاویہؓ اور دوسرے قول کے مطابق فتنہ ایام ابن الزبیر میں فوت ہوئے۔ تحقیق مزید صـ ۳۸

دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زبردست حامی تھے ۶۴ھ جب یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا وہ اسوقت مکہ مکرمہ میں تھے اور بوقت بناء کعبہ انہوں نے بڑا کام کیا۔ ملخص من الاصابہ والاستیعاب

انکے ایک صاحبزادے محمد ابن ابی جہم ہیں، وہ بھی صحابی ہیں ولد بعہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل یوم الحرہ الاستیعاب صـ ۳۲۱

ان کے قتل کا واقعہ اسطرح ہوا کہ انہیں مسلم ابن عقبہ نے قصر العرصہ سے امان دیکر اتروایا اور پھر قتل کر دیا۔ جرم کیا تھا؟ وہی کہ یہ بھی اپنے والد محترم کی طرح حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے حامی تھے اور یزید کے زبردست مخالف تھے اور اسے فاسق، شرابی اور لئیم سمجھتے تھے۔ شهد محمد علیہ انہ یشرب الخمر یعنی محمد ابن ابی الجہم نے یزید کے خلاف شرب خمر کی شہادت دی۔ مسلم ابن عقبہ نے انہیں بڑا ملامت کیا اور کہا کہ تو امیر المومنین کی بیعت اس امر پر کر کہ تو اس کا غلام ہے اگر وہ چاہے تجھے غلام رکھے انہوں نے جواب دیا۔ بل ابایع علی انی ابن عم لئیم بلکہ میں اس امر کی بیعت کرتا ہوں کہ میں لئیم چچا کا بھتیجا ہوں پس مسلم بن عقبہ نے اسکے قتل کا حکم دیا۔

تاریخ الاسلام للذہبی صـ ۳۵۹ ج ۲

۱۳۔ حضرت زید ابن ثابت کاتب وحی و جامع قرآن کے سات بیٹے رضی اللہ ع...

ابن قتیبہ لکھتے ہیں قتل لزید ابن ثابت یوم الحرہ سب...
اولاد لصلبہ ۔ معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۰
کہ زید ابن ثابت کے سات صلبی بیٹے یوم الحرہ میں قتل کئے گئے ا...
ابناء الابناء والبنات یعنی پوتوں اور نواسوں کی تعداد اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے۔

۱۴۔ محمد ابن عمرو ابن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے متعلقین

محمد ابن عمرو صحابی ہیں لہ رویۃ کشف الاستار۔ اور آنحضور صلی ا...
علیہ وسلم نے ان کا نام محمد رکھا۔ اصابہ ص ۱۵۵ حرف المیم القسم الثانی
انکے والد محترم حضرت عمرو ابن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضور صلی ا...
علیہ وسلم نے نجران کا والی مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت انکی عمر سترہ برس کی
تھی۔ انہوں نے تحریک ولایت عہد یزید کی مخالفت کی تھی اور اس بارہ میں
حضرت معاویہ رض سے سخت گفتگو کی تھی۔ خود عباسی صاحب بحوالہ مسند ابی یعلی
لکھتے ہیں انہ تکلم معاویۃ فی امر بیعۃ یزید بکلام قوی
(تحقیق مزید ص ۵۵) غرضیکہ بیٹا بھی باپ کے نظریہ پر مستقیم رہا۔
یہانتک کہ شہید ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔
حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :۔
قد مر بہ مروان وھو متجدل فقال رحمک اللہ فکم من
ساریۃ قد رئیتک تطیل عندھا القیام والسجود البدایۃ والنہایۃ ص ۲۲۰ ج ...

یعنی مروان ابن الحکم جب اس کے پاس سے گذرا درآنحالیکہ وہ سنگسار کئے ہوئے تھے کہنے لگا اللہ تجھے رحم کرے میں تجھے مسجد نبوی کے کتنے ہی ستونوں کے پاس طویل قیام اور سجود کرتے ہوئے دیکھا۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں :

ویقال قتل مع محمد ثلاثة عشر رجلا من اهل بيته (الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۳۳۳ ج ۳) یعنی کہا جاتا ہے کہ محمد ابن عمرو ابن حزم کی معیت میں ان کے گھرانے کے تیرہ مرد قتل کئے گئے۔ رضی اللہ عنہم

۱۵ حضرت عبداللہ ابن مطیع اور انکے سات بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ بزرگوار مولود بعہد النبی ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک کی اور نام رکھا یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے انکے سخت مخالف تھے۔ یوم حرہ میں وہ قریش کے امیر تھے ان کے سات بیٹے یوم حرہ میں شہید ہوئے جب اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور اہل شام نے لوٹ مار شروع کردی تو یہ ایک عورت کے گھر چھپ گئے درآنحالیکہ وہ عورت بھی بےخبر تھی، ایک شامی اسکے گھر میں داخل ہوا اور اس نے عورت کے ساتھ بدفعلی کا ارادہ کیا، عورت نے پکارا جب شامی نے عورت کو پچھاڑ دیا تو حضرت عبداللہ ابن مطیع اٹھے اور اسے قتل کر دیا، عورت نے شکریہ ادا کیا من انت فداك ابي و امي۔ حضرت عبداللہ پھر مکہ میں چلے گئے اور پھر عبداللہ ابن زبیر کی معیت میں شہید ہو گئے۔ الاصابہ ص ۱۲۶ ج ۳ والبدایہ

۱۶ محمد ابن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ

یہ بزرگوار مولود بعہد النبی ہیں اور یوم حرہ میں مخالفین بیعت یزید کی معیت میں شہید ہوئے۔ الاصابہ ص ۱۵۱ ج ۳

۱۷ حضرت عبداللہ ابن صفوان رئیس مکہ و ابن رئیسہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگوار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے اور بڑی ستودہ

یعنی مروان ابن الحکم جب اس کے پاس سے گذرا درآنحالیکہ وہ سنگسار کئے ہوئے تھے کہنے لگا اللہ تجھے رحم کرے میں نے تجھے مسجد نبوی کے کتنے ہی ستونوں کے پاس طویل قیام اور سجود کرتے ہوئے دیکھا۔

حافظ ابن عبدالبر؁ لکھتے ہیں:

ویقال قتل مع محمد ثلاثة عشر رجلا من اهل بيته (الاستیعاب تحت الاصابہ ص۳۳۳ ج ۳) یعنی کہا جاتا ہے کہ محمد ابن عمرو ابن حزم کی معیت میں ان کے گھرانے کے تیرہ مرد قتل کئے گئے۔ رضی اللہ عنہم

۱۵۔ حضرت عبداللہ ابن مطیع اور انکے سات بیٹے رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ بزرگوار مولود بعہد النبی؁ ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک کی اور نام رکھا یزید کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسکے سخت مخالف تھے، یوم حرہ میں وہ قریش کے امیر تھے ان کے سات بیٹے یوم حرہ میں شہید ہوئے جب اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور اہل شام نے لوٹ مار شروع کر دی تو یہ ایک عورت کے گھر چھپ گئے درآنحالیکہ وہ عورت بھی بخبر تھی، ایک شامی اسکے گھر میں داخل ہوا اور اس نے عورت کے ساتھ بدفعلی کا ارادہ کیا، عورت تنہا تھی جب شامی نے عورت کو پچھاڑ دیا تو حضرت عبداللہ ابن مطیع اٹھے اور اسے قتل کر دیا، عورت نے شکریہ ادا کیا من انت فداك ابی و امی حضرت عبداللہ پھر مکہ میں چلے گئے اور پھر عبداللہ ابن زبیر کی معیت میں شہید ہو گئے۔ الاصابہ ص۳۶ ج ۳ والبدایہ

۱۶۔ محمد ابن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ

یہ بزرگوار مولود بعہد النبی؁ ہیں اور یوم حرہ میں حالعین بیعت یزید کی معیت میں شہید ہوئے۔ الاصابہ ص۱۵۱ ج ۳

۱۷۔ حضرت عبداللہ ابن صفوان رئیس مکہ و ابن رئیسها رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگوار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے اور بڑی ستودہ

خصائل کے حامل تھے کان سید اشریفاً مطاعاً یہ رئیس ابن رئیس تھے راوی حدیث ہیں، خلق کثیر نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کی بیعت کی اور اس پر مستقیم رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵ ج ۸

۱۸۔ عبدالرحمن ابن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

وقتل یومئذٍ عبدالرحمن ابن ابی قتادہ (تاریخ الاسلام للذہبی) کہ یوم حرہ میں عبدالرحمن ابن ابی قتادہ قتل کئے گئے مگر اصابہ اور اسد الغابہ میں عبدالرحمن ابن قتادہؓ کا ذکر موجود ہے جن کی وفات کا کوئی تذکرہ نہیں۔ واللہ اعلم

۱۹۔ عبدالرحمن ابن حویطب ابن عبدالعزیز القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے باپ مشہور صحابی ہیں اور بعض نے انہیں بھی صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے (اصابہ) یہ ام المومنین سودہؓ بنت زمعہ کے بھانجے ہیں (کتاب المحبر ص ۱۰) اور حضرت سعید ابن زیدؓ کے داماد ہیں (کتاب المحبر ص) اور صفین میں حضرت علیؓ کی معیت میں تھے اور حرہ میں شہید ہوئے (تاریخ الاسلام للذہبی ص ۳۵۵ جلد ثانی

۲۰۔ حبیب ابن ابی الیسر اخوہ یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما

لہ صحبۃ وقتل یوم الحرۃ ھو واخوہ یزید تجرید اسماء الصحابہ ص ۱۲۹

یہ صحابی ہیں، یوم حرہ کو یہ اور ان کے بھائی یزید شہید ہوئے یعنی دونوں بھائی مخالفین بیعت سے تھے اور مرتے دم تک مستقیم رہے۔

۲۱۔ محمد ابن اسلم ابن بجرہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نہ رویتہ ان کے لئے رویتہ کا ثبوت ہے اور امام بخاری نے ابن شاہین کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بھی روایت کی ہے وہ زیادتی کہتے ہیں کہ انہوں نے یوم حرہ میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں :-

ان تقتلونا یوم حرۃ واقم — فنحن علی الاسلام اول من قتل

ونحن ترکناکم ببدر اذلۃ — وابنا باسلاب لنا منکم نفل

اگر تم ہمیں قتل کرتے ہو حرہ واقم کے روز تو کیا ہوا ہم پہلے وہ لوگ ہیں جو اسلام پر قتل کئے گئے اور ہم نے تمہیں بدر میں ذلیل کرکے چھوڑا تھا اور تمہارے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ غنیمت میں لے کر لوٹے تھے۔ الاصابہ ص۵۱ حرف المیم القسم الثانی

یہی اشعار یوم حرہ میں ایک اور بزرگ نے بھی پڑھے۔ مقصود یہ ہے کہ حرہ کے روز یہ شعر بنائے گئے تو بطور رجز اور لوگوں نے بھی پڑھے۔

۲۲۔ ثابت ابن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعض نے انہیں صحابی اور راوی حدیث بتایا ہے اور بعض نے ان کی صحابیت میں شبہ ظاہر کیا ہے۔ مگر اتفاق ہے کہ یہ بزرگوار یوم حرہ کو شہید ہوئے۔ الاصابہ ص۲۰۳ حرف الثاء القسم الاول وتجرید اسما الصحابہ ص۶۲ ج ۱

۲۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن زمعہ اور انکے دو بیٹے

حضرت عبداللہ ابن زمعہ صحابی ہیں اور راوی حدیث ہیں۔ حضرت

ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ہیں کان یاذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضور پر داخل ہونے کی اجازت دیتے یعنی یہ ان کا منصب تھا تجرید اسماء الصحابہ

یہ بزرگوار اپنے دونوں بیٹوں سمیت یوم حرہ کو مخالفین بیعت کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے ہیں۔ ابن خیاط لکھتے ہیں حتے اتی بعبد اللہ ابن زمعہ فضربت عنقہ کہ عبداللہ ابن زمعہ لائے گئے پھر ان کی گردن ماردی گئی تاریخ خلیفہ ابن خیاط صہ ۲۳۰

علامہ ذہبی لکھتے ہیں قتل یوم الحرہ یزید ووھب ابنا عبد اللہ ابن زمعہ تاریخ الاسلام للذہبی صہ ۹۲

۲۴۔ عبدالرحمٰن ابن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن کو رویتہ اور صحابیت کا شرف حاصل ہے اور راوی حدیث بھی ہیں اور ان کے والد بزرگوار حضرت حاطب ابن بلتعہ مشہور بدری صحابی ہیں، جن کا صحیح بخاری میں ایک مشہور قصہ ہے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ حاطب منافق نہیں ہو سکتا کیونکہ شریک بدر تھا۔ (لعل اللہ اطلع علیٰ اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم انی قد غفرت لکم) یہ حضرت عبدالرحمٰن بھی مخالفین بیعت کی معیت میں یوم حرہ کو شہید ہوئے الاصابہ صہ ۶۷ حرف العین القسم الثانی

۲۵۔ عمران ابن ابی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بزرگوار بھی صحابی ہیں اور حرہ میں مخالفین بیعت کی معیت میں شہید ہوئے علامہ ذہبی لکھتے ہیں توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولہ ست سنین تاریخ الاسلام صہ ۳۵۸

۲۶۔ اصحاب عشرہ مبشرہ بالجنۃ علیہم الرضوان کے ابنائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۱۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین کے اول و اکمل ترین فرد ہیں، ان کے ایک صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ بھی جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ تحریک ولایت عہدی یزید کے زبردست مخالف تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے ہیں، کہ جب مروان الحکم نے خطبہ میں یزید کی ولی عہدی کی تجویز پیش کی تو انہیں برداشت نہ ہو سکا اور دوران خطبہ ہی بول پڑے، مسجد میں ہنگامہ کی صورت پیدا ہوگئی ۵۵ھ میں مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام پر فوت ہو گئے، رات کو سوئے اور ایسے سوئے کہ پھر جاگنا نہ نصیب ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الامر مکہ معظمہ میں لا کر دفن کئے گئے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ جب حج کے لئے تشریف لائیں، تو ان کی قبر پر حاضر ہوئیں اور نہایت ہی دردناک اشعار پڑھے۔ ان کی وفات سے یزید کی ولیعہدی کی تحریک کو کافی تقویت پہنچی۔ یہ حیات ہوتے تو یزید کی جانشینی شاید و باید۔

ان کے دوسرے صاحبزادے حضرت محمد ابن ابی بکر ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ربیب ہیں اور جمل اور صفین میں ان کے ساتھ تھے اور پھر ان کی طرف سے مصر کے امیر بنائے گئے۔ عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں قتل کئے گئے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت نہ پایا اور تحریک ولایت یزید کی بات تو بعد کی ہے

۲۔ حضرت امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ خلفاء الراشدین و مبشرین بالجنۃ

کے دوسرے فرد ہیں، ان کے ایک صاحبزادے عبداللہ ابن عمرؓ ہیں،
عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ جمل اور صفین کی جنگوں میں گوشہ نشین ر
یزید کی ولی عہدی کی تحریک کے مخالف تھے، لیکن جب یزید متغلب
جانشین ہوگیا، تو اثارتِ فتنہ کے اندیشہ سے بیعت کر لی تھی
پھر اس پر مستقیم رہے اور متعلقین کو بھی مستقیم رہنے کی تلقین کی
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ یزید کو خلیفہ راشد سمجھتے تھے یا عا
گمان کرتے تھے حاشا و کلا۔ البتہ خلع بیعت کے وہ مخالف تھے
ان کا اجتہاد تھا جو انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشا
سے استنباط کیا تھا۔ البتہ یوم حرہ کو جو قتل و قتال اور انتہاب عا
ہوا اسے وہ حرام اور ظلم سمجھتے تھے چنانچہ احیاء العلوم کے حوالہ سے
آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسکے بعد انہوں نے شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا
کہ حلال حرام کی تمیز اس طرح مرتفع ہوگئی تھی، کہ انہیں کوئی چیز بھی
حتمی طور پر حلال نہ معلوم ہوتی تھی اور مشتبہ اموال خواہ وہ خلیفہ بیت المال
سے ہی کیوں نہ ہو اس سے پیٹ بھر کر کھانا وہ تقوے کے خلاف سمجھتے
تھے۔ ان کے ایک لڑکے ابوبکر ابن عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب مخالفین
بیعت کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں قتل ابوبکر
ابن عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ تاریخ الاسلام للذہبی صفحہ ۳۵۸ ج ۲
اور ان کے بہنوئی ابراہیم ابن نعیم النحام زوج رقیہ بنت عمر ابن الخطاب
کان احد الرؤس یوم الحرہ۔ یعنی سرکردہ لوگوں میں سے تھے
یوم حرہ میں۔

تاریخ الاسلام للذہبی صفحہ ۳۵۸ ج ۲

۳۔ امیر المومنین حضرت عثمان ابن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلفائے راشدین اور مبشرین بالجنۃ کے تیسرے فرد ہیں، ان کے صاحبزادے سعید ابن عثمانؓ کے متعلق قارئین کرام بحوالہ البدایہ والنہایہ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے یزید کی ولایت عہد کے سلسلے میں حضرت معاویہؓ کو سخت عتاب کیا تھا۔

ان کے دوسرے صاحبزادے عمر بن عثمان تھے۔ وہ یوم حرہ میں بنو امیہ کے ساتھ نہ تھے۔ اسلئے وہ بھی زیر عتاب ہوئے۔ اگر وہ امیر المومنین عثمانؓ کے بیٹے نہ ہوتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ مسلم ابن عقبہ نے انہیں کہا تھا لولا انت ابن امیر المومنین عثمان لضربت عنقک اگر تو امیر المومنین عثمان کا بیٹا نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ قتل سے تو بچ نکلے، مگر جو انکی درگت ہوئی حافظ ابن کثیر کے الفاظ کے آئینہ میں اسکا منظر دیکھیں۔

ثم استدعی عمر ابن عثمان ابن عفان ولم یکن مع بنی امیہ فقال لہ انک ان ظہر اہل المدینۃ قلت انا معکم وان ظہر اہل الشام قلت انا ابن امیر المومنین۔ ثم امر بہا فنتف لحیتہ وکان ذالحیتہ کبیرۃ

پھر اس نے عمر ابن عثمانؓ کو بلایا وہ بنی امیہ کے ساتھ نہ تھے پس اس نے کہا کہ تو اگر اہل المدینہ کا غلبہ ہوتا تو کہتا میں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر اہل شام غالب آگئے تو کہتا ہے میں امیر المومنین عثمان کا بیٹا ہوں، پھر حکم دیا کہ ان کی داڑھی نوچ ڈالی جائے اور وہ بڑی داڑھی والے تھے۔

البدایہ والنہایہ ص۲۳۰

۴۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ

خلفائے راشدین و مبشرین بالجنۃ کے چوتھے فرد ہیں، ان کے

بڑے فرزند حضرت حسن ابن علیؓ تحریک ولیعہدی سے قبل ہی وفا
پا چکے تھے۔

ان کے دوسرے لخت جگر حضرت حسین ابن علیؓ یزید کی نامزدگی
زبردست مخالف تھے۔ یزید کی جانشینی کے بعد بھی بیعت سے انک
اور حرم مکہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔

کوفیوں کے مطالبہ پر حضرت مسلم بن عقیل کو تحقیق احوال کے
کوفہ روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کم وبیش بارہ ہزار کوفیوں نے بی
کی اور سلسلہ بیعت ابھی جاری تھا۔ حضرت مسلم نے کیفیت احوال سے
حسین ابن علیؓ کو مطلع کیا تو آپ مکہ مکرمہ سے مع اہل وعیال و رفقا
روانہ ہوئے۔ ابھی آپ کوفہ نہ پہنچے تھے کہ کوفہ کے حالات بدل
یزید ابن معاویہ نے کوفہ کے گورنر نعمان ابن بشیرؓ کو جو ایک صحابی
معزول کر کے عبید اللہ ابن زیاد کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے کوفہ
حالات پر قابو پا کر حضرت مسلم ابن عقیل کو قتل کر دیا اور حضرت حسی
کا راستہ روکنے کے لئے ایک فوجی دستہ روانہ کیا۔ پھر مزید فو
عمر ابن سعد کی سرکردگی میں ارسال کی۔ طف نامی ایک مقام پر میدان کر
میں محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کے ابتدائی عشرہ میں ایک ہولناک سانحہ پیش
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نواسہ شہید کیا اور ان کے ساتھ
اہل بیت کے افراد نہایت استقامت سے لڑ کر شہید ہوئے انا للہ وا
الیہ راجعون۔

حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا ا
کیوں خروج پر آمادہ ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ نے ایک خطبہ میں اس ام

واضح کر دیا جو انہوں نے میدان کربلا میں اپنے ساتھیوں کے سامنے دیا تھا۔ جسے بہت سے اہل السیر و تواریخ نے کتابوں میں نقل کیا ہے۔

لما احاطوا بالحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قام فی اصحابہ خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال قد نزل بی ماترون من الامر وان الدنیا قد تغیرت و تنکرت وادبر معروفہا حین لم یبق فیہا الاصبابۃ الاترون الحق لایعمل والباطل لایتناھی عنہ

کہ جب یزیدی افواج نے حضرت حسین کا احاطہ کر لیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ میرے ساتھ جو معاملہ درپیش ہوا ہے تم دیکھ رہے ہو دنیا بدل گئی ہے اور منکرات کا ظہور ہوا۔ اس کے معروف نے پشت پھیر لی۔ جب کہ اس میں تلچھٹ کے سوا کچھ نہ رہا۔

یرغب المومن فی لقاء اللہ عزوجل وانی لا اری الموت الا سعادۃ ولا اری الحیاۃ مع الظلمین الا ندما

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق عمل نہیں کیا جاتا اور باطل سے روکا نہیں جاتا مومن اللہ کی لقا میں رغبت رکھتا ہے اور تحقیق میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ندامت اور نحوست سمجھتا ہوں۔

(حیاۃ العلوم ص۱۰۱ ج ۴ تہذیب تاریخ ابن عساکر ص۳۳۳ الروض الباسم بحوالہ کتاب العلم ص۱۹۱ اسعاف الراغبین ص۱۸۹ تاریخ الاسلام للذہبی ص۳۴۵ ج ۲ حیات الصحابہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے اہل بیت میں سے سولہ اشخاص شہید ہوئے قال حسن البصری قتل مع الحسین ستۃ عشر رجلا من اہل البیت (تہذیب تاریخ ابن عساکر ص۳۴۰)

یعنی حسن بصری کا قول ہے کہ حضرت حسین رضؓ کے ساتھ ان کے اہل بیت کے سولہ مرد شہید ہوئے، کل تعداد شہدائے کربلا کی کتنی تھی اس میں اختلاف ہے، بعض بہتر کہتے ہیں اور بعض اڑسٹھ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے مختلف مآخذ سے اٹھاون نام فراہم کئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان میں سے بھی بعض مشکوک ہیں (بھائی بھائی ص ۳۱۹ تا ۳۲۱)

۵۔ حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حواری رسول کے لقب سے مشہور ہیں، عشرہ مبشرہ کے ایک فرد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کی مقرر کردہ شوریٰ کے ایک رکن ہیں آپکے بڑے بیٹے عبداللہ ابن الزبیر صحابی ہیں اور اسلام میں پہلے مولود ہیں۔ اول ولد ولد فی الاسلام (صحیح بخاری ص ۵۵۵) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گود میں اٹھایا، انکے منہ میں لعاب دہن ڈالا، پھر کھجور سے تحنیک فرمائی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ھو صحابی جلیل۔ وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یزید کی ولیعہدی کی تحریک کے زبردست مخالف تھے اور اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ یزید کی مسند نشینی کے وقت جن لوگوں نے مخالفت کی ہے ان میں سے دو نام سرفہرست ہیں۔

۱۔ حسین ابن علی رضؓ جو نواسہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۔ عبداللہ ابن زبیر رضؓ جو ابوبکر الصدیق کے نواسے ہیں

عبداللہ ابن زبیرؓ کا پورا گھرانہ حسین ابن علیؓ کے پورے گھرانے کی طرح یزید ابن معاویہ کا مخالف تھا۔ حضرت حسین ابن علیؓ کی شہادت کے بعد بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی اور ملک میں بہت ہی خونریزی ہوئی

علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اہل مدینہ کے ماسوا بھی بہت سے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ سب نے یزید کے ظلم و تعدی اور فسق و فجور کو ہی پیش نظر رکھا۔ یزید کی موت کے بعد اکثر بلاد میں حضرت عبداللہ ابن زبیر کی امارت پختہ ہو گئی۔ لیکن اہل الشام کی بغاوت فرو نہ ہو سکی اور بالآخر ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کی شہادت کے بعد خلافت بنو امیہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور پھر ایک عرصہ تک انہی پر مستقر رہی وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

عبداللہ ابن زبیر کے بھائی مصعب ابن زبیر، منذر ابن زبیر۔ عروہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ تھے عبداللہ ابن زبیر تابعی تھے۔ مصعب ابن زبیر نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک دفعہ عبدالملک ابن مروان نے اپنے جلساء سے سوال کیا کہ تبادٔ من اشجع العرب والروم؟ عرب اور روم میں سب سے زیادہ شجاع کون تھا، پھر خود ہی بتایا ان ذالک مصعب ابن الزبیر کہ تحقیق وہ مصعب ابن الزبیر ہیں (البدایۃ والنہایہ صہ ۳۲۰)

سبحان اللہ والفضل ما شہدت بہ الاعداء ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی ان کی ہمنوا تھیں اور حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے بعد جلد جلد وفات پا گئیں رضی اللہ عنہا وعن بعلہا وعن اولادھا اجمعین

۶ حضرت طلحہ ابن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے ایک بیٹے محمد ابن طلحہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں قتل ہوئے وکان ھواہ مع علیؓ اور ان کی دلی خواہش حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی۔

الاستیعاب صہ ۳۳۲ تحت الاصابہ

انکے دو صاحبزادے یعقوب ابن طلحہ خالعین بیعت یزید کے ساتھ
یوم حرہ کو شہید ہوئے (تاریخ الاسلام للذہبی و معارف ابن قتیبہ
اور انکے ایک پوتے ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ، حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے زبر
حامی تھے، چنانچہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں :-

ابراهیم ابن محمد ابن طلحہ یسمی اسد الحجاز استعمله ابن ال
علی خراج الکوفہ (المعارف ابن قتیبہ صـ۲۳۲)

یعنی ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ جو اسد الحجاز کے نام سے مشہور تھے انہیں حض
عبداللہ ابن الزبیر نے کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ غرضیکہ حضرت طلحہؓ جو
مبشرہ کے فرد ہیں اور فاروقی شوریٰ کے رکن تھے۔ جنہیں انتخاب خ
کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ان کا گھرانہ بھی حضرت علی اور حضرت زبیر رضی ا
کے گھرانے کی طرح یزید کے مخالف تھا۔

۷۔ حضرت سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ کے مبشرین بالجنۃ ہو
روایت انہی سے مروی ہے، خود بھی یزید ابن معاویہؓ کی ولایت عہد
قضیہ کے حق میں نہ تھے اور ان کے ایک لڑکے حضرت عبدالرحمٰن ابن
ابن زید ہیں۔ وہ یوم حرہ میں عبداللہ ابن مطیع، عبداللہ ابن حنظلہ او
ابن حنظلہ کے ساتھ تھے اور مندرجہ ذیل اشعار انہوں نے بر موقعہ حرہ کے

فان تقتلونا یوم حرۃ واقم — فنحن علی الاسلام اول من قتل
ونحن قتلناکم ببدر اذلۃ — وابنا باسلاب لنا منکم نفل
فان ینج منا عائذ البیت سالما — فکل الذی قد نابنا منکم جلل

اگر تم ہمیں حرہ واقم کے روز قتل کر رہے ہو۔ پس ہم پہلے وہ لوگ ہیں جو اسلام

پر قتل کئے گئے اور ہم نے تمہیں قتل کیا تھا بدر میں، اس حال میں کہ تم ذلیل تھے اور ہم تمہارے مقتولوں کے کپڑے اور ہتھیار لے کر واپس ہوئے تھے۔ اگر سلامت بچ بھی جائے ہم میں سے (عبد اللہ بن زبیر) جو بیت اللہ میں پناہ گزیں ہے۔ پس وہ مصیبت جو تمہاری طرف سے ہمیں پہنچی عظیم ہے۔

تحقیق النصرۃ ص ۱۵۱ وفاء الوفا ص ۱۸۹ و ص ۱۳۷ اور اصابہ ص میں ہے کہ یہ درحقیقت محمد ابن اسلم الانصاری نے پڑھے تھے۔

اور ان کے پوتے محمد ابن عبد اللہ ابن سعید بہت اچھے شاعر تھے انہوں نے بھی یزید ابن معاویہ کو خطاب کر کے یہ شعر کہا تھا ؎

لست منا و لیس خالک منا یا مضیع الصلوات للشہوات

تو ہم میں سے نہیں ہے اور نہ تیرا ماموں ہم سے ہے اے خواہشات کے درپے ہو کر نمازوں کے ضائع کرنے والے (المعارف ابن قتیبہ ص ۲۴۶)

۸۔ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے ایک لڑکے مصعب ابن عبد الرحمٰن ابن عوف کے متعلق بصراحت مذکور ہے کہ وہ عبد اللہ ابن زبیرؓ کے طرفدار تھے اور ان کی حمایت میں شہید ہوئے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

فکر علیہ مسور بن المخرمہ	پس دوبارہ حملہ کیا۔ مسور ابن المخرمہ
و مصعب ابن عبد الرحمٰن	مصعب ابن عبد الرحمٰن اور
و طائفۃ فقاتلوا فقتلوا جمیعا	ایک جماعت نے، پس لڑے
البدایۃ والنہایہ ص ۲۲۵ ج ۸	اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے

اور ان کے دوسرے لڑکے المسور ابن عبد الرحمٰن قتل یوم الحرہ

یوم حرہ کو شہید ہوئے (المعارف لابن قتیبہ صفحہ ۲۲) اور ان کے تیسرے
لڑکے یزید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف رض حرہ کے روز شہید ہوئے یہ بھی
بیعت کے ساتھ تھے۔
تاریخ الاسلام ذہبی صفحہ ۳۵۵ ج ۲

۹- حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد ابن ابی وقاص رض شہادت عثمان رض کے بعد عزلت گزیں
ہو کر عمداً سیاست سے دستکش ہو گئے تھے، ان کا کوئی لڑکا
نہیں، عمر ابن سعد بن ابی وقاص ان کا لڑکا آنحضور صلے اللہ علیہ و
کے وصال کے بعد پیدا ہوا ہے۔ وہ طبعاً اقتدار کا حریص تھا۔
امام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں :-

ابنہ عمر ھذا کان یحب الریاسۃ ولو حصلت علی الوجہ المذموم

اس کا بیٹا عمر یہ اقتدار کا ... تھا۔ اگرچہ بر طریقہ مذموم ... ہو۔

منہاج السنۃ صفحہ ۲۲۲ ج ۳

صحیح مسلم صفحہ ۴۰۸ ج ۲ میں روایت ہے :-

حدثنی عامر بن سعد قال کان سعد ابن ابی وقاص فی ابلہ فجاءہ ابنہ عمر فلما راٰہ سعد قال اعوذ باللہ من شر ھذا الراکب فنزل فقال لہ انزلت فی ابلک وغنمک وترکت

حضرت عامر بن سعد نے حدیث ... سنائی کہا حضرت سعد ابن ابی و... اپنے اونٹوں میں تھے کہ ان ... بیٹا عمر ان کے پاس آیا جب ... حضرت نے اسے دیکھا تو فرما... میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس ... سوار کی شر سے پس وہ سوار گھوڑے ...

الناس يتنازعون الملك بينهم فضرب سعد في صدره فقال اسكت الخ

سے اترا اور کہنے لگا۔ آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں میں پڑے ہیں اور لوگوں کو آپس میں مملکت کے بارہ میں جھگڑتا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت سعدؓ نے اسکے سینے میں مکہ مارا اور کہا چپ کر الخ

نوٹ:۔ حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح امین ہذہ الامۃ کی اولاد میں سے اس وقت کوئی بھی بقید حیات نہ تھا۔

۲۷۔ ثابتؓ ابن قیس ابن الخطیم کے تین بیٹے

حضرت ثابت صحابی ہیں اور تمام جنگوں میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہے ہیں ان کے تین بیٹے عمر، محمد اور یزید یوم حرہ میں شہید ہوئے۔ فرحمہم اللہ تعالٰے ورضو عنہم تجرید اسماء الصحابہ ص۶۸ ج۱

۲۸۔ حضرت انسؓ ابن مالک کا گھرانہ

مسند الامام احمد ص۳۷۲ ج۴ کی مندرجہ ذیل روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا گھرانہ یزید کا مخالف تھا وہ روایت یہ ہے

ان زید بن ارقم کتب الی انس بن مالک زمن الحرۃ يعزيه فيمن قتل من ولده وقومه وقال ابشرك ببشری من الله عز وجل سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اللھم اغفر الانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار الخ

حضرت زیدؓ ابن ارقم نے حضرت انسؓ ابن مالک کو خط لکھا واقعہ حرہ کے زمانہ میں ان کی تعزیت کی انکی جو اولاد اور قوم کے لوگ حرہ میں شہید ہوئے اور فرمایا میں تجھے بشارت دیتا ہوں اللہ عزوجل کی طرف سے بہت بڑی بشارت کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ بخش انصار کو انصار کے بیٹوں کو اور انصار کے پوتوں کو۔

۲۹۔ حضرت افلح مولیٰ ابی ایوب الانصاری اور ان کے بیٹے کثیر ابن افلح علیہما الرحمۃ والرضوان

حضرت افلح کے لئے ادراک ثابت ہے صحبت میسر نہیں آئی یہ اپنے بیٹے کثیر ابن افلح سمیت یوم حرہ کو شہید ہوئے۔

۳۰۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دونواسے

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے دو نواسے بھی حرہ کے روز شہید ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

وقتل یومئذ ولدان لزینب بنت ام سلمہؓ

شہید کئے گئے اسی دن (یوم حرہ) دو بیٹے حضرت زینب بنت ام سلمہ کے۔

البدایہ والنہایہ ص۲۲۶ ج ۸ جمہرۃ النساب ص۱۱۹

۳۱۔ حضرت ابو شریحؓ کی رائے گرامی

یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جو بر موقعہ فتح مکہ آپ نے دیا تھا روایت کیا ہے اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عمرو ابن سعید ابن العاص جب مکہ مکرمہ پر لشکر بھیج رہا تھا (بحکم یزید ابن معاویہ) تو حضرت ابو شریحؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان اسے سنایا کہ حرم مکہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ساعت کے لئے حلال قرار دیا گیا تھا۔ آنحضور نے فرمایا ہے کہ کوئی مجھ پر قیاس کر کے حرم مکہ کو حلال قرار دے تو اسے کہہ دو کہ وہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا

اور کسی کے لئے حلال نہیں (غرض حضرت ابوشریح رض کی یہ تھی کہ حرم مکہ پر لشکروں کا بھیجنا از روئے حدیث رسول جائز نہیں ہے) لیکن عمرو ابن سعید نے بات نہ مانی اور حدیث رسول کو نظر انداز کر دیا اور کہا انی اعلم یا اباشریح ان الحرم لا یعیذ عاصیا کہ میں خوب جانتا ہوں اے ابوشریح کہ حرم کسی عاصی کو پناہ نہیں دیتا (یہ تعریض ہے عبداللہ ابن الزبیر پر)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ ابن حزم کہتے ہیں لاکرامۃ للطیم الشیطن یدعی ان یکون اعلم من صاحب رسول اللہ صلی اللہ کہ شیطان کے مارے ہوئے کے لئے کوئی کرامت نہیں ہے کہ دعوے کرتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مسند امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوشریح نے فرمایا کہ میں برموقع خطبہ حاضر تھا اور تو غائب تھا فلیبلغ الشاهد الغائب کہ شاہد غائب تک لیجاوے۔ پس میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے۔

(فتح الملہم صـ۳۹۴ ج ۳)

۴۲ حضرت نعمان بن بشیر رض

یہ وہ صحابی ہیں جو شہادت عثمان رض کے وقت مدینے میں تھے، مگر فوراً بعد حضرت عثمان رض کا قمیص لے کر دمشق چلے گئے۔ حضرت علی رض کی بیعت سے متخلف ہو گئے۔ انصار میں سے یہی تنہا شخص ہیں جو حضرت علی رض کی بیعت نہ کر سکے۔ حضرت امیر معاویہ رض نے انہیں اپنے دور خلافت میں گورنر

مقرر فرمایا تھا اور ان کی وفات کے وقت کوفہ کے حاکم تھے۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی تھی جن کی تعداد بارہ ہزار بتلائی جاتی ہے تو یزید ابن معاویہ کے ایک ہی خواہ نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو کہا:-

انک ضعیف او مستضعف قد فسد البلد فقال له النعمان لان اکون ضعیفا فی طاعۃ اللہ احب من ان اکون قویا فی معصیۃ اللہ

اصابہ ج ۳ ص ۱۵۹ حرف الجار القسم الاول

کہ تو ضعیف ہے یا مستضعف کہ شہر خراب ہو گیا ہے۔ حضرت نعمان نے فرمایا مجھے اللہ کی اطاعت میں ضعیف ہونا محبوب ہے اس امر سے کہ میں اللہ کی معصیت پر قوی ہوں۔

۲۳۔ حضرت معاویہ بن یزید کا خطبہ

ومن صلاحہ الظاھر انہ لما ولی صعد المنبر فقال ان ھذہ الخلافۃ حبل اللہ وان جدی معاویۃ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ علی بن ابی طالب و رکب بکم ما تعلمون حتی اتتہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم قلد ابی الامر وکان

اور معاویہ ابن یزید کی صلاحیت سے یہ ہے کہ جب والی بنائے گئے تو منبر پر چڑھے پس کہا کہ یہ خلافت اللہ کی ایک رسی ہے اور میرے دادا معاویہ نے اس معاملہ میں اہل سے اور مستحق امر سے تنازع کیا اور اس چیز کا ارتکاب کیا جسے تم سب جانتے ہو یہاں تک کہ اسے موت آ گئی پس وہ اپنی قبر میں اپنے ذنوب کے ساتھ مرہون ہے پھر میرا

غیر اهله له ونازع ابن بنت
رسول صلی الله علیه وسلم فقصف
عمره وانبتر عقبه وصار فی قبره
رهینا بذنوبه ثم بکیٰ وقال
ان من اعظم الامور علینا علمنا
بسوء مصرعه وبئس منقلبه
وقد قتل عترة رسول الله صلی الله
علیه وسلم واباح الخمر و
خرب الکعبة ولم اذق حلاوة
الخلافة فلا اتقلد مرارتها
فشانکم امرکم والله
لئن کانت الدنیا خیراً
فقد نلنا منها حظا ولئن
کانت شراً فکفیٰ ذریة
ابی سفیان ما اصابوا منها
ثم تغیب فی منزله حتیٰ
مات بعد اربعین یوماً

الصواعق المحرقہ صـ ۲۲۴
حیوٰۃ الحیوان صـ ۸۸ ج ۱
تاریخ دول الاسلام صـ ۶۹ ج ۱ مختصراً
حاشیہ الکوکب الدری صـ ۵۵ ج ۲ بحوالہ تاریخ الخمیس ملخصاً

باپ قلادہ ڈالا گیا اور وہ نا اہل تھا
پس اس نے اپنی عمر کو لہو و لعب
میں ضائع کر دیا اور عاقبت کو برباد
کر دیا۔ پھر سخت رویا اور کہا۔ سب
سے بڑی مصیبت ہم پر یہ ہے کہ
ہم اسکے ٹھکانہ کی برائی کو جانتے ہیں
اور اسکی بازگشت بری ہے بتحقیق
اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
عترت کو قتل کیا ہے اور شراب کو مباح
سمجھا اور کعبہ کی تخریب کی۔ میں نے خلافت
کی حلاوت نہیں چکھی پس اس کی تلخی
کا قلادہ اپنی گردن میں نہیں ڈالنا چاہتا
تم جانو اور تمہارا کام خدا کی قسم اگر دنیا
خیر ہے تو ہم نے اس سے وافر حصہ
پایا ہے اور اگر شر ہے تو ذریۃ ابی
سفیان کو جو کچھ ملا ہے وہ کافی ہے پھر
اپنے گھر میں روپوش ہو گئے یہاں
تک کر چالیس روز بعد فوت ہو گئے۔

۳۴۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عمل

انہ ضرب من سمّی یزید امیرالمومنین عشرین سوطا تہذیب التہذیب ص۳۶۱ ج

جس نے یزید کو امیرالمومنین کہا اسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیس کوڑے کی سزا دی۔

الروض الباسم ص۱۹۰ الصواعق المحرقہ ص۲۲۳ تاریخ الاسلام للذہبی ص۹۴ ج ۲
اخبار الدول و آثار الاول ص۱۳۱

۳۵۔ خالد بن عفرانؒ

یہ مشہور تابعی ہیں۔ امام بیہقی نے نقل کیا ہے کہ جب سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کا سر دمشق میں سولی پر لٹکایا گیا اور یہ روپوش ہو گئے اور ان کے احباب اصحاب انہیں تلاش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہیں ایک مہینہ کے بعد ڈھونڈ نکالا اور ان سے روپوش ہونیکا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا اما ترون ما نزل منا کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہم پر کتنی مصیبت نازل ہوئی پھر دردناک اشعار پڑھے۔ الروض الباسم ص۱۹۲
تاریخ تہذیب ابن عساکر ج۵ ص۸

۳۶۔ ابراہیم النخعیؒ کا قول

حضرت ابراہیم النخعی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض میں قاتلین حسینؓ کے گروہ سے ہوتا اور پھر جنت میں چلا جاتا پھر بھی حضور اطہر کے چہرہ اطہر کیطرف حیا کی وجہ سے نظر نہ اٹھا سکتا۔ (اصابہ حرف الخاء القسم الاول ص۱۷ المجلد الاول جز ثانی نیز اسعاف الراغبین ص۱۹۳

۳۷۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول

وقد کان البصری یقول لو لم یکن علی قاتل الحسین من الاثم والمقت الا اغضاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ لکان فی ذالک کفایۃ ثم انہ رضی اللہ عنہ لحلف ویقول واللہ لو انہ کان لی فی دم الحسین مدخل وخیرت بین الدخول الجنۃ والنار لاخترت النار خوفا ان یراٰنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ فینظر الی نظرۃ غضب
مختصر تذکرہ لعبد الوہاب شعرانی ص ۱۱۵

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ اگر قاتل حسین پر کوئی گناہ اور ناراض نہ ہو مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب ہی ہو تو پھر بھی اس پر یہ کافی غضب ہے پھر قسم کھا کر فرماتے ہیں اگر حسین کے خون میں میرا کچھ دخل ہوتا اور مجھے اختیار دیا جاتا جنت اور دوزخ کے دخول میں تو میں دوزخ کو قبول کرتا۔ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف ایک بار بھی غضب آلود نگاہ سے دیکھیں۔

۳۸۔ عبید اللہ ابن زیاد اور انکے پدر بزرگوار

قضیہ استلحاق کے بعد زیاد جب ابو سفیان کا بیٹا اور حضرت معاویہ کا بھائی ہوگیا تو یزید ابن معاویہ کا چچا ٹھہرا اور عبید اللہ ابن زیاد یزید کا چچیرا بھائی ہوگیا اور یہ دونوں باپ بیٹوں کے خیالات بھی معلوم کرلیں شاید یہ گھر کی شہادت عباسی دربار میں زیادہ قابل پذیرائی ہو۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

فکرہ زیاد ذاللہ لما یعلم من لعب یزید واقبالہ علی اللعب والصید ۔	زیاد نے یزید کی ولیعہدی کو ناگوار جانا کہ یزید ایک کھلنڈرا لڑکا ہے اور کھیل کود اور شکار کا زیادہ دلدادہ ہے

البدایۃ والنہایہ ص۷۹ ج ۸

یہ ابتدا تھی عبیداللہ ابن زیاد نے یزید کی حکومت کے استحکام کے لئے حضرت حسین رض کے قتل کا ارتکاب کیا۔ لیکن جب بعد میں اہل مدینہ اہل مکہ بھی باغی ہو گئے تو یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا کہ مکہ پر حملہ کر کے ابن زبیر کا محاصرہ کرنا ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے انکار کر دیا اور کہا

واللہ لا اجمعھما للفاسق ابدا اقتل ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واغزو البیت الحرام	اللہ کی قسم فاسق کے لئے میں ہرگز دو چیزوں کو جمع نہیں کروں گا نبی کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت الحرام پر حملہ کروں ۔

البدایۃ والنہایہ ص۲۱۹ ج ۸

عبیداللہ ابن زیاد بھی جسے فاسق سمجھے اس کے فسق و ضلال کا کیا حال ہو گا ؟

۳۹۔ حجاج ابن یوسف کی رائے

صاحب العقد الفرید لکھتے ہیں :۔

کہ حجاج ابن یوسف نے خالد ابن یزید کو ایک بار کہا تھا انا الذی ضرب مائۃ بسیفی ھذا الکلھم یشھدون علی ابیک

بالکفر وشرب الخمر حتی اقروا بانہ خلیفۃ ۔ کہ میں وہی شخص ہوں جس نے ایسے سو اشخاص کو اپنی اس تلوار سے مارا جو تیرے باپ پر کفر اور شرب خمر کی گواہی دیتے تھے ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے میری تلوار کے خوف سے اقرار کیا کہ یزید خلیفہ ہے العقد الفرید ص۲۰ ج ۲

نوٹ :۔ مندرجہ بالا اسماء صحابہ وتابعین علیہم الرحمۃ والرضوان کے بطور نمونہ ہیں ورنہ بلاد اسلامیہ میں حضرت معاویہ رض کی وفات سے لے کر یزید بن معاویہ کی وفات تک جسقدر قتل وغارت ہوئی اس کا صحیح اندازہ علام الغیوب ہی کے احاطہ علم میں ہے ۔ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ یوم حرہ میں اہل مدینہ کے وجوہ الناس تین سو سے زائد اشخاص شہید ہوئے ۔

قتل من اولاد المہاجرین والانصار ثلثمات وستۃ انفس	مہاجرین وانصار کی اولاد میں سے تین سو چھ نفس قتل کیے گئے ۔

تحقیق النصرۃ ص۱۵۲ ج ۱ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص

اور سات سو حملۃ القرآن شہید ہوئے اور عوام الناس کی تعداد تو ہزاروں ہے

روی عن مالک بن انس سبعمائۃ رجل من حملۃ القرآن	حضرت مالک ابن انس سے روایت کی گئی ہے کہ سات سو حملۃ القرآن شہید ہوئے ۔

البدایہ والنہایہ ص۲۲۳ ج ۶ تاریخ الاسلام ذہبی

اہل مکہ ودیگر بلاد کے باشندوں کی تعداد علاوہ ازیں ہے ۔ یہ سارے بزرگوار یزید بن معاویہ کو فاسق شراب نوش اور حدود اللہ سے تجاوز وتعدی کرنیوالا یقین کرتے تھے اور اسی بنا پر انہوں نے بیعت سے گریز کیا یا بیعت کر کے توڑ ڈالی ۔ کیا یہ باور کر لیا جائے کہ یہ سبھی بہتان تراش اور ناخدا ترس تھے کہ بیعت یزید پر جاہلیت کی موت کو ترجیح دیتے تھے ۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

کلا ثم کلا ہرگز ہرگز ایسا نہیں بلکہ اہل مدینہ نے جو صحابہ و تابعین تھے۔ یزید کی مخالفت کو دین سمجھا اور اسی پر مستقیم رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن صفوان جو بنو امیہ کے ممتاز و معزز ترین ایک فرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے جب بیعت لی تھی تو اس وقت بھی انہوں نے نیت کی تھی کہ کسی وقت یہ بیعت کا اقالہ کرنا چاہیں تو میں انہیں بطیب خاطر اجازت دے دوں گا۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے انہیں اجازت بھی دے دی مگر انہوں نے عرض کیا:-

انما قاتلت عن دینی وصبر نفسہ حتی قتل

کہ میں نے دین کی خاطر قتال کیا پھر مستقیم رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

البدایۃ والنہایۃ ص۲۴۵ ج ۸

جن اشخاص کا نصب العین حمایت یزید ہے انہیں عدالت و رشد یزید پوری دنیا کی تضلیل کے معاوضہ میں بھی میسر آئے تو بھی ارزاں ہے مگر جن کا مطمع نظر صحابہ کے ناموس کا تحفظ ہے، ان کے لئے بڑی الجھن ہے۔ مجھے احادیث صحیحہ کی روشنی میں یزید بن معاویہ کی حیثیت مجروح اور اسکے مخالف صحابہ کرامؓ و تابعین عظام کی روش راست نظر آتی ہے ؎

نظر اپنی اپنی فکر اپنی اپنی

اللہ تعالیٰ یزید بن معاویہ کو بخشے تو سو بار بخشے وہ فعال لما یرید بھی ہے اور غفور رحیم بھی ہے۔ مگر اگر یزید بن معاویہ کا راستہ حسین بن علیؓ و عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے رفقاء کے راستہ سے قیامت کے دن جدا ہو جائے جیسا کہ اس دنیا میں جدا تھا تو ہم اپنا حشر حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ چاہتے ہیں یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں چاہتے۔

اللھم احشرنا مع عبد اللہ بن الزبیر والحسین
وآبائھما المبشرین بالجنۃ ورفقاء ھم القائمین
بالحق وارزقنا محبتھم دائما ابداً آمین یا
رب العلمین

استدراک

رشد یزید و عدالت یزید کے اثبات کے لئے تین بزرگوں کے عمل
سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ۱۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ ۲۔ حضرت عبد اللہ
ابن عباسؓ ۳۔ حضرت محمد بن حنفیہؒ۔ کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی
اطاعت سے انحراف کیا تو یہ بزرگوار بیعت پر قائم رہے تھے۔ ان میں پہلے
دو بزرگ تو جلیل القدر صحابی ہیں اور تیسرے بزرگ تابعی ہیں اور جناب
علی المرتضٰی کے فرزند ارجمند ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق
عرض ہے کہ وہ ابتداءً تو ولایت عہد یزید کی تجویز کے مخالف تھے، لیکن
جب یزید بتغلب مسند خلافت پر متمکن ہو گیا تو انہوں نے اثارت فتنہ
کے خوف سے بیعت کر لی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۳۵ ج ۸ تقریر الجنجوہی
علی المسلم ص۳۸ مستدرک حاکم ص۔ السنن الکبری للبیہقی ص۱۵۹ ج
بیعت کر لینے کے بعد پھر مستقیم رہے۔ نقض بیعت کو غدر سمجھا اور
غادر کے لئے سخت وعید ہے۔ ان کے اس معمول سے یزید کی عدالت
کا اثبات مشکل ہے۔ فاسق امیر کے خلاف بھی خروج جائز نہیں جب
فساد کا اندیشہ ہو۔ ان سے عدالت یزید کے بارے میں کوئی کلمہ بھی

منقول نہیں۔ البتہ صحیح بخاری کی روایت میں اہل عراق کے متعلق ان کا قول مذکور ہے:

فقال اهل العراق يسئلون عن قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال النبي صلى الله عليه وسلم هما ريحانتاي من الدنيا

صحیح بخاری صفحہ ۵۳۰ ج ۱

اہل عراق مکھی کے قتل کے بارے میں دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یزید کی عدالت کے بارے میں کوئی مصرح بیان نہیں ہے اور خروج نہ کرنے سے اثبات عدالت مشکل ہے۔ مسند احمد میں ان سے مندرجہ ذیل روایت بھی مروی ہے:۔

قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائم بنصف النهار وهو قائل اشعث اغبر بيده قارورة فيها دم فقلت بابي انت وامي يا رسول الله ما هذا قال دم الحسين واصحابه لم ازل التقطه منذ اليوم

مسند احمد صفحہ ۲۴۲ ج ۱ و صفحہ ۲۸۳ ج ۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ میں دوپہر کو قیلولہ کر رہا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان حال آنحضور کے بال پراگندہ اور غبار آلود تھے آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے

ساتھیوں کا خون ہے میں آج تک اسکا
تتبع کرتا رہا ہوں اور جمع کرتا رہا ہوں

الاصابہ ص۷۱ ج ۲ الروض الباسم ص۱۹۲ بحوالہ مسند امام احمد۔ تاریخ الخلفا بحوالہ بیہقی ص۱۵۹ البدایۃ النہایہ ص۲۳۱ ج ۶ نیز البدایۃ النہایہ ص۲۰۰ ج ۸ بحوالہ مسند امام احمد۔ مختصر تذکرہ ص۱۰۹ بحوالہ مسند امام احمد ص۲۴۲ ج ۱ و ص۲۸۳ ج ۱

یہ روایت سنداً صحیح ہے اور امام قرطبی، حافظ ابن کثیر، ابو الخطاب دحیہ بن کلبی اور علامہ ہیتمی نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے۔ نیز دوسری روایات بھی اس کی مؤید ہیں، معلوم نہیں حضرت ابن عباس اپنے خواب کو سچا سمجھ کر بیان بھی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل حسین پر پریشان بھی دیکھتے ہیں، پھر کسطرح قاتلین حسین کو زمرۂ عادلین و راشدین میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے:۔

لو دخلت علیھم من اقطارھا ثم سئل الفتنة لاتوھا الخ کی تاویل میں

جاء علی راس ستین سنة یعنی	مطلب یہ ہے بنی حارثہ نے جو
ادخال بنی حارثة اھل الشام	اہل شام کے لشکر کو اہل مدینہ میں
علی اھل المدینة	داخل کیا۔

یہ مذموم فتنہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہے۔ یہ روایت صحیح ہے۔ امام بیہقی نے اسے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وفاء الوفا ص۱۳۱ ج ۱ البدایۃ النہایہ ص۲۳۳ ج ۶

اس روایت کی روشنی میں حضرت ابن عباس رضی کا نظریہ یزید اور اسکے

عمال کے متعلق واضح ہو جاتا ہے۔ نیز بعض بزرگوں نے تصریح کی ہے۔ کہ حضرت ابن عباس نے یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی جیسا کہ آپ فتاویٰ عزیزی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں (فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۷)

البتہ حافظ ابن کثیر اور بعض دوسرے مورخین نے حضرت محمد ابن حنفیہ سے عبداللہ ابن مطیع رض کے معارضہ میں یزید کی عدالت پر شہادت نقل کی ہے، مگر ایک صحابی کے مقابلہ میں ایک تابعی کی تعدیل چہ معنی دارد۔ نیز محمد ابن حنفیہ نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کر رہے ہیں، وہ پہلے کی بات ہے اور حضرت عبداللہ ابن مطیع رض اپنی تحقیق سے بات کر رہے ہیں اور یہ بعد کی بات ہے۔ دونوں باتوں میں چنداں تعارض نہیں

ایضاً معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن عباس اور محمد بن حنفیہ دونوں بزرگوں کے مزاج کی ساخت حضرت عبداللہ ابن عمر رض کی طرح اس قسم کی تھی کہ کسی کام میں اقدام اور پہل نہیں کرتے تھے۔ یہ ابتدا کی بات ہے پھر جب عبداللہ ابن زبیر رض نے اپنی بیعت کی دعوت دی تو علامہ ذہبی نے واقدی کی ایک روایت نقل فرمائی لکھتے ہیں:-

وروی واقدی عن جماعۃ عن ابن الزبیر دعاھم (اھل المدینۃ) الی نفسہ و ابیٰ علیہ ابن عباس ومحمد بن حنفیہ وقال رتجتمع لک السواد وما عندنا خلاف	واقدی نے ایک جماعت سے روایت کی کہ ابن زبیر نے اہل مدینہ کو اپنی طرف دعوت دی تو ابن عباس رض اور محمد ابن حنفیہ رح نے ابا کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے مخالفت نہیں ہے مگر جب تک تمام شہر تمہارے لئے جمع نہ ہو جائیں، ہم بیعت نہ کرتے۔

تاریخ الاسلام ذہبی ص ۳۶۲ ج ۲

علاوہ ازیں اسی گھرانے کے بعض اشخاص کی یوم حرہ میں مخالفین بیعت کے ساتھ شرکت اور شہادت ظاہر کرتی ہے کہ صرف انہی دو بزرگوں کے رویہ میں نرمی تھی لیکن اس سے یزید کی عدالت کا اثبات بوجوہ مشکل ہے۔ مثلاً :۔

ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور فضل بن عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب یوم حرہ میں شہید ہوئے

تاریخ الاسلام ذہبی ص ۳۵۸ ج ۲

تتمہ

جو صحابہ اثارت فتنہ کے خوف سے خاموش رہے یا کسی دوسری مصلحت کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ سے یزید کے زمانہ تک ان کے ہمراہ رہے تھے کہ امت کا مجتمع رہنا افتراق سے بہر حال بہتر ہے ان کے ساتھ بنو امیہ نے کیا کیا۔ ذیل کی سطور میں ذرا اسے ملاحظہ کر لیں تاکہ اغلیمۃ سفہاء کے منظر کی ایک جھلک سامنے آجائے

عبداللہ ابن عمرؓ

یہ بزرگ وہ صحابی ہیں جنہیں آخری دور میں شیخ الصحابہ کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا اور جیسا کہ معلوم و معہود ہے کہ ولاۃ الامور کے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ ان کے فسق و فجور اور جور و تعدی کی بنا پر ان کے امتثال امر میں کوتاہی نہ کی جائے۔ مگر زندگی میں صرف ایک ہی بار حجاج بن یوسف کو ایک بات پر ٹوکا تھا شاید معاملہ بالکل ہی ناقابل برداشت ہوگا تو حجاج بن یوسف نے انہیں بھی نہ چھوڑا۔ ایک زہر آلود نیزے سے زخمی کرادیا

اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے۔ حجاج بن یوسف خود عیادت کے لئے آیا کہنے لگا کاش مجھے معلوم ہو کہ نیزہ کس نے مارا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ "انت اصبتنی" کہ تو نے ہی نیزہ مجھے مارا ہے۔ اگر تو حرم میں ہتھیار لانے کی اجازت نہ دیتا تو مجھے یہ نیزہ کیوں لگتا۔

صحیح بخاری صد ۱۳۲ ج ۱

لیکن یہ بزرگوار شاید نہیں جانتے تھے کہ فی الحقیقت انہیں کے حکم سے یہ کاروائی ہوئی ہے، شاید اس کے وجوہات کی بنا پر آخری وقت میں نہایت ندامت سے فرماتے تھے کہ کاش میں حضرت علیؓ کی معیت میں فئۃ باغیہ کے ساتھ جنگ کرتا۔

لم اجدنی آسئی علی شیئ الا انی لم اقاتل الفئۃ الباغیۃ مع علیؓ

مجھے کسی چیز پر افسوس نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے فئۃ باغیہ کے ساتھ حضرت علیؓ کی معیت میں جنگ نہیں کی۔

رجال احدھا رجال الصحیح مجمع الزوائد صد ۲۴۲ ج ۷، جامع مسانید الامام الاعظم صد ۲۹۸ ج ۲، اسد الغابہ صد ۲۲۸، الاستیعاب تحت الاصابہ صد ۵۴ ج ۳ نیز فیض الباری صد ۱۲۱ ج ۱

۲۔ حضرت جابر ابن عبداللہ رضؓ

شاہ معین الدین فرماتے ہیں چوہتر ہجری میں حجاج مدینے کا امیر تھا اسکے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہؓ پر یہ عنایت کی کہ ان کی گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی

سیر الصحابہ صد ۲۹۹ ج ۱

حضرت انس رضؓ

شاہ معین الدین لکھتے ہیں :- حجاج بن یوسف ثقفی جو سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا اور ظلم و جور میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ جب آیا تو حضرت انس رضؓ کو بلا کر سخت تنبیہ کی اور لوگوں میں ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوادی۔ سیر الصحابہ ص۱۳۰ ج ۱

حضرت سہیل بن سعد رضؓ

شاہ معین الدین فرماتے ہیں : ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا دست سیاست دراز ہوا تو اس نے حضرت سہیل بن سعد کو بلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کیوں نہ کی ؟ جواب دیا کی تھی۔ بولا جھوٹ کہتے ہو۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن پر مہر لگا دی جائے۔ یہ عتاب ان بزرگوں کے ذلیل کرنے اور اثر زائل کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ حضرت انس رضؓ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ بھی اسی جرم میں ماخوذ تھے سیر الصحابہ ص۵ ج ۲

حضرت عائذ بن عمرو رضؓ

ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں :-

وھو الذی قال لہ عبید اللہ	یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں عبیداللہ
انک لمن حثالۃ اصحاب محمد	ابن زیاد نے کہا تھا کہ تو حضورؐ کے صحابہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں سے رذالہ ہے۔ انہوں نے جواب

فقال له هل فی اصحاب محمد صلعم حثالة المعارف لابن قتیبہ ص ۲۹۸
میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی بھی حثالہ ہے۔

سچ فرمایا حضرت عائذ نے کہ حضور صلعم کے اصحاب میں کوئی بھی حثالہ نہیں اور جو یہ گمان کرتے ہیں وہی حثالہ اور سفیہہ ہیں الا انہم ہم السفہاء ولکن لا یعلمون یہی بے وقوف ہیں مگر انہیں علم نہیں۔

عبید اللہ بن زیاد کا ایسا ہی ناروا سلوک بعض دیگر اصحاب سے بھی ہے۔ مثلاً حضرت زید ابن ارقم رضؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد سنایا، تو عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ کذبت ولکنک شیخ خرفت کہ تو نے جھوٹ کہا لیکن تو بوڑھا بد حواس ہو گیا ہے۔ مسند الامام احمد ص ۳۶۷ ج ۱

شاید انہی وجوہ کی بنا پر حضرت عبد اللہ ابن مغفل رضؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ عبید اللہ ابن زیاد نہ پڑھائے بلکہ ابو برزہ الاسلمی پڑھائے واوصی ان لا یصلی علیہ عبید اللہ ابن زیاد وان یصلی علیہ ابو برزۃ الاسلمی المعارف لابن قتیبہ ص ۲۹۷

حضرت قیس بن خرشہ رضؓ

انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر حق کہنے کی بیعت کی تھی۔ آپ نے انہیں ارشاد فرمایا۔ یا قیس عنقریب ایسا ہو گا کہ زمانہ تجھے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ یہاں تک کہ تجھے اندھا کر دے گا میرے بعد ایک ایسا شخص ہو گا جسے تو حق کہنے کی استطاعت نہ رکھے گا۔ حضرت قیس رضؓ نے عرض کی یا رسول اللہ واللہ میں نے جس چیز پر بیعت کی ہے اسے پورا کروں گا آنحضور ؐ نے فرمایا پھر تجھے کوئی شخص ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ یہ صحابی عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے باپ پر زبردست تنقید کرتے تھے۔ عبید اللہ نے انہیں بلایا

اور کہا تو کہتا ہے کہ مجھے کوئی بشر ضرر نہیں دے سکتا۔ انہوں نے فرمایا ہاں اس نے کہا آج تجھے معلوم ہو جائیگا کہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے جلاد کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ پس حضرت قیس رضؓ اچانک ایک طرف کو جھک گئے اور روح پرواز کرگئی (رضی اللہ عنہ) بعض روایات میں اتنا زائد ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا تو نے اللہ اور اسکے رسول ؐ پر افترا کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے افترا نہیں کیا اور اگر تو چاہے تو تبلا دوں کہ کس نے افترا کیا ہے اس نے دریافت کیا کس نے؟ انہوں نے جواب دیا من ترک العمل بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول ؐ پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اس نے پوچھا وہ کون ہے۔ فرمایا انت وابوک ومن امرکما یعنی تو مفتری ہے تیرا باپ مفتری ہے اور تم دونوں کو جس نے امیر بنایا۔

البدایۃ والنہایہ ص۲۳۵ ج۹ اصابہ ص۲۵۰ المجلد الثالث الجزء الاول حرف القاف القسم الاول

حضرت ابی شریح العدوی رضؓ

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت ہے کہ عمرو بن سعید گورنر مدینہ نے محاصرہ مکہ معظمہ کے لئے لشکر روانہ کئے۔ تو انہوں نے عمرو بن سعید کو کہا اگر اجازت ہو تو میں تجھے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد سناؤں جو انہوں نے فتح مکہ کے دوسرے روز کھڑے ہو کر خطبہ میں بیان فرمایا تھا میرے دونوں کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور میری دونوں آنکھوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آنحضورؐ نے وہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا تحقیق مکہ مکرمہ کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور لوگوں نے اسے حرام قرار نہیں دیا ہے۔ پس نہیں حلال کسی مرد کے لئے جو اللہ اور

یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ بہائے اس میں خون کو اور فرمایا کہ نہ کاٹے جائیں درخت اس کے۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال سے رخصت کی سند حاصل کرے تو اسے کہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو صرف ایک ساعت کی اجازت دی تھی۔ اور تمہیں تو اللہ نے اجازت نہیں دی اور پھر حرمت لوٹ آئی۔ آج کی حرمت بھی ایسی ہے جیسے کل کی تھی اور چاہیئے کہ جو تم سے حاضر ہے غائب کو پہنچا دے۔ پس دریافت کیا گیا۔ حضرت ابی شریح سے کہ عمرو بن سعید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنکر کیا جواب دیا۔ حضرت ابو شریح فرماتے ہیں۔ اس نے کہا انا اعلم بذالک منک یا ابا شریح اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم کسی عاصی کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی قاتل کو اور نہ کسی فسادی کو۔ صحیح بخاری ص۲۱ ج ۱ مسلم شریف ص۴۳۸ ج ۱

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو شریح رضؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا قد کنت شاھدا وکنت غائبا وقد امرنا ان یبلغ شاھدنا غائبنا وقد بلغتک کہ اے عمرو میں وہاں شاہد تھا اور تو غائب تھا۔ ہمیں حضور نے حکم دیا تھا کہ شاہد غائب کو پہنچا دے پس میں نے امتثال امر کر دیا۔

مسند امام احمد ص۳۱ ج ۴ و ص۳۸۴ ج ۶

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحؒ لکھتے ہیں :-

قال ابن حزم لا کرامۃ للطیم الشیطان ھل یکون اعلم من صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن حزم کہتے ہیں کہ نہ عزت ہو شیطان کے مارے ہوئے کو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے اعلم ہونیکا دعوے کرتا ہے۔

فتح الملہم ص۳۸۲ ج ۲

راقم السطور کہتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کو جو مفسد گمان کرتا ہے وہ خود مفسد ہے۔ الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔

حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: قولہ ان الحرم لا یعیذ عاصیا، حق ارید بھا الباطل فانہ لا یصدق علی ابن زبیر اصلا بل یصدق علیہ وعلی یزید فیض الباری ص۲۰۱ ج ۱

طرفداروں کا حشر

حضرت الضحاک بن قیس الفہریؓ

صحابی ہیں یہ حضرت معاویہؓ کے زبردست حامی تھے۔ انہیں حضرت معاویہؓ نے دمشق پر مقرر کیا تھا۔ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زبردست حامی ہو گئے اور انہوں نے انہیں دمشق پر نائب مقرر کر دیا۔ انہوں نے ایک خطبہ میں یزید بن معاویہ کی مذمت بیان کی مسجد میں ہنگامہ بپا ہو گیا۔ پھر بڑے طول طوال کے بعد مروان بن الحکم اور ان کے مابین ایک زبردست معرکہ ہوا۔ بقول حافظ ابن کثیرؒ

غدر اصحاب مروان بن الحکم فمالوا یقتلونھم قتالا شدیدا و صبر الضحاک صبرا بلیغا وقتل الضحاکؓ فی المعرکہ

البدایہ والنہایہ ص۲۴۳ ج ۸

مروان کے ساتھیوں نے دھوکہ کیا مصالحت کے نام سے جنگ بندی کر کے زبردست قتال کیا اور حضرت ضحاک نے بڑا صبر کیا۔ یعنی نہایت استقامت سے جم کر لڑے اور معرکہ قتال ہی میں شہید ہوئے۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ

انصار میں اسلام کے بعد سب سے پہلے مولود ہیں۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک فرمائی اور ان کی ماں کو بشارت دی۔

یعیش حمیدا ویقتل شہیدا
البدایہ والنہایہ ص ۲۲۳ ج ۸

قابل ستائش زندگی بسر کرے گا اور مقتول ہو کر شہادت حاصل کرے گا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ میں تھے۔ وہی حضرت عثمانؓ کا قمیص وغیرہ دمشق لے گئے تھے۔ لہذا بوقت بیعت علی المرتضےؓ وہ مدینہ میں نہ تھے۔ ورانہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت انور شاہ صاحب محدث لکھتے ہیں:۔

لم یتخلف عن علیؓ من الانصار الا نعمان ابن بشیر
فیض الباری ص

انصار میں سے حضرت علیؓ کی بیعت سے سوائے نعمان بن بشیرؓ کے کوئی پیچھے نہ رہا۔

نیز محمد بن سلام الجمی المتوفی ۲۳۱ھ اپنی مشہور تصنیف طبقات فحول الشعراء میں حضرت معاویہ کا قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے انصار مدینہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:۔

یامعشر الانصار تستبطؤنی وما صحبنی منکم الا نعمان بن بشیر وقد رأیتم ما صنعت بہ وکان ولاہ الکوفہ
طبقات فحول الشعراء ص ۳۹

اے انصار کے گروہ تم نے بڑی سستی کا اظہار کیا ہے، میری طرف آنے میں اور میری مصاحبت نہیں کی تم میں سے مگر نعمان ابن بشیرؓ نے اور تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے اس کیساتھ کیا برتاؤ اور حسن سلوک کیا جب حضرت معاویہ نے انہیں کوفہ کا والی مقرر کیا تھا۔

عباسی صاحب تحقیق مزید میں صنہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ امیر یزید کی وفات کے بعد اہل حمص کو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضؓ کی بیعت خلافت پر آمادہ کرنا چاہا، اسی فتنہ میں مقتول ہوئے۔

عباسی صاحب نے اختصار سے کام لیا ہے۔ اہل حمص ان کے اشارہ پر چلتے تھے۔ یہ حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کی طرف سے حمص کے والی تھے اور انہوں نے ضحاک بن قیس فہری کی امداد کی تھی۔ ضحاک بن قیس شہید ہو گئے تو اس کے بعد یہ بھی مروان بن الحکم سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

البدایہ والنہایہ صنہ ۲۴۴ ج ۸

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ "یقتل شہداء" ظاہر کرتی ہے کہ یہ فریق حق پر تھا اور مخالفین باغی تھے۔

عمرو ابن سعید الاشدق

یہ بزرگ صحابی نہیں ہیں۔ حضرت سعید ابن العاص گورنر مدینہ کے بیٹے تھے اور خود بھی یزید ابن معاویہ کی طرف سے مدینہ کے حاکم رہے ہیں۔ یہی وہ امیر مدینہ ہیں جو مکہ معظمہ کے محاصرہ کے لئے مدینہ سے لشکر روانہ کرتے تھے اور حضرت ابو شریح رضؓ نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا تھا اور بقول ابن حزم یہی وہ لطیم الشیطان ہے جس نے بمقابلہ ابی شریح رضؓ اعلم ہونیکا دعویٰ کیا تھا۔ یہ بنو امیہ کے طرف دار ہونے کی حیثیت سے یزید ابن معاویہ کا زبردست دھڑے دار تھا۔ یہ بھی عبدالملک ابن مروان کے مکر کا شکار ہوا اور مارا گیا۔

ملخص من البدایۃ والنہایہ صنہ ۳۰۶ ج ۸

یزید ابن معاویہ کے ظلم و تعدی اور فسق و فجور کے متعلق

محدثین کرام کی تصریحات

محدثین کرام نے اس باب میں مرویات کی تشریح کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ یزید ابن معاویہ ظالم، فاسق اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا تھا۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں :-

محدثین نے یزید ابن معاویہ سے روایت نہیں لی اور نہ ہی آئمہ مجتہدین نے اس کے قضیہ کو قابل احتجاج سمجھا۔ معلوم ہوا کہ محدثین و آئمہ مجتہدین کی نظر میں یزید کی عدالت مشتبہ ہے۔

چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

مقدوح فی عدالتہ لیس باھل ان یروی عنہ وقال احمد بن حنبل لاینبغی ان یروی عنہ

اس کی عدالت میں جرح قدح کی گئی ہے۔ پس وہ اس قابل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ لینی چاہیئے

میزان الاعتدال ص۴۴۰ ج۴

علامہ ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں :-

قلت لما فعل یزید باھل المدینۃ ما فعل وقتل الحسین واخوتہ و

کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا اور حسین کو قتل کیا اور ان کے

آلہ وشرب الخمر وارتکب اشیاء منکرۃ بغضہ الناس وخرج علیہ غیر واحد ولم یبارک اللہ فی عمرہ۔

تاریخ الاسلام للذہبی ص ۳۵۹ ج ۲

بھائیوں کو اسکے بیٹیوں کو اور شراب پیا اور امور منکرہ کا ارتکاب کیا تو لوگوں نے اسے مبغوض کیا اور بہت سے لوگوں نے اس پر خروج کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

قیل لاحمد یکتب الحدیث عن یزید قال لا ولا کرامۃ اولیس ھو الذی فعل باھل المدینۃ مافعل۔

منہاج السنۃ ص ۲۵۳ ج ۲

حضرت امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ یزید ابن معاویہ سے حدیث لکھی جائے تو فرمایا نہیں اسکے لئے کوئی کرامت نہیں ہے کیا وہ وہی نہیں ہے جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کچھ کیا ہے یعنی امور منکرہ ظلم و تعدی وغیرہ۔

شارحین حدیث نے بعض مرویات کی تشریح کے ضمن میں یزید کے فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی تصریح کی ہے چنانچہ ۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ۲۔ علامہ بدرالدین عینی ۳۔ علامہ قسطلانی ۴۔ مولانا احمد علی سہارنپوری محشی صحیح بخاری، ۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ قطب الدین صاحب مظاہر حق ۶۔ محمد طاہر الفتنی ۷۔ مولوی وحیدالدین صاحب تیسیر الباری ۸۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی ۹۔ عبدالرؤف المناوی ۱۰۔ علامہ سمہودی ۱۱۔ ملا علی قاری ۱۲۔ حافظ ابن حجر مکی الہیثمی۔ صحیح بخاری کی حدیث

"ھلکۃ امتی علی یدا غلیمۃ من قریش"

کی تشریح میں تصریح فرماتے ہیں کہ

اولھم یزید وعلیہ ما یستحق انہ کان غالباً ینزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار ویولی الاصاغر من اقاربہ

یعنی وہ قریشی نوخیز لڑکے جن کے ہاتھ پر امت کی ہلاکت کا ارشارہ حدیث میں آیا ہے ان میں سے پہلا نوخیز یزید ابن معاویہ ہے۔ کیونکہ اس نے اکثر بڑے بڑے شہروں سے شیوخ صحابہ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے اقرباء اصاغر کو متعین کر دیا تھا۔

فتح الباری صـ ج ۱۳۔ عمدۃ القاری صـ ۲۳۴ ج ۱۱

حاشیہ بخاری صـ ۱۰۴۶ ج ۲

اشعۃ اللمعات صـ ۲۸۵ ج ۴ مظاہر الحق صـ ج ۴ مرقات ملا علی قاری حاشیہ مشکوٰۃ صـ ۴۴۲

مجمع البحار صـ ۳۶ ج ۳ تیسیر الباری صـ ۴۸۶ ج ۶ برحاشیہ عون الباری صـ ج

فیض القدیر صـ ۳ ج ۶ وفاء الوفاء صـ ۱۲۴ ج ۱ تطہیر الجنان صـ ۵۳

ب :- ۱۔ امام نووی ۲۔ ابن حجر عسقلانی ۳۔ بدر الدین عینی ۴۔ کرمانی ۵۔ قسطلانی ۶۔ محمد ابن خلیفہ الوشتانی ۷۔ محمد ابن یوسف السنوسی ۸۔ عبداللطیف ۹۔ شبیر احمد عثمانی ۱۰۔ مولانا احمد علی سہارنپوری ۱۱۔ علامہ سمہودی ۱۲۔ نواب صدیق حسن خان ۱۳۔ محمد طاہر المفتی۔ صحیح بخاری کی حدیث لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء بخاری صـ ۲۵۱ ج ۱ اور صحیح مسلم کی حدیث لا یرید احد اھل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ الخ صحیح مسلم صـ ۴۴۱ ج ۱ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

من اراد المکر بھم لا یمھلہ اللہ ولا یمکن لہ سلطان بل یذھبہ عن قریب کما انقضی شان من حاربھا ایام

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر یعنی داؤ اور برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے مہلت نہیں دیگا اور نہ اس کے تسلط کو تمکین ہو گی بلکہ جلد وہ زوال پذیر ہو گا

بنو امیہ مثل مسلم بن عقبہ فانہ ھلک فی منصرفہ عنہا ثم ھلک یزید بن معاویۃ مرسلہ علی اثر ذلک	جیسے کہ ایام بنی امیہ میں جس نے اسکے ساتھ جنگ کی مثل مسلم بن عقبہ کے کہ مدینہ سے لوٹتے فوراً بعد ہلاک ہو گیا پھر یزید بن معاویہ بھی ہلاک ہو گیا جو مسلم بن عقبہ کو بھیجنے والا تھا ۔

حاشیہ صحیح مسلم شرح النووی ص ۴۲۱ فتح الباری ص ۷۵ ج ۵ ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸ قسطلانی ص ۳۳۶ ج ۳ کرمانی ص ۶۸ ج ۹ حاشیہ بخاری ص ۱۰۴۳ ج ۲ اکمال اکمال المعلم ومکمل الاکمال ص ۴۶۰ مبارق الازھار شرح مشارق الانوار ص ۸۰ فتح الملہم ج ۳ ص ۲۰۱ وفاء الوفاء ص ۹۲ ج ۱ سراج الوہاج ج ۱ ص ۴۹۹ مجمع البحار ص ۲۵۱

ج سنن ابی داود کی روایت رفتنۃ عمیاء صماء علیہا دعاۃ الی ابواب النار) کا مصداق بیان کرتے ہوئے شارحین حدیث لکھتے ہیں:

لایبعد ان یحمل ھذا علی ما وقع فی ایام یزید ابن معاویۃ من قتل الحسین رض عون المعبود ص بذل المجہود ص ۹۱ ج ۵ انوار المحمود ص ۴۶۶ ج ۲ حاشیہ ابی داود ص	کچھ بعید نہیں اس روایت میں فتنہ کا مصداق وہ واقعات ہوں یزید کے ایام میں وقوع پذیر ہوئے قتل حسین وغیرہ ۔
د۔ ویل للعرب من شر قد اقترب ابوداود ص ۲۲۸ ج ۲ مشکوۃ شریف ص ۴۶۳	عرب کے لئے تباہی ہے ایک عظیم شر سے جو قریب آچکا ہے ۔

اس شر کا مصداق محدثین کے نزدیک یزید ابن معاویہ کی امارت ہے۔
اراد بہ قضیہ یزید وھو فی معنیٰ اقرب لان شرہ ظاھر

عند کل احد من العجم والعرب۔ یعنی مراد اس شرِ عظیم سے
قضیۂ یزید ہے۔ کیونکہ ہر عربی اور ہر عجمی کے ہاں اس کا شر ظاہر ہے

بذل المجہود ص۹۲ ج ۵ عون المعبود ص۱۵۶ ج ۴
مرقاۃ ص۱۳۲

ابن اثیر اور محمد الطاہر الفتنی کی ایک روایت جس میں آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے بعد کے خلفاء کا تذکرہ فرمایا اور مندرجہ ذیل کلمات
فرمائے ہیں نقل کرتے ہیں۔

اوہ لفراخ محمد من خلیفۃ	ہائے افسوس محمد کے بچوں کے لئے
یستخلف غتریف یقتل خلفی	اس خلیفہ سے جو نامزد کیا جائیگا جو
وخلف الخلف	میری خلف اور خلف الخلف کو قتل کریگا۔

اور پھر اس کی شرح کرتے ہوئے غتریف کا معنے ظالم اور خبیث
کرنے کے بعد خطابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یقتل خلفی سے مراد وہ افعال
ہیں جو یزید نے حسین ابن علیؓ اور اسکی اولاد سے کیا اور خلف الخلف
سے وہ افعال مراد ہیں جو اس نے یوم حرہ میں کئے۔

مجمع البحار طبع حیدر آباد ص۵۱۲ ج ۳ نہایہ ابن اثیر الروض الباسم ص۱۸۸
وکذا فی فیض القدیر لعبد الرؤف المناوی ج۲ ص۲۶۵

الغرض جملہ صحابہ وتابعین آئمہ مجتہدین، محدثین ومورخین ودیگر
محققین خلفاً عن سلفٍ تفسیق یزید پر متفق نظر آتے ہیں
اور مندرجہ ذیل اکابر امت نے یزید کے ظالم اور فاسق ہونے کی
تصریح فرمائی ہے :۔

خطابی۔ قاضی عیاض، امام قرطبی، ابو الخطاب بن دحیہ الکلبی، ابن بطال

ابن زرین، ابن عقیل، ابن جوزی، ابن ہمام، امام بیقیسی، قاضی ابو یعلی، ابن حزم
امام ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر، ابن الخلدون، ابن جریر الطبری، ابن سعد، ابن حجر
العسقلانی، ابن حجر المکی الہیتمی، حافظ ابن عبدالبر، علامہ سمہودی، فقیہ الکیا ہراسی
علامہ تفتازانی، علامہ سیوطی، مولانا عبدالعزیز ملتانی، نواب صدیق حسن خان،
شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید، علامہ
شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا آزاد اور
جمیع اکابر دیوبند۔

تفصیل کے لئے مذکورۃ الصدر حوالہ جات کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب
کا مطالعہ فرمائیں :۔

تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، البدایۃ النہایہ، تاریخ ابن اثیر، نہایۃ لابن اثیر
تاریخ خمیس، وفیات الاعیان لابن الخلکان، تاریخ ابن الخلدون، منہاج السنۃ
تفسیر روح المعانی، خلاصۃ الفتاویٰ، شرح فقہ اکبر، الدرر الازہر، تمہید
عبدالشکور السلمی، شرح عقائد، نبراس علی شرح العقائد، فتاوی نور الہدیٰ
الروض الباسم، مختصر تذکرہ عبدالوہاب الشعرانی، حیوۃ الحیوان، نور الابصار
اسعاف الراغبین، الصواعق المحرقہ، تطہیر الجنان، الناہیہ عن ذم معاویہ۔
حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، فتاوی عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ، فتاوی مولانا
عبدالحی، فتاوی رشیدیہ، منصب امامت، ہدایۃ الشیعہ، مکتوبات حضرت
شیخ الاسلام، مکتوبات مجدد الف ثانی، مدارج النبوۃ، الانصاف، تاریخ الاسلام
لذہبی، میزان الاعتدال، شذرات الذہب، جمہرۃ الانساب، العبر فی خبر
من غبر، المحلی لابن حزم، الاصابہ، تہذیب التہذیب، الاستیعاب
وفاء الوفاء، شرح الشفاء لملا علی قاری۔

سارے حوالجات کے استقصار کی وسعت نہیں البتہ ان مشہور بزرگوں کی اصل عبارتیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں، جنہوں نے خصوصیت سے ردِ روافض میں نمایاں کام کیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

ا۔ وامر یزید مسلم ابن عقبۃ ان یبیح المدینۃ ثلثۃ ایام و ھو الذی عظم انکار الناس له من فعل یزید۔

منہاج السنۃ ص۲۵۳ ج ۳

یزید نے حکم دیا مسلم ابن عقبہ کو جب تو اہل المدینہ پر غالب آئے تو مدینہ کو تین دن تک مباح قرار دینا اور یہی وہ بات ہے فعل یزید سے کہ جس پر عظیم انکار کیا گیا ہے۔

ب۔ امام موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

یزید کے لشکر نے تین دن تک مدینۃ النبی کو مباح قرار دیا قتل و غارت لوٹ کھسوٹ اور عورتوں کی عصمت دری اور آبرو ریزی کرتے رہے اور یہ سب کچھ یزید کے حکم سے کیا گیا۔ ھذا من العدوان و الظلم الذی فعل بامرہ۔

فتاوی ابن تیمیہ ص۴۱۲ ج ۳

امام موصوف ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

ولاکن اکرمھم اللہ فیہ سبط نبیہ احد سیدی شباب اھل الجنۃ بایدی الفجرۃ الذین اھانھم اللہ

اقتضاء الصراط المستقیم ص۲۹۹

یعنی یوم عاشورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سید الشباب اہل الجنۃ کے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی۔ یعنی شہادت کی عزت ان فجار کے ہاتھوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا۔ الخ

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :-

(قالوا انه کان مع ذالک اماما فاسقا - البدایۃ والنہایہ ص۲۲۳ ج ۸	کہتے ہیں کہ وہ باوجود امور منکرہ کے امام فاسق تھا ۔
ب ۔ فانہ لم یمھلہ بعد وقعۃ الحرۃ وقتل الحسین الایسیرا حتی قصمہ اللہ الذی قصم الجبابرۃ قبلہ وبعدہ انہ کان علیما قدیرا	پس اللہ تعالیٰ نے اسے واقعہ حرہ اور قتل حسینؓ کے بعد بہت ہی قلیل مہلت دی حتیٰ کہ اسے پاش پاش کر دیا اس اللہ نے جس نے اس سے پہلے اس سے بعد کے جابروں کو پاش پاش کر دیا ہے بیشک وہ اللہ علیم اور قدیر ہے
البدایۃ والنہایہ ص۲۲۳ ج ۸	

ابن خلدونؒ کی رائے گرامی :-

علامہ ابن خلدونؒ نے متعدد مقامات پر یزید کے فاسق ہونے کی تصریح کی ہے ۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں :

امایزید فعین خطاہ فسقہ	کہ یزید کی خطا کو فسق یزید نے ہی معین کر دیا ہے ۔
مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۸	

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

لما حدث فی یزید ماحدث من فسق اختلف الصحابۃ	کہ جب یزید میں فسق کا ظہور ہوا تو صحابہ خلع بیعت کے سلسلے میں مختلف ہو گئے ۔
مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۲	

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ جب یزید ابن معاویہ حکمران ہوا ، اسکی بدعات ، ناحق کوشی اور حق پوشی کا عالم میں ظہور ہوا ۔ تو انہوں نے (یعنی قیس ابن سعد نے) دینی جوش میں عبداللہ ابن الزبیر کی بیعت

کر لی نیز واقعہ حرہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ لشکریانِ یزید نے بڑے بڑے ظلم کئے۔

تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد دوم مترجم ص۲۳۶

حافظ ابن حجر المکی الہیتمی لکھتے ہیں :-

وبعد اتفاقھم علی فسقہ اختلفوا علی جواز لعنہ

الصواعق المحرقہ ص۲۲۲

یعنی علماء نے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس پر لعنت کے بارہ میں مختلف ہو گئے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

یزید ابن معاویۃ من اقبحھم وافسقھم بل قال جماعۃ من الائمۃ بکفرہ وھو المراد بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث خسار امتی علی ید اغیلمۃ من سفہاء قریش فھولاء کانو ظلمۃ فسقۃ۔

تطہیر الجنان ص۵۳

یزید ابن معاویہ ان سب میں سے زیادہ قبیح اور زیادہ فاسق تھا بلکہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس پر کفر کا حکم دیا اور وہی یزید ہی مراد ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے کہ میری امت کا نقصان۔ کم عقل قریشی نوجوانوں کے ہاتھ ہوگا بیشک وہ ظالم اور فاسق تھے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-

اما یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است

یزید بے دولت فاسقین کے زمرہ میں ہے۔

مکتوبات ص۲۴۳ ج۱ مکتوب نمبر۲۵۱ ، فیض البرکات من علین المکتوبات ص۳۰

شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رح لکھتے ہیں :-

۱۔ من القرون الفاضلہ اتفاقاً

قرون فاضلہ میں بھی اتفاقی طور پر

ومنہا منافق اوفاسق منہا — منافق بھی تھے اور فاسق بھی انہی میں
الحجاج ویزید ابن معاویۃ و — تروان حجاج یزید اور مختار بھی تھے۔
مختار — حجۃ اللہ البالغہ ص۲۱۵ ج ۲

ب۔ ایک اور مقام پر حدیث دعاۃ الی ابواب النار کا مصداق تبلاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

دعاۃ الضلال یزید بالشام ومختار بالعراق حجۃ اللہ ص۲۱۳ ج ۲

شاہ عبدالعزیز رح لکھتے ہیں :- فتاویٰ عزیزی ص۲۲۶

حضرت امام حسین کی غرض یہ تھی کہ ظالم کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہو جائے

امیر المومنین سید احمد شہید رح کی رائے گرامی :-

رفیق من از جنود حسین بن علی است و رفیق مخالف — میرے ساتھی حسین بن علی رض کے لشکریوں میں سے ہیں اور
من از زمرۂ یزید شقی ۔ مکاتیب ورق ۱۴۹ ب — میرے مخالف کے ساتھی یزید بدبخت کے گروہ سے ہیں

ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں :-

بلا شک و ریب مشارک ما غازی است یا شہید — بلا شک و ریب ہمارے ساتھی غازی ہیں یا شہید
ومقابل ما یان ابوجہل است یا یزید مکاتیب ورق ۱۵۱ ب — اور ہمارے مقابل ابوجہل ہیں یا یزید۔

شاہ اسمٰعیل شہید رح کی رائے گرامی :-

حضرت شاہ صاحب موصوف تقویۃ الایمان سند امام احمد کی ایک روایت بیان کرنیکے بعد لکھتے ہیں، جاننا چاہیئے کہ عبداللہ ابن زیاد اور عمر بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردودوں نے باجازت یزید پلید کے حضرت امام حسین کو رنج پہنچایا۔ تقویۃ الایمان ص۱۸۶

نیز شاہ صاحب نے منصب امامت میں ایک نقشہ دیا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
اس نقشہ کو بنظر غائر مطالعہ فرمائیں اور حضرت شاہ صاحب کی تحقیق کا اندازہ فرمائیں :-

---

نوٹ :- حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی زید مجدہ نے اپنے رسالہ یزید کی شخصیت علمائے اہل سنت کی نظر میں اس حوالہ کو بندہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے۔
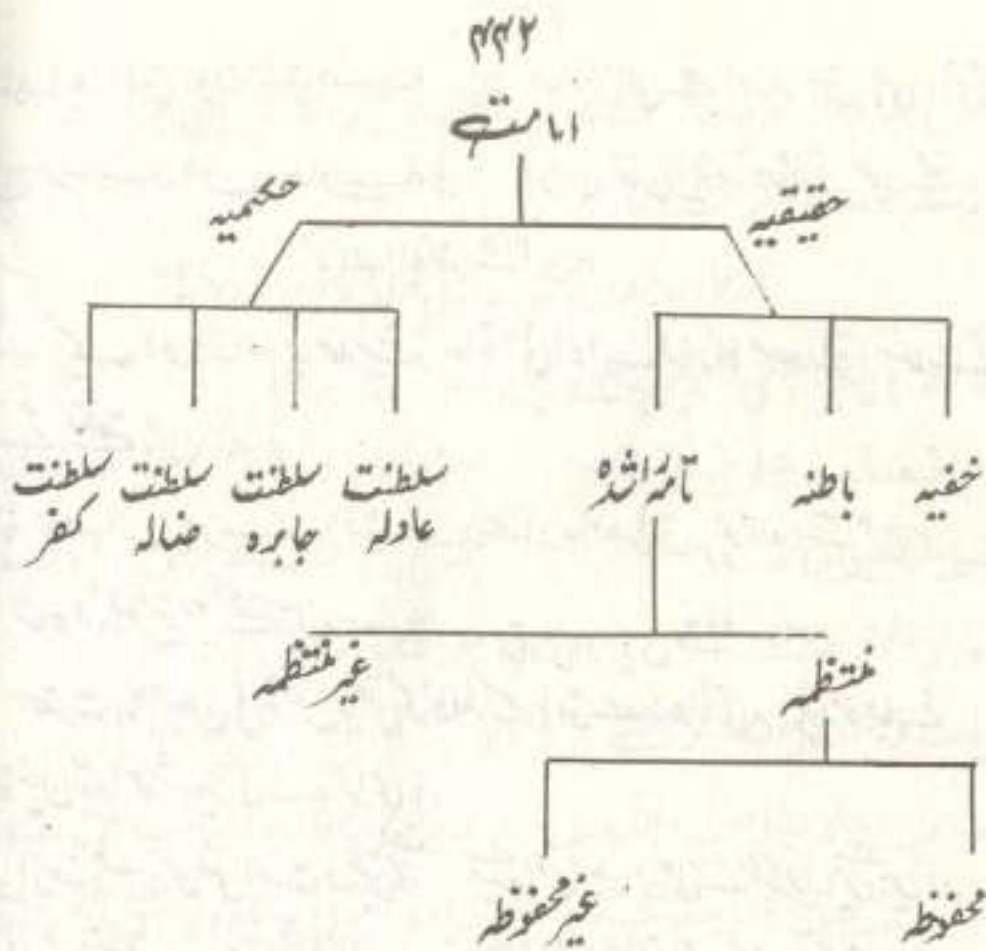
اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب شیخین کی خلافت کو خلافت تامہ راشدہ منتظمہ محفوظہ سمجھتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو خلافت تامہ راشدہ منتظمہ غیر محفوظہ قرار دیتے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو خلافت راشدہ غیر منتظمہ میں داخل کرتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو سلطنت عادلہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یزید ابن معاویہ کی حکومت کو سلطنت جابرہ ضالہ وغیرہ کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وغایۃ امر یزید انما جابر فاسق متغلب	غایۃ الامر یہ ہے کہ یزید جابر، فاسق اور متغلب حکمران ہے۔

مجموعۃ الفتاوی ص۶۶ ج ۲

نیز مجموعۃ الفتاوی ص۸ جلد سوم میں نہایت بسط سے بحث کرنیکے

بعد لکھتے ہیں :-

مسلک اسلم آں ست کہ آں شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نباید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بکفار گشتہ زبان خود را آلودہ نباید کرد

ترجمہ یزید بدبخت کے لئے دعائے مغفرت ورحمت نہیں کرنی چاہیئے اور لعنت جو عرف عام میں کفار سے مختص ہے۔ اس سے بھی زبان کو آلودہ نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت مولانا شبلی نعمانی ارشاد فرماتے ہیں :-

حضرت امیر معاویہ رضؓ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا۔ اور یہی اسلام کی سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب تھی۔ سیرۃ النبی جلد سوم ص۲۰۹

سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں :-

کربلا کی خاک سے اٹھا تھا جو سیل بلا
ظلم پیشہ بادشاہوں کو بہا کے لے لیا

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں :-

فتح مکہ کے دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شیبہ ابن عثمان اور عثمان ابن ابی طلحہ کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا (خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم) لو یہ کنجی سنبھال لو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوئی نہیں چھینے گا۔ مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

ان مختصر الفاظ میں تین پیشگوئیاں مندرج ہیں :-

۱. خاندان ابن ابی طلحہ کا دنیا میں برابر باقی رہنا۔ ۲. کلید بیت اللہ کی حفاظت کی خدمت کا انہی سے متعلق رہنا ۳. ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا

نام ظالم ہوگا۔
نمبر ۱ و ۲ کی بابت کل دنیا کو معلوم ہے کہ یہ کلید بنو شیبہ میں آج تک موجود ہے۔
نمبر ۳ کے بابت مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے ان سے یہ کلید چھین لی تھی۔
اس کے بعد پھر یہ ۱۳۲۳ سال کا زمانہ شاہد صدق ہے کہ کسی اور شخص نے اللہ کے رسول کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔
رحمۃ اللعلمین جلد سوم صہ ۱۷۱

مولانا عبدالحق حقانی لکھتے ہیں:-
پھر یزید پلید ان کی جگہ نہ انتخاب سے بلکہ اپنے باپ کی شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا۔ تفسیر حقانی جلد ہفتم صہ ۱۰

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:-
یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید الشہداء امام ہمام حسین رضی اللہ تعالیٰ اور انکے خاندان و ہمراہیوں پر اس سے (یعنی یزید) ظلم شدید ظہور میں آیا۔
فیوض قاسمیہ صہ ۳۲

مولانا رشید احمد گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:-
یزید کو کافر کہنے سے احتیاط رکھیں مگر فاسق بیشک تھا۔ فتاوی رشیدیہ صہ ۴۹
اب حقیقت خلفاء خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب روشن ہوگیا اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ہدایت الشیعہ صہ ۶۵

مولانا عبدالرحمن صاحب کا فتویٰ

سوال: یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا نہیں۔ لعنت بھیجنے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔

جواب: یزید پر لعنت بھیجنے اور نہ بھیجنے کے جواز میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ لعنت جائز اور درست نہیں اور یزید کا کفر قطعاً ثابت نہیں البتہ فاسق تھا پس احوط عدم لعن ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۶ ج ۷، ۸

حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رح کا ارشاد :۔

حدیث (اغلمۃ من قریش) کی تعیین میں فرماتے ہیں کہ ھم بنوامیہ یعنی قریشی نوجوان جن کے ہاتھوں امت کی ہلاکت مقدر ہے وہ بنی امیہ ہیں۔

فیض الباری جلد ۴ ص ۸

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

الحجاج ھو اظلم ھذہ الامۃ وعن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فی روایۃ انہ کفرہ کما کفر یزید ایضاً۔ فیض الباری ص ۳۸ ج ۲

یعنی حضرت امام احمد ابن حنبل سے ایک روایت ہے کہ وہ حجاج پر کفر کا فتویٰ دیتے تھے جیسے یزید پر کفر کا فتوے دیتے تھے۔

شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی رائے گرامی :۔

حضرت مدنی۔ یزید کے بارہ میں لکھتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں

اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو (یعنی حضرت معاویہ رض) کو اطلاع نہ تھی۔

مکتوبات ص ۲۵ ج ۱

اور ان کی (یعنی حضرت معاویہ رض) وفات کے بعد وہ کھل کھیلا اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا۔ مکتوبات ص ۲۶۶ ج ۱

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان :-

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے لاہور یا نیگورشی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ جہاں تک حسین اور یزید کا تعلق ہے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو یزید کہا اور انگریزوں کو حسین۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی میں برداشت کر سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید کہے۔ مقدمات امیر شریعۃ مرتبہ سید ابو معاویہ ابو ذر ص ۲۵۷

حکیم الامت جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

محمود عباسی کے افکار کے رد میں جناب حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب نے ایک کتابچہ بعنوان "شہید کربلا اور یزید" تصنیف فرمایا ہے۔ اس کتابچہ کا ایک ایک حرف ہمارے مدعا کی تصدیق کرتا ہے اور یزید کی تفسیق اور عباسی کی تکذیب اس مقالے کا اصل مقصد ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ ہم نے اس کتاب میں حکیم الامت کے مدعا کی ہی تکمیل کی ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ

اکابر دیوبند میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہم الرحمہ کی تحریرات آپ محدثین کی آراء کے ضمن میں معلوم کر چکے ہیں۔

مفتی عبدالرشید کی خدمت میں

جناب مفتی عبدالرشید صاحب ایک استفتاء کے جواب میں یزید ابن معاویہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

رہا فسق و فجور تو اس کے متعلق بھی تاریخ میں کوئی واضح قابل اعتماد

بات نہیں ملتی۔ البتہ غالیوں کے افسانے بہت ہیں مگر ان پر اعتماد کرنا سمجھداروں کے لیے مشکل ہے۔

(رسالہ تفہیم القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۶۹ء)

ہم مفتی صاحب کی خدمت عالیہ میں اس سے زیادہ کیا گذارش کر سکتے ہیں ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حضرت ذرا غور فرمائیں کہ کہیں اپنے بزرگوں پر بھی غالی اور ناسمجھ ہونے کا فتویٰ تو نہیں دے رہے۔ شاید عباسی صاحب کی ریسرچ کا اثر ہے، جو انہوں نے جدید آلات تحقیق کے استعمال سے تاریخی واقعات کی نئی دستاویز مرتب کی ہے جس نے اسلاف کے مقرر کردہ جملہ عقائد پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے اور تمام اکابر امت کو جاہل، غالی اور ناسمجھ قرار دیا ہے شاید سمجھدار لوگوں کی پیداوار کا موسم چودھویں صدی کے نصف آخر کی بہار ہے۔ بقول بزرگے ؎

ناموس چند سالہ اجداد نیک نام

در زیر پائے عزب و ریسرچ نہادہ اند

عامر عثمانی کی نادانی وطغیانی

عباسی صاحب نے حضرت امام حسین رضؓ اور دیگر حضرات اہل بیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہی کچھ ڈپٹی نذیر احمد صاحب اس سے قبل سپرد قلم کر چکے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عباسی صاحب کے نظریات سے اظہار تبری کے لئے حضرت قاری صاحب نے مستقل مقالہ بعنوان

"شہید کربلا اور یزید" اور ڈپٹی صاحب کی تردید میں جناب عمر احمد عثمانی نے ماہنامہ قاسم العلوم کے صفحات میں معرکہ آرائی فرمائی ہے۔ آج بھی ماہنامہ قاسم العلوم ماہ شعبان ۱۳۸۵ھ صفحات پر ان کے رہوار قلم کے آثار ضیابار دیکھے جا سکتے ہیں۔

(ان حضرات کے خروج کو طمع خلافت اور رزق مقسوم پر قناعت نہ کرنے پر محمول کرنا واقعات سے آنکھیں بند کرنا ہے۔ شریعت اسلامیہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ امام فاسق کے عزل پر اگر کسی کو قدرت ہو تو اسکے لئے خروج جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ حضرات اہل بیت نے جن لوگوں کے خلاف خروج کیا ہے وہ ان کے نزدیک فاسق تھے۔)

عمر احمد عثمانی مرحوم و مغفور نے یزید ابن معاویہ ہی کو نہیں بلکہ تمام ان خلفاء کو جن کے خلاف ائمہ اہل بیت نے خروج کیا تھا فاسق قرار دیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ عامر صاحب نے اس طرف کیوں گوشہ چشم قہر آلود منعطف نہیں فرمایا اور حضرت قاری صاحب کی طرف اپنے قلم آتش فشاں کا دہان کھول دیا عامر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے جس کلب عقور کو اہل اللہ کے خون کی چاٹ لگ جاتی ہے۔ اسکی حرص و آز کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ پھر وہ نہ نبی زادوں کو دیکھتا ہے نہ حریم نبوت کو۔ چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جس ملحد نے مندرجہ ذیل کلمات کہنے کی جسارت کی ہے۔

پیغمبر کی اولاد ذکور ان کے بعد زندہ نہ رہی۔ ایک بیٹی زندہ رہیں تو ان کی نسل کی بدولت اسلام میں یہ تفرقہ پڑا کہ مسلمان سنی و شیعہ دو فریق ہو گئے ان میں ہمیشہ جوتیوں میں دال بٹتی رہی۔ بیٹا زندہ رہتا تو شاید پسر نوح ثابت ہوتا لیس من اھلک

انہ عمل غیر صالح)

اسی زندیق نے مندرجہ ذیل کلمات کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی :-

" پیغمبر صاحب نے عائشہؓ کے متعلق چرتر کی طرف اشارہ کیا۔ زلیخا کا چرتر تو قرآن سے معلوم کر سکتے ہو۔ عائشہؓ کا چرتر یہ تھا کہ وہ دل سے باپ کی امارت چاہتی تھی اور اس وقت ظاہر میں باپ کو ناقابل امامت بتایا۔ مگر بات ایسی کہی جس سے ظاہر ہو کہ ابوبکر سے بڑھ کر پیغمبر صاحب کا کوئی ہوا خواہ نہیں۔ اس کے یہ معنی کہ ابوبکر سے بڑھ کر کسی کو امامت اور خلافت کا استحقاق نہیں اسی کو ہم چرتر کہتے ہیں اور پیغمبر صاحب نے زلیخا سے عائشہ کو تشبیہ دی الخ"

(عبارت اصحابات الامۃ منقول از رسالہ قاسم العلوم بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ)

کردار یزید در گفتار یزید

یزید ابن معاویہ کا کردار اس کے اپنے گفتار کے آئینے میں

یزید ابن معاویہ کی پرورش چونکہ اپنے ننھیال میں بادیہ (جنگل) میں ہوئی ہے اس لئے وہ بادیہ نشینوں کے خصائل سے پوری طرح آراستہ تھا۔ قابل شہسوار اور زبردست شکاری تھا۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ امیر یزید بڑے شکاری اور زبردست شہسوار تھے مرید دفیسرہتی نے اسلام میں پہلا بڑا شکاری انہیں کو کہا ہے۔

تحقیق یزید ص ۲۲۹

شکار شرعاً جرم نہیں لیکن شکار کا اتنا شغف کہ اس کے لئے شکاری کتے پالنا اور جنگلی درندوں چیتوں وغیرہ کو سدھانا بلاریب بہت سے دیگر امور میں تہاون اور تغافل کا موجب بن جاتا ہے۔

چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی موت واقع ہوئی تو اس وقت ولی عہد مملکت حضرت معاویہؓ کے ہونہار صاحبزادے یزید اپنے اسی محبوب مشغلے میں مصروف تھے۔ اپنے شفیق باپ کے جنازے تک سے محروم رہے علی احمد صاحب عباسی رقمطراز ہیں کہ خود سیدنا ضحاک نے نماز پڑھائی اور یزید کو واقعہ ہائلہ کی اطلاع بھیج دی۔ امیر یزید اسوقت دمشق میں موجود نہیں تھے۔ (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۲۳۱)

جناب علی احمد صاحب عباسی نے یہ نہیں بتلایا کہ یزید اسوقت کہاں

تھا لیکن بعض کتب تواریخ میں اس کی تصریح ہے (حین حضرت معاویہ الوفاۃ کان یزید فی الصید) کہ حضرت معاویہؓ کو وفات حاضر ہوئی اس وقت یزید شکار میں مصروف تھا البدایۃ والنہایہ صفحہ ۱۱۵ ج ۸
اور شاید اسی لیے کہ حضرت معاویہؓ کی وفات ۲۲ رجب کو ہوئی اور یزید کی بیعت خلافت ۲۸ رجب کو، ہفتہ بھر کا وقفہ اس لیئے ہوگیا۔ ملاحظہ ہو داستان کربلا صفحہ ۲
پھر جس طرح یزید شکار کا خوگر تھا اور شکار کے کتے پالنا اور چیتے سدھانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اسی طرح وہ گانا سننے کا بھی شوقین اور عادی تھا
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار لکھتا ہے :-
"کہ وہ (یزید) شاعر بھی تھا اور موسیقی کا دلدادہ، نیز آرٹ کا قدردان تھا" انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (بحوالہ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۴۵)
ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں :-

عبیداللہ ابن زیاد ابن ظبیان کان مغنیا لیزید عیون الاخبار صفحہ ۲۱۳ ج ۲	یعنی عبیداللہ ابن زیاد ابن ظبیان یزید کا مغنی (گویا) تھا

علامہ ابن الخلدون نے تصریح کی ہے کان یعذلہ علی سماع الغنا کہ حضرت معاویہؓ یزید کو گانا سننے پر ملامت کرتے تھے۔

مقدمہ ابن الخلدون صفحہ ۲۱۲

یہ مشاغل یزید ابن معاویہ کے عنفوان شباب کے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اسے شراب نوشی کی عادت بھی پڑ گئی۔ لیکن بعض مصالح کی بنا پر اس نے اسے مخفی رکھنے کی کوشش کی۔ ۵۶ھ قضیۂ ولایت عہد تک بہرحال اس کا ظہور نہیں ہوا تھا۔
بعض اشعار سے یزید ابن معاویہ کے طبعی رجحانات کا سراغ ملتا ہے وہ اشعار درج ذیل ہیں :-

دعوت بماءٍ فی اناءٍ فجاءنی | غلام بخمرٍ فاوسعتہ زجرا
فقال ھو الماء القراح وانما | تبدّٰی بہ خدی فاوھمک الخمرا

ترجمہ:- یزید ابن معاویہ کہتا ہے کہ میں نے پانی مانگا پس ایک لڑکا شراب لے کر آگیا۔ پس میں نے اسے بہت زجر و عتاب کیا۔ وہ کہنے لگا یہ پانی سادہ ہے، شراب نہیں ہے۔ اس میں میرے رخسارے کی سرخی منعکس ہوکر ظاہر ہوئی۔ پس اس نے آپ کو وہم میں ڈال دیا کہ یہ شراب ہے۔

تاریخ دول الاسلام ص ۵۹

ابن الخلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں فقیہہ الکیاہراسی کا قول یزید ابن معاویہ کے بارے میں نقل کیا ہے:-

اقول لصحب ضمت الکاس شملھم | وداعی صبابات الھویٰ یترنم
خذوا بنصیب من نعیم ولذۃ | فکل وان طال المدیٰ یتصرم
ولا تترکوا یوم السرور الی غدٍ | فرب غدٍ یاتی بما لیس یعلم

ترجمہ:- میں نے اپنے ان ساتھیوں کو جن کی جمعیت جامِ شراب کی رہینِ منت ہے کہتا ہوں کہ اپنا بہرہ عیش و طرب اور لذت و سرور سے فوری طور پر حاصل کر لو۔ کیونکہ ہر چیز اگر اس کی مدت طویل کیوں نہ ہو منقطع ہو جاتی ہے۔ یوم سرور کو کل کے لئے مت چھوڑو۔ کیونکہ بسا آنیوالا دن نامعلوم چیز یعنی ناگوار امور کو لے آتا ہے۔

مندرجہ بالا اشعار نے یزید ابن معاویہ کے طبعی رجحانات کو واضح کر دیا ہے اور اسی نوعیت کے کچھ اور اشعار بھی البدایہ والنہایہ، تاریخ الخلفاء اور بعض دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ اہل مدینہ جو خلع بیعت کر کے یزید کے ربقہ اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ وہ بالعموم انہی کبائر کا

کو ملزم ٹھہراتے تھے۔ وہ سبھی صحابہ اور صحابہ زادے تھے۔ بالخصوص معقل ابن سنان الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ اور مسور ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ واشگاف طور پر یزید کو شراب نوشی کا الزام دیتے تھے۔ اول الذکر کو مسلم ابن عقبہ نے اسی وجہ سے جبراً قتل کیا تھا اور ثانی الذکر کو عامل مدینہ نے یزید کے حکم سے حد لگائی تھی تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ ۳۸۸

شکار کا شغف، غنا کی رغبت اور شراب نوشی کی عادت کا لازمی نتیجہ تھا کہ نماز میں غفلت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہوا جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات واماتتھا فی غالب الاوقات   البدایۃ والنھایۃ صفحہ ۲۳۰ ج ۸

کہ یزید میں شہوت پرستی، ترک نماز بعض اوقات اور اماتت صلوۃ غالب اوقات میں پیدا ہو چکے تھے۔

محمد ابن عبد اللہ ابن سعید نے اپنے اس شعر میں یزید کے اسی کردار کا عکس پیش کیا ہے :-

یا مضیع الصلوات للشھوات   ستعنا ولیس خالک منا

یزید ابن معاویہ میں تکبر، عجب، ضد و عناد کے آثار پائے جاتے تھے اور اسکی طبیعت منتقمانہ تھی

باوجود ان خامیوں کے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے یزید کو جب ولی عہد بنایا گیا۔ تو اس میں تکبر، عجب، ضد اور عناد کے آثار بھی نمودار ہوئے شاید یہ بھی بدویانہ پرورش کا نتیجہ ہو۔

اور ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ جن سے اس کی منتہائے طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۴۹، ۵۰ھ میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ نے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے سفیان ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ کی قیادت میں ایک جرار لشکر روانہ کیا تھا تو یزید کو بھی اس میں شمولیت کا حکم دیا تھا لیکن یزید اس لشکر میں نہ گیا۔ اتفاق سے وہ لشکر وبائی امراض میں مبتلا ہو گیا تو یزید نے نہایت فرحت و انبساط اور بغایت طرب و نشاط سے یہ اشعار پڑھے :-

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم — مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر فرقدونہ

بالفرقدونة من حمیٰ ومن موم — مقام پر بخار اور چیچک کی دبائیں آپڑیں

اذا اتکات علی الانماط مرتفعا — جب کہ میں اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے

بدیر مران عندی ام کلثوم — دیرمران میں مقیم ہوں اور میرے پاس ام کلثوم ہے۔

؎ معشوق ہے بغل میں جلسے ہیں میکشی کے — اپنے لئے یہی ہیں سامان دل لگی کے

حضرت معاویہؓ کو خبر پہنچی تو انہوں نے سرزنش کی۔ کہنے لگا تولینی الصائفۃ کہ مجھے صائفہ کا سالار بنائیں۔ یعنی ماتحتی منظور نہیں اور بحری لشکر کی امارت بھی نہیں چاہتے۔ آخر سنہ ۵۲ھ میں صائفہ کا سالار بنا کر روانہ کیا۔

مزید سنئے۔ اس کی ولیعہدی کی تحریک کے چونکہ انصار مخالف تھے اسلئے اس نے اخطل نامی ایک نصرانی شاعر کو کہا کہ انصار مدینہ کی ہجو میں شعر کہے پس اخطل نے یزید کی فرمائش پر مندرجہ ذیل شعر کہا :-

ذهبت قریش بالسماحة والندیٰ — واللوم تحت عمائم الانصار

کہ ساری مروت و سخاوت قریش کے حصہ میں اور شومی و ملامت انصار کے

عاملوں کے نیچے ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ جو انصار میں سے تھے انہوں نے ہی حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا۔ جیساکہ گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ کے سامنے شکایت کی

طبقات فحول الشعراء ص۳۹۷ و ص۳۹۸

ایک اور مثال جو عباسی صاحب کا ریختہ قلم ہے اور استلحاق زیاد کے سلسلہ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے یہاں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں عباسی صاحب رقمطراز ہیں:۔

امیر زیاد نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں اپنی زیر حکومت علاقہ میں نظم و نسق قائم رکھنے کے سلسلہ میں اپنی جس کارگذاری کا مؤثر پیرایہ میں تذکرہ کیا۔ امیر موصوف اعلٰی پیرایہ کے مدبر اور منتظم ہونے کے علاوہ زبردست خطیب بھی تھے اور یزید بھی اس مجلس میں موجود تھے اس لن ترانی کو سنکر ان سے رہا نہ گیا اور نہایت جامع الفاظ میں صرف تین فقرے ایسے بلیغ کہے کہ زیاد سٹپٹا کر رہ گیا۔ وہ فقرے حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں یہ ہیں:۔

ان تفعل ذالک یا زیاد فنحن	اے زیاد اگر تو نے یہ سب کام کئے تو ہم
نقلناک من ولاء ثقیف الی	نے بھی ثقیف کی اولاد سے منتقل کر
قریش ومن القلم الی المنابر	کے تجھے قریش کے ساتھ ملحق کیا ہے۔
ومن زیاد ابن عبید الی حرب	اور قلم کی گھس گھس سے اور خدمت
ابن امیہ فقال معاویہ اجلس	کتابت سے منبروں تک لائے ہیں یعنی

فتح العرب کے کارنامے

یزید ابن معاویہ کے کردار و گفتار کے سلسلے میں ضمنی طور پر بعض دوسری چیزیں بھی آگئیں اور سلسلہ دراز ہوگیا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے:
"فتح العرب کے کارنامے" ہم چاہتے ہیں کہ قارئین کرام اس باب میں بھی ایک طائرانہ نگاہ ڈال لیں۔

۱۔ گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ یزید ابن معاویہ کو جب ۵۲ھ میں صائفہ کا سالار بنا کر بھیجا گیا تھا تو اس نے قیصر روم کے ساتھ مصالحت کر کے قسطنطنیہ کے چار سالہ محاصرہ کو اٹھا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے پھر عرصہ دراز تک قسطنطنیہ پر لشکر کشی ممکن نہ رہی۔

ملخص من تاریخ ابن خلدون مترجم ص ۱۲۹ کتاب ثانی حصہ دوم

۲۔ جزیرہ روڈرس ۵۳ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوا تھا۔ چنانچہ حکیم محمود ظفر احمد صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب:-
معاویہ شخصیت و کردار، میں معجم البلدان ذکر روڈرس، فتوح البلدان ص ۲۴۴۔ ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۴۴ البدایہ و النہایہ ص ۶۱ ج ۸ معاویہ ابن ابی سفیان لابی النصر ص ۶۹ کے حوالجات سے لکھتے ہیں:-
"چنانچہ ۵۳ھ میں آپ کے مشہور جرنیل جنادہ ابن امیہ نے راڈرس پر حملہ کیا۔ راڈرس بحیرہ روم اناطولیہ کے قریب جنوب مغرب میں ایک نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے۔ جس میں زیتون۔ انگور وغیرہ اور قسم قسم کے عمدہ پھل اور میٹھے پانی کے چشمے

پلئے جاتے ہیں۔ اس جزیرہ کا رقبہ ساٹھ میل تھا۔ جنادہ ابن امیہ نے ۵۳ھ میں اسکو فتح کیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں بہت سے مسلمان آباد کر کے اسکو ایک اسلامی نوآبادی بنا دیا۔

سیدنا معاویہ شخصیت و کردار ص ۳۸۷

پھر عرصہ دراز تک مسلمان وہاں نہایت شان و شوکت اور کامل عظمت و وقار کے ساتھ آباد رہے۔ یہاں تک کہ یزید مسند نشین ہوا تو اس جزیرہ سے مسلمانوں کو واپس بلا لیا اور اس اہم جزیرہ کو دشمن کے لئے خالی کر دیا چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

ما زالوا کذالک حتی کانت امرة یزید لعد ابیہ فحولھم من تلک الجزیرة وکانت للمسلمین بھا اموال کثیرة وزراعة غزیزة

البدایہ والنہایہ ص ۶۱ ج ۸

پھر مسلمان وہاں رہتے رہے یہانتک کہ یزید کی امارت آئی۔ باپ کے بعد اس نے اس جزیرہ سے ان مسلمانوں کو واپس بلا لیا اور مسلمانوں کے وہاں کثیر اموال اور قیمتی کھیتیاں تھیں۔

۳۔ ۲۸ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قیادت سب سے پہلا بحری حملہ قبرص پہ ہوا۔ اسی لشکر میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں اور یہی وہ خوش نصیب مجاہدین تھے۔ جنہیں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھ کر مسرور ہوئے تھے۔ قبرص فتح ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار فوجیوں کو قبرص پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے وہاں متعین کیا اور مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کو بعلبک سے منتقل کر کے وہاں آباد کیا مساجد تعمیر کیں ثلث صدی تک وہاں آباد رہے ؛

الیٰ ان توفی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وولی بعدہ ابنہ یزید

فاقفل ذالک البعث وامر بهدم المدینۃ

یعنی جب حضرت معاویہؓ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا یزید والی بنا تو اس نے لوگوں کو واپس بلا لیا اور شہر کو گرا دینے کا حکم دیا۔

بادشاہ اپنے سیاسی مصالح کو خوب جانتے ہیں، نہ جانے یزید نے غازیان اسلام کے آباد کردہ اس شہر کو کیوں ویران کر دیا۔ جہاں اللہ والوں کی اذانیں برسوں گونجتی رہیں، فضائیں اللہ کی کبریائی سے معمور تھیں اور جس سرزمین پر مسلمانوں کی جبینیں سربسجود رہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔

محمد ابن المصیصی نے ولید کا ایک بیان نقل کیا ہے:۔

یزید ابن معاویۃ رشا مالا عظیما ذا قدر حتے اقفل جند قبرص

کہ یزید ابن معاویہ نے کثیر المقدار اور عظیم القدر مال کی رشوت دے کر قبرص کے لشکر کو واپس بلوا کر وہ علاقہ دشمن کے حوالے کر دیا۔

فتوح البلدان ۱۵۸

فتح العرب کا یہ عظیم کارنامہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لشکروں کو خواب میں دیکھ کر مسرور ہوئے تھے انہیں واپس بلا لیا۔ گویا کہ یزید کے اس فعل نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لبوں سے تبسم اور مسکراہٹ کو چھین لیا اور یزید کے دوسرے کارنامے نے کہ مدینہ شہر کو تین دن تک مباح ٹھہرا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو دہلا دیا۔

حضورؐ فرماتے ہیں من اخاف اهل المدينة اخاف ما بين هذين

واشار الى جنبيه الحديث کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو خائف کیا اس نے میرے دل کو خوفزدہ کیا۔ یعنی آپ نے دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ما بین ہذین جو ان دو پہلوؤں کے مابین ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

ثم اباح مسلم ابن عقبہ الذی یقول فیہ السلف مسرف ابن عقبہ قبح اللہ من شیخ سوء ما اجھلہ ثلاثۃ ایام کما امرہ یزید لا جزاہ اللہ خیرا وقتل خلقا من اشرافھا وقرائھا وانتھب اموالا کثیراً

البدایہ والنہایہ ص ۲۲۰ ج ۸

پھر مسلم بن عقبہ نے جسے سلف مسرف ابن عقبہ کہتے ہیں۔ اللہ بُرا کرے اس بڑے بوڑھے کا کیا جاہل ہے اس نے مباح ٹھہرایا مدینہ تین روز تک جیسا کہ اسے یزید نے حکم دیا تھا اللہ اسے جزائے خیر نہ دے اور قتل کیا اس نے اشراف مدینہ اور قراء مدینہ سے خلق کثیر کو اور لوٹ لیا اموال کثیر کو۔

ضد، بغض، حسد اور کینہ کا جو نمونہ آپ نے یزید ابن معاویہ میں ملاحظہ کیا ہے وہ یزید ابن معاویہ ہی کا خصیصہ نہیں بنی امیہ بالعموم ان رذائل کے حامل تھے۔

ذیل کے مندرجات ہمارے دعوے کیلئے شاہد عادل ہیں :۔

۱۔ یزید ابن معاویہ کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ ابن الزبیر نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اہل شام کے علاوہ تمام امت آپ پر مجتمع ہو گئی۔ اہل شام میں سے بھی بعض لوگ حضرت ابن زبیر کیطرف رجوع کر آئے۔ لیکن بعض غداروں کی وجہ سے حالات میں انقلاب واقع ہو گیا اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن الزبیر نے اپنے ایام میں کعبہ کو گرا کر از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ انہوں نے ام المومنین رض سے ایک حدیث سنی تھی جو بخاری شریف میں ص ۲۱۵ پر نہایت تفصیل سے موجود ہے۔ پس انہوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش

کی تکمیل کی اور کعبہ کو اساس ابراہیمی پر استوار کردیا در جاہلیت کی بنیادوں میں دو وجہ سے ترمیم کر دی۔ ایک حجر یعنی حطیم کو داخل بیت اللہ کر دیا۔ دوسرا دروازوں کو زمین کے ساتھ ملحق کر دیا۔ مروان ابن الحکم کی وفات کے بعد عبدالملک ابن مروان نے اہل شام کو اپنی خلافت کی طرف بلایا اور عبداللہ ابن الزبیر کو شکست دینے کے لئے مختلف تدابیر کیں۔

منجملہ ان تدابیر کے ایک تدبیر یہ کی کہ بیت المقدس میں صخرہ پر قبہ تعمیر کرا کے اسے غلاف چڑھایا اور لوگوں کو ایام حج میں بیت المقدس میں صخرہ کی زیارت کیلئے جمع ہونے کی ترغیب دی۔ تاکہ لوگ عبداللہ ابن الزبیر کے تعمیر کئے ہوئے کعبہ کا حج نہ کریں۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :-

لما تولی عبدالملک الشام و وقع بینه وبین ابن الزبیر الفتنة وکان الناس یحجون فیجتمعون بابن الزبیر فاراد عبدالملک ان یصرف الناس عن ابن الزبیر فبنی القبة علی الصخرة وکساها فی الصیف والشتاء یرغب الناس فی زیارة بیت المقدس

جب عبدالملک شام کا والی ہوا اور اس کے اور ابن الزبیر کے درمیان فتنہ بپا ہوا اور لوگ حج کرتے تھے اور ابن الزبیر کے ساتھ جمع ہوتے تھے پس عبدالملک نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو پھیر دے ابن زبیر سے تو اس نے صخرہ پر قبہ تعمیر کروایا اور اسے غلاف چڑھوایا سردیوں اور گرمیوں کا تاکہ لوگوں کو راغب کر کے بیت المقدس کی زیارت میں

کتاب الزیارة لجامع الفرید صہ ۵۴۲ واقتضاء الصراط صہ ۵۳۵
وکذا فی تعلیق الممجد مولانا عبدالحی صہ ۱۹۳ حاحیوٰة الحیوان صہ ج ۱ ۵۹۵ و ۵۸۶

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں :-

وکان عبداللہ ابن الزبیر ھدمہ فی خلافتہ وبناہ علی ما احب علیہ السلام فلما قتل اعادہ الحجاج علی ما یحبہ عبدالملک ابن مروان قال عبدالملک لسنا من تخبیط ابی خبیب فی شیئ

فتح القدیر صفحہ ۱۵۱ ج ۲

عبداللہ ابن الزبیر نے اپنی خلافت میں کعبہ کو گرا کر ان بنیادوں پر تعمیر کیا تھا جسے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے محبوب سمجھا تھا۔ جب ابن الزبیر قتل کئے گئے تو حجاج نے کعبہ کو اس طرح لوٹا دیا جسے عبدالملک محبوب سمجھتا تھا۔ عبدالملک نے کہا ہم ابی خبیب یعنی ابن زبیر کے کسی قسم کی تخلیط کو پسند نہیں کرتے۔

بتایئے کہ اس عناد کی کوئی نظیر ہے۔ البتہ آپ کو اس سے بھی دلچسپ نمونہ بنی امیہ کے ہاں سے مل سکتا ہے۔ سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

ثم ان بنی امیۃ بنوا فی زمنھم حوضا آخر یجعلون فیہ لبنا و عسلا طمعا فی ان یرد الناس حوضھم وتکون السقایۃ لھم غیر الناس لزموا حوض ابن عباس واٰثروہ علی اللبن و العسل فیض الباری صفحہ ۱۰۱

پھر بنی امیہ نے اپنے زمانے میں ایک اور حوض بنوایا جس میں دودھ اور شہد ڈالتے تھے اس لالچ سے کہ لوگ ان کے حوض پر وارد ہوں گے اور سقایہ بھی ان کیلئے ہو جائیگا مگر لوگ ابن عباس کے حوض سے چمٹ گئے اور اسے دودھ اور شہد پر ترجیح دی۔

عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ تو ان کی عداوت تھی کہ اسکے عناد کی وجہ سے صخرہ بیت المقدس پر قبہ تعمیر کروایا اسے غلاف پہنایا اور کعبہ کے مقابلہ

یں لوگوں کو اس کی زیارت کی دعوت دی اور ان کی ترغیب کے لیئے صخرہ کو زیب و زینت دی۔ پھر جب دسترس حاصل ہوئی تو ابن الزبیر کے تعمیر کردہ کعبہ کو بھی گرا دیا لیکن انہیں ابن عباس رضؓ سے کونسی عداوت تھی۔ محض حسد کی وجہ سے ان سے منصب سقایہ غصب کرنے کے لیئے نہایت مخفی کید استعمال کی۔ لیکن پھر بھی مراد کو نہ پا سکے۔

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہٗ — انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

عن بکر ابن عبداللہ المزنی قال کنت جالسا مع ابن عباس عند الکعبۃ فاتاہ اعرابی فقال مالی اری بنی عمکم یسقون العسل واللبن وانتم تسقون النبیذ امن حاجۃ بکم ام من بخل فقال ابن عباس الحمدللہ ما بنا من حاجۃ ولا بخل قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وخلفہ اسامۃ فاستسقی فاتیناہ باناء من نبیذ فشرب وسقی فضلہ اسامۃ وقال احسنتم واجملتم کذا فاصنعوا فلا نرید ان نغیر ما امر بہ

بکر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضؓ کے ساتھ کعبہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا کہنے لگا اے ابن عباس مجھے کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بنی عم شہد اور دودھ پلاتے ہیں اور تم نبیذ پلاتے ہو کیا تم محتاج ہو یا بخیل ہو۔ پس ابن عباس نے کہا۔ الحمد للہ ہم نہ محتاج ہیں نہ بخیل۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اونٹنی پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے اسامہ تھا۔ آپ نے پانی طلب کیا ہم نے ایک برتن میں نبیذ پیش کیا آپ نے نوش کیا اور فرمایا کہ تم نے حسین و جمیل کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صحیح مسلم ص۴۲۳ ج ۱

کیا اور ایسے ہی کرتے رہو۔ ہم رسول اللہ
کے حکم کو بدل نہیں سکتے۔

راقم السطور کہتا ہے بنی امیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش
کے مطابق کعبہ کی بنیادوں کو بھی قائم نہ رہنے دیا اور نہ ہی سقایہ اس
شکل میں برقرار رہنے دیا عبداللہ ابن الزبیر کیساتھ عداوت اور ابن
عباس کے ساتھ حسد ہی نے ہدم کعبہ اور تغیر سقایہ پر برانگیختہ کیا۔
والاکرام لمن عمل سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

○

عباسی صاحب کے نظریات اور انکی تصنیفات پر ناقدانہ نظر

راقم السطور عباسی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ یہ ہے :-

کہ عباسی صاحب شدید ترین ناصبی اور متعصب ترین ہوا پرست انسان ہیں۔ ان کے پیش نظر صرف حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ ابن علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی تنقیص ہے اور حضرت امیر معاویہؓ اور یزید ابن معاویہ کو ان کے مقابلہ میں برتر ثابت کرنا ہے انہیں دیگر صحابہ سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ دین اسلام کے بارے میں ان کے تصورات اہل سنت حضرات کے معتقدات کے خلاف ہیں۔ اور اگر کسی مستشرق کو بھی اپنا ہمنوا پاتے ہیں تو اس کا قول بصد افتخار اپنی تائید میں پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اپنے عقیدہ و نظریہ کے خلاف ہر بات کو بے دریغ رد کر دینے کے عادی ہیں چاہے وہ صحیح بخاری کی روایت ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔ حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

۱۔ حضرت حسنؓ ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح و مصالحت کے لئے کوشاں بر خلاف انکے ان کے چھوٹے بھائی کے بچپن کا بھی ایک واقعہ خود ان کی زبانی اصحاب سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں ،

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ اپنے زمانۂ خلافت میں جب مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ دیتے کھڑے ہوئے میں نے ان سے کہا۔ "آپ میرے نانا جان کے منبر سے اتر جایئے اور اپنے باپ کے منبر پہ چلے جایئے" اصحاب سیر و تاریخ نے ان کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :۔

نقلت له انزل عن منبر ابی واذهب الی منبر ابیك فقال ان ابی لم یکن له منبر فاقعدنی معه فلما نزل ذهب بی الی منزله فقال ای بنی من علمك هذا قلت ما علمنیه احد۔

میں نے کہا میرے باپ کے منبر سے اتریں اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جائیں انہوں نے کہا کہ میرے باپ کا کوئی منبر نہیں پس مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا پس جب وہ اترے مجھے اپنے گھر لے گئے اور فرمایا کہ اے بیٹے تجھے کس نے سکھایا میں نے کہا مجھے کسی نے نہیں سکھایا

خلافت معاویہؓ و یزید ص۱۱ طبع ثالث بحوالہ تاریخ الاسلام ذہبی والاصابہ

ب حضرت حسین نے البتہ موروثی و خاندانی حق خلافت کے نظریہ کو ترک نہ کیا اور جیسا کہ ابتدائی سطور میں کوفیوں سے ان کی خط و کتابت کے اقتباسات سے ثابت ہے۔ وہ اس بات کے برابر منتظر رہے کہ جیسے حضرت معاویہؓ کے مرنے کی اطلاع ملے طلب خلافت کا اقدام کریں ص ۱۶۵ ج۔ ویسے سیدھی اور صاف بات ہے کہ حضرت حسینؓ کو اس کا ملال تھا کہ اتنی مشکل سے تو ان کے خاندان میں خلافت آئی تھی مگر خونریزی کے باوجود قائم نہ رہ سکی۔ ان کے برادرِ بزرگ نے بڑی آسانی سے اسے کھو دیا۔

تبصرہ محمودی ص۱۳۱ ج ۲

د۔ اور یہ خطوط جو شیعہ مؤرخین نے درج کئے ہیں مسکت ثبوت ہیں۔ اس بات کا حضرت حسین'' کا اقدام محض سیاسی اقتدار کے حصول کے لئے تھا۔

خلافت معاویہ و یزید صہ ۹۰ طبع سوم

ھ۔ یہ حضرات جوشِ انتقام سے اگر اس درجہ مغلوب نہ ہو گئے ہوتے تو صورت حال کا ٹھیک جائزہ بھی نہ لے سکے اور اس قتل کو جو سیاسی مناقشہ کے نتیجہ میں واقع ہوا تھا ذاتی جھگڑا قرار دیا۔

خلافت معاویہ و یزید صہ ۸۹ طبع سوم

و۔ مشہور مؤرخ ڈوزی کا ایک فقرہ اس بارہ میں قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے "اخلاف یعنی (آئیوالی نسلوں) کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات انصاف قومی امن اور ایسی خانہ جنگی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتدا میں روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اخلاف (حضرت) حسین رض کے متعلق ہے۔ جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں اور ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خدوخال بھرے اور (حضرت) حسین رض کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو اتو کھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حب و جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی العہد کے روپ میں پیش کیا جائے۔" خلافت معاویہ و یزید صہ ۹۵ طبع سوم بحوالہ تاریخ مسلمان

ز۔ دوسرے مقام پر ڈوزی ہی کا فتویٰ حسین ابن علی رض کے متعلق استشہاد کے لئے پیش کرتے ہیں کہ :-

"مگر حسین رض نے حب جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط (دعوت ناموں) کو فخریہ طور سے نمائش کرتے

رہے جو ان کو موصول ہوئے تھے اور جن کی تعداد جیسا کہ شیعی نے کہتے تھے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھے۔ خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵ طبع سوئم

ج۔ ابن خلدون نے مندرجہ بالا الفاظ میں حضرت معاویہؓ اور سینکڑوں صحابہ کی پوزیشن کو جنہوں نے ولی عہدی کی بیعت کی تھی غالی راویوں کے مطاعن سے بچانے کی کوشش ضرور کی ہے ان کی اسی بات کی ستائش کتاب "خلافت معاویہ ویزید" میں کی گئی ہے' لیکن حضرت حسینؓ کے اقدام خروج پر جہاں گفتگو کی ہے وہ ان کی پوزیشن کو صاف کرنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے تحقیق مزید صفحہ ۲۳

ط۔ ابن خلدون نے یہ باتیں کہہ کر ایک طرف تو حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہؓ کی پوزیشن کو غالی راویوں کے مطاعن سے بچانے کی کوشش کی ہے اور دوسری جانب وہ مناقب حسین کے موضوعات کے پیش نظر اتنے بدعقیدہ ہونے کو بھی تیار نہیں کہ طلب خلافت کے اقدام کو سیاسی خروج کہہ سکیں تحقیق مزید صفحہ ۹۹

ی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پبلک مصروفیات اس وقت سے آخر وقت تک اتنی کثیر و متواتر اور متنوع ہوتی گئیں کہ پرائیویٹ معاملات کی جانب متوجہ ہونے کا نہ وقت تھا نہ فرصت تھی، جیسا کہ وضعی روایتوں میں ایک بیٹی کے بچوں کو گود میں اٹھائے کندھوں پر چڑھائے چڑھائے پھرنے کی غلط بیانیاں کی گئی ہیں (تحقیق مزید صفحہ ۹۹)

تنبیہ:۔ یہ روایات صحیحین کی ہیں۔ جنہیں عباسی صاحب بلا تامل وضعی کہتے رہے ہیں۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۵۳۰ جلد ۱ صحیح مسلم صفحہ ۲۸۲ و صفحہ ۲۸۳ ج ۲

۲۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کہ اس کی حیثیت ایک شورش پسند اور فتنہ انگیز شخص کی تھی (تبصرہ محمودی صفحہ ۲ حصہ دوم

علاوہ ازیں عبدالملک امیرالمومنین سوائے شرف صحابیت کے ابن زبیر کے مقابلہ میں فضیلت اور مقبولیت و احترام کے اعتبار سے بدرجہا فائق تھے۔ (تبصرہ محمودی صفحہ ۱۸۰ حصہ ۲ نیز تبصرہ محمودی صفحہ ۲۲۲ حصہ دوئم) انہوں نے حصول خلافت کے لئے متفق علیہ امام کی بیعت سے گریز کیا اور اسطرح اجماع صحابہ کی بے وقعتی کی۔ تبصرہ محمودی صفحہ ۱۸۱ حصہ دوم (اجماع صحابہ کی بے وقعتی کرنا کفر ہے)

حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے متعلق عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

ا۔ گویا پانچ چھ سال کے بچہ سے جس کو ابھی کچھ شعور بھی نہیں ہوا تھا، خاتم النبیین نے یہ گفتگو کی۔ (تحقیق مزید صفحہ ۲۰۳)

ب سبقت ایمانی جس کے لئے سابقۃ کا لفظ کہلوایا ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے اور خلاف واقعہ ہے۔ بعثت نبویہ کے وقت حضرت علیؓ کی عمر پانچ برس کی تھی۔ ایسی چھوٹی عمر شعور و تمیز کی نہیں ہوتی اور نہ اتنی عمر کے بچے کا قول و فعل ذمہ دارانہ ہوتا ہے۔ تبصرہ محمودی صفحہ ۳۳ حصہ اول

ج۔ راوی نے جو یہ چھ نام لئے ہیں ان میں حضرت علیؓ کے ماسوا باقی پانچوں نام سابقوں میں آتے ہیں، مگر حضرت علیؓ کا نام نہیں آتا۔ پھر حضرت ابن عباسؓ ایسی غلط اور خلاف واقعہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ تبصرہ محمودی صفحہ ۳۴ حصہ اول

مودودی صاحب نے حضرت علیؓ کے متعلق البدایۃ والنہایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد سب سے زیادہ مستحق خلافت حضرت علیؓ ہی تھے۔ عباسی صاحب اس پر برافروختہ ہو گئے۔ وہ ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ان امور کی روشنی میں مودودی صاحب کا یہ تصور مبالغہ آمیز ہے کہ حضرت علیؓ

سے افضل کوئی شخص نہ تھا۔" تبصرہ محمودی صـ۱۲۶ ج ۱

مودودی صاحب کا یہ قول باطل ہے کہ حضرت علیؓ سب سے افضل تھے

تبصرہ محمودی صـ۱۲۷ ج ۱

مودودی صاحب نے البدایہ والنہایہ کا حوالہ دیا ہے۔ ورنہ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے لم یکن بعد الثلاثۃ کالرابع قدراً وعلماً وتقیً ودنیا فانعقدت لہ البیعۃ العواصم من القواصم صـ۱۴۲

د۔ پھر ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اہل مدینہ سب کے سب یا ان میں سے اکثر حضرت علیؓ کی بیعت کی آئینی حیثیت کو تسلیم کر چکے ہوتے اور ان کی بھاری اکثریت نے بیعت کر لی ہوتی۔ تو جن لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنایا تھا وہ مدینے کی فضا کو اپنے لئے ناسازگار کیوں پاتے۔ تبصرہ محمودی صـ۱۲۸ ج ۱

ہ۔ حضرت علیؓ کی بیعت کی مقبولیت اس مقبولیت کے عشر عشیر بھی نہ تھی جو امیر المومنین یزید کو حاصل ہوئی۔ تبصرہ محمودی صـ۱۲۹ ج ۲

و۔ غرضیکہ شہادت عثمانؓ سے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ خلافت علی منہاج النبوۃ کا خاتمہ ہو گیا۔ خلافت معاویہ و یزید صـ۶ طبع سوم

ز۔ وہ (شاہ ولی اللہؒ) حضرت علیؓ کو مستحق خلافت جانتے ہیں۔ مگر ساتھ یہ کہتے ہیں کہ خلافت ان کی عملاً و فعلاً منعقد نہیں ہوئی۔

عرض مؤلف خلافت معاویہ و یزید صـ۳۱

ط: حضرت علیؓ کی بجائے کوئی دوسرا غیر صحابی شخص اس طرح برسر اقتدار آ آتا تو اسے کبھی کا ختم کر دیا جاتا۔ لیکن پیچیدگی پیدا ہوئی۔ حضرت علیؓ کی شخصیت کی بنا پر نیز اس لئے کہ چند صحابہ نے خواہ بہ مجبوری بیعت کر لی تھی لیکن یہ بات پھر بھی اپنی جگہ قائم ہے جسے کسی دلیل کے ساتھ ردّ

نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کی آئینی حیثیت آخر وقت تک، معرض بحث رہی۔ تبصرہ محمودی ص ۳۹ حصہ دوم

ظ. مودودی صاحب نے شرح نہج البلاغہ اور الامامہ والسیاسہ کے حوالے سے جو حد درجہ لغو و لچر روائیتیں ہیں۔ حضرت علیؓ کی پوزیشن بیت المال کا روپیہ صرف کرنے کے سلسلے میں صاف کرنے کو بیان کی ہیں۔ ان کی دھجیاں اسی کتاب کے حصہ اول ص ۱۰۹، ص ۱۱۳ میں بکھیری جا چکی ہیں۔

تبصرہ محمودی ص ۱۸۰ حصہ دوم

ی. اس کے بعد بھی امت کے سامنے نظیر موجود ہے کہ اس کی خلافت تسلیم نہیں کی جائے گی اگر وہ عم و داماد رسولؐ علی ابن طالب ہی کیوں نہ ہو۔

تحقیق مزید ص ۱۶۸

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے متعلق لکھتے ہیں :-

ا. یہ خلیفہ راشدہ کی خدمت تھی جو حضرت امیر معاویہ نے انجام دی حضرت علیؓ چند لواحق کی بنا پر ذاتی طور پر ان سے مقبولیت رکھتے تھے مگر اپنے ماحول کی وجہ سے مقاصد خلافت خاصہ انجام دینے سے قاصر تھے۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۳۸۲ طبع سوم

ب. پس ایسی خلافت کو جس میں ملت کا اتحاد قائم ہو، اور ملت مسلمہ ایک کاتب وحی کی زیر قیادت اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف جہاد ہو زبردست فتوحات حاصل ہوئیں۔ تمام امت راحت و آرام سے زندگی بسر کرتی ہو وہ خلافت راشدہ کیوں نہ کہلائے اسکو اسلئے "ملک عضوض" کا نام دیا جائے کہ خلیفہ راشد ازالہ مادہ مرض اور جلب صحت و طبیعت، عالم

کی غرض سے ایسی تدابیر اختیار کرنے سے مجبور ہو جس کو آج کی اصطلاح میں مارشل لاء کہتے ہیں۔ خلافت معاویہ و یزید ص۸۶

ج۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کی عدیم النظیر شخصیت صحابۂ کرام کے نزدیک وہ معیاری حکمران تھے اور ان کے متفق علیہ امام تھے۔ ان کی امامت پر صحابہ نے بالکل اس طرح اجماع کیا تھا جیسے صدیق اکبرؓ پر، اور ان کی خلافت کو آئینی حیثیت سے وہ بالکل وہی درجہ دیتے تھے جو پہلے تینوں خلفاءؓ کا تھا۔ مودودی صاحب یا کوئی دوسرا شخص صحیح اور مستند صورتوں سے کسی طرح ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام نے ان کے اور پہلے تینوں خلفاءؓ کی امامت میں فرق کیا ہو۔ تبصرہ محمودی ص۱۵۶ ج ۱

د۔ تاریخ کا جو گہرا مطالعہ کرے گا اور جذبات میں مودودی صاحب کی طرح کام لینے سے گریز کرے گا اسے تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہو گا۔ امت میں حضرت علیؓ کو وہ مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی جو حضرت معاویہؓ کو شروع سے آخر تک رہی۔ تبصرہ محمودی ص۲۳ حصہ دوم

ہ۔ وہ شیخین السیدین حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے بعد بہترین مدبر و قائد اعظم اور امت مسلمہ کے محسن الخ تبصرہ محمودی ص۱۷ حصہ دوم

یزید کے بارے میں عباسی صاحب اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں :-

ا۔ عباسی صاحب ابن خلدون کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام ولیعہدی کے جواز پر متفق تھے اور اجماع جیسا کہ معلوم ہے حجت شرعی ہے، الغرض

امیر یزید کا ولی عہد اور اسکے بعد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی رضامندی سے ہوا۔ خلافت معاویہ و یزید ص۲۶، ص۴۸

ب۔ حضرت علیؓ کی مقبولیت اس مقبولیت کے عشر عشیر بھی نہ تھی جو امیر المومنین یزید کو حاصل تھی۔ تبصرہ محمودی ص۱۲۹ جلد ۲

ج۔ صحیح ترین روایت سے یہ امر عیاں ہے کہ جیسا استصواب امیر یزید کی ولایت عہد کے لئے کیا گیا تھا، ایسا استصواب اس سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوا تھا۔ نیز یہ کہ جو فیصلہ ہوا وہ اجماعی تھا۔ حضرات امہات المومنین اور جمہور صغار و کبار صحابہ اس پر متفق تھے۔ اس موقعہ پر کسی ایک شخص کا بھی بیعت سے محترز رہنا صحاح سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسا اجماع تھا اور اس اجماع کا ایسا اجماع کہ قوانین شرعیہ اور علم سیاست کے اصول کے مطابق اس سے زیادہ فیصلہ کن اور کارگر کوئی اجماع نہیں تھا۔ تبصرہ محمودی حصہ دوئم ص۱۰۱

د۔ اس پر امیر یزید کے حق میں اس اجماع کے بعد حضرت امیر المومنین کے دست مبارک پر مدینہ میں بیعت ہوئی، پھر تمام عالم اسلام میں یہ بیعت ہو گئی۔ صحاح میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں جو اجماع کے اس واقعہ کو مجروح کر سکے۔ گویا مودودی صاحب کا یہ چبھتا ہوا فقرہ محض غلط بیانی ہی نہیں، بلکہ حضرت معاویہؓ، جمہور صحابہؓ اور امہات المومنینؓ کی جناب میں سخت گستاخی بھی ہے۔ ان کا یہ خیال بھی باطل ہے کہ مدینہ میں بیعت سب سے آخر میں ہوئی۔ یہ بیعت سب سے اول ہوئی اور اس کے بعد تمام عالم نے بیعت کر لی۔ تبصرہ محمودی حصہ دوئم ص۱۰۱

ہ۔ تاریخ اسلام میں اگر کوئی شخص ہے جس کا انتخاب پہلی بار امت کے عام استصواب سے ہوا تو وہ امیر المومنین یزید ہیں (عرض مؤلف طبع دوئم کتاب خلافت معاویہ و یزید ص۲۵)

د ۔ یہی صحابہ اور تابعین تھے جنہوں نے اپنی مرضی سے اپنی آزادی رائے سے بلا کسی جبر و اکراہ کے امیر المومنین یزید سے بیعت کی اور اس پر مستقیم رہے

عرض مؤلف طبع دوم کتاب خلافت معاویہ و یزید ص ۵

ج ۔ اس تجویز و تحریک نے عملی شکل اختیار کی، مملکت اسلامیہ کے ہر ہر صوبہ اور ہر ہر قریہ میں رائے عامہ معلوم کی گئی، بلا جبر و اکراہ کی گئی، سو فیصدی ووٹ امیر یزید کے حق میں آئے۔ تحقیق مزید ص ۲۲

ز ۔ امیر یزید کبار تابعین میں سے تھے، راوی حدیث ہیں، مراسیل ابی داؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ ثقہ راوی ہیں۔ احادیث نبوی کا گہرا مطالعہ تھا اور اس علم میں ان کو خاص بصیرت حاصل تھی۔ اس زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ مورخین نے لکھا ہے جسکو علامہ ابن کثیر کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ملخص من خلافت معاویہ و یزید ص ۲ تا ص ۵

ط ۔ امیر المومنین یزید میں مطلق کوئی خامی نہ تھی۔

ی ۔ امیر المومنین یزید جیسے عادل و راشد خلیفہ کو مدعیان خلافت کے سیاسی واقعات کی بنا پر متہم کرنا شیعہ پراپیگنڈہ کے اثرات کا بدیہی نتیجہ ہے۔

تحقیق مزید ص ۴۱

عباسی صاحب کو اپنے ملحدانہ باطل دعاوی کے اثبات کے لئے ضعیف سے ضعیف روایت شاذ سے شاذ قول بھی میسر آجائے تو اسے بھی وہ بمسرت قبول کر لیتے ہیں اور اس طرح پیش کرتے ہیں گویا وہ ذخیرۂ احادیث میں قوی ترین روایت ہے اور کسی مستشرق کا قول مل جائے تو پھولے نہیں سماتے بصد افتخار اسے شہادت میں پیش کر دیتے ہیں ہیں۔ اس باب میں وہ خیانت قطع و برید، افسانہ تراشی اور تنسیخ عبارت سے بھی نہیں شرماتے۔

رشد یزید اگر پوری دنیا کی تضلیل کے عوض بھی انہیں مل جائے تو اسے ارزاں سمجھتے ہیں اور اپنے افکار کے تحفظ کے لئے وہ صحیحین کی روایات کو بھی بے دریغ قربان کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں آپ پڑھیں گے، بلکہ آپ کو شاید معلوم ہو گا کہ عباسی صاحب کتاب و سنت کو بھی اس سلسلے میں بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں :۔

"کتاب و سنت نے امت کو کوئی دستور اساسی نہیں دیا اور نہ ایک بڑھنے والی ترقی پذیر بین الاقوامی امت کو کسی خاص دستور کا پابند کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے اپنی زندگی میں کسی الجماعت الوقت جمعیت کو توڑنے کی کوشش کی، نہ آئندہ کے لئے کوئی متعین راہ عمل امت کے لئے چھوڑی۔ صرف چند لچکدار اصول دیدیئے جن کے تحت حسب ضرورت مختلف قسم کے سیاسی نظام برپا کئے جا سکتے ہیں۔

تبصرہ محمودی ص۱ حصہ اول

راقم السطور کہتا ہے کہ یزید کے خلیفہ راشد ہونے کی عمارت بھی عباسی صاحب نے اسی بنیاد پر تعمیر کی ہے اور اسی بنا پر وہ حضرت موسیٰؑ کو باغی اور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو حضرت عثمانؓ کا درجہ دیتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت حسینؓ کو باغی ثابت کرنے کے لئے جو دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس کے ضمن میں لکھتے ہیں :۔

لیکن جب وسائل مہیا نہ ہوں، رائے عامہ خلاف ہو اور تحریک کی پشت پر کوئی منظم طاقت نہ ہو اور پھر اشخاص حکومت کے مقابلے پر اتر آئیں تو وہ باغی اور مفسد ہی کہلاتے ہیں، حکومت وقت موسوی ہو یا فرعونی انہیں فساد فی الارض کا مجرم گردانتی ہے" تبصرہ محمودی

"اسلامی تاریخ میں شاید ہی ایک قابلِ تقلید مثال مفاداتِ امت کے پیشِ نظر بغیر خونریزی کے سیاسی انقلاب پیدا کرنے کی ہے جو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اللہ جزائے خیر دے ان حضرات کو کہ کسی طرح اسوۂ عثمان رض پر عمل تو ہو سکا۔" تحقیق مزید ص ۲۳۸

عباسی صاحب کچھ تو شرماتے! حمایت یزید اور عداوت حسین رض جو آپ کا نصب العین ہے، فقط اسی پہ قناعت کر جاتے مگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور جناب موسیٰ کلیم اللہ کے بارے میں دریدہ دہنی اور گستاخی کی جسارت نہ کرتے۔ آخر مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ مگر شاید رشد و ہدایت یزید کا حصول بغیر ان امورِ شنیعہ کے ارتکاب کے ممکن نہیں اور عین ممکن ہے کہ عباسی صاحب کو عیسائی مستشرقین کی خوشنودی مقصود ہو۔

عباسی صاحب کے مدّاح

عباسی صاحب نے بڑی نامی گرامی اور شہرۂ آفاق ہستیوں کے ساتھ اپنے تعلقات و روابط جتلائے ہیں اور اظہار فرمایا ہے کہ سب بزرگ میرے مدّاح اور قدردان تھے۔ اس سلسلے میں ایک خط کا عکس جو بابائے اردو جناب عبدالحق صاحب نے ان کو لکھا تھا۔ تحقیق مزید کے ابتدا میں شائع کیا ہے جس میں بابائے اردو کے مندرجہ ذیل کلمات لائقِ توجہ ہیں:۔

"آپ نے پچھلی سردیوں میں مجھے ایک ٹوپی بنوا دی تھی، آپ کو معلوم ہے کہ ہماری پڑوسن چیل ایک روز جھپٹا مار کر میرے سر سے لے گئی اب

سردی کے فضر بدعا ہیں ابھی سے چھینکیں آنے لگی ہیں ہر چھینک پر
بجائے الحمد للہ کے آپ کا نام زبان پر"

راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ بابائے اردو اور مولانا الطاف حسین حالی کے
عکسی خطوط ہمیں متاثر نہیں کر سکتے، اس لئے کہ ہم اہل سنت و الجماعت ہیں، اور
حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں اور دارالعلوم دیوبند سے فیض یافتہ ہیں، ہمارے لئے
کتاب اللہ و سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سند ہیں۔ صحابہ کے اجماع اور سنت
الخلفاء الراشدین کے پابند ہیں اور فقہی فروعی مسائل میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی کے
قول کو راجح سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ خاندان ولی اللہ اور اکابر دیوبند سے وابستگی
ہے، ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ہمیں بابائے اردو کا نام لیکر مرعوب کر سکے ؎

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ   کہ عنقا را بلند است آشیانہ

عباسی صاحب کی تصنیفات کا جائزہ

ہمیں عباسی صاحب کا رد مقصود نہ تھا۔ ہر شخص مختار ہے جو نظریہ اختیار
کرے اور ایسے شخص کا تعاقب عبث ہے جس کا نظریہ یہ ہو کہ کتاب اللہ و سنت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی اساسی دستور اس امت کو نہیں دیا۔ اور جو
شخص حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو باغی اور ایوب خان کو حضرت عثمان رضی کا درجہ دیتا ہو،
جس کے ارادتمند بابائے اردو کی طرح جو ایک ٹوپی کے عطیہ پر اسے رب العالمین سمجھ کر
چھینک پر بجائے الحمد للہ کے عباسی صاحب کا نام لیتے ہوں، لیکن ہمیں تعجب ان
اہل سنت راہ نماؤں پر ہے جو روافض کی تعلیوں اور جارحانہ اقدامات سے تنگ
آچکے تھے ان کی تصنیفات کا بڑی سرعت اور مسرت سے استقبال کیا۔

چنانچہ سردار احمد خان صاحب تپانی جو بقول سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری تنظیم اہل سنت کے بانی ہیں کتاب خلافت معاویہؓ یزید پر تقریظ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جناب محمود احمد صاحب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے نہایت مستحکم دلائل و شواہد کی بنیادوں پر ایک سلسلۂ تاریخ شروع فرمایا۔ اور اسقدر مستند اور نفرت شکن لٹریچر شائع فرما کر ملک و ملت کی ایک بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔" خلافت معاویہؓ یزید طبع سوم ص ۵۳۲

• جناب اللہ بخش یوسفی رقمطراز ہیں :۔

"مختصر یہ ہے کہ محترم عباسی صاحب تاریخ الاسلام کے عالمی تاریخی معاملات میں تلاش و تجسس اور تفتیش کے شیدائی ہیں، وہ ایک دیرینہ قومی کارکن ہیں وہ چونکہ خود دوسروں کی تحریروں پر بلا ہچکچاہٹ تنقید کرتے ہیں۔ اس وجہ سے دوسروں کی تنقید کے پیش نظر لکھتے ہیں، بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں، ایک ایک حوالہ کی صحت اور درستگی کے لئے حتیٰ الامکان تگ و دو کرتے ہیں اور کسی غیر ذمہ دارانہ فقرہ کو قلم سے نکلنے نہیں دیتے۔" خلافت معاویہ و یزید طبع سوم ص ۵۷۶

تپانی صاحب کا یہ بیان قطعاً غلط اور سراسر خلاف واقعہ ہے وہ چونکہ بانی اور صدر ہیں تنظیم اہل سنت کے اس لئے ان کے اس بیان کی وجہ سے عوام اہل سنت کا غلطی میں مبتلا ہو جانا بعید از قیاس اور قابل تعجب نہیں اور جناب یوسفی صاحب کا یہ بیان کہ وہ چونکہ دوسروں کی تحریروں پر بلا ہچکچاہٹ تنقید کرتے ہیں بالکل درست ہے اور واقعہ کے عین مطابق ہے اسلئے کہ ان کی تنقیدی یلغار سے صحیحین کی متعدد روایات بھی نہ بچ سکیں۔ جناب علی المرتضےٰ رضؓ ان کی تنقید کا ہدف بنے حسین رضؓ ابن علیؓ

ان کے نزدیک باغی اور ابن زبیر شورش پسند تھے، دوسری شخصیتیں دیگر کتب اور ان کے مصنفین تو خیر ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ البتہ ہم یوسفی صاحب کے اس بیان سے مطلق اتفاق نہیں کرتے کہ عباسی صاحب دوسروں کی تنقید کے پیش نظر لکھنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عباسی صاحب نے کس طرح ناخدا ترسی سے کام لیا، کتنی خیانت اور قطع وبرید کی، کس قدر غلط استدلال کئے اور نتائج اخذ کرنے میں ناخدا ترسی کا ثبوت دیا۔ ہم اس بارہ میں مولانا دریا آبادی کے بیان کو وقیع سمجھتے ہیں جو انہوں نے تحقیق مزید پر تبصرہ کرتے ہوئے دیا۔

"غالباً ۱۹۵۹ء تھا کہ محمود عباسی صاحب کی ایک بڑی معرکۃ الآراء بلکہ تہلکہ خیز کتاب (خلافت معاویہ ویزید) کے نام سے شائع ہوئی تھی، اس میں بعض معروف ومتعارف مزعومات وعقائد سے ہٹ کر بالکل نئے دعوے کئے گئے تھے اس لئے کتاب پر بڑا ہنگامہ برپا ہوا، اور تند وتلخ تردید کا زبردست سلسلہ برسوں تک چلا گیا۔ پیش نظر کتاب اسی نقش اول کا نقش ثانی ہے اور اگر کچھ کسر اس میں رہ گئی تھی تو اس میں پوری کر دی گئی۔

کتاب ان لوگوں کے لئے پڑھنے کے قابل پوری ہے جو اس موضوع پر محض تاریخی حیثیت سے نظر کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں یقیناً اس کتاب سے بیانات چونکا دینے والے بھی ملیں گے۔ اور بعض بڑے انقلاب آفریں۔ مصنف کا مطالعہ تاریخ اسلام بہت گہرا بھی ہے اور بڑا وسیع بھی۔ البتہ اس سوال کا جواب کہ جو نتیجے وہ کھٹا کھٹ نکالتے چلے گئے

ہیں وہ کہاں تک صحیح و صائب ہیں اس کا فیصلہ اہل علم کر سکتے ہیں
جو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوں اور جن کا مطالعہ مصنف سے
وسیع تر ہو اور عمیق تر ہو کتاب قابلِ مدح و داد ہو یا مستحق ردّ و قدح،
انقلاب آفرین بہرحال و صورت ہے۔" تحقیق مزید عرض مؤلف طبع سوم ص۹

مولانا کا تبصرہ بلاشبہ مبنی بر حقیقت ہے۔ عباسی صاحب کے معادی شیعہ کے مزعومات اور اہل سنت کے عقائد کے برخلاف ہیں کتاب بہرحال و صورت انقلاب آفرین ہے۔ معرکتہ الآراء، تہلکہ خیز اور زلزلہ افگن ہے۔ اسکی انقلاب آفرینی نے بڑے بڑے بزرگوں کو اپنی گیرائی میں لے لیا۔ اس کی تہلکہ خیزی نے مختلف طبقوں میں ایسا تہلکہ مچایا کہ طوفان بپا ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں رد رفض کو کوئی نقصان پہنچا تو در کنار الٹا ان کی استقامت، پختگی اور ترقی کے سامان مہیا کر دیئے۔ کیونکہ اس کتاب نے ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ واقعی اہل بیت النبی اہل سنت کے ہاں بے توقیر ہیں۔ بہرحال بجلی گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر خسران میں جماعت اہل سنت ہی ہے کہ کتاب کے دعاوی بقول مولانا متعارف عقائد سے ہٹ کر تھے جس نے ان کو مانا وہ ناصبی ہو گیا۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو سُنّی ہی سمجھے اور جس نے نہ مانا اس نے یہ سمجھ کر کہ اہل سنت کے یہی نظریات ہیں وہ رافضی ہو گیا۔

مولانا نے یہ بھی بجا فرمایا ہے کہ مصنف کا مطالعہ تاریخ بڑا گہرا اور وسیع ہے لیکن جو نتائج انہوں نے اخذ کئے ہیں وہ کہاں تک صائب ہیں، اس سوال کا جواب وہی اہلِ علم دے سکتے ہیں جن کا مطالعہ مصنف سے زیادہ وسیع و عمیق ہو۔ گویا مولانا اخذ نتائج کے بارے میں مصنف کتاب سے متفق نہیں، البتہ ان کی صحت و سقم کے بارے میں تحقیقی بات کرنے سے قاصر ہیں۔

اس تبصرہ میں مولانا دریا آبادی نے جو فرمایا کہ اس کتاب پر ہنگامہ برپا ہوا اور تند و تلخ تردید کا زبردست سلسلہ برسوں تک چلا گیا، یہ ایک حقیقت ہے لیکن ہماری بے سر و سامانی دیکھئے کہ ہم پر یہ حقیقت مدتوں مخفی رہی۔ بہت عرصہ بعد دوسرے لوگوں سے کتاب خلافت معاویہ و یزید کے تذکرے سنے۔ بڑی مدت بعد قاری محمد طیب صاحب کی کتاب شہید کربلا اور علی احمد عباسی کی کتاب حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی بعض دوستوں سے مل گئی، اور اصل کتاب باوجود کامل تلاش کے عرصہ دراز تک دستیاب نہ ہو سکی۔ اور حضرت قاری صاحب کی کتاب کے علاوہ رد میں لکھی ہوئی کوئی کتاب تاہنوز دستیاب نہ ہوئی۔ اصل کتاب خلافت معاویہ و یزید اور تحقیق مزید مل جانے کے بعد راقم السطور تلاش مواد پر کمر بستہ ہوا اور بفضل تعالیٰ اس سلسلہ میں بہت سا مواد جمع کر لیا۔ اسے ترتیب دیکر لکھنے کا ارادہ کیا۔ بہت قلیل عرصہ میں کتاب تکمیل کے قریب پہنچ گئی۔ کاش میں قلیل البضاعۃ و بے سر و سامان نہ ہوتا۔ حضرت مولانا دریا آبادی کے معیار کے مطابق عباسی صاحب کی کتاب کے بارہ میں فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا، لیکن جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بہرحال تعصب سے بالاتر ہو کر لکھا اور امانت و دیانت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لکھا ہے۔ لیکن چونکہ میرا مطالعہ مصنف کی نسبت اتنا وسیع نہیں، اسلئے کماحقہ استقصاء نہیں کرے گا۔

قارئین کرام اس تالیف سے بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ عباسی صاحب کی تصنیفات میں جو خامیاں ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو لکھی گئی ہیں، کیونکہ میرا مطالعہ اتنا وسیع نہیں کہ پوری طرح عباسی صاحب کا تعاقب کر سکوں، لیکن میں اطمینان قلب سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے عباسی صاحب پر حجت پوری کر دی ہے، حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب نے شہید کربلا میں عباسی صاحب کے

نظریات کا جائزہ لیکر اصولی طور پر عباسی صاحب کے تین منصوبوں پر اجمالی بحث کی ہے اور عباسی صاحب کے انکار کو مذہب اہل سنت کے خلاف قرار دیکر ان کی تصنیف سے بیزاری کا اظہار فرما دیا۔ انہوں نے کتاب کا پورا تجزیہ کر کے ہر ہر پہلو پر مستقل عنوان قائم کر کے بحث نہیں کی، اور نہ ہی ان کا یہ مقصد تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"میرا مقصد اس مقالہ میں نہ پوری کتاب پر تنقید ہے نہ اس کے تمام مباحث پر ردّ و قدح، صرف کتاب کے بنیادی حصہ حضرت حسین رضی اور یزید کے سلسلہ میں شرعی حیثیت اور مذہب اہل سنت والجماعت کو سامنے رکھ کر کلام کرنا ہے۔ ضمنی طور پر اگر کوئی تاریخی بحث آئے گی تو وہ ضمنی اور استطرادی۔ ہو گی جس کا اصل موضوع سے نہیں بلکہ مقتضیات موضوع سے تعلق ہو گا۔" شہید کربلا ص۱

حضرت قاری صاحب کے ارادت مند جو ہند و پاک اور دوسرے ممالک میں موجود ہیں وہ یقیناً عباسی صاحب کی سمیّ و زہریلی تحریرات سے متاثر نہیں ہونگے اور سلیم الطبع انسانوں کے لئے ان کی اس کتاب میں بحد کشش ہے اور بڑا ہی قیمتی مواد ہے۔ مگر جو لوگ محض ذوقِ مطالعہ رکھتے ہیں اور مذہبی عقائد سے خاص دلچسپی نہیں رکھتے اور جزئیات میں ہر ہر سوال کا جواب طلب کرنے کے عادی ہیں ظاہر ہے وہ کتاب شہید کربلا سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ نیز وہ مذہبی لوگ جن کا نقطۂ نظر محض ردِّ روافض ہے وہ بھی آنکھیں بند کر کے عباسی صاحب کا ساتھ دیں گے۔ ضرورت ہے اس امر کی کہ عباسی صاحب کی تصنیفات کا تجزیہ کر کے ہر پہلو کا اکسرے کیا جائے۔ فعلی ھذا اقول وباللہ التوفیق

عباسی صاحب کی کتابوں کا تجزیہ

اس دنیا میں زمین کی پشت پر اللہ کی کتاب قرآن مجید کے سوا کوئی ایک کتاب بھی ایسی موجود نہیں جو بجمیع اجزاء وکلماتہ صحیح ہو اور اس میں کوئی ایک کلمہ بھی غلط اور نادرست نہ ہو۔ البتہ اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری" یعنی اللہ کی کتاب کے بعد تمام کتب میں صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے۔

اور شاید ایسی کتاب کوئی بھی موجود نہ ہو جس میں "من اولہ الی آخرہ" ایک کلمہ بھی صحیح نہ ہو ساری کی ساری غلط ہو۔ اگر مصنف کا جذبہ اچھا ہو اور بلا قصد و ارادہ اس میں کوئی خطا ہو گئی ہو وہ غلطی میں مبتلا ہو گیا ہو، باوجود کوشش کے وہ حق کو نہ پا سکا ہو اور کتاب اسکی مجموعی اعتبار سے اچھی ہو تو مصنف کی کوشش قابل ستائش ہے۔ ہر صاحب علم و فہم کو اس پر نقد کرنے کی گنجائش ہو گی تاکہ صحیح و سقیم مواد میں امتیاز ہو سکے اور جید مواد کو ردی مواد کی آمیزش سے خالص اور پاک کیا جا سکے۔

اگر صحیح جذبے کے ساتھ ناقد نے محکم دلائل سے ثابت کر دیا کہ کتاب کی فلاں عبارت نادرست ہے، اس میں خیانت ہے یا دلیل درست نہیں، نتیجے کے اخذ میں غلطی ہو گئی یا ماخذ میں ضعف اور کمزوری ہے تو ناقد کی سعی بھی محمود ہو گی۔ ہم عباسی صاحب کی نیت کو علیم بذات الصدور "کے حوالے کرتے ہیں۔ البتہ ان کی تحریرات کو بعد تجزیہ مقدمۃ الکتاب میں بیان کئے گئے اصول کے تحت نقد کرتے ہیں۔ پوری تنقید تو ظاہر ہے ہمارے بس کی بات نہیں۔

البتہ عباسی صاحب کی میرے پاس اس وقت تین کتابیں ہیں۔ ۱۔ خلافت معاویہ و یزید طبع سوئم ۲۔ تحقیق مزید طبع سوئم ۳۔ تبصرہ محمودی بر ہفوات مودودی حصہ اول و دوئم۔ ان تینوں کتب میں جو مواد عباسی صاحب نے جمع کیا ہے اندازہ کے مطابق ان کا ایک تہائی سے زائد حصہ مواد کتب شیعہ سے ماخوذ ہے۔ ہمیں ان حوالہ جات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ خواہ حوالوں سے مقصود شیعہ کا رد ہو یا ان سے خود عباسی صاحب کو اپنا مدعا ثابت کرنا منظور ہو۔ اسلئے کہ روافض کی کسی ایک بات کا اعتبار نہیں، وہ دین کے دشمن ہیں، وہ علی رض کا نام لیکر صحابہ رض پر افترا باندھتے ہیں اور چونکہ علی المرتضٰے پر افترا باندھتے ہیں، مقصد نہ حب علی رض ہے اور نہ بغض صحابہ رض اصل مقصد اسلام کی دشمنی ہے۔ اسے ایسا رنگ دیا کہ حضرت علی رض کے مناقب بیان کئے۔ اس سلسلہ میں صحیح ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لیا۔ خلافت بلا فصل کا عقیدہ تراشا۔ اس پر جھوٹی روایات کے انبار لگائے۔ تمام صحابہ کو حضرت علی کا دشمن ثابت کیا۔ ایام فتنہ میں جن لوگوں نے ساتھ دیا اور وہ مستقیم رہے۔ ان کے متعلق بھی جھوٹی داستانیں بیان کیں کہ بالآخر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ اور جھوٹی روایات سے صحابہ رض پر فتوے دیئے۔ اس طرح علی رض اور اہل بیت کی بے بسی کا نقشہ کھینچ کر لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ سب صحابہ رض العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ مرتد ہو گئے اور وہ سب ہوا پرست اور اقتدار پسند تھے۔ پس عباسی صاحب کا کتب شیعہ سے اس مواد کو فراہم کرنا عبث ولاحاصل ہے نہ ہمیں اس کے رد کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی۔ باقی مواد جو انہوں نے اہل سنت کی کتب سے اخذ کیا ہے اس میں سے کچھ حصہ مودودی صاحب کی نذر ہو گیا اور جو نذرانہ عباسی صاحب نے مودودی صاحب کی خدمت میں پیش کیا بیشک اس میں کچھ قیمتی سرمایہ بھی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جو کچھ مودودی صاحب نے حضرت عثمان رض کی جناب میں گستاخیاں کی ہیں اور بعض مواد اس میں بھی قابل رد ہے۔ جناب

عباسی صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بہت سی ضعیف
اور کمزور روایات بھی آگئی ہیں۔

جیسا کہ محب الدین الخطیب رح لکھتے ہیں:-

وطائفة ثالثة من اهل الانصاف
والدين كالطبري وابن عساكر و
ابن اثير وابن كثير، رأت ان
من الانصاف ان تجمع اخبار الاخباريين
من كل المذاهب والمشارب
كلوط بن يحيى الشيعي المحرق
وسيف بن عمر العراقي
المعتدل ولعل بعضهم اضطر الى
ذالك ارضاء لجهات كان يشعر
بقوتها ومكانتها وقد اثبت
اكثرهم اسماء رواة
اوردوها ليكون الباحث على بصيرة
من كل خبر بالبحث عن حال
راويه وقد وصلت الينا هذه التركة
على انها تاريخنا بل
على مادة عزيزة للدرس والبحث
يستخرج منها تاريخنا

تیسرا گروہ دیانت دار اور منصف محققین
کا ہے مانند طبری، ابن عساکر، ابن اثیر
ابن کثیر کے جنہوں نے ہر مذہب و مشرب
کی روایات کو جمع کر دینا قرین انصاف
جانا۔ مثل لوط بن یحییٰ جو جلا بھنا شیعہ اور
سیف ابن عمر جو معتدل ہے اور شاید بعض
ان کے مضطر ہو گئے۔ اس لئے بسبب پسند
کرتے ہیں ان جہات کے کہ انہیں انکی
قوت اور رفعت معلوم تھی اور اکثر ان
مصنفین نے راویوں کے نام ذکر کر دیئے تاکہ
بحث کرنیوالا علی وجہ البصیرۃ راوی کے
حال سے بحث کر سکے۔ یہ ترکہ ہمارے
پاس پہنچا کہ ہماری تاریخ کا قیمتی مادہ ہے
جس سے ہماری تاریخ مرتب کی جا سکتی
ہے۔

تعلیق حاشیہ العواصم من القواصم ص ۱۷۷

بنابریں تحقیق مزید تقریباً نصف کے قریب ہمارے نقد کی زد سے خارج ہوجاتی ہے یعنی ص۲۳۹ تا ص۴۱۶ = ۲۷۸ صفحات۔ بقیہ ۲۳۸ + ۵۰ = ۲۸۸ صفحات کے مضامین کا محاسبہ کرنا ہے۔

تبصرہ محمودی بھی چونکہ مودودی کی ردّ میں لکھا گیا ہے لہٰذا وہ بھی ہمارے نقد کی زد سے خارج ہوجانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مودودی صاحب کے افکار بھی ہمارے نزدیک عباسی صاحب کی طرح اہل سنت کے نظریات و استدلالات کے خلاف ہیں۔ لیکن چونکہ مودودی صاحب کا ردّ بھی جناب عباسی صاحب نے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے اسلئے اس میں بھی اہل سنت کے نظریات کے خلاف بہت سا مواد آگیا ہے۔ لہٰذا تبصرہ محمودی کی قابل اعتراض عبارتوں کی نشاندہی ضروری ہے، اور یہی حال خلافت معاویہ و یزید کا ہے۔ اندازہ ہے کہ ان کتب میں نصف کے قریب قریب مواد کتب روافض سے اخذ کیا گیا ہے الخ

> اہل ہوا کا شیوہ ہے کہ وہ اپنے مطلب کی بات لے لیں گے چاہے وہ بدرجہ ضعیف بلکہ موضوع کیوں نہ ہو۔ اسکے برعکس اہل حق کا شعار یہ ہے کہ وہ اصح ترین روایت لیں گے اور کمزور روایات کو ترک کردیں گے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ عباسی صاحب نے اہل ہوا کا شیوہ اپنا رکھا ہے انہوں نے جہاں کہیں اپنے مطلب کی بات دیکھی فوراً سمیٹ لی ہے خواہ وہ کمزور بلکہ نہایت کمزور تھی۔ بخلاف اس کے اپنے مطلب کے برعکس جو کچھ دیکھا جہاں کہیں دیکھا بے دریغ موضوع ہونے کا فتویٰ لگادیا اور راویوں کو بلا تامّل مبتدع، کذاب اور مفتری کے القاب دیدیئے اگرچہ وہ صحیحین کی روایات میں سے کیوں نہ ہو۔ انہوں نے مطلب براری کے لئے بلاخوف تردید عبارات میں خیانت و قطع و برید کی۔ انہوں نے تعصب میں آکر مسلمات کا انکار کیا اور صحیح روایات پر جرح کی۔ چونکہ وہ راستی سے ہٹ گئے۔ اسلئے متعارضات

کا شکار ہو گئے۔ ان کی کتابوں میں تضاد اور تناقض کی بھرمار ہے اور سب سے بڑی جسارت یہ کی کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ نیز حضرت ابن زبیرؓ کے متعلق جہاں گفتگو کی اس کے ایک ایک کلمہ سے جارحیت ٹپکتی ہے۔ اکثر و بیشتر عبارات دلآزار ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل آپ ذیل کے چند عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیں گے :۔

غلط استدلالات کے نمونے :۔

۱۔ عباسی صاحب یزید ابن معاویہ کو خلیفہ راشد ثابت کرنے کے لئے دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خلافت یزید پر تمام صحابہ کا اجماع ہے وہ لکھتے ہیں :۔

ذیل میں ازواج مطہرات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و اصحاب عشرہ مبشرہ اصحاب بدر، اصحاب بیعت رضوان و دیگر صحابہ کرام کی فہرست مع مختصر حالات و سنین وفات حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہے جو یزید کے ولایت عہد کے زمانہ نیز زمانہ خلافت میں اور بہت سے ان کے عہد خلافت کے بعد بقید حیات تھے۔ ان میں سے کسی ایک صحابی کی کوئی مخالفت یا خروج کی موافقت کسی طرح ثابت نہیں ؎ تحقیق مزید ص ۲۶

یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ اس فہرست صحابہؓ میں صحابہ کی حیات تا وقت ولایت عہد یزید کا اثبات کیا گیا ہے۔ بیعت کا صراحتہً تذکرہ نہیں، سوائے دو ایک صحابہ کے۔ پس اجماع کی نظیر ایسی ہے جیسا کہ روافض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین کے قتل پر صحابہ کا اجماع تھا۔ کہ کسی نے کوئی مدد نہ کی۔ یہاں تک۔ کہ وہ قتل کئے گئے اگر روافض کا دعویٰ باطل اور یقیناً باطل ہے اور ان کی دلیل لغو اور یقیناً لغو ہے

ہے تو عباسی صاحب کا دعویٰ یقیناً باطل اور ان کی یہ دلیل یقیناً کمزور، ناپائیدار اور بے اعتبار ہے اس قسم کے ایک استدلال کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح نے لکھا ہے ماقولك یاجاھل ان عثمان قتل بالاجماع کما قال ناصبی قتل الحسین بالاجماع ۔ کیا رائے ہے تیری اے جاہل : کہ حضرت عثمان رض کے قتل پر صحابہ رض کا ایسا ہی اجماع تھا جیسا کہ ناصبی کہتا ہے کہ قتل حسین پر صحابہ کا اجماع تھا ۔ (المنتقی ص ۲۲۷ منہاج ص ۱۸۱ ج ۲)

فہرستِ صحابہ پر مزید تبصرہ

جب ولایت عہد یزید کا قضیہ عباسی صاحب کے زعم کے مطابق ۵۰ھ بعد معاودت یزید از جہاد قسطنطنیہ پیش ہوا (تحقیق مزید ص ۲۲ تبصرہ محمودی ص ۱) اور تقویم تاریخی کے لحاظ سے صائفہ ۵۰ھ ستمبر کے آخر یا اکتوبر کے اوائل میں مراجعت کرتا ہے تو عباسی صاحب کا ان صحابہ کو اس فہرست میں درج کرنا زیب نہیں دیتا ۔ جو کہ ۵۰ھ میں فوت ہو گئے ۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق سب سے پہلے شوریٰ اہل مدینہ سے طلب کیا گیا تھا اور ۵۰ھ کے موقع پر اہل مدینہ کو جمع کر کے حضرت معاویہ رض نے یہ مشورہ لیا تھا اس بنا پر مندرجہ ذیل صحابہ رض کے اسماء کا اس فہرست میں درج کرنا درست نہیں رہتا ۔

ام المومنین حضرت حفصہ رض: ۱۔ اگر عباسی صاحب امہات المومنین کا تذکرہ نہ کرتے تو بہتر تھا ۔ لیکن انہوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کیا ہے ۔ تو حضرت حفصہ ۴۵ھ میں فوت ہو گئیں تو انہیں اس فہرست میں شامل کرنا ایک شرمناک جسارت ہے اور ۴۵ھ اور ۵۰ھ کے ہندسوں کی تقدم و تاخر کی تاویل بھی غیر معقول اور قطعاً مردود اور ناقابل قبول ہے ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

نوٹ :- یا عباسی صاحب تسلیم کریں، نامزدگی کی تاریخ کی تعیین میں انہوں نے غلطی کی ہے

۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رض (اصحاب بدر) ۱۔ عباسی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رض دوران محاصرہ فوت ہوئے اور اس جہاد سے واپسی کے بعد ولایت عہد کا قضیہ پیش آیا۔ تو پھر حضرت ابوایوب انصاری رض کا نام اس فہرست میں درج کرنا بالکل غلط ہو جاتا ہے۔

۳۔ ابوشیبہ رض دیگر صحابہ نمبر ۱۳ عباسی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے جہاد قسطنطنیہ میں منزل عقبے طے کی ہے اور ولایت عہد کا قضیہ جہاد قسطنطنیہ سے واپسی کے بعد پیش آیا تو پھر انہیں ان صحابہ رض کی فہرست میں شمار کرنا قطعاً غلط ہو جاتا ہے جو بوقت نامزدگی زندہ تھے

۴۔ عمرو ابن عوف۔ اصحاب بدر نمبر ۱۶ عباسی صاحب نے ان کے ترجمہ میں تلبیس سے کام لیا اور لا تلبسوا الحق بالباطل کو پس پشت ڈال دیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ عمرو ابن عوف جو بدری صحابی ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے وصلی علیہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اصابہ ص ۹
اور عمرو ابن عوف المزنی جو حضرت معاویہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے، وہ بدری نہیں ہیں اور ان کا تذکرہ عباسی صاحب نے تحقیق مزید ص ۹۲ و ص ۱۸۰ میں کیا ہے
بہر حال نمبر ۱۶ عمرو ابن عوف کا شمار ان صحابہ کی فہرست میں درست نہیں رہتا

۵۔ مغیرہ ابن شعبہ رض اصحاب بیعت رضوان نمبر ۱۴ عام طور پر کہا جاتا ہے، کہ ولایت عہد یزید کا مشورہ حضرت معاویہ کو انہوں نے دیا تھا۔ عباسی صاحب کا بھی یہی دعوئے ہے اور اجماع

ہے کہ ان کی وفات ۵۰ھ کو ہوئی اور ایک قول کے مطابق ۴۹ھ کو وفات ہوئی اور ایک شاذ قول ۵۱ھ ہے۔ عباسی صاحب نے بمصلحت اسی قول کو قبول کیا ہے۔ لیکن عباسی صاحب نے جو تاریخ ولایت عہد یزید کے قضیہ کی بتلائی ہے۔ اس میں ان کا زندہ ہونا درست ثابت نہیں ہوتا اور ان کا مجوز استخلاف یزید ہونا بھی درست نہیں رہتا ہے۔ عباسی صاحب وفات کے بارے میں اختلاف کے خود قائل ہیں۔ اگر تاریخ استخلاف وہی ہوتی جو عباسی صاحب کی رائے ہے تو تاریخ وفات میں مؤرخین کا اختلاف نہ ہوتا۔

۱۰۶ الحکم رضؓ نمبر شمار ۴۴ دیگر صحابہ یہ بزرگوار صحابی نہایت درجہ فاضل اور نیکوکار تھے ۴۵ھ میں فوت ہوئے اور ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ ۴۵ھ میں انہوں نے زیاد کے حکم سے ..... جبل الرسل پر حملہ کیا اور دشمن کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت میں حاصل ہوا۔ زیاد نے انہیں ایک خط لکھا کہ امیر المومنین معاویہؓ کا حکم ہے کہ سونا اور چاندی تقسیم نہ کیا جائے وہ بیت المال کے لئے بھیج دیا جائے۔ انہوں نے زیاد کو جواباً لکھا۔ اللہ کا حکم امیر المومنین کے حکم سے مقدم ہے اور اللہ کی قسم زمین و آسمان کسی مرد کی عداوت پر مجتمع اور متفق ہو جائیں۔ پس اس شخص نے تقویٰ اختیار کیا، تو اللہ اس کے لئے کوئی راہ نجات نکال دے گا۔ پھر منادی کرائی لوگوں کو جمع کیا۔ جملہ غنیمت کا ۴/۵ تقسیم کر دیا اور ۱/۵ بیت المال کے لئے الگ کر دیا۔ جیسا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے پھر دعا کی ؟ اللھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک اے اللہ اگر تیرے پاس میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے قبضہ میں لے لے۔ پس وہ فوت ہو گئے۔ ابن اثیر صفحہ ۴۲ج۳ الاستیعاب

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۴ ج ۸ اصابہ صفحہ حرف الحاء القسم الاول۔ تاریخ الاسلام للذہبی صفحہ ۲۲۰ ج ۲)

انکا حال حضرت ربیع ابن زیاد کے مشابہ ہے۔ دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ ۱۶۵۔

البتہ بعض نے کہا کہ زیاد نے قید کر دیا تھا اور وہ قید ہی میں فوت ہوئے بعض نے ۵۸ھ لکھی ہے۔ بہت ہی شاذ قول ۵۱ھ کا ہے۔ مگر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: صحیح بات پہلی ہے۔ ہر دو صورتوں میں انہیں مبایعین ولایت عہد میں شمار کرنا بہت بڑی جسارت ہے اور افترا پردازی ہے۔

مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے اسماء مکرر ذکر کئے ہیں:-

۱۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ الانصاری اصحاب بدر نمبر شمار نمبر ۸ دیگر صحابہ نمبر شمار ۵۵ ایک صحابی کو دوبار شمار کیا۔

۲۔ ربیعہ ابن مالکؓ ابو فراس سلمیؓ اصحاب بدر نمبر شمار ۱۰ دیگر صحابہ نمبر شمار ۲۰ انہیں بھی دوبار شمار کیا گیا اور خود تسلیم کیا کہ ان کا تذکرہ دوبارہ ہو گیا۔

۳۔ عبداللہؓ ابن ابی الحدردؓ نمبر شمار ۷ بیعت رضوان نمبر شمار ۱۲۰ دیگر صحابہ ان کا اسم گرامی بھی دوبار ذکر کیا گیا۔

۴۔ عبداللہؓ ابن یزید الانصاری اصحاب بیعت رضوان ۱۰ نمبر شمار ۱۵۴ ان کو بھی دوبار شمار کیا گیا۔

۵۔ ابو سعید ابن المعلیؓ نمبر شمار ۱۰ دیگر صحابہ نمبر شمار ۹۵ اس بزرگ کو بھی دوبار ذکر کیا۔ ایک بار کنیت سے، دوسری بار اسم علم سے، لیکن تاڑنے والے بھی غضب کی نگاہ رکھتے ہیں۔ دیکھو اکمال اور حاشیہ اکمال کہ ابو سعید بن المعلیؓ کا نام حارث بن اوس ابن المعلی ہے۔ نیز ان کی صحابیت بھی مختلف فیہ ہے۔ نیز دیکھو اصابہ ذکر ابو سعید ابن المعلی

۶۔ عبداللہ بن علقمہؓ نمبر شمار ۱۴۵ و ۱۷۲۔ اس ایک صحابی کو دیگر صحابہ کی فہرست میں دوبار ذکر کیا ہے۔ تحقیق مزید میں دونوں جگہ عباسی صاحب کے بیان سے بھی ظاہر ہے۔

۷۔ مسلم ابن مخلدؓ نمبر شمار ۲۱۴ و ۲۱۶۔ دیگر صحابہ۔ ان کا نام مسلمہ ہے۔ اور انہیں بھی عباسی صاحب نے دو بار یاد فرمایا۔

۸۔ عمرو ابن عوف المزنی نمبر شمار ۱۸۸ ان کے ترجمہ میں عباسی صاحب نے اختصار کیا ہے اور عمرو ابن عوف نمبر ۱۶ کے ترجمہ میں عباسی صاحب نے اختلاط سے کام لیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر نمبر ۱۶ المزنی ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہوئے تو ان ہی کا تذکرہ دوبارہ ۱۸۸ میں آگیا ہے اور اگر ۱۶ بدری صحابی ہے تو وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے تھے وصلی علیہ عمرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

اصابہ ص حرف العین القسم الاول ۵۱۲۰

۹۔ بلال ابن الحارث المزنی ابو عبدالرحمٰن نمبر شمار ۲۳۳ کا تذکرہ دوبارہ ہوا ہے پہلی بار نمبر ۱۵ بلال ابن الحارث المزنی ابو عبدالرحمٰن۔ صرف عباسی صاحب نے بلال کا ہلال بنا دیا بس کمال کر دیا۔

۱۰۔ سعد ابن مالک نمبر شمار ۹۶ انکا شمار بھی دو بار ہوا ہے نمبر شمار ۹ ابو سعید کنیت ہے اور سعد ابن مالک نام ہے۔

۱۱۔ یسار ابن بلال ابی یسلی نمبر ۲۳۷ کا تذکرہ دو بار ہوا۔ پہلی بار نمبر شمار ۲۴ ابو یسلی کنیت سے اور دوسری بار اسم علم یسار دیکھئے اصابہ ۳۲۲ ج ۹

۱۲۔ یسیر الانصاری نمبر ۲۳۸ انکا تذکرہ بھی دوبارہ ہوا۔ مقصود یہ ہے کہ اسیر نمبر شمار ۳۷ و یسیر نمبر ۲۳۸ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

مندرجہ ذیل بزرگ تابعی مخضرم ہیں انہیں صحابہ ظاہر کر کے فہرست میں درج کیا گیا ہے

۱۔ الاسود ابن ہلال المحاربی۔ دیگر صحابہ نمبر ۳۳۔ یہ صحابی نہیں ہیں۔ تقریب ص ۳۶
کسی بھی محدث نے انہیں صحابی شمار نہیں کیا۔ عباسی صاحب نے خواہ مخواہ صحابہ
کی فہرست میں انہیں گھسیٹر دیا۔ صحیحین میں ان کی روایات ہیں لیکن مرفوع نہیں
حضرت معاذ ابن جبل اور مغیرہ ابن شعبہ سے سماع کیا۔ کتاب الجمع ص ۳۷ ج ۱

۲۔ الاسود ابن یزید نمبر شمار ۳۴، ابو عمر یا ابو عبدالرحمٰن، یہ بزرگ صحابی نہیں، بلکہ
تابعی مخضرم ہیں۔ تقریب ص ۳۶

۳۔ اوس ابن ضمعج نمبر شمار ۴۱۔ یہ بزرگ صحابی نہیں مخضرم ہیں۔ تقریب ص ۳۹

۴۔ جنادہ بن امیہ بن مالک الدوسی قریشی ص ۶۳ سمع عن عبادہ بن الصامت
یہ بزرگ تابعی مخضرم ہیں اور ان کے ہم نام صحابی دوسرے ہیں جن کا نمبر ۶۲
ہے۔ دیکھو تقریب ص ۵۵

۵۔ جبیر ابن نفیر ابن مالک الحضرمی نمبر شمار ۵۸ مشہور من کبار التابعین۔ یہ بزرگ
تابعی مخضرم ہیں۔ ان کے والد کو صحبت میسر آئی۔ و لابیہ صحبۃ ابن حبان
نے انہیں ثقات تابعین میں نقل کیا ہے استیعاب و الاصابہ ص ۲۳۲ ج ۱

۶۔ سعد ابن ایاس ابو عمر الشیبانی نمبر شمار ۹۲ ادرک النبی صلے اللہ علیہ وسلم و
قد نزل الکوفہ کہ انہوں نے آنحضرتؐ کا زمانہ پایا۔ مدینہ میں آنحضورؐ کی وفات
کے بعد تشریف لائے پھر کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ الاصابہ ص ۱۴ جلد ۲

۷۔ سعید ابن عمران الہمدانی نمبر شمار ۹۸ مخضرم ہیں۔ آنحضرت کی حیات طیبہ میں

میں زندہ تھے (لیکن صحابیت میسر نہ آئی) الاصابہ و الاستیعاب صہ ۱۹۹ ج ۲

۸۔ سعید ابن وہب الحیوانی نمبر شمار ۹۹ یہ مخضرم تابعی ہیں الاصابہ ۱۶۵ جلد ۳

۹۔ عبداللہ ابن عصام نمبر شمار ۱۴۴ یہ صحابی نہیں تابعی ہیں الاصابہ ۱۰۶ جلد ۲

۱۰۔ ابوالعالیہ امریانی نمبر شمار ۱۵ یہ صحابی نہیں مخضرم تابعی ہیں۔ الاصابہ ۱۴۱ جلد ۲

میزان الاعتدال صہ ۵۴۳ ج ۲) من جلۃ التابعین وثقاتھم قال ابن عدی تکلم فیہ من اجل حدیث الضحک فی الصلوٰۃ

۱۱۔ عبداللہ ابن عدی۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت عثمان ذوالنورین رض نے ان سے روایت کیا تھا ادرکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن اخی۔ اے بھتیجے تو نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ فقال لا انہوں نے جواب دیا نہیں۔ الاصابہ صہ ۶۵ ج ۳

۱۲۔ عامر ابن مسعود الجمحی نمبر شمار ۱۱۰ امام ترمذی نے کہا لم یدرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ بخاری نے کہا نہ اسے صحبت میسر ہے نہ سماع۔ ابن حبان کہتے ہیں جس نے گمان کیا کہ انہیں صحبت حاصل ہوئی اسے وہم ہوا۔ ان کے صحابی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ الاصابہ صہ ۲۵۱ جلد ۲

۱۳۔ عمر ابن ابی اراکہ۔ نمبر شمار ۱۸۳۔ ابن مسکن محض ایک روایت کی بنا پر ان کی صحبت کے قائل ہو گئے لیکن وہ روایت صحیح نہیں اور نہ ان کی صحبت صحیح ہے۔ الاصابہ صہ ۵۱۹ جلد ۲

۱۴۔ عمرو ابن میمون ۱۹۱ یہ مخضرم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن صحبت میسر نہ ہوئی۔ الاستیعاب تحت الاصابہ صہ ۵۳۵ ج ۲۔

۱۵۔ ابو العیال بن ابی عتبہ الہذلی ۲۰۱ ذکر ابن عساکر فقال مخضرم الاصابہ صہ ۲۹ جلد ۴

۱۶۔ علقمہ ابن وقاص مـ ۱۳۲ ابن مندہ کے ایک قول کے مطابق ان کی صحابیت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن محدثین نے اس کا رد کر دیا اور قاطبۃً متفق ہیں کہ یہ تابعی ہیں۔ الاصابہ صـ ۱۵ جلد ۳

۱۷۔ عمیر ابن الاسود ابو عیاض۔ نمبر شمار ۱۱۲۔ یہی بزرگ روایت قسطنطنیہ (اول جیش یغزون مدینۃ القیصر) کے راوی ہیں۔ یہ مخضرم ہیں محدثین میں اس امر میں اختلاف واقع ہوا کہ انہی کا دوسرا نام عمرو ابن الاسود ہے یا عمرو ابن الاسود۔ دوسرے بزرگ ہیں۔ فتح الباری کے حوالے سے ہم روایت قسطنطنیہ کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں کہ والحق التفرقۃ۔ حضرت عمرؓ نے عمرو نامی بزرگ کی مدحت میں کلمات فرمائے تھے اور عمرو کی وفات بقول حافظ ابن کثیر ۱۷ھ میں واقع ہوئی۔ عمیر کی سن وفات کی تصریح نہ مل سکی۔ لیکن ظن غالب ہے کہ ۶۰ھ سے قبل ہی فوت ہوئے۔ عباسی صاحب نے انہیں صحابہ میں شمار کر دیا ہے۔ خلافت معاویہؓ تک زندہ رہے (ولیس لہ صحبۃ ولہ ادراک ومات فی خلافۃ معاویۃ) کی عبارت میں سے "لیس" کو حذف کر دیا ہے اور اپنی طرف سے لفظ آخر کا اضافہ کر دیا۔ وانہ لیس من تصرفاتہ عجبا بل کان من تصرفاتہ منہ المحبنا۔

۱۸۔ حصین ابن نمیر السکونی مـ ۶۷ یہ صحابی نہیں ہے، عباسی صاحب نے تلبیس سے کام لیا ہے۔ حصین ابن نمیر الانصاری صحابی ہیں وہ دوسرے شخص ہیں (اصابہ صـ ۳۲ ج ۲/۱)

۱۹۔ حارث ابن سوید التیمی مـ ۷۶ مخضرم تابعی ہیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود کے اصحاب میں سے ہیں۔ الاصابہ صـ ۳۶۹ ج ۱

۲۰۔ حارثہ ابن بدر۔ نمبر شمار ۷۵۔ یہ تابعی ہیں۔ ان کے متعلق بمشکل ان کا ادراک بھی ثابت ہو سکتا ہے مگر صحبت کا گمان بھی درست نہیں ملخص من الاصابہ صـ ۳۰۰ ج ۱

۲۱۔ ربیع ابن زیاد الحارثی نمبر ۲۸۴۳۔ مخضرم من الثانیہ۔ یہ بزرگ تابعی مخضرم ہیں۔ تقریب ص۱۰۱ بخاری۔ ابن ابی حاتم اور ابن حبان نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ احمد عسکری کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کا زمانہ نہیں پایا، ملاقات میسر نہیں ہوئی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ تشریف لائے البتہ ابو عمر کا قول ملتا ہے کہ لہ صحبۃ ولا اعرف لہ روایۃ، معلوم نہیں انہوں نے صحبت کا قول کیسے اختیار کیا۔ مختص الاصابہ ص۴۹۱ ج۱

۲۲۔ مالک ابن اوس النصری۔ نمبر شمار ۳۰۔ بعض نے انہیں صحابی شمار کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ انہیں ادراک تو حاصل ہے کہ حضور کے زمانے میں موجود تھے، لیکن یہ صحابی نہیں۔ قال البخاری وابو حاتم الرازی وابن البرکی لا تصح لہ صحبۃ قال یحیی ابن معین لیس لہ صحبۃ قال ابن مندہ ذکرہ ابن خزیمۃ فی الصحابۃ ولا یثبت

الاصابہ ص۳۱۹ ج۳

۲۳۔ قیس ابن ثور السلوی ۹۶۔ یہ مخضرم ہیں۔ حضور کا زمانہ پایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے ص۲۵۸ ج۳

۲۴۔ عمرو ابن غیلان ۱۸۹۔ یہ مخضرم ہیں لا تصح لہ صحبۃ الاصابہ ص۱۰ ج۳

۲۵۔ یزید ابن الاسود الحری ۲۳۲ یہ صحابی نہیں ہیں الاصابہ ص۶۳۴ ج۳

۲۶۔ مسلم ابن عقبہ المری نمبر شمار ۲۱۵۔ انہیں ادراک تو حاصل تھا لیکن یہ صحابی نہیں۔ یہ مدینہ پر حملہ آور لشکر کا سالار تھا اور اسلاف اس کے ظلم و تعدی کے پیش نظر اسے مسرف کہتے ہیں۔

وہ بزرگ جن کی صحابیت مختلف فیہ ہے :-

۱. عمرو ابن سفیان السکائی ۔
اصابہ صـ۲۴ ج ۳

۲. سائب بن الجناب ۔
اصابہ صـ۹ ج ۲

۳. ابو عیینہ ۔ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے
اصابہ صـ۱۴۲ ج ۴

۴. مروان ابن الحکم ۔ ایک طائفہ ان کی صحابیت کا قائل ہونے لگا ہے۔ اس حسن ظن کی بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے لانہ ولد علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن ان کی روایت اور صحابیت ثابت نہیں۔ علامہ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت ولہ اعمال موبقۃ نسئل اللہ السلامۃ منھا ۔ یعنی مروان ابن الحکم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے کچھ افعال مہلکہ بھی تھے۔ ہم ان افعال سے سلامتی کی دعا مانگتے ہیں ۔
میزان الاعتدال صـ۸۹ ج ۴

۵. ابو سعید المقبری ۔ ان کا نام کیسان ہے یہ تابعی تھے۔ (اصابہ حرف القاف القسم الرابع)

۶. حارث بن اوس بن المعلی ۔ ان کی صحبت میں اختلاف ہے۔ تقریب صـ۴۹

۷. اسلم مولی عمر ۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سفر کئے ہیں، لیکن معروف یہ ہے کہ انہوں نے آنحضورؐ کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔
اصابہ صـ۳۵ ج ۱

۸. معاویہ بن الحدیج ۔ ان کی صحبت مختلف فیہ ہے۔ ابن سعد نے انہیں صحابہؓ میں شمار کیا ہے قال عن احمد لیست لہ صحبۃ وذکرہ یعقوب بن سفیان فی التابعین ۔

۹ - مالک بن سنان نمبر ۲۰۶ - ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔ اصابہ ص۳۲۷ ج ۳

۱۰ - مسلم بن مخلد نمبر ۲۱۴/۲۱۶ ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔ نیز انہیں دوبار ذکر کیا ہے۔ اصابہ ص۳۹۹ ج ۳

۱۱ - یزید بن شجرہ ص۲۳۵ ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے اصابہ ص۶۳۱ ج ۳

۱۲ - جنادہ ابن امیہ الازدی ع۶۲ محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بزرگوار اور ع۶۳ میں ذکر کئے جانیوالے بزرگ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں یا الگ الگ ہیں۔ دوسری صورت میں پھر اختلاف ہے کہ ان کو صحبت میسر ہوئی ہے یا نہیں۔ انکی صحابیت کا قول مرجوع ہے۔ الاصابہ ص۲۶۳ ج ۱

وہ حضرات جو آنحضورؐ کے بعد پیدا ہوئے یا بوقت وفات بہت چھوٹے تھے

بعض محدثین نے ان حضرات کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں پیدا ہوئے انہیں بھی محض اس لئے صحابہ میں شمار کیا ہے کہ شاید دستور کے مطابق وہ بچے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لائے گئے ہوں۔ پس بہت صغیر السن بچے بالخصوص جو مدینہ کے نہ ہوں انہیں صحابہ کی فہرست میں شمار کرنا درست نہیں۔

۱۳ (۱) بشیر بن عاصم بن سفیان ع۲۶ یہ اتنے خورد سن ہیں کہ ان کا شمار صحابہ میں کرنا تو درکنار تابعین میں بھی نہیں۔ تبع تابعین میں ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں لا صحبۃ لہ بل ھو من اتباع التابعین - اصابہ ص۱۵۶ ج ۱ ثقۃ من السادسۃ تقریب ص۴۳

۱۴ (۲) بشیر بن عامر بن مالک نمبر ۴۴ - ان کے والد عامر بن مالک صحابی ہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں موجود تھے۔ لیکن صحبت میسر نہیں ہوئی لہ ادراک ولابیہ صحبۃ اصابہ ص۱۶۹ ج ۱

۳۔ حصین بن ابی الحر ۶۲۔ ان کے والد ابی الحر کا نام مالک بن الخشخاس ہے انہوں نے اپنے دادا خشخاس سے روایت کی ہے اور یہ ثقہ ہیں صحابی نہیں۔ تابعی ہیں۔ تقریب ص ۶۲ میزان الاعتدال ص ۵۵۳ ج ۱

۴۔ عبید بن عمیر بن قتادہ ۱۶۳ امام بخاری اس کی روایت کے قائل ہوئے ہیں۔ وقال مسلم ولد علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم قال العجلی مکی ثقة من کبار التابعین اصابہ ص ۷۰ ج ۳
مسلم نے کہا مولود بعہد النبی ہیں اور عجلی نے کہا یہ مکی ہیں، ثقہ ہیں اور کبار تابعین سے ہیں۔

ظاہر ہے کہ صحابی کے متعلق گفتگو نہیں کی جا سکتی

۵۔ عقبہؓ بن نافع الفہری نمبر ۱۷۱۔ ولد علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ولا تصح له صحبة استیعاب ص ۱۰۸ ج ۳ تجرید اسماء الصحابہ ص ۲۱۶
وفی الاصابة قال ابن یونس یقال له صحبة ولا یصح۔
عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں ہیں۔

۶۔ عبداللہؓ بن حارث ۱۲۷ کان له عند وفاة النبی صلی الله علیه وسلم ثنتان یہ آنحضورؐ کی وفات پر دو برس کے تھے اصابہ ص ج ۳

۷۔ عبداللہؓ بن عامر بن الکریز ۱۲۲ کان عند وفاة النبی صلی الله علیه وسلم دون الثنتین وهو المعتمد اصابہ ص ۶۱ ج ۳

۸۔ سنانؓ بن سلمہ ۱۰۶ یہ یوم حنین کو پیدا ہوئے۔ ان کے لئے روایت کی صحت ثابت نہیں اصابہ ص ۱۱۶ ج ۲

۹۔ عبداللہ بن حارث بن نوفل ۱۲۵۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات

کے وقت دو سال کے تھے۔ اسد الغابہ صہ ۱۳۹ ج ۳

۱۰۰۔ ولید بن عبادہ بن الصامت رض ۳ ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مولود بعہد النبی ہیں اور انہیں رؤیت وصحبت میسر نہیں آئی۔ اصابہ حرف الواؤ القسم ثانی

مندرجہ ذیل اصحابِ رسول کی وفیات میں اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ ۵۰ھ سے قبل وفات پا گئے ہیں:-

۱۔ ابو اسید الساعدی مالک بن ربیعہ رض نمبر شمار ۲۔ ان کی سن وفات میں شدید اختلاف ہے بعض نے ۶۰ھ بھی لکھ دیا ہے۔ صحیح بخاری صہ ۵۳۷ بین السطور بحوالہ قسطلانی لکھا ہے مات بشام ۱۵ھ وقصتہ مشہور کہ شام میں ۱۵ھ کو فوت ہوئے اور ان کا قصہ مشہور ہے۔ حافظ ابن کثیر رح نے ان کی وفات ۳۰ھ کے ضمن میں لکھی ہے اور پھر فرماتے ہیں والاصح سنۃ اربعین یعنی اصح یہ ہے کہ ۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۔ ابو بردہ ہانی بن نیار رض نمبر شمار ۳۔ حافظ ابن کثیر نے ان کی وفات ۵۲ھ کے حوادث کے ضمن میں لکھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ تصریح ہے کہ انہ مات فی اول خلافۃ معاویۃ بعد ان شہد مع علی الاصابۃ والاستیعاب صہ ۱۹ تقریب صہ ۲۰۹ کتاب الجمع صہ ۵۵۵ ج ۲ ثم قیل ۴۱ھ وقیل ۴۲ھ وقیل ۴۵ھ الاصابہ والاستیعاب صہ ایضاً لیکن ۴۱ھ زیادہ صحیح ہے۔

کتاب الجمع والتقریب صہ ایضاً

۳۔ ابو طلحہ الانصاری رض نمبر شمار ۱۱۔ مدائنی کے قول کے مطابق ۵۱ھ میں وفات ہوئی۔ لیکن زیادہ صحیح ۳۵ھ ہے۔ شذرات الذہب صہ

تقویم تاریخی. عبدالقدوس ہاشمی صہ ۹ واقدی ابن نمیر اور ابوزرعہ اور بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں اصابہ صہ ۲۹

۴۔ ابو عیاش رض نمبر شمار الکمال میں ہے مات بعد الاربعین و قیل بعد الخمسین یعنی ۴۰ھ کے بعد فوت ہوئے اور ایک مرجوح قول ۵۰ھ کا ہے۔ الاصابۃ صہ ۱۴۳، الاصابۃ والاستیعاب صہ ۱۳۰ ج ۴

۵۔ عبداللہ بن زمعہ رض۔ قتل یوم الدار سنۃ خمسین وثلاثین یعنی ۳۵ھ میں یوم الدار حصارِ عثمان رض میں شہید ہوئے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ بعض نے یوم الحرہ لکھا ہے۔ لیکن وہ درست نہیں۔ یوم حرہ میں ان کا بیٹا یزید شہید ہوا۔ الاصابہ صہ ۳۰۴ ج ۲

۶۔ کعب ابن مالک اسلمی۔ اتفاق ہے کہ ایام علی میں فوت ہوئے الاصابہ صہ ۲۸۶ ج ۳

۷۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رض۔ یہ جلیل القدر صحابی مکہ معظمہ میں اسلام لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی اور فتح خیبر کے تیسرے روز اہل السفینہ میں آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں غنائم خیبر سے حصہ عطا فرمایا اور آنحضور نے انہیں معاذ بن جبل کے ساتھ یمن کا عامل مقرر فرمایا۔ اس کے بعد بھی ان کی شاندار خدمات ہیں ان کی وفات میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے ۵۲ھ لکھی ہے اور ابو نعیم وغیرہ نے ۴۲ھ لکھی ہے۔ بعض نے کم و بیش لکھی ہے لیکن ۵۲ھ کا قول درست نہیں معلوم ہوتا۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ۴۲ھ میں وفات ہوئی ۵۲ھ کا قول اسلئے درست نہیں کہ ان کی عمر بوقت وفات ۶۳ برس تھی تو اس حساب سے ان کی پیدائش سنہ ۲ بعثت میں ہوئی ہے۔ پھر اسلم بمکۃ وھاجر الی الحبشۃ کا قول باطل ہو جاتا ہے۔

جن کی وفات میں اختلاف ہے، اور راجح قول کا فیصلہ نہ ہو سکا

۱۔ ابو شیبہ الانصاری رضی ۔ مات بعد الحرۃ وقیل سنۃ احدی و اربعین

اصابہ ص۱۰۱ ج ۴

۲۔ ابو حقدر رضی ۔ مات فی اول ولایۃ معاویۃ وقیل فی آخر خلافۃ معاویۃ

استیعاب تحت الاصابہ ص۴ ج ۴

۳۔ ابو بشیر الانصاری رضی دیگر صحابہ ۔ بعض کہتے ہیں بعد الحرۃ تک زندہ رہے اور بعض نے سن وفات ۴۰ھ لکھی ہے ۔ اصابہ ص۲۱ ج ۴

۴۔ صفوان بن موطل ۔ بعض نے ۱۹ھ لکھی ہے اور خلافت عمر رضی میں غزوہ ارمینیہ میں شہید ہوئے اور بعض نے سن وفات ۵۸ھ لکھی ہے ۔

اصابہ ص۱۹۳ ج ۲ ص۲۷ ج ۳

۵۔ عبداللہ بن السعدی ۔ ابو محمد رضی ۔ ابن حبان نے کہا کہ خلافت عمر رضی میں وفات پائی اور واقدی کا کہنا ہے کہ ۵۷ھ میں وفات پائی ۔ اصابہ ص۳۱۱ ج ۲

۶۔ شداد بن اوس رضی ۔ وفات بعض نے ۵۸ھ اور بعض نے ۴۱ھ لکھی ہے ۔ اصابہ ص۱۳۲ ج ۲

۷۔ حسان بن ثابت رضی ۔ مشہور صحابی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں ان کی وفات میں زبردست اختلاف ہے بعض نے ۴۰ھ بعض نے ۵۰ھ اور بعض نے ۵۴ھ سن وفات لکھے ہیں ۔ امام بخاری نے کتاب التاریخ الصغیر میں ان کی وفات کا تذکرہ مات بعد عثمان فی خلافۃ علی میں کیا اور تصریح کی ہے کہ قتل عثمان کے جلد بعد وفات پائی ہے ۔ ص۴۳

ثابت ابن ضحاک الانصاری ۔ بعض نے سنہ ۶۴ھ وفات کہی اور بعض سنہ ۴۵ھ کے قائل ہیں ۔ اصابہ صفحہ ۱۹۵ ج ۲

۹ زید بن ارقم ان کی وفات میں بھی زبردست اختلاف ہے مواہب اللدنیہ میں سنہ ۵۰ھ اور سنہ ۶۸ھ ہے ۔ مواہب اللدنیہ ص زرقانی نے شرح مواہب میں سنہ ۶۴ھ اور سنہ ۶۳ھ لکھی ہے اور قیل کے ساتھ سنہ ۵۱ھ، سنہ ۵۲ھ، سنہ ۵۵ھ بھی لکھا ہے زرقانی ص ۳۷۰

غلط استدلالات کا دوسرا نمونہ

قاضی ابوبکرؒ نے لیث ابن سعد کے قول (توفی امیر المومنین یزید) سے عدالت یزید کا اثبات کیا کہ یزید اگر عادل نہ ہوتا تو حضرت لیث ابن سعد اسے امیر المومنین نہ کہتے ۔ العواصم من القواصم ص ۲۲۳ عباسی صاحب نے قاضی صاحب کے استدلال کو بطور حجت پیش کیا ہے ۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۵۱ پہلا ایڈیشن

راقم الحروف کو اپنے مطالعہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ملا جس نے یزید ابن معاویہ کو عادل و راشد کہا ہو ۔ لیکن قاضی ابوبکر اور محب الدین الخطیب کی عبارات سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ یزید کی عدالت کے قائل تھے ۔ البتہ وہ یزید کو خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ عباسی صاحب کا خیال ہے بلکہ وہ حضرت معاویہؓ کو بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تھے ۔

کسی کے نظریات پر تو قدغن نہیں لگائی جا سکتی ، مگر جو استدلال قاضی صاحب نے پیش کیا ہے وہ بہر حال غلط ہے ۔ لفظ امیر المومنین کے اطلاق سے عدالت امیر پر استدلال صحیح نہیں ۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن حزم اور بعض دیگر بزرگوار بھی یزید پر امیر المومنین کا اطلاق کر دیتے ہیں اور پھر صراحتہ یزید کی تفسیق بھی کرتے ہیں ۔ عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر حکمران فاسق بھی ہو تو بھی اس پر امام اور امیر المومنین کا لفظ بولا جا سکتا ہے چنانچہ لکھتے

ہیں کہ ر امام وقت خواہ فاسق و فاجر ہو یا نیکو کار و پرہیز گار .... لوگ اس سے راضی ہوں یا وہ بزور شمشیر خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگ گئے ہوں۔ الخ) تبصرہ محمودی ص۱۱۱ ج ۲

جب فاسق حکمران پر امیر المومنین کا لفظ بولا جا سکتا ہے تو پھر امیر المومنین کے اطلاق سے عدالت کا اثبات کیسے درست ہے۔ علاوہ ازیں تعجب ہے کہ یہ لوگ لیث ابن سعد کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور صحابہ اور تابعین کی تصریحات کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد و مرشد کی روش کو ترک کر دیتے ہیں کہ جن کی پیروی کے ہم مکلف ہیں۔ انہوں نے یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو سزا دی تھی تہذیب التہذیب ص۳۶۱ ج ۱۱۔ الصواعق المحرقہ ص۲۲۲

قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا

غلط استدلالات کا تیسرا نمونہ

عباسی صاحب نے یزید کی عدالت پر اس چیز سے بھی استدلال کیا ہے کہ صحابہ نے یزید کی امارت میں حج کیا اور جہاد کیا اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ملخص تحقیق مزید ص۲۳

یہ استدلال بھی درست نہیں۔ امارت حج تو یزید کو کبھی نصیب نہیں ہوئی اور کسی روایت میں ثابت نہیں کہ اکابر صحابہ نے اسکی اقتداء کی ہے۔ لیکن اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو بھی ہم (ظلم یزید و فسق یزید) کے عنوان کے تحت تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں کہ فسق امیر کی وجہ سے حج اور جہاد ترک نہیں کیا جا سکتا اور خود عباسی صاحب کا بیان بھی جو انہوں نے منہاج السنتہ کے حوالے سے دیا ہے پیش کر آئے ہیں کہ اہل السنتہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ اگر امام فاسق ہو

تو بھی جمعات اور اعیاد اور دیگر صلوات میں اس کی اقتدا کی جائے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ ۳۲

نیز ہم مقدمہ میں اہل السنۃ کے شعائر کے سلسلے میں بتلا آئے ہیں کہ الاقتداء خلف الاماميين) اہل سنت کا شعار ہے تو پھر اگر کسی صحابی نے کسی امیر کی امارت میں حج یا جہاد کیا ہو یا کسی امیر کی اقتدا میں نماز ادا کی ہو تو اس صحابی کا یہ فعل اس امیر کی عدالت پر شہادت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج ابن یوسف کی امارت میں حج کیا تھا اور اسکی اقتدا میں نمازیں پڑھی تھیں حالانکہ اسکے ظلم پر صحیح بخاری کی روایت شاہد ہے صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲

غلط استدلالات کا چوتھا نمونہ

عباسی صاحب نے حضرت امام غزالیؒ کی ایک عبارت سے جو انھوں نے وفیات الاعیان کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا جواز ثابت کیا ہے بلکہ رحمۃ اللہ علیہ کہنے کو مستحب قرار دیا ہے، بلکہ حافظ ابن کثیر سے نقل کیا ہے :-

اما الترحم عليه فجائز بل مستحب بل نحن نترحم عليه في جملة المسلمين والمومنين عموما في الصلوات۔

خلافت معاویہ و یزید ص

اس عبارت سے ترحم علی یزید کا اثبات درست نہیں کیونکہ اس میں اس ترحم کا تذکرہ ہے جو نماز میں جملہ مسلمین کے لئے کیا جاتا ہے اور یزید بھی جب کہ اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا آجاتا ہے۔ اگر اس سے مخصوص اسم یزید کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کے جواز، استحباب اور بالفعل ترحم کا اثبات ہو تو پھر ہر فاسق و فاجر، قاتل بدمعاش، ڈاکو زانی، شرابی اور ظالم کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ کہا جائے، کیونکہ ان افعال قبیحہ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ تو نہیں دیا جا سکتا۔

پھر ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا تتبع کرکے کسی ایک مقام پر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے یزید کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہو اور حافظ ابن کثیرؒ نے تو بسا اوقات یزید کا تذکرہ ناپسندیدہ الفاظ کے ساتھ کیا ہے مثلاً لکھتے ہیں :-

فقصمه الله قاصم الجبابرة واخذه اخذ عزيز مقتدر وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرىٰ وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد

پس پاش پاش کر دیا یزید کو اللہ نے جو پاش پاش کر دینے والا ہے جابروں کو اور گرفت کی اللہ نے اسکی گرفت کرنا عزیز مقتدر کی اور ایسے ہی ہے تیرے رب کی گرفت جو گرفت کرتا ہے شہر کے ظالم باشندوں کو اور اسکی گرفت دردناک اور شدید ہے

البدایہ والنہایہ صد ۲۲۲ ج ۸

حضرت امام غزالیؒ بھی قاتل حسین کو مستحق لعنت سمجھتے ہیں مگر اشخاص معینہ پر جواز لعنت کے قائل نہیں جیسا کہ اکثر اہل السنۃ قائل نہیں اور یہی مذہب حق اور اقرب الی الاحتیاط ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

فان قيل هل يجوز ان يقال قاتل الحسين لعنه الله او الآمر به قلنا الصواب ان يقال قاتل الحسين ان مات قبل التوبة لعنه الله لانه يحتمل ان يموت بعد التوبة فان وحشيا قاتل حمزة عم رسول الله صلى الله عليه وسلم قتله وهو كافر ثم

اگر کہا جائے کہ جائز ہے یوں کہا جائے قاتل الحسین لعنہ اللہ یا آمر القتل لعنہ اللہ تو ہم کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ قاتل حسین پر اللہ کی لعنت اگر بے توبہ مرا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہو پہلے مرنے سے جیسا کہ وحشی رضؓ نے کفر کی حالت میں حضرت حمزہ عم رسولؐ کو قتل کیا تھا پھر اس نے کفر اور قتل سے توبہ کر لی پس اس پر لعنت

تاب عن الکفر والقتل جمیعا ولا یجوز ان یلعن جائز نہیں ۔

احیاء العلوم ص۱۲۲ ج ۳

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ وہ قتل حسین کو موجبات لعن سے سمجھتے ہیں تاہم شخص معین پر لعنت کے جواز کے قائل نہیں۔ کیونکہ اس میں منجملہ احتمالات کے یہ احتمال بھی ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو۔ جیسا کہ وحشی قاتل حمزہؓ نے توبہ کر لی ہے۔ اگر وحشی کفر اور قتل سے توبہ نہ کرتے تو وہ بھی مستحق لعنت ہوتے اور اگر قاتل حسین نے قتل حسین سے توبہ نہ کی ہو تو وہ بھی مستحق لعنت ہے ۔ مگر حضرت امام غزالیؒ کا قاتل حسین کو قاتل حمزہ پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ وحشی نے کفر کی حالت میں قتل کیا تھا پھر اسلام قبول کر لیا (الاسلام یھدم ما کان قبلہ) کہ اسلام کفر کے تمام سیئات کو میٹ دیتا ہے۔ لیکن توبہ سے حقوق العباد کا محو ہونا محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

غلط استدلالات کا پانچواں نمونہ

عباسی صاحب تبصرہ محمودی ص۶۰ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ پھر ہم یہاں صحیح بخاری کے حوالے سے ایک اور جلیل القدر صحابی سہل بن حنیفؓ کا قول نقل کرتے ہیں جو بدری ہیں۔ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور ان کی طرف سے بصرے کے عامل بھی رہے تھے۔ ان سے روایت کرنے والے تابعی ابو وائل شقیق ابن سلمہ ساری عمر افسوس کرتے رہے کہ وہ کیوں صفین میں حضرت علیؓ کی جانب سے شریک ہوئے وہ فرماتے ہیں :-

ما وضعنا سیوفنا علی عواتقنا الی امر یفظعنا الا اسھلن بنا الی امر نعرفہ غیر ھذا الامر

ہم نے کسی پریشان کن امر کے لئے تلوار نہیں اٹھائی۔ مگر کہ انہوں نے وہ امر ہمارے لئے آسان کر دیا۔ ماسوائے

قال وقال ابووائل شہدت صفین وبئست صفون — اس امر کے کہ راوی یعنی اعمش کہتے ہیں کہ ابووائل نے فرمایا کہ میں حاضر تھا اور بڑی تھیں یہ صفین

عباسی صاحب نے صحیح بخاری کا جو حوالہ دیا ہے وہ صحیح ہے۔ واقعی یہ روایت صحیح بخاری میں ص۲۵۱ وص۶۰۲ وص۴۱۷ وص۱۰۸۹ میں موجود ہے، مگر اس روایت سے عباسی کا استدلال کہ حضرت سہل ابن حنیف اور ابووائل شفیق ابن سلمہ ساری عمر افسوس کرتے رہے کہ صفین میں حضرت علی کی جانب سے کیوں شریک ہوئے قطعاً باطل اور نادرست ہے۔

حضرت ابووائل کے قول بئست صفون سے حضرت ابووائل کی پشیمانی کا اثبات بہرحال مشکل ہے۔ وہ مقام جہاں امت کی خونریزی ہوئی اس طرف برائی کی نسبت کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو امام برحق سمجھ کر ان کی معیت میں شریک قتال ہوئے۔ یہ پورا گھرانہ ہی حضرت علیؓ کے حامیوں اور عقیدتمندوں کا ہے۔ حضرت عثمان ابن حنیف بھی حضرت علیؓ کے عامل تھے اور مرتے دم تک حضرت علی المرتضےٰ سے وابستہ رہے۔ حضرت علیؓ ہی نے حضرت سہل کا جنازہ پڑھا۔ چار سے زائد تکبیرات کہیں اور فرمایا کہ یہ بدری صحابی تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی المرتضےٰ اور سہل ابن حنیف کے مابین مواخات قائم کی تھی۔ انہوں نے کبھی بھی صفین میں حاضری پر ندامت نہیں کی۔ صحیح بخاری ص۴۱۷ ومسند ابی عوانہ ص — کی روایات میں تصریح ہے کہ بعض لوگ نہیں چاہتے تھے کہ صلح ہو وہ جنگ کے ذریعے ہی فیصلہ چاہتے تھے۔ خارجی ان الحکم الا للہ کی صدا دیکر الگ ہو گئے جنہیں آنحضورؐ کی پیشگوئی میں یمرقون من الدین کما یمرق السہم من القوس

کہ وہ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے دین کیا ہے امام حق حضرت علی المرتضےٰ کی اطاعت ۔ بعض مطیعین کو بھی مصالحت ناپسند تھی ۔ چنانچہ راوی حدیث کا سوال (الم تر الی الذین یدعون الی کتاب اللہ فقال علی نعم) کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔ حضرت علی نے اسے تسلیم کر لیا ہے اور کہا نعم ۔ حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت کی طرف سے جو مصاحف نیزوں پر آویزاں کئے گئے تھے وہ حتیٰ تفئی الی امر اللہ کے مظہر تھے ۔ پس حضرت علیؓ نے جنگ روک دینے کا حکم دیا ۔ جنگ بندی کو جن لوگوں نے ناگوار جانا گویا انہوں نے حضرت علیؓ پر تنقید کی ہے کہ جنگ کیوں بند کی گئی اور مصالحت پر آمادہ وہ لوگ صفین کی حاضری پر پشیمان نہیں ہوئے ۔ ابو وائل شقیق ابن سلمہ سہل ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو حضرت علیؓ کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے کہ حضرت علیؓ پر تنقید نہ کرو اتھموا رایکم اپنی رائے کو متہم کرو کہ وہ صائب نہیں ۔ پھر صلح حدیبیہ کی مثال دیتے ہیں کہ صحابہ نے آنحضورؐ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی تھی ۔ مقابلہ مشرکین سے تھا ۔ پھر بھی آنحضورؐ نے مصالحت کر لی تھی ۔ صحابہ بھی صلح حدیبیہ کو پسند نہیں کرتے تھے جس طرح آج تمہیں تحکیم ناگوار ہے ۔ چنانچہ حضرت عمر الفاروقؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کی :-

السنا علی الحق وھم علی الباطل	کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل
الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم	پر نہیں ہیں کیا ہمارے مقتول جنت میں
فی النار قال نعم قال ففیما	اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہونگے
اعطی الدنیۃ فی دیننا	حضورؐ نے فرمایا ہاں پس کہا عمر نے پھر

ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا قال یا ابن الخطاب انی رسول اللہ ولن یضیعنا اللہ ابدا فرجع مستغیظا فلم یصبر حتے جاء ابابکر فقال یا ابابکر السنا علی الحق وھم علی الباطل قال یا ابن الخطاب انہ رسول اللہ ولن یضیع اللہ ابدا فنزلت سورۃ الفتح

ہیں دین کے معاملہ میں گھٹیا بات کیوں دی گئی اور ہم کس طرح لوٹ جائیں جبکہ اللہ نے ہمارے مابین کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پس آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے میں اللہ کا رسول ہوں اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کریگا۔ پس حضرت عمرؓ لوٹے غصے میں پس صبر نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر کیا ہم حق پر اور وہ مشرک باطل پر نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے بتحقیق حضورؐ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کبھی بھی انہیں ضائع نہیں کریگا۔ پس سورہ فتح نازل ہوئی۔

چنانچہ پھر بھی حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ مصالحت فتح ہے (مطلب یہ ہے کہ یہ صلح گھٹیا شرائط پر ہوئی ہے یہ کیسی فتح ہو سکتی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ ہی درحقیقت عظیم فتح تھی۔

حضرت سہل بن حنیف اور ابو وائل نے صلح حدیبیہ سے اس صلح کو کیوں مثال دی تاکہ وہ حضرت علی المرتضےٰ کی موافقت کریں کہ حضرت علیؓ امام حق ہیں ان کی اطاعت کرو ان کی رائے صائب ہے تمہاری درست نہیں۔ نظر اپنی اپنی فکر اپنی اپنی۔

مجھے اس روایت سے تو یہ ثابت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سہل نے جناب علی المرتضےٰ کی مدح فرمائی ہے کہ انہوں نے اسوۂ رسولؐ پر عمل کیا ہے، شرکت صفین سے ندامت

کا اظہار نہیں کیا اگر عباسی صاحب کو اصرار ہو کہ حضرت سہل نے حضرت علیؓ کی معیت میں شرکت صفین پر تاسف کا اظہار کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت الصدیق الاکبر نے جو فاروق اعظم کو جواب دیا تھا وہ بھی بیعت رضوان سے انحراف کے مترادف ہے ونعوذ باللہ من ذالک الوھم۔

غلط استدلالات کا چھٹا نمونہ

عباسی صاحب الملل والنحل لابن حزم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

علیؓ نے صرف پچاس سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن میں تقریباً پچاس صحیح ہیں۔ ابو ہریرہؓ اور انس ابن مالکؓ کے فتاوی علی کے فتاوی سے زائد ہیں۔

(اقتباس از تحقیق مزید ص ۲۰۳)

گویا عباسی صاحب قاری کو تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علمی اعتبار سے ابو ہریرہؓ اور انس ابن مالکؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔

عباسی صاحب کا یہ استدلال نہایت ہی غیر معقول ہے، اس کی حیثیت اس دخان کی سی ہے جس سے اس آتش عداوت کا پتہ چلتا ہے جو ان کے دل کی بھٹی میں سلگ رہی ہے ورنہ کون نہیں سمجھتا کہ اگر یہ استدلال درست ہو جائے تو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس ابن مالکؓ و دیگر صحابہؓ جن کے اسمائے گرامی عباسی صاحب نے گنائے ہیں وہ حضرت عثمانؓ، حضرت عمر الفاروقؓ اور حضرت الصدیق الاکبر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی افضل ہو جاتے ہیں۔ وذالک باطل قطعاً حضرت ابوبکرؓ کا اعلم الصحابہ ہونا مسلّم ہے۔

غلط استدلالات کا ساتواں نمونہ

عباسی صاحب ارقام فرماتے ہیں:۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے

اپنے والد (امیر یزید) سے روایت حدیث کی ہے۔ بیٹا تو ثقہ لیکن باپ جس سے روایت لے وہ غیر ثقہ۔ ایں چہ بوالعجبی است۔

یہ استدلال غلط ہے اور غلطی اس کی ظاہر و باہر ہے۔ اصول حدیث میں کہیں یہ ضابطہ مرقوم نہیں کہ ثقہ راوی جس سے روایت ہے وہ بھی ثقہ ہی ہو مگر اس کے برخلاف متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔

غلط استدلالات کا آٹھواں نمونہ

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص سے حضرت حسینؓ کی قرابت داری تھی۔ کیسے ممکن ہے۔ انہوں نے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجے تھے۔ یزید اور حسین کی قرابت داریاں تھیں۔ کیا بھانجے کا سر ماموں کے پاس اور سالے کا سر بہنوئی کے پاس بھیجا تھا۔ وغیرہ ذالک ملخص خلافت معاویہ و یزید

عباسی صاحب کا یہ استدلال باطل ہے۔ جب تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حادثہ کربلا واقعہ میں پیش آیا۔ اہل بیت رسول شہید کئے گئے اگر قرابت داریاں مانع نہ آئیں قتل میں مانع نہ آئیں تو سر کاٹ لینے میں کیسے حائل ہو سکتی تھیں۔ عباسی صاحب کے استدلال کا مطلب یہ ہے کہ جب قرابت داری ہوتی ہے تو ایسی صورتیں نہیں پیش آسکتیں عجیب ہے۔ ہابیل اور قابیل حقیقی بھائی تھے۔ برادران یوسف صدیق صلوٰۃ اللہ علیہ حقیقی بھائی تھے۔ ام حسبت ان اصحاب الکھف و الرقیم کانوا من ایاتنا عجبا

غلط استدلالات کا نواں نمونہ

واقعہ حرہ کے سلسلے میں مودودی صاحب کی تردید کرتے ہوئے عباسی صاحب لکھتے ہیں :-

مودودی صاحب کو شاید اس کا علم ہو کہ حرہ کے ولد الزنا سے مدینہ جیسے پاک شہر کے نجیب و شریف خاندانوں کی کونسی نسلیں چلیں۔ وہ بتائیں کتب انساب میں جو سب اس زمانہ کے بعد تالیف ہوئیں انکا ذکر کیوں نہیں الخ۔ تبصرہ محمودی ص ۱۶۰ ج ۲ حقیقت خلافت و ملوکیت ص ۳۰۸

نعوذ باللہ من ذالک

عباسی صاحب کا یہ استدلال بھی درست نہیں جب ضابطہ شرعی یہ ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر الحدیث بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ تو اولاد حرہ کے لئے مستقل خاندان اور شجرہ نسب اصحاب کتب انساب کیسے تالیف کرتے۔ امام ابن تیمیہ، امام احمد بن حنبل اور دیگر مؤرخین کا اجماعی اتفاقی بیان ہے کہ تین روز تک مدینہ کو مباح قرار دیا گیا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور احیاء العلوم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان انتہاب مال کے بارہ میں درج ہو چکا ہے کہ جابر کے گھر سے وہ سونا جو بطور تبرک انہوں نے محفوظ کر رکھا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ ہے۔ اہل شام نے لوٹ لیا اور عبداللہ ابن عمر رض نے حجاج کے زمانے میں اس امر کا انکشاف کیا تھا۔ کہ جس روز سے مدینہ لوٹا گیا میں نے سیر شکم ہو کر کھانا نہیں کھایا کہ حرام حلال کی تمیز اس طرح اٹھائی گئی ہے کہ ہر چیز مشتبہ ہو گئی ہے۔

عصمت دری کے سلسلے میں ایک واقعہ حضرت عبداللہ ابن مطیع کے بیان سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ دیکھئے اسی کتاب کا ص ۴۹۳ اور ایک واقعہ جو علامہ سمہودی نے وفاءالوفا میں لکھا ہے وہ بھی سن لیجئے۔

ام الہیثم بنت یزید کہتی ہے کہ میں نے ایک قریشی عورت کو دیکھا کہ ایک سیاہ فام

لڑکے کو بوسے دے رہی ہے میں نے کہا اتفعلین ھذا بھذ الاسود فقالت

ھو ابنی وقع ابوہ علی یوم الحرۃ   صـ ۱۳۲ ج ۱

آج بھی قیافہ دان قیافے سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ نجیب و شریف خاندانوں میں سے کونسی شاخ اولاد حرہ کی ہے۔ صرف مودودی صاحب کو ہی علم نہیں آپ بھی خوب جانتے ہیں لیکن تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں

قیاس مع الفارق

عباسی صاحب اور بعض اصحاب نے اپنے دعاوی کو بعض مسلمہ قضایا پر قیاس کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ان کا قیاس درست نہیں۔ کیونکہ وہ قیاس مع الفارق ہے مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی اشتراک نہیں۔ مثلاً

۱۔ ایڈیٹر تجلی نے یزید ابن معاویہ کے مبشر بالجنۃ ہونے کا قیاس عشرہ مبشرہ رض پر کیا ہے۔ یعنی جسطرح عشرہ مبشرہ حتمی طور پر جنتی ہیں اسی طرح یزید بھی آنحضور ص کی پیشگوئی کے مطابق حتمی طور پر جنتی ہے۔ اور قاری طیب صاحب نے جو تاویلات حدیث قسطنطنیہ کے سلسلے میں کی ہیں وہ قادیانی علم کلام اور قادیانی منطق کے مترادف ہیں۔   ملخص تحقیق مزید صـ ۲۵

راقم السطور کہتا ہے یزید کا قیاس عشرہ مبشرہ پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ کا نام لے کر انہیں جنتی فرمایا ہے اور یزید کا نام حضور ص نے کہیں نہیں لیا۔ حدیث قسطنطنیہ پر مکمل و مفصل بحث گذشتہ صفحات میں ہو چکی ہے وہیں سے ملاحظہ فرمالیں۔ معلوم نہیں کہ عامر عثمانی نے یزید کے مرتبہ کو بڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے یا عشرہ مبشرہ کے مرتبہ کو گھٹانے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ عامر صاحب نہ یزید کے مرتبہ کو بڑھا سکتے ہیں اور نہ عشرہ مبشرہ

کے درجات گھٹا سکتے ہیں۔ شاید کہ انہوں نے اس ہذیاں سرائی سے اپنی عاقبت خراب کی ہے اور جناب قاری صاحب کی شان میں گستاخی کر کے اپنی عداوت کا اظہار کیا ہے اور سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت سے برأت کا اعلان کیا ہے۔ اکابر امت نے جن روایات کا یزید کو مصداق ٹھہرایا ہے۔ اس کے پیش نظر یزید مغفور نہیں ملعون ہے۔ مگر لعنت سے اجتناب اہل السنۃ کے ایک ضابطہ کے تحت ہے۔

۲۔ جناب تقی عثمانی نے حجر ابن عدی کے زہد و تقویٰ کو خوارج کے زہد و تقویٰ پر قیاس کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں (جہاں تک عبادت اور زہد کا تعلق ہے تو وہ اس بات کی وجہ جواز نہیں ہے کہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کیا جائے۔ نظیر کے طور پر (بلا تشبیہ و مثال، خارجیوں کو پیش کیا جا سکتا ہے) الخ حضرت معاویہ ص۹

تقی صاحب کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے اگر تقی صاحب کا یہی نشتر کوئی ہر متقی کے لئے استعمال کرنے لگ جائے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ زہد و عبادت سے فسق و فجور ہی کا بھلا ہو جائیگا۔ تقی صاحب کو یہ کلمات لکھتے وقت کچھ بھی شرم و حیا نہیں آئی کہ وہ جنہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یمرقون من الدین کما یمرق السھم من القوس فرمایا حجر ابن عدی کو ان پر قیاس کیا۔ کیا وہ اپنی تحریرات میں یہ واضح نہیں کر چکے کہ حجر ابن عدی زیاد کی اقتدا میں جمعہ پڑھتا تھا۔ کیا اس نے یہ بات نہیں کہی کہ ہم نے جماعت نہیں چھوڑی ہم بیعت پر مستقیم رہے۔

مہربان من حضرت معاویہ کی خلافت کو ناگوار جاننا اور بات ہے اور بغاوت کرنا اور بات ہے۔ وہ حضرت مغیرہؓ اور زیاد کے پیچھے ہی نمازیں پڑھتے تھے۔ لیکن انہیں حضرت علیؓ پر سب و شتم اور امور منکرہ کی سماعت قطعاً گوارا نہیں تھی۔ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ لوگ منبروں پر حضرت علیؓ پر سب و شتم کیا کرتے تھے۔ تفصیل کے لئے

دیکھئے اسی کتاب کا ص۲۲۱تا۲۲۴ مگر افسوس ہے تقی صاحب پر کہ انہوں نے روایات صحیحہ کو نظر انداز کر دیا اور صحابہ کرام کی آراء کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور بلا دریغ ایک صحابی کے زہد و تقوے کو منافقت پر محمول کر کے انہیں خارجیوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ صحابہ کی مدافعت میں مودودی صاحب کے خلاف قلم اٹھایا تھا اور ایک صحابی کو بلا دریغ مجروح کر گئے ؎

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی وہ تیرگی جو میرے نامہ اعمال میں ہے

۳۔ حضرت معاویہ رض کی خلافت کو حضرت صدیق اکبر رض کی اجماعی خلافت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(عباسی صاحب مدعی ہیں کہ حضرت معاویہ کی خلافت پر اس طرح اجماع تھا جیسا صدیق اکبر رض کی اجماعی خلافت پر تھا بلکہ اس سے بڑھکر۔ ملخص تبصرہ محمودی ص۱۵۷

حضرت ابو بکر الصدیق رض کی خلافت پر صحابہ کا اجماع تھا اور جملہ صحابہ نے بطیب خاطر بیعت کی تھی لیکن حضرت معاویہ کی خلافت میں تلوار دخیل تھی حضرت صدیق اکبر کی خلافت، خلافت راشدہ کی اکمل ترین قسم تھی اور حضرت معاویہ کی خلافت از قسم ملک عضوض تھی۔ حضرت حسن کی مصالحت سے وہ بر سر اقتدار آئے اور حضرت حسن نے محض صیانۃ لحقن دماء المسلمین مصالحت کی تھی۔ لیکن مصالحت کے باوجود قلوب پوری طرح صاف نہیں ہوئے اور آنحضور ؐ کا ارشاد خیر فیہ دخن ویکون الشرۃ کا مصداق حضرت امیر معاویہ کی خلافت ہے تفصیل کیلئے دیکھئے ص۲۲

۴۔ استخلاف یزید کو استخلاف عمر رض پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے عباسی صاحب لکھتے ہیں:-

حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ نے صحابہ میں سے افضل ترین شخص کو نامزد کیا اور اپنے بیٹے کو نامزد نہیں کیا اور حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو نامزد کیا ہے جسے عبدالرحمن ابن ابی بکر رضؓ نے سنت کسروی سے تعبیر کیا اور نتائج بھی دونوں کے مختلف ہیں۔

۵۔ یزید کی نامزدگی کو حضرت حسن کی نامزدگی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سرے سے استخلاف کے قائل ہی نہ تھے۔

قاضی ابو بکرؒ نے اس قول کو باطل ٹھہرایا ہے کہ حضرت حسن کی نامزدگی ہوئی حضرت علیؓ نے انہیں نامزد کیا۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ انہیں قوم نے منتخب کیا تھا۔ ان کی بیعت منعقد ہوئی اور وہ حضرت معاویہ اور دوسرے کثیر لوگوں سے زیادہ مستحق تھے۔ اور انہوں نے حضرت معاویہ سے محض صیانۃ لحقن دماء المسلمین مصالحت کی تھی۔ نیز لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا گیا (استخلف علینا) خلیفہ نامزد کریں تو انکار کر دیا کہ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا تو میں کیسے نامزد کروں ولکن اترککم کما ترککم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن میں تمہیں چھوڑ چلا ہوں۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو بے نامزد کئے خلیفہ چھوڑ گئے تھے۔

(العواصم من القواصم صہ ۱۹۹)

قاضی ابو بکرؒ نے ان روایات کی توثیق کی۔ نیز علامہ الہیثمی نے بھی لکھا ہے رواہ احمد وابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر عبد اللہ ابن ربیع و ھو ثقۃ و رواہ البزار باسناد حسن۔

پروفیسر علی احمد عباسی نے بھی ان روایات کو نقل کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ یہ روایات قوی الاسناد ہیں

(حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی صہ ۱۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے دریافت کیا گیا کہ ہم حضرت حسن کو خلیفہ بنائیں تو فرمایا نعم ان رضیتم ہاں اگر تم راضی ہو۔

اس روایت کا تذکرہ خود عباسی صاحب نے بھی کیا ہے۔ تبصرہ محمودی صفحہ ۳ ج ۱
معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نامزدگی کے قائل نہیں تھے۔ ہاں قوم اپنی مرضی سے
جسے چاہے منتخب کر سکتی ہے۔

محمود عباسی کی افسانہ نویسی و افسانہ تراشی

جناب محمود احمد عباسی صاحب کا یہ کمال تو بہر حال ماننا پڑے گا کہ وہ ایک
بے اصل و بے بنیاد چیز کو بھی اس طرح زوردار الفاظ میں اس اسلوب سے
بیان کرتے ہیں کہ ناواقف قارئین یہ سمجھتے ہیں کہ واقعی ایک حقیقت ہے۔
عباسی صاحب نے اپنی کتابوں میں بہت سے مناظر اس قسم کے پیش کئے ہیں جو
محض عباسی صاحب کی افسانہ تراشی کی صناعی کے رہین منت ہیں۔ نہایت سلیقہ
سے اسے درج کتاب کر دیتے ہیں، چند نمونے ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ کتاب خلافت معاویہ و یزید میں لکھتے ہیں :۔

بحدل کلبی سردار کی دختر میسون تھی جو حسن و جمال کے ساتھ عقل و دانش
میں ممتاز، دیندار اور نیک خصال تھی (اس سے امیر معاویہ نے نکاح کر
لیا) یہ نکاح سیاسی اغراض کے لئے بھی مفید تھا۔ اسی کلبیہ خاتون کے
بطن سے خالق اکبر نے نجیب و ہونہار فرزند عنایت فرمایا۔ جس کا نام
انہوں نے بڑے بھائی یزید ابن ابی سفیان کے نام نامی پر یزید رکھا،
حافظ ابن کثیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں تتزوجھا معاویہ فولدت
لہ یزید ابن معاویہ فجاء نجیبا ذکیا حازما

(خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۳۹ بحوالہ البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۱ ج ۸)

یہ ایک افسانہ ہے لیکن اس میں عباسی صاحب کے لئے ایک کشش اور جذب ہے

انہوں نے بکمال ہوشیاری اس میں رنگ بھرا اور نہایت خوشنما بنا کر پیش کر دیا ہے۔ البدایہ والنہایہ نے جہاں سے اس افسانہ کی ابتداء کی ہے ذرا اسے ملاحظہ فرمائیں پھر افسانہ نویسوں اور افسانہ تراشوں کی داد دیں۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ ایک شب اپنے جلیسوں میں بیٹھے تھے قصے کہانیوں کی سماعت میں مشغول تھے۔ اصحاب معاویہؓ نے ایک ایسی عورت کا تذکرہ کیا جو نہایت نجیب بچے جنتی ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی کوئی اس قسم کی عورت مل جائے آپ کے ایک جلیس نے کہا :-

وجدت ذالک یا امیر المومنین قال ومن قال ابنتی یا امیر المومنین فتزوجہا الخ	کہ اے امیر المومنین مجھے وہ عورت معلوم ہے جو اس شان کی ہے حضرت معاویہ نے کہا وہ کون ہے اس نے جواب دیا یا امیر المومنین وہ میری بیٹی ہے پس حضرت معاویہ نے اس سے نکاح کر لیا الخ

یہ حکایت محض افسانہ اور کذب وزور کا ایک رقعہ ہے۔ اس میں جلیس معاویہ کا خطاب یا امیر المومنین سے اسباب کی گواہی ملتی ہے کہ یہ حکایت محض افترا ہے سنہ ۴۰ھ سے قبل حضرت معاویہ پر امیر المومنین کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ اس افسانہ تراش بیوقوف کو اتنی ہوش بھی نہیں ہے کہ جس افسانہ کو حضرت معاویہ سے وابستہ کر رہا ہے وہ کب کی بات ہے اور کیا اس وقت میں یا امیر المومنین سے حضرت معاویہ کو خطاب بھی کر سکتا ہے۔ یہ خلافت عثمانی میں حضرت معاویہ کی عہد امارت کا تذکرہ ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں :-

ولم یکن معاویہ قبل التحکیم	حضرت معاویہ قبل التحکیم اپنے لئے خلافت

يدعى الامر لنفسه ولا يسمى بامير المومنين — کے مدعی نہیں تھے اور نہ انہیں امیر المومنین کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

منہاج السنۃ صـ۲۰۲ ج ۲

علامہ ابن الخلدون لکھتے ہیں :۔

انه من سمات الخلافة ذهب بقبالة في الناس وتوارثها الخلفاء من بعده سمة لا يشاركهم فيها احد — امیر المومنین کا لقب خلافت کی خاص علامت ہے۔ سب سے پہلے یہ لفظ حضرت عمر فاروق رضؓ کا مشہور ہوا۔ پھر اس کے بعد خلفائے بطور خاص علامت کے حاصل کیا اور کوئی ایک شخص خلفاء کے ساتھ اس لقب میں شریک نہیں ہے۔

مقدمہ ابن الخلدون صـ۲۲۳

خود عباسی صاحب کو تسلیم ہے جیسا کہ انہوں نے حقیقت خلافت و ملوکیت میں تصریح کی ہے۔ مذکورہ بالا حقائق سے واضح ہو گیا کہ عباسی صاحب نے نجابت یزید کا ایک افسانہ بیان کیا ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں۔ اگر ام یزید کے ساتھ نکاح حضرت امیر معاویہ کا زمانہ خلافت کا واقعہ ہو تو بتائیے یزید کی پیدائش ۲۵ ۲۶ : ۲۷ ھ ہوتی ہے یا ۴۱ھ کے بعد۔ جانے دیجئے۔ حافظ ابن کثیر اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ نے دوسری شادی کر لی اور یزید کی ماں کو علیحدہ کر دیا ایک دن یزید کی ماں اسے کنگھی کر رہی تھی۔ حضرت معاویہ کی دوسری بیوی نے کہا

قبحها الله وقبح ما تسرح — اللہ اس عورت کا برا کرے اور جسے وہ کنگھا کر رہی ہے (یعنی یزید اور اس کی ماں دونوں کا برا ہو۔

حضرت معاویہ نے کہا یہ کیوں۔ وہ تو تیرے بیٹے سے زیادہ نجیب ہے اور اگر تو

چاہتی ہے تو میں ابھی دانبح کر دیتا ہوں۔ پھر اسکے بچے کو بلایا اور فرمایا کہ میں تیری ہر تمنا کو پورا کرنا چاہتا ہوں، مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین مجھے شکار کے لئے گھوڑے اور ایسے لوگ مہیا کئے جائیں جو میرے ساتھ شکار کھیلیں فقال امرنالك ذالك پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا، تمہاری تمنا پوری کر دینے کا حکم ہم نے دے دیا ہے۔ پھر یزید کو بلایا اسکو بھی وہی کہا جو اسکے بھائی کو کہا تھا۔ یزید نے کہا امیرالمومنین معاف فرمائیں، حضرت معاویہ نے اصرار کیا تو یزید نے کہا امیرالمومنین خدا آپ کی عمر دراز کرے مجھے اپنا ولی عہد مقرر کر دیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ رعیت میں ایک دن کی حکومتِ عدل پانچسو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا، تیرا سوال بھی منظور ہے (ایں گلے دیگر بشگفت)

تب حضرت معاویہ نے اپنی بیگم کو کہا کیف رئیت فعلمت وتحققت فضل یزید علی ابنها پس زوجہ معاویہ نے فضل یزید تحقیق سے معلوم کر لیا۔

عباسی صاحب کے بیان کردہ نجابت یزید کے افسانے کو ما سبق دمالحق کے ساتھ صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو حضرت معاویہ کے گھرانے کا گفتار و کردار بھی سامنے آجاتا ہے۔ نیز یہ بھرم بھی کھل جاتا ہے کہ یزید کی نامزدگی کی تجویز حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے کی تھی، معلوم ہوا کہ ابتدائے خلافت ہی میں باپ بیٹے کے مابین طے ہو چکا تھا کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائیگا۔

دوسرا افسانہ

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ امیر یزید کی پھوپھی صاحبہ تھیں مستند قول کے مطابق ۴۴ھ میں فوت ہوئیں، حضرت معاویہؓ مع اہل و عیال

پہلی مرتبہ ۲۲ھ میں مدینہ تشریف لائے اس وقت امیر یزید بائیس سالہ نوجوان تھے اپنی محترم پھوپھی کی زیارت سے مشرف ہوئے ان کی دعائیں لینے کی سعادت حاصل کی۔ الخ تحقیق مزید صفحہ ۹۲

عباسی صاحب کا یہ خود تراشیدہ افسانہ ہے پہلے افسانہ سے بھی زیادہ خوشنما اور ہوش ربا ہے۔ جب حضرت ام حبیبہ رض ۴۴ھ میں وفات پا چکی تھیں تو پھر ایام حج میں حضرت معاویہ اور یزید ابن معاویہ نے ان کی کیسے زیارت کی اور یزید نے کیسے دعاؤں کی سعادت حاصل کی۔ بلا ریب حضرت معاویہ رض نے ۴۴ھ میں حج کیا مدینہ تشریف لائے، مگر حضرت ام حبیبہ رض تو جمادی الاولیٰ میں وفات پا چکی تھیں۔ حضرت ام حبیبہ رض سے ان کی ملاقات تاریخی حقائق کی روشنی میں باطل ہے۔ کوئی اضعف ترین قول بھی نہیں ہے کہ یزید ابن معاویہ نے پھوپھی جان کی قبر کی بھی زیارت کی ہو۔

تیسرا افسانہ

عباسی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی کے دادا عبد المطلب اور حضرت معاویہ کے دادا حرب رشتہ میں چچا بھتیجا تھے۔ خاندانی قرابت، طبیعت کی انسیت اور ذاتی وجاہت کے سبب، دونوں میں بڑی یگانگت اور دوستانہ تھا۔ یعنی آپس میں ندیم تھے۔ حضرت معاویہ کے والد حضرت ابو سفیان اور علی کے چچا حضرت عباس کی بھی انہی خصوصیات کی وجہ سے بڑی محبت اور دوستی تھی۔ حضرت معاویہ کی پھوپھی ام جمیل حمالۃ الحطب زوجہ ابو لہب حضرت علی کی چچی تھی۔ ان تعلقات کے علاوہ علی رض معاویہ رض ہم سن و ہم عمر تھے۔ بچپن سے آغاز شباب تک دونوں ساتھ رہے ساتھ کھیلے ساتھ پلے بڑھے۔ تحقیق مزید صفحہ ۲۱۶

نیز حاشیہ صفحہ مذکورہ میں کتاب المحبر کے حوالہ سے ندماء کی فہرست نقل کی ہے جس میں حضرت عباس رضؓ اور حضرت ابوسفیان کو ندیم بتایا گیا۔

اس سارے افسانہ سے عباسی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ ندیم تھے، ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے، ایک ساتھ کھیلے اور ایک ساتھ پلے تھے اور گہرے تعلقات تھے و دوستانہ تھا، الفت تھی پیار تھا۔ مگر کیا وہ بتا سکتے ہیں علامہ مورخ ابوجعفر محمد ابن حبیب۔ مؤلف کتاب المحبر نے ندماء کی اس فہرست میں علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کو کیوں شمار نہیں کیا۔ کیا عباسی صاحب بتا سکتے ہیں کہ وہ بچپن سے لے کر شباب تک یکجا کھیلتے رہے وہ کونسی جگہ ہے شاید شعب ابی طالب میں کھیلے ہوں۔

بلاشک عہد جاہلیت میں ان کے وہ رشتے اور تعلقات تھے لیکن اعلان نبوت کے بعد کیا ہوا۔ حضرت حمزہ رضؓ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ابتداء ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ حضرت عباس کی تاخیر بدیں وجہ تھی کہ وہ ابوسفیان کے دوست تھے۔ ابولہب کی مخالفت کی بڑی وجہ یہی تھی کہ ان کے گھر میں ابوسفیان کی بہن تھی۔ ان لوگوں نے بڑی کوششیں کی تھیں کہ ابوطالب بھی حضورؐ کو چھوڑ جائیں مگر ناکام رہے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں :۔

یہ سفارت دوبارہ ابوطالب کے پاس آئی۔ اس میں تمام رؤسا ر قریش یعنی عقبہ بن ربیعہ، شیبہ ابوسفیان، عاص ابن ہاشم ابوجہل وغیرہ شریک تھے۔ ان لوگوں نے ابوطالب سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے ہم کو احمق ٹھہراتا ہے۔ اسلئے یا تو تم بیچ سے نکل جاؤ یا تم بھی میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔

ابوطالب نے دیکھا کہ اب حالت نازک ہے۔ قریش اب تحمل نہیں کر سکتے اور میں تنہا قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مختصر لفظوں میں کہا۔ جان عم میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں۔۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پشت پناہ جو کچھ تھے ابوطالب تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے پائے ثبات میں لغزش ہے۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ خدا یا اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا۔ آپ کی پر اثر آواز نے ابوطالب کو سخت متاثر کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا جا تیرا کوئی شخص بھی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۱ ج ۱

چوتھا افسانہ

عباسی صاحب نے حضرت علی کی ناکامی کا عنوان قائم کر کے اسکے تحت متعدد ضعیف، موضوع اور جھوٹی روائتیں اور حکائتیں بیان کر کے حضرت علیؓ کی ناکامی کا ایک کریہہ منظر پیش کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھی بھی انکو چھوڑ گئے وہ بے بس اور بے کس رہ گئے اور اپنی ہی جماعت کے فرد کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، وغیرہ وغیرہ خرافات سے ایک طویل افسانہ بیان کیا۔ روافض نے جو تمام مسلمانوں کے ارتداد کے لئے جھوٹی کہانیاں اور داستانیں افترا کی ہیں ان سب کو فراہم کر کے ان میں اپنی طرف سے کچھ رنگ بھر کر اس ترتیب سے پیش کیا کہ قارئین سمجھیں کہ حضرت علیؓ واقعی ایک حریص، بے شعور شخص تھے اور اقتدار کی ہوس میں لڑے اور اپنی ناسمجھی کی بناء پر

ناکام ہو گئے اور ان کی اپنی جماعت بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ بالکل بے بس اور مجبور ہو گئے۔ اپنی موت کی دعائیں کیں اور اپنے ساتھیوں کو بددعائیں دیں وغیرہ ذالک من الخرافات۔

اس سلسلے میں جو کچھ عباسی صاحب نے لکھا ہے وہ بالکل لغو اور واہیات ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ کی بیعت اہل حل وعقد نے مدینہ شہر میں کی اور وہ اہل السنۃ والجماعت کے عقیدے کے مطابق چوتھے اور برحق خلیفہ راشد ہیں قصاص عثمان کے نام سے غلط فہمی کی بنا پر ان سے جنگ جمل لڑی گئی اور اس جنگ میں بھی حضرت علیؓ کامیاب ہوئے جسے عباسی جیسے دشمن اہل بیت بھی تسلیم کرتے ہیں۔

صفین کی جنگ جو حضرت معاویہ نے قصاص دم عثمان سے لڑی ہے، اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ باغی تھے[۱]۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علیؓ کی بغاوت کر کے دم عثمان کی آڑلی ہے اور جنگ کی ہے۔ بہرحال نتیجہ عباسی صاحب کا اعتراف ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے نیزوں پر مصاحف کو آویزاں کر کے مصالحت کا مطالبہ کیا ہے۔

راقم السطور کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حتےٰ تفیٔ الیٰ امر اللہ کی تعمیل میں جنگ بندی کا حکم دیا اور حکم مقرر کئے گئے۔

حضرت علیؓ جنگ میں ناکام نہیں۔ جو لوگ حضرت علیؓ سے الگ ہوئے وہ اسی بنا پر الگ ہوتے کہ معاویہ سے فیصلہ جنگ سے ہوتا۔ حضرت معاویہ اپنی شکست کو دیکھ رہے تھے اس لئے نیزوں پر قرآن کو آویزاں کیا۔

خوارج سے حضرت علیؓ نے جو جنگ کی اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے

[۱] خلفائے راشدین از مولانا عبدالشکور لکھنوی ص ۲۰۳ -

ان تینوں جنگوں میں حضرت علیؓ غالب رہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسکا انکار وہی کر سکتا ہے جو نہایت ڈھیٹ اور فاتر العقل ہو۔

اہل السنۃ کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ دور علیؓ میں حضرت معاویہ باغی تھے اور تقتلک الفئۃ الباغیہ۔ صحیح بخاری کی روایت اہل السنۃ کی سند ہے۔

اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ خوارج آنحضورؐ کی اس حدیث کے مصداق تھے (یمرقون من الدین کما یمرق السھم من القوس۔) کچھ لوگ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

جو لوگ مسلسل تین لڑائیوں میں کامیاب ہوں۔ ان کے حوصلے پست نہیں ہوتے اسلئے قطعاً وہ روایتیں اور حکایتیں غلط ہیں جو حضرت علیؓ کی مایوسی کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ معاہدہ تحکیم کے تحت حضرت علیؓ نے کچھ تعرض نہ کیا، بخلاف فریق ثانی نے کچھ دست درازیاں کی ہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب اہل عراق نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی اور اہل شام نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر تو پھر جنگ کی صورت پیدا ہو گئی۔ صحیح بخاری نے حضرت حسنؓ کے لشکر کی جو تصویر پیش کی ہے عباسی صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

عن ابی موسیٰ سمعت الحسنؓ یقول استقبل واللہ الحسن ابن علی علیٰ معاویہ بکتائب کامثال الجبال فقال عمرو ابن العاص انی اریٰ کتائب لا تولی حتیٰ تقتل اقرانھا فقال لہ معاویہ وکان واللہ خیر الرجلین

حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے سنا ہے کہ بخدا حسنؓ ابن علیؓ بہادروں کی فوجوں کے پرے لیکر معاویہ پر حملہ کرنے نکلے تو عمرو ابن العاص نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں فوجوں کے ایسے پروں کو جو اپنے مقابل کو قتل کئے بغیر منہ نہیں پھیریں گے تو حضرت

اے عمرو ان قتل ھٰؤلاء ھٰؤلاء وھٰؤلاء ھٰؤلاء من لی بامور الناس من لی بنسائھم ومن لی بصبیتھم الخ

حقیقت خلافت و ملوکیت صہ ۲۱۲

معاویہ نے فرمایا اور بخدا وہ دونوں سے بہتر شخص تھے اے عمرو قتل کریں. وہ انکو اور یہ ان کو تو انتظام کے لئے میں آدمی کہاں سے لاؤں گا۔ ان کی خواتین کی دیکھ بھال کون کریگا اور ان کے مال و متاع کی حفاظت کسطرح کروں گا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اگر اس قدر مایوس ہو گئے تھے کہ قوم کو بد دعائیں دینے لگ گئے تھے وہ حضرت معاویہ سے جنگ کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور لوگ جنگ پر آمادہ نہیں ہوتے تھے وغیرہ ذالک من الخرافات والہذیانیات تو حسن ابن علیؓ کے لئے پہاڑوں جیسے لشکر کہاں سے آگئے تھے معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ قطعاً باطل ہے اور روافض و نواصب کے من گھڑت افسانے ہیں جو مختلف مقاصد واغراض کے تحت اختراع کئے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم علی احمد صاحب پروفیسر کے اس بیان کو نہایت وقیع سمجھتے ہیں

اہل باطل نے یہی باتیں ثابت کرنے کے لئے قسم قسم کی روائتیں وضع کی ہیں اور یہ باور کرانا چاہا کہ واقعی سیدنا علیؓ امیرالمومنین تو فوجوں کو شام پر حملے کرنے کے لئے ابھارتے تھے لیکن فوج آگے بڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ اسلئے مجبور ہو گئے۔ یہ روائتیں قبول کی جا سکتی تھیں بشرطیکہ ان کا کوئی عملی ثبوت بھی ہوتا کوئی شخص باور نہیں کر سکتا اور کسی صاحب فہم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی کہ جس شخص کے قبضے میں شام و مصر کے علاوہ سارا عالم اسلام ہو اسے ضرورت پڑنے پر فوج نہ مل سکے

اگر کوفہ و بصرہ کے لوگ غدار تھے تو کیا آپ کے والی اتنی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے کہ آپ کے طلب کرنے پر دو دو چار چار ہزار آدمی فوج کشی کے لئے بھیج دیتے؟ صحیح روایت ہے، جو سیدنا حسن رض کی صلح کے تحت آگے بیان ہوگی کہ آپ حضرت حسن رض کے جھنڈے تلے انہی اہل عراق میں سے لڑنے کے لئے ایک طاقتور فوج جمع ہوگئی تھی تو بڑا تعجب ہے کہ سیدنا علی رض کو فوج میسر نہ آسکی" حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۱۲۱

لیکن بڑا تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب نے اپنے اس حقیقت افروز بیان کے بعد وہ روائتیں درج کتاب کرلی ہیں جو بالکل اس بیان سے متضاد ہیں مثلاً زہیر ابن الاقمر کی روایت ص ۱۵۴ پر هل هذا الا تهافته۔

اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو حضرت علی رض کی شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی البتہ قوم کی شقاوت اور بدنصیبی ہوتی کہ اس نے امام برحق خلیفہ راشد کی اطاعت سے سرتابی کی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اگر قوم کی بدعنوانیوں سے تنگ آکر پکار اٹھتے ہیں کہ رب لا املك الانفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین تو بتایئے ان کی نبوت میں کونسا فرق آیا۔

عباسی کے باطل دعاوی

۱۔ عباسی صاحب کا یہ ارشاد کہ (کتاب وسنت نے کوئی دستور اساسی نہیں دیا) تبصرہ مجوزی منہاج اول ادعاء باطل ہے

کتاب وسنت نے دستور اساسی دیا ہے

مندرجہ آیات کریمہ میں معیار اہلیت کا بیان ہے:-

۱۔ ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم

اللہ تعالیٰ نے طالوت کو مصطفٰے فرمایا ہے اور اسے علم اور جسم کی وسعت میں زیادہ کیا۔

۲۔ اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم

مجھے خزائن الارض پر متقرر کیجیے میں محافظ اور علیم ہوں۔

۳۔ یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین

ابا جان اسے ہی اجارہ پر لیجیے کہ بہترین وہ شخص جسے آپ اجارہ پر لیں گے وہ یہی ہے قوت والا امانت دار ہے

۴۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں تمکین دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔

کتاب اللہ سے تقرر خلیفہ کا طریق

۱۔ امرھم شوریٰ بینھم

ان کا معاملہ آپس کے مشورہ سے طے ہوتا ہے

۲۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو۔

حدیث سے تقرر خلیفہ کا دستور اساسی و معیار اہلیت کا بیان

۱۔ اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاءکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراءکم

جب تمہارے امیر بہترین ہوں اور تونگر سخی ہوں اور تمہارے معاملات تمہارے مشورے سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے بطن سے اچھی ہے یعنی تمہاری زندگی

شرار کم واغنیاء کم بخلاء کم وامور کم الی النساء فبطن الارض خیر لکم من ظہرھا

تمہاری موت سے بہتر ہے اور جب تمہارے امیر شریر ہوں تونگر کنجوس ہوں اور تمہارے امور پر عورتیں مسلط ہوں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہے یعنی تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔

۲۔ عن علی کرم اللہ وجہہ قال قلت یارسول اللہ الامر ینزل بنا بعدک لم ینزل فیہ قرآن ولم یسمع منک فیہ شیئ۔ قال اجمعوا العابد من امتی واجعلوہ بینکم شوریٰ ولا تقضوہ برای واحد

تفسیر روح المعانی صہ۴۲ ج ۲۵ بحوالہ الخطیب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دربار رسالت میں عرض کی یارسول اللہ ایک ایسا معاملہ آپ کے بعد درپیش آئے جس میں قرآن کا فیصلہ بھی نہیں ہے اور آپ سے بھی کوئی شے مسموع نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے میری امت کے عابد جمع کرو اور ان کے مشورے سے فیصلہ کرو صرف ایک شخص کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

صحابہ کے بیانات

خلیفہ راشد جناب امیرالمومنین حضرت عمر الفاروق رض کا بیان

لاخلافۃ الا عن مشورۃ

کنزالعمال ج ۵ حدیث ۲۳۵۴

حضرت عمر فاروق رض کا فرمانا ہے کہ خلافت مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

نیز فرماتے ہیں من بایع رجلا من غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع) کوئی ایک شخص بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے کسی شخص کی بیعت کرے تو اس شخص کی بیعت نہ کی جائے۔

صحیح بخاری صہ۱۰۰۹ ج ۲

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رض کا بیان :-

ان الامرۃ ما اؤتمر فیہا وان الملک ما غلب علیہا بالسیف

کہ خلافت وہ ہے جو مشورہ سے ہو اور بادشاہت وہ جو تلوار کے ذریعے غلبہ حاصل کیا جائے۔

طبقات ابن سعد صـ۱۱۳ ج ۴

حضرت ذو عمرو رض کا بیان :-

حضرت جریر ابن عبد اللہ رض فرماتے ہیں ذو عمرو ذو الکلاع میرے ساتھ دربار رسالت میں حاضری کے لئے آرہے تھے کہ ہم نے راستہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنی۔ اس وقت وہ واپس چلے گئے۔ بعد میں مجھے ذو عمرو نے کہا یا جریر ان بک علی کرامۃ وانی مخبرک خبراً کہ اے جریر تیری مجھ پر کرامت ثابت ہے اور میں تجھے ایک خبر دینے والا ہوں وہ خبر یہ ہے :-

انکم یا معشر العرب لن تزالوا بخیر ما کنتم اذا ھلک امیر تأمرتم باخر فاذا کانت بسیف کانوا ملوکا یغضبون غضب الملوک ویرضون رضی الملوک

تم اے معشر عرب ہمیشہ خیر اور بھلائی سے رہو گے جب تک کہ تم میں ایک امیر فوت ہوتا رہا تم دوسرا امیر مشورہ سے منتخب کرتے رہے اور تلوار دخیل ہو جائے گی تو بادشاہت ہو جائیگی وہ متغلب بادشاہ ہوں گے بادشاہوں کی طرح غضبناک ہونگے اور بادشاہوں کی طرح رضامند ہوں گے۔

صحیح بخاری صـ۶۲۵ ج ۲

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دستور اساسی کا علم علمائے اہل کتاب کو بھی تھا۔ ذو عمرو رض نے پہلی کتابوں سے معلوم کر کے حضرت جریر ابن عبد اللہ رض کو اس دستور اساسی سے آگاہ کیا تھا۔

ایک شبہ کا ازالہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی بغیر مشورہ کے صرف حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ واقعی حضرت صدیق اکبر رضؓ کی خلافت صرف حضرت عمر رضؓ کی اچانک اور دفعۃً بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ اس کے لئے اہل حل و عقد کی کسی مجلس مشاورت نے فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت عمر الفاروق کا وضاحتی بیان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں ایک طویل روایت ہے کہ آپ جب زندگی کے آخری ایام میں حج پر تشریف لے گئے وہاں ان کی سماعت میں ایک بات آئی کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر فوت ہو جائے تو میں فوراً فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا۔ پس وہ خلیفہ بن جائیگا۔ ابو بکر الصدیق رضؓ کی خلافت بھی اسی طرح منعقد ہوئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ وہاں ہی بر موقعہ حج اس کی تردید میں بیان دینا چاہتے تھے لیکن بعض احباب کے روکنے سے رک گئے۔ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ذوالحجہ کی آخری تاریخوں میں جمعہ کے روز منبر پر نہایت دردانگیز اور پُر از لطائف خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں جہاں اور چیزیں بیان کیں نہایت اہتمام سے اس امر کا تذکرہ بھی کیا۔ میں نے سنا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر مر گیا تو ہم فلاں کی بیعت کر لوں گا۔ خبردار ابو بکر رضؓ کی بیعت سے دھوکا نہ کھانا وہ اچانک ہوئی اور پوری ہو گئی۔ وہ ابو بکر رضؓ کی شخصیت تھی کہ سب کی گردنیں جھک گئیں اب ابو بکر کی شخصیت کون ہو سکتا ہے۔ ہم مشورہ کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہوئے ہیں۔ وہ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے عجلت سے کام لیا۔ وہاں پہنچے۔ حضرت ابو بکر رضؓ کے تدبر و تحمل سے بات بن گئی

انہوں نے میرے اور ابو عبیدہؓ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو (یہ مشورہ کی بات ہے) لیکن میں نے خود حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (یہ امام بخاریؒ کے الفاظ میں فلتۃً یعنی اچانک بغیر مشورہ کے بیعت ہے) پھر تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

صحیح بخاری کی اس طویل روایت میں تصریح ہے کہ تخلف منا علی والزبیر واصحابھما کہ ہم سے علی اور زبیر اور ان کے اصحاب متخلف ہو گئے کہ مجلس مشاورت میں حاضر نہیں تھے۔ نیز فرمایا کہ اگر ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کا معاملہ اس عجلت سے نہ کرتے اور انصار سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو ہمارے لئے پھر دو صورتیں تھیں یا سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور ان کے تابع ہو جاتے جو ہمیں گوارا نہیں تھا یا مخالفت کرتے تو فتنہ و فساد پیدا ہو جاتا (یہ صورت پہلی صورت سے بھی بدتر تھی) اسلئے میں نے عجلت کی اور صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خبردار کوئی شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت نہ کرے ورنہ اسکی بیعت نہ کی جائے گی۔ اور دونوں کے قتل کا اندیشہ ہے۔

ملخص من صحیح بخاری ص۱۰۰۹ و ص۱۰۱۰ جلد ثانی

راقم السطور کہتا ہے کہ رحمت خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہو گئی۔ اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت خلافت کے لئے وہ تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی، خلافت راشدہ نہ ہوتی ولکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولا وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا۔ اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی (کہ عائشہ یابی اللہ والمسلمون الا ان یکون ابا بکر) اللہ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے، سچی ہو گئی۔ فللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

(انظر لامع الدراری لمولانا گنگوہیؒ ص ۱۸۲، ۱۸۳ [illegible])

راقم السطور مکرر عرض کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت انصار موجود تھے اور سعد ابن عبادہ کے بغیر جمیع انصار نے بیعت کر لی تھی اور مہاجرین کے بعض معتمد علیہ افراد موجود تھے جنہوں نے برموقعہ بیعت کر لی تھی اور جو برموقعہ موجود نہ تھے انہوں نے بھی بعد میں بیعت کر لی تھی۔ البتہ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ کے قلوب مکدر تھے کہ ہم سے بے اعتنائی برتی گئی ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ ہم اس امر کے مستحق تھے لیکن حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان اس بارہ میں غیر مبہم ہے کہ اگر ہم بعجلت معاملہ نہ کرتے اور مشورہ تک معاملہ ملتوی کرتے تو فساد کا اندیشہ تھا۔ تاہم حضرت عمرؓ کو زندگی بھر اس کوتاہی کا ملال رہا۔ چنانچہ جب کلب عقور نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب مرگ ہو گئے، اصحاب رسول عیادت کو حاضر ہو رہے تھے ابن عم رسول حضرت ابن عباسؓ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمرؓ کو متاسف پایا گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا کہ امیر المومنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں، پھر ابوبکر کی مصاحبت کی، وہ بھی آپ کی حسن مصاحبت سے راضی گئے پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے وہ سب آپ سے راضی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں درست ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ مجھ سے راضی گئے (ما تری بی من جزعی فھو من اجلک ومن اجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں امیر المومنین

بخاری ص ۵۲۱ ج ۱

حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی ہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابی بکرؓ کے وقت حضرت عباسؓ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیرؓ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جسکی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔

دستور اساسی کی دو اور شقیں

۱. عورتیں خلیفہ نہیں بن سکتیں

اس سلسلہ میں ایک روایت پہلے ذکر ہو چکی ہے جس میں واموركم الى النساء فبطن الارض خير لكم من ظهرها جب تمہارے امور عورتوں کے ہاتھ میں آجائیں تو تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہو گی۔

دوسری روایت صحیح بخاری صـــ میں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لن يفلح قوم ولوا امرهم امرءة وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوئی جنہوں نے اپنے امور کا والی عورت کو بنا دیا ہو۔

۲. طالب امارت و خلافت کو امارت و خلافت نہ تفویض کی جائے

۱. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا والله لانولی علی عملنا هذا احدا ساء له او حرص ه والله ہم اپنے اس عمل پر کسی ایسے شخص کو والی نہیں بناتے جو اس کا طالب یا حریص ہو۔ صحیح بخاری صـ۱۰۵۸ ج ۲

۲. آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اخونکم عندنا من طلبه (ابوداؤد کتاب الامارہ) ہمارے نزدیک وہ سب سے زیادہ خائن ہے جو اس امارت کا طالب ہو۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا عبدالرحمٰن لا تسأل الامارۃ فانک اذا اوتیتھا عن غیر مسئلۃ اعنت علیھا (صحیح بخاری ص۱۰۵۵ ج ۲)

اے عبدالرحمٰن امارت کا سوال نہ کرنا اگر تو مانگے سے دیا گیا تو تو ذمہ دار بنا دیا گیا اور اگر تو بن مانگے دیا گیا تو تو اعانت کیا گیا یعنی ایسی صورت میں تیری اللہ کی طرف سے مدد کی جائے گی۔

راقم السطور کہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ خلافت کے طلبگار نہیں ہوتے تھے جب کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو کہا تھا کہ میں بنی ہاشم کی علامات وفات پہچانتا ہوں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وقت قریب آگیا ہے چلئے اور آنحضورؐ سے اس امر کا فیصلہ کروالیں تو حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہ نے جواب دیا تھا۔ انا واللہ ان سألناھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعناھا لا یعطنا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ علیہ وسلم کہ ہم بخدا اگر سوال کریں اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو آپ روک دیں گے اسکو ہم سے اور پھر آپ کے بعد لوگ ہمیں نہیں دیں گے اللہ کی قسم میں حضورؐ سے خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری ص۶۳۹ ج ۲)

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی انصار سے سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ نہیں فرمایا کہ تم میری بیعت کر لو (کیونکہ سائل خلافت بن جاتے ہیں اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ممنوع ہے) پس آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا ان میں سے جسے چاہو اس کی بیعت کر لو۔ پھر حضرت عمرؓ نے سبقت کی اور حضرت صدیقؓ کی بیعت کر لی جیسے کہ پہلے صحیح بخاری ص۱۰۱۰ کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔

مسئلہ استخلاف یعنی نامزدگی کا مسئلہ

اگر کوئی خلیفہ وقت کا امام اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کردے تو شرعاً یہ استخلاف درست ہے یا نہیں ؟

خلافت کی اصل صورت تو مشورے کا طریقہ ہے مگر استخلاف بھی شرعاً درست ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آخری وقت میں حضرت عمر فاروق کو نامزد کیا تھا اور بحکم حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدین طریقہ استخلاف بھی سنت قرار پایا البتہ اس استخلاف کی حیثیت شرعی کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ امت کا متفق علیہ امام اگر کسی کو نامزد کردیتا ہے تو اس کا فیصلہ شرعاً نافذ ہوجاتا ہے اور امت پر اس کی بیعت لازم ہوجاتی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلے خلیفہ کی نامزدگی محض ایک تجویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلیفہ کا یہ فعل درحقیقت ایک گواہی ہے، اس کی اہلیت کی۔ مگر امت کے اہل حل وعقد اگر شورے سے مسترد کردینا چاہیں تو انہیں یہ حق بھی حاصل ہے

حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے متعلق لکھا :۔

"میری بیعت کا جو قلادہ تمہاری گردنوں میں ہے میں اسکو خود نکال لیتا ہوں آپ جسکو پسند کرو خلیفہ مقرر کرو"

(سیرت عمر بن عبدالعزیز رح از عبدالسلام ندوی)

اسی لئے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو خلفائے راشدین کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے

بیٹے کی نامزدگی کا مسئلہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امام وقت دیانت داری سے اپنے بیٹے کو اہل سمجھے تو از روئے شریعت مطہرہ وہ مجاز ہے کہ اپنے بیٹے کو نامزد کردے۔ ابن خلدون

نے اپنے مقدمہ میں اس مسئلے پر مبسوط بحث کی ہے۔ نیز قاضی ابوبکر ابن العربی نے بھی اسکی توثیق کی ہے۔ یہ خیال درحقیقت حضرت معاویہ رض کی مدافعت کے جذبہ کے تحت پیدا ہوا ہے کہ ایک صحابی کی طرف غیر شرعی فعل کے ارتکاب کی نسبت اس کی عدالت پر حرف رکھنے کے مترادف ہے۔ لیکن راقم الحروف جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کی ساری کوششیں توجیہ القائل بما لا یرضی بہ القائل کی مصداق ہیں۔ بیٹے کی نامزدگی نہ کتاب اللہ وسنت رسول ص کے مقرر کردہ دستور اساسی کے مطابق ہے نہ سنت خلفاء الراشدین کے موافق (شاید کہ اسی لئے عباسی صاحب نے سرے سے انکار کر دیا ہے کہ کتاب اللہ نے کوئی دستور اساسی نہیں دیا)

امام کی نامزدگی درحقیقت نامزد کے حق میں اہلیت کی گواہی ہے۔ امت کے متفق علیہ خلیفہ کی گواہی سے بڑھ کر کونسی گواہی قابل اعتماد ہوسکتی ہے۔ مگر بیٹے کے حق میں باپ کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کی عدالت نصوص قطعیہ کے ساتھ کیوں نہ ثابت ہو۔

حضرت معاویہ رض نے بیٹے کو نامزد نہیں کیا اگر وہ نامزد کرتے تو انہیں صرف وصیت کر دینا کافی تھا۔ پھر ان کے بعد کیا ہوتا اس سے انہیں کچھ سروکار نہ ہوتا لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے۔ اصل میں وہ ملک کی رائے عامہ کو ہموار کر کے شوریٰ کے ذریعے سے آنیوالی خلافت کے بارہ میں فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔ اسے استخلاف سے اسلئے تعبیر کیا گیا ہے وہ بہرحال حضرت معاویہ کے بعد ہی متحقق ہونی ہے۔

حضرت معاویہ رض کا یہ طریقہ کار درست ہو یا نادرست، بہرحال اجتہاد کی گنجائش ہے۔ مجتہد مخطی بھی ہو تو بھی معذور ہوتا ہے ماز ور نہیں ہوتا۔ تاہم ایک ایسا کام جس کے لئے زیادہ سے زیادہ قیاس کا جواز ہی ثابت ہوسکتا ہے اس کے لئے سے ۴۲ھ

ے ستہ یوم وفات تک مسلسل ۱۵-۱۶ برس تک صرف ہمت کوئی قابل ستائش کارنامہ نہیں اور اسی لیے ان پر اس وجہ سے نکیر بھی کی گئی ہے۔

۲۔ عباسی کا یہ ارشاد کہ (یزید خلیفہ عادل وراشد تھا) تحقیق مزید ص۲۱۶ ادعائے باطل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس دعوی کو باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک رافضی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر رافضی کی یہ مراد ہے کہ اہل السنۃ یزید کو خلیفہ راشد اور امام ہدیٰ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم کو سمجھتے ہیں تو اس کا گمان غلط ہے کیونکہ ھذا لم یعتقد احد من العلماء المسلمین یہ کسی مسلمان عالم کا عقیدہ نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ یزید کو خلیفہ راشد و عادل کہنے والا کوئی مسلمان عالم نہیں ہوسکتا یا مسلمان نہیں ہے یا وہ عالم نہیں۔ ہاں البتہ بعض جاہل کردیوں کا یہ عقیدہ تھا۔ منہاج السنۃ ص۲۳۸ ایضاً ص۲۴۶ ج ۲

عباسی صاحب امام ابن تیمیہ کے فتوے کی روشنی میں اپنی ذات ستودہ صفات کو پہچانیں کہ وہ کون ہیں۔

۳۔ عباسی صاحب کا دعوے ہے (کہ حضرت علیؓ کی بیعت سب سے پہلے اشتر النخعی نے کی ہے) تبصرہ محمودی ص۳۰ ج ۲۔ ادعا باطل ہے۔

سبقت بیعت کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف سبائیہ کا غلط دعوے ہے واقعہ اس کے خلاف ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ واھل الکوفۃ یقولون اول من بایعہ الاشتر النخعی البدایہ والنہایہ ص۲۲۶ ج ۷

لیکن بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بیعت حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ص۲۲۵ ج ۷

قاضی ابو بکرؓ اور محب الدین الخطیب نے اسکی سختی سے تردید کی ہے

العواصم من القواصم صـ۱۴۲ و صـ۱۴۳ ایضاً تعلیقات

۴ - اہل مدینہ کا حضرت علیؓ کی بیعت سے متخلف ہونیکا قول ادعاء باطل ہے

عباسی صاحب نے اپنی کتابوں کے کئی اوراق اس سلسلے میں کالے کرڈالے ہیں

مثلاً ان امور کی روشنی میں یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ صحابہ کرام کی بھاری اکثریت نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی مگر یہ ضروری سمجھا کہ نظم ونسق کی راہ میں کوئی مشکل حائل نہ کریں اور بالفعل ان کی خلافت اس امید پر تسلیم کریں کہ باہمی توافق سے کوئی اجتماعی فیصلہ ہوجائیگا۔ (تبصرہ محمودی حصہ اول صـ۱۳۵)

یہ سب جھوٹ، افتراء اور کذب محض ہے البتہ بعض اصحاب متخلف عن القتال ہوئے تھے۔ متخلف عن البیعۃ نہیں ہوئے۔ قاضی ابو بکر لکھتے ہیں :-

قالت العثمانیۃ تخلف عنہ جماعۃ من الصحابۃ منہم سعد ابن ابی وقاص الخ

قلنا اما بیعۃ فلم یتخلف عنہا واما نصرتہ فتخلف عنہا قوم منہم من ذکرتم۔ یہ عثمانیوں کا دعوٰے ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی حضرت علی المرتضٰے سے متخلف ہوگئی تھی۔ ہم کہتے ہیں بیعۃ میں اہل مدینہ سے کوئی بھی متخلف نہیں ہوا البتہ نصرت سے بعض متخلف ہوئے تھے۔

العواصم من القواصم صـ۱۴۷

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے متعلق روایت صحیحہ میں موجود ہے کہ آخر وقت میں فرمایا کرتے تھے کہ لم اجد فی نفسی علی شیء الا انی لم اقاتل الفئۃ الباغیۃ مع علی۔ کہ میں کسی چیز پر اپنے آپ کو متاسف نہیں پاتا مگر یہ کہ میں نے فئۃ باغیہ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی معیت میں قتال نہیں کیا۔

علامہ الہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں :-

رواہ الطبرانی باسانید ورجال احدہا رجال الصحیح ۔ مجمع الزوائد ص۲۴۲ ج ۷

معلوم ہوا متخلفین قتال سے متخلف تھے ۔ بیعت سے متخلف نہیں تھے ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ کتاب ہذا کا ص۶۵

۵ عباسی صاحب کا یہ قول کہ روایت سفینہ (الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ) موضوع ہے (خلافت معاویہ و یزید ص۲۴۶) ادعا باطل ہے ۔

اس حدیث کو کسی محدث نے موضوع کہنے کا حوصلہ نہیں کیا ۔ امام احمد ابن حنبل رح اور امام ابن تیمیہ رح جیسے ائمہ ہدیٰ نے اسے صحیح کہا اور اس سے تمسک کیا ۔ منہاج السنۃ ص۲۳۹

پس اس حدیث کو موضوع کہنا مسلک اہل السنۃ کے ساتھ استہزا ہے اور ائمہ حدیث کے ساتھ اذورائے مترادف ہے ۔

۶ ۔ عباسی صاحب کا یہ قول کہ روایت خلافت کے راوی حشرج ابن نباتہ کو تقریباً تمام ائمہ حدیث نے ضعیف لا یحتج بہ کہا ہے ۔ (خلافت معاویہ و یزید) ادعائے باطل ہے ۔ وثقہ احمد و ابن معین و علی وغیرھم (میزان الاعتدال ص۵۵۱ ج ۱)

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں صدوق یہم (تقریب التہذیب ص۷۶)

۷ ۔ عباسی صاحب کا یہ دعوے کہ روایت خلافت کو حضرت سفینہ رض کے سوا کسی دوسرے نے روایت نہیں کیا (خلافت معاویہ و یزید ص۲۴۶) ادعا باطل ہے ۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ص۱۹۰ ج ۶ میں اس روایت کو حضرت ابی بکرہ سے روایت کیا ہے ۔ نیز دیکھیں اسی کتاب کا ص۲۲۲،۲۲۱

۸ ۔ عباسی صاحب کا یہ دعوے کہ حضرت عمار ابن یاسر کو مصر میں باغیوں نے

شہید کر دیا تھا (تبصرہ محمودی ص حقیقت خلافت و ملوکیت ص۱۶۸) قطعاً باطل ہے۔

اور صحیح بخاری کی متعدد روایات تاریخی مسلمات اور اکابر امت کی اجماعی و اتفاقی تحقیقات و تصریحات کے منافی ہے۔ طبری کی جس روایت سے استناد کیا ہے۔ وہ بھی درست نہیں۔ ترجمہ بھی غلط ہے اور مطلب بھی غلط بیان کیا۔

۹۔ عباسی صاحب کا یہ زعم کہ جن لوگوں نے خلفاء کی تعداد چار مقرر کی ہے وہ بلا دلیل ہے بلکہ اسکو چوتھی صدی ہجری کی بدعت کہنا چاہیئے (تبصرہ محمودی ص۱۵ ج۱ حقیقت خلافت و ملوکیت ص۱۱) بھی قطعاً باطل ہے۔ امت کا اجماع ہے۔ کہ الخلفاء الراشدون کی تعداد چار ہے اور چھ ماہ خلافت حسن بھی خلافت راشدہ میں داخل ہے اور اس پر ان کے پاس دلائل ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا ص

۱۰۔ عباسی صاحب کا یہ دعوے کہ حضرت عمر رض نے عمیر ابن سعد کو حمص سے معزول کر دیا تھا۔ (تبصرہ محمودی ص۵۹ ج۱) ادعائے باطل ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رح لکھتے ہیں (استعمله عمر رض علی حمص الی ان مات) اصابہ ص۳۳ ج ۳

نور الحسن شاہ بخاری طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر رض فوت ہوئے تو اسوقت حضرت عمیر حمص پر والی تھے (عادلانہ دفاع ص۱۰۳ ج۱)

۱۱۔ ترمذی کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ (عزل عمر عمیراً) اس کے متعلق عباسی صاحب کا دعوے کہ اسکی سند نہایت قوی ہے اور اسکے سب راوی اہل اللہ ہیں۔ (تبصرہ محمودی ص۱۶۰ ج۱) باطل ہے۔

اس کی سند میں عمرو ابن واقد راوی ضعیف ہے۔ بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ روی الضوی عن دحیم انہ کان لاشک انہ کان یکذب کذبہ مروان ابن محمد

(میزان الاعتدال صـ۲۹۱ ج ۳) یعنی یہ راوی کذاب ہے جھوٹ بولتا ہے۔

۱۲۔ عباسی صاحب کا یہ دعویٰ کہ حضرت ابوایوب الانصاری جمل میں شریک تھے اور پھر انہوں نے ہاتھ جنگ سے روک لیا اور مدینہ میں آکر بیٹھ گئے۔ ادعائے باطل ہے۔

حضرت ابوایوب الانصاری پوری طرح حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے اور ان کے معین و مددگار تھے۔ جنگ نہروان میں بھی شرکت واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں وعلی الخیل ابوایوب الانصاری نیز انہوں نے خوارج کو فہمائش بھی کی ہے لیکن وہ نہ مانے البدایہ والنہایہ صـ۲۸۵ ج ۷

صفین میں بھی شریک تھے جیسا کہ منہاج السنۃ میں امام ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے منہاج السنۃ صـ۱۸۹ ج ۳

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی ابن تیمیہؒ کا قول نقل فرما کر اس پر اعتماد کیا ہے البدایہ والنہایہ صـ۲۵۲ ج ۷

اکمال ملحق بمشکوٰۃ میں شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں (کان مع علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ فی حروبہ کلھا)

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے بھی ازالۃ الخلفاء مترجم میں لکھا ہے (حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ انکی تمام لڑائیوں میں شریک رہے) صـ۲۸۰ مقصد اول

حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں (کان ابوایوب الانصاری مع علی فی حروبہ کلھا) الاستیعاب تحت الاصابہ صـ۴۰۳ ج ۱

علامہ ذہبی لکھتے ہیں (ممن حضر بصفین مع علی ابوایوب الانصاری نخلف تاریخ الاسلام ذہبی صـ۱۷۱

یعنی ابوایوب الانصاریؓ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ البتہ بعض نے خلاف کیا ہے۔

خلاف کی حقیقت بھی سن لیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حکم سے سوال کیا کہ ابوایوب الانصاری صفین میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا نہیں ولکنہ شہد النہروان لیکن وہ نہروان میں حاضر تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قلت ذکر الواقدی وابوالقاسم وغیرھما انہ شہد صفین مع علی — تہذیب التہذیب ص۹۱ ج ۳

تحریرات بالا سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ عباسی صاحب نے حضرت ابوایوب الانصاری کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ باطل ہے، اور قاری کو جو تاثر دینے کی کوشش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا دل خوف خدا سے عاری ہے۔

۱۳۔ عباسی صاحب کا یہ دعویٰ (کہ حضرت قیس نے بھی ہاتھ روک لیا تھا، تبصرہ محمودی ص۱۲۶ ج ۱) باطل ہے۔

اصابہ کے حوالہ میں انہوں نے زبردست خیانت کی ہے۔ دیکھئے خیانت عبارات کا عنوان ص۔۔۔

۱۴۔ حضرت ابوسعید الخدری کے متعلق ان کا یہ دعوے کہ وہ غیر جانب داری پر قائم رہے تھے باطل ہے۔ وہ حضرت علی المرتضےٰ کے ساتھ رہے اور آخر وقت تک ساتھ رہے۔ صحیح بخاری میں ان سے خوارج کے متعلق روائتیں منقول ہیں (وہ فرماتے ہیں) اشہد انی سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الحدیث واشہد ان علی ابن ابی طالب قاتلھم وانا معہ) کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ یعنی (قتال خوارج کی) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے

ان سے مقاتلہ کیا ہے اور میں ان کے ساتھ تھا۔

۱۵۔ عباسی صاحب کا یہ دعوئے (کہ مدینے پر حملہ آور لشکر کا قائد مسلم ابن عقبہ کبیر السن صحابی تھا اور اس کے ماتحت چار دستوں کے افسران بھی صحابی تھے) باطل ہے۔

ملخص حقیقت خلافت وملوکیت ص۳۸ تبصرہ محمودی ص

عباسی صاحب کسی بھی کتاب سے اس کا ثبوت بہم نہیں پہنچا سکے۔ اور جو حوالہ جات انہوں نے پیش کئے ہیں ان میں زبردست خیانت ہے۔

دیکھئے عنوان خیانت عبارات ص۵۵۸

۱۶۔ عباسی صاحب کا یہ دعوئے کہ علامہ ابن کثیر نے بیان کیا کہ (حضرت حسین) کا سر جسم سے جدا کرنے کی روایت متفق علیہ نہیں۔ خلافت معاویہ ویزید ص۳۲۲ باطل ہے۔ حافظ ابن کثیر نے کہیں نہیں لکھا۔ نیز دیکھئے عنوان خیانت عبارات۔ ص۵۴۹

عباسی صاحب کی خیانت عبارات

عباسی صاحب نے مطلب برآری کیلئے بہت سی کتابوں کی عبارات قطع برید کر کے مصنفین کی منشاء کے خلاف قاری کو غلط تاثر دینے کی نہایت ہی مذموم اور کریہہ کوشش کی ہے۔ ذیل میں کچھ اسکے نمونے درج کئے جاتے ہیں تاکہ عباسی صاحب کی امانت اور دیانت کی کچھ جھلک ناظرین بھی دیکھ سکیں:۔

۱۔ طبری کی عبارت میں خیانت:۔

حقیقت خلافت وملوکیت ص۱۶۸ میں قتل عمار کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمار کو مصر میں باغیوں نے شہید کر دیا تھا اور اس پر وہ طبری کا حوالہ دیتے ہیں (واستبطاء الناس عمارا حتےٰ ظنوا انه قد اغتيل) کہ لوگوں نے

حضرت عمارؓ کی آمد کو بطئی سمجھا۔ یعنی انہوں نے آنے میں دیر کر دی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔" یہ وہ عبارت ہے کہ جس کے بل بوتے پر حضرت عمارؓ کے مصر میں مقتول ہونیکا عباسی صاحب نے زور دار دعویٰ کیا اور متّصل عبارت کو ترک کر دیا جس میں یہ کلمات مذکور ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ عامل مصر حضرت عبداللہ ابن سرح نے سبائی گروہ سے ان کے میل جول کی اطلاع امیرالمومنین کو بھجوا دی تھی عباسی صاحب یہ تاثر دینا چاہتے کہ اس قول کا قائل طبری کے سوا کوئی اور ہے۔ حالانکہ یہ اسی عبارت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر عباسی رد کر دیں تو ساری عبارت کو رد کر دیں اور قبول کریں تو ساری عبارت کو قبول کریں۔ تاہم عباسی صاحب کا دعوے کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا۔

یہ عباسی صاحب ہی ہیں کہ طبری کو رافضی کذّاب بھی کہتے ہیں۔ پھر اسکی اس عبارت کو قطع و برید کر کے اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کرتے ہیں اگرچہ قطع و برید کے بعد بھی عبارت انکے متحدّیانہ دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی۔ مگر پھر بھی مرغ کی ایک ٹانگ دبائے جاتے ہیں۔ اور شرماتے نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جن روایات میں حضرت عمارؓ کو بعد میں زندہ بتلایا گیا ہے۔ وہ محض اسلئے وضع کی گئی ہیں تاکہ انہیں صفین میں موجود ثابت کیا جا سکے۔ حالانکہ وہ روایات بخاری کی روایات ہیں دیکھئے اسی کتاب کے صفحہ ۶۲۹ پر

تعجب ہے، عباسی صاحب کی خیانت اور قطع و برید و بد دیانتی اور صحیح بخاری کی روایات کو رد کر دینے کی جسارت کے باوجود بعض اہل السنت داد دیتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں۔

۲۔ البدایہ والنہایہ کی عبارت میں خیانت :۔

خلافت معاویہ و یزید ص۱۲۸ میں بحوالہ البدایہ والنہایہ ص۱۶۱ ج ۸۔
عباسی صاحب نے تذبذب و تحقیق مزید عنوان قائم کر کے لکھا ہے :۔
حضرت حسین کو کوفیوں کے قول و قرار پر اعتماد نہ تھا۔ کبھی ارادہ کرتے کہ ان لوگوں کے پاس چلے جائیں اور کبھی خیال کرتے کہ ان سے دور ہی رہیں (مرۃ یرید ان یسیر الیھم و مرۃ یجمع الاقامۃ عنھم) اطمینان مزید کے لئے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق حال کے لئے کوفہ بھیجا۔

البدایہ والنہایہ کی یہ عبارت جس سے عباسی صاحب نے قارئین کرام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کوفہ جانے میں متردد تھے اور مزید اطمینان کے لئے مسلم بن عقیل کو بھیجا۔
یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کی بات ہے۔ عباسی صاحب نے کمال چابکدستی اور عیاری سے بعد وفات معاویہؓ پر چسپاں کر دی۔ یہ عباسی صاحب کی خیانت کا شاہکار ہے۔ سنئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ نے یزید کے لئے بیعت لی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ حضرت حسینؓ کیطرف لکھتے تھے کہ آپ کوفہ آجائیں۔ حافظ صاحب نے تصریح کی ہے کہ یہ خلافت معاویہؓ کی بات ہے۔ حضرت حسینؓ انکار کرتے تھے۔ پھر ایک جماعت محمد بن حنفیہ کے پاس آئی کہ آپ تشریف لائیں۔ انہوں نے بھی انکار کیا لیکن حضرت محمد ابن الحنفیہ نے حضرت امام حسینؓ سے ان کی سفارش کی کہ آپ ان کے پاس چلے جائیں۔ مگر پھر بھی حضرت حسینؓ نے ایک بسیط تقریر کی

اور ان کے ساتھ نہ گئے۔ لیکن یہاں تذبذب پیدا ہو گیا مرۃ یرید ان یسیر الیھم ومرۃ یجمع الاقامۃ الخ

مندرجہ بالا عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت حسن کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے لئے بیعت لینی چاہی تب کی بات ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ عہد کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے زعم میں وہ عہد ختم ہو گیا اور یزید کے لئے بیعت لینی چاہی حضرت حسینؓ نے بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے حضرت معاویہؓ کے خلاف خروج کی دعوت دی (مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت معاویہؓ نے غدر کیا یزید کی بیعت لینے میں اسلئے ان کے خلاف خروج جائز ہو گیا) حضرت حسینؓ مستقیم رہے حضرت محمد ابن الحنفیہ کی سفارش پر تذبذب پیدا ہوا لیکن تاہم مستقیم رہے۔

اس سے حضرت محمد ابن الحنفیہ کی رائے بھی معلوم ہو گئی۔

۳۔ البدایہ والنہایہ کی دوسری عبارت میں خیانت :۔

عباسی صاحب حضرت حسینؓ کے سر کو تن سے جدا کئے جانے کو تسلیم نہیں کرتے۔ خلافت معاویہ و یزید ص۳۲۷ و ص۳۳۱ حاشیہ۔ نیز خلافت معاویہ ص۳۲۲ میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ سر کے جسم سے جدا کرنے کی روایت متفق علیہ نہیں ہے پھر ص۳۲۷ میں البدایہ والنہایہ ص۲۰۴ ج ۸ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مگر اسی کے ساتھ سر کٹنے اور خلیفہ کے پاس بھیجے جانے کی جھوٹی روایتیں درج کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے جاتے ہیں کہ من الناس من انکر ذالک الخ

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر تن سے جدا

نہیں کیا گیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے۔ نیز حافظ ابن کثیر نے بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ سر کاٹے جانے کی روایت متفق علیہ نہیں۔ عباسی صاحب نے جھوٹ بولا اور حافظ ابن کثیر پر افترا کیا ہے اور البدایہ والنہایہ ص۲۰۴ ج ۸ کا حوالہ جو پیش کیا ہے اس میں عباسی صاحب نے خیانت کی ہے۔ البدایہ والنہایہ کے صفحہ مذکورہ پر سر کاٹے جانے کی روایت پر بحث نہیں ہے اس صفحہ میں ہے :-

فالمشهور عند اهل التاريخ	کہ اہل تاریخ و اہل سیر کے نزدیک مشہور ہے
واهل السير انه بعث به ابن	کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رض کا سر
زياد الى يزيد ابن معاويه	یزید کے پاس بھیجا مگر بعض لوگ اس کا
ومن الناس من انكر ذالك	انکار کرتے ہیں۔

عباسی صاحب نے من الناس من انکر ذالك کو سر کاٹے جانے پر چسپاں کر کے حافظ ابن کثیر پر افتراء پردازی کی ہے۔

۴۔ البدایہ والنہایہ کی تیسری عبارت میں خیانت

عباسی صاحب خلافت معاویہ و یزید کے ص۴۹ پر بحوالہ البدایہ والنہایہ ص۸۰ لکھتے ہیں :-

عالم اسلامی کے ہر ہر علاقہ میں لوگوں نے بغیر کسی اختلاف کے بیعت کی تھی اور ہر جگہ کے وفود تو کید بیعت کے لئے امیر یزید کے پاس حاضر ہوئے (البيعة ليزيد فى سائر البلاد ووفد الوفود من سائر الاقاليم الى يزيد) اس عبارت کا سابق ولاحق حذف کر کے عباسی صاحب نے زبردست خیانت کی ہے۔ نیز جس مقصد کو پیش کیا ہے۔ مذکورہ عبارت قطع وبرید کے باوجود اس مقصد کے اثبات کے لئے کافی نہیں۔ اس عبارت سے جو

بات مفہوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یزید کے لئے بیعت ولیعہدی کی تحریک چلائی گئی اور تمام ممالک سے وفد یزید کے پاس آئے اس عبارت میں قطعاً اس کا ثبوت نہیں ہے کہ پھر بیعت ہوئی یا نہیں۔ بطیب خاطر ہوئی یا بکراہت ہوئی: اختلاف واقع ہوا یا نہیں۔

ماسبق عبارت میں تصریح ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر، حسین ابن علی، عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو سخت دھمکی دی فاوعدھم وتھددھم ثم خطب معاویہ وھؤلاء حضور تحت منبرہ فبایع الناس وھم قعود ولم یوافقوہ ولم یظھروا اخلافاً یعنی تنہائی میں انھیں سخت وعید سنائی اور دھمکی دی۔ پھر منبر پر خطبہ دیا یہ بیٹھے رہے۔ لوگوں نے بیعت کی۔ انھوں نے نہیں کی اور نہ مخالفت کا اظہار کیا اور مالحق عبارت میں ہے کہ وہ وفد جب دمشق آئے۔ احنف ابن قیس بھی ایک وفد میں شریک تھے۔ حضرت معاویہؓ نے دریافت کیا۔ احنف سے کہ تم نے یزید سے ملاقات کی تو کیسے پایا۔ انہوں نے کہا امیرالمومنین جھوٹ کہیں تو ڈرتے ہیں، سچ کہیں تو آپ کا ڈر ہے۔ آپ خود یزید کے شب و روز اور ظاہر و باطن سے واقف ہیں الخ اگر عباسی صاحب کی پیش کردہ عبارت البدایہ والنہایہ درست ہے تو ماننا پڑے گا کہ عباسی صاحب نے خیانت کی ہے اور بیعت بطیب خاطر ہوئی اور نہ ہی اختلاف ہوا
بلکہ اختلاف کیا گیا ڈرایا دھمکایا گیا دھوکا دیا گیا اور نیز آنے والے وفود میں سے احنف ابن قیس نے اپنی رائے بیان کردی۔
تعجب کی بات ہے کہ عباسی صاحب نے یہاں اس عبارت کو استدلال

میں پیش کیا اور ایک جگہ اسی عبارت کی سختی سے تردید کی۔ دیکھئے تبصرہ محمودی ص ۲۱۹، ۲۲۰

ہم نہیں کہتے کہ ساری عبارت صحیح ہے مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ عباسی صاحب خائن ہیں۔ اس عبارت میں انہوں نے خیانت سے کام لیا ہے اگر وہ اس عبارت کو صحیح سمجھتے ہیں تو پوری عبارت کو صحیح سمجھیں اور غلط سمجھتے ہیں تو اسے استدلال میں پیش کرنے کی بے حیائی نہ کریں۔

۵۔ البدایہ والنہایہ کی چوتھی عبارت میں خیانت :۔

(خلافت معاویہ و یزید بعنوان خصائل محمودہ) عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر نے (یزید) کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں :۔

قد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرم والحلم والفصاحۃ والشعر والشجاعۃ وحسن الرائے فی الملک وکان ذا جمال وحسن المعاشرۃ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ ج ۸)

اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات تھیں، حلم، کرم، فصاحت، شعر گوئی اور شجاعت و بہادری اور معاملات حکومت میں عمدہ رائے اور وہ خوب صورت اور خوش سیرت تھے۔

البدایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے متصل عبارت کو عباسی صاحب حذف کر گئے کیونکہ وہ ان کے ممدوح امیر کے معائب کی حامل تھی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں : وایضاً کان فیہ اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات واماتتھا فی غالب الاوقات وقد قال الامام احمد بسندہ الی ابی سعید الخذری یقول سمعت رسول اللہ یقول (یکون خلف بعد الستین اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً)

عجب ہے کہ عباسی صاحب نے حافظ ابن کثیر کی وہ باتیں جو انہوں نے کسی نہ کسی ذریعہ یزید کی خوبی میں لکھی ہیں وہ لکھ دیں اور جو اسکی دینی کمزوری کی باتیں تھیں اور وہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی کے آئینہ میں (فسوف یلقون غیّا) کی وعید کی زد میں آجانیکی بابت تھیں ان کو نظر انداز کر گیا شاید اس نے اندیشہ کیا کہ نماز کے بارے میں لاپرواہی کی حقیقت منکشف ہو جائے تو (لا ما اقاموا الصلوٰۃ) الحدیث کے تحت اس کے خروج کے جواز کے مسئلہ پر اپنی ہی قلم سے صاد نہ ہو جائے۔

۶۔ البدایہ و النہایہ کی پانچویں عبارت میں خیانت

عباسی صاحب خلافت معاویہ و یزید کے صد ۲۳۱ حاشیہ میں البدایہ النہایہ صد ۱۸۸ ج ۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں "جنگ صفین میں شمر حضرت علی رض کے کیمپ میں تھا اس کے والد صحابی جلیل تھے۔ الخ

عباسی صاحب نے حافظ ابن کثیر کی عبارت میں خیانت سے کام لیا ہے حافظ صاحب ممدوح نے کہیں نہیں لکھا کہ شمر حضرت علی رض کے کیمپ میں تھا۔ البتہ انہوں نے ابن عساکر کے حوالے سے دو روایتیں لکھی ہیں۔

ایک روایت میں ذوالجوشن والد شمر کے متعلق لکھا ہے۔ صحابی جلیل اور دوسری روایت میں لکھا ہے۔ محمد ابن عمر ابن حسن فرماتے ہیں کہ ہم حسین رض کے ساتھ کربلا میں تھے کہ انہوں نے جب شمر کو دیکھا تو فرمایا صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی کلب ابقع یلغ فی دماء اھل بیتی وکان شمر قبحہ اللہ الابرص) حضور صلے اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابقع کتے کو

گویا دیکھ رہا ہوں کہ میرے اہل بیت کا خون چاٹ رہا ہے اور شمر اللہ اس کا برا کرے ابرص تھا۔

۷۔ البدایہ و النہایہ کی چھٹی نیز طبری کی دوسری عبارت میں خیانت

خلافت معاویہ و یزید (پہلا ایڈیشن جلد اول) کے صـ ۲۴۴ میں عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ طبری و دیگر تمام مورخین نے ابو مخنف وغیرہ کی روایتوں کے مطابق بیان کیا ہے کہ یہ حادثہ بس اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر میں قیلولہ میں آنکھ جھپک جائے یعنی کم و بیش آدھ گھنٹے میں۔

مؤرخین کا یہ بیان قطعاً نہیں کہ حادثہ کربلا صرف آدھ گھنٹے میں ختم ہو گیا تھا۔ یہ بیان ہے زحر ابن قیس کا جس نے حادثہ کربلا کی روئیداد یزید ابن معاویہ کو سنا کر اسے بشارت دی، اپنی بڑائی اور بہادری بیان کی — کہ امیر المومنین آپ کو خوشخبری ہو کہ اللہ نے آپ کو فتح دی۔ الخ

مؤرخین کا بیان اس بارے میں کیا ہے ملاحظہ کیجئے: البدایہ والنہایہ صـ ۱۷۲ ج ۸۔

اگر واقعی بقول عباسی صاحب حادثہ کربلا آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا تھا اور یہ عبارت سچی ہے تو ماننا پڑے گا۔

۱۔ کہ برادران مسلم کے نا عاقبت اندیشانہ حملہ سے کربلا کا حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ بقول زحر ابن قیس سئلنا ھم ان ینزلوا علی حکم الامیر عبیداللہ او القتال فاختاروا القتال کہ یزیدی لشکر نے حضرت الامام اور ان کے ساتھیوں کو اختیار دیا تھا کہ امیر عبید اللہ کے حکم پر اتر آؤ اور مصالحت کر دیا جنگ کرو تو حضرت امام اور ان کے ساتھیوں نے جنگ کو پسند کیا اور جنگ میں یزیدی لشکر غالب آیا حضرت حسین رض اور ان کے رفقاء شہید ہوئے۔

۲۔ تو ماننا پڑے گا کہ جس روز یزیدی لشکر نے یہ مطالبہ کیا تو اس کے دوسرے روز جنگ ہوئی۔ فغدونا مع شروق الشمس۔

۳۔ تو ماننا پڑے گا کہ شہداء کربلا کے اجساد بے گور و کفن ننگے چھوڑ دیئے گئے تھے کیونکہ (اونومة قائل) کہ قیلولہ کی دیر میں یہ معرکہ تمام ہو گیا تھا کے متصل یہ عبارت ہے۔

فهاتيك اجسادهم مجردة و ثيابهم مرملة وخدودهم معفرة تصهرهم الشمس وتسفي عليهم الريح واذرهم العقبان والرخم

پس یہ پڑے ہیں ان کے جسم ننگے اور ان کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور انکے رخسار مٹی میں لوٹتے پوتے ہیں اور جھلس رہا ہے انہیں سورج اور غبار اڑاتی ہے ان پر ہوا اور کھا رہے ہیں انہیں عقاب اور گدھ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۹۱ ج ۸)

۴۔ اور ماننا پڑے گا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دمشق میں یزید کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ کیونکہ اسی عبارت میں ہے ولما وضع راس الحسين بين يدے يزيد قال الخ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر جب یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا الخ

۸۔ البدایہ والنہایہ کی ساتویں اور تاریخ الاسلام ذہبی کی ایک عبارت میں خیانت

یزید کی امارت حج کے عنوان سے عباسی صاحب رقمطراز ہیں کہ پھر یزید نے تین سال امیر الحج ہونے کی حیثیت سے حج کرایا سنہ ۵۱ھ وسنہ ۵۲ھ وسنہ ۵۳ھ اور اس پر البدایہ والنہایہ کا حوالہ کیا (ص ۲۲۹ ج ۸) نیز لکھتے ہیں کہ مؤرخ اسلام علامہ ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ امیر یزید نے ان تین سالوں میں حج کرایا

(۵۱ھ و ۵۲ھ و ۵۳ھ عن خلافت معاویہ و یزید ص ۱۷۰ طبع ۳)

عباسی صاحب نے حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کی طرف جو نسبت کی ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ امیر یزید نے تین سال حج کرایا ہے اس انتساب میں زبردست خیانت کا ثبوت دیا ہے۔

الغرض ہر دو بزرگواروں نے اپنی تحقیق نہیں بیان کی، ان صفحات میں ابوبکر ابن عیاش کا قول پیش کیا ہے۔ ابوبکر ابن عیاش راوی ضعیف متروک ہے علامہ ذہبیؒ کسی ایک سال کے لئے بھی یزید کو امیر الحج تسلیم نہیں کرتے نیز عباسی صاحب خود بھی ابوبکر ابن عیاش کے قول پر مستقر نہ رہے۔ نقشہ امراء الحج میں یزید کی امارتِ حج سنہ ۵۱ھ و سنہ ۵۲ھ و سنہ ۵۳ھ لکھی اور خود معترف ہیں کہ ابوبکر ابن عیاش راوی ناقابل اعتماد ہے۔ دیکھئے اسی کتاب کا صـ۳۶۱ عنوان امارتِ حج۔

۹۔ جمہرۃ الانساب کی عبارت میں خیانت

عباسی صاحب خلافت معاویہ و یزید صـ۲۸۲ میں رقمطراز ہیں کہ ابن حزم جمہرۃ الانساب میں لکھتے ہیں ولد معاویۃ امیر الامومنین یزید امیر الامومنین یعنی یزید پر امیر المومنین کا لفظ بول کر یزید کی مدح کی اور اسکی عدالت پر اشارہ کیا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ امیر المومنین کے اطلاق سے عدالت کا اثبات مشکل ہے اور ابن حزم نے یزید کی مدح نہیں کی۔ البتہ عباسی صاحب نے اس کے متصل بعد والی عبارت ترک کر کے خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور کتمانِ حق کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں ولد معاویۃ امیر الامومنین وکان قبیح الاثار فی الاسلام۔ اور وہ یزید اسلام میں قبیح الآثار یعنی بداعمال تھا۔

۱۰۔ حضرت مدنی کی عبارت میں خیانت

سیدی و مرشدی حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت میں بسلسلہ ولی عہدی یزید چند کلمات کہے ہیں عباسی صاحب نے اس عبارت کے پہلے حصے کو جس میں یزید کے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والی افواج کے ساتھ معرکہ آرائی کا تذکرہ ہے۔ یزید کی منقبت میں پیش کر دیا (خلافت معاویہ و یزید ص۳۶ و ص۳۰) لیکن یزید کے فسق وفجور کے متعلق حضرت شیخ الاسلام کی آگے کی عبارت کو ترک کر دیا۔ حضرت لکھتے ہیں "اس کے فسق وفجور کا اعلانیہ ظہور ان کے سامنے نہیں ہوا تھا اور خفیہ جو بد اعمالیاں وہ کرتا تھا اسکی اطلاع ان کو نہ تھی"۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص۲۵۰ ج۱)

۱۱۔ الامامت والسیاست کی عبارت میں خیانت

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضؓ ۵۶ھ میں حجاز آئے تو انہوں نے بھرے مجمع میں اہل مدینہ کو بتلایا کہ تمامی دیار و امصار میں لوگوں نے یہ بیعت کر لی ہے الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے

یا اهل المدينة لقد هممت ببيعة يزيد وما تركت قرية ولا مدرة الا بعثت اليها فبايع الناس وسلموا ،، تحقیق مزید ص۱۴۲ بحوالہ الامامۃ والسیاسۃ

اے اہل مدینہ میں نے جب یزید کی بیعت ولیعہدی کا قصد اور پختہ ارادہ کیا تو قریہ اور جھونپڑی بھی نہ چھوڑی جہاں بیعت کے لئے وفد نہ بھیجا ہو چنانچہ سب ہی لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔

ہمارے پاس جو نسخہ ہے اس کے مطابق
عباسی صاحب نے اس عبارت میں کئی وجوہ سے خیانت کی ہے

اولاً تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ شہر میں یہ ورود ۵۱ھ میں ہوا ۵۶ھ کی بات نہیں چنانچہ اس عبارت میں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کا تذکرہ بھی اسبات کی شہادت ہے کہ یہ ۵۶ھ کی بات نہیں نیز مصنف الکتاب صہ۱۴۲ میں فلم یعرض لھا الی سنہ احدے وخمیس) سے اشارہ کر دیا کہ پھر ۵۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے قضیہ بیعت پیش کیا۔

ثانیاً الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف کا مقصد تو یہ ہے کہ اس خطبہ میں حضرت معاویہؓ نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ لیکن عباسی صاحب نے اسے ظاہر نہیں کیا۔ یہ خیانت محض اس لئے کی کہ قارئین کرام کہیں حقیقتِ حال سے آگاہ نہ ہو جائیں۔

اس خطبہ میں حضرت معاویہؓ نے قسم کھا کر کہا ہے (واللہ لو علمت مکان احدٍ ھو خیر للمسلمین من یزید لبایعت لہ) کہ اس وقت یزید سے بہتر مسلمانوں کے لئے کوئی شخصیت ہوتی تو میں اس کے لئے بیعت لیتا۔

یہ صریح جھوٹ ہے کہ جب یزید کی بیعت ولیعہدی کی تحریک ہوئی بقول عباسی صاحب تقریباً اڑھائی سو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بقید حیات تھے۔ گویا سب ہی صحابہ یزید سے کمتر تھے۔ ان میں بقول عباسی صاحب سعد ابن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ اور سعید ابن زیدؓ اصحاب عشرہ مبشرہ اور اصحاب بدر میں بھی تھے۔ وہ سب کے سب حضرت معاویہؓ کے نزدیک یزید سے فروتر تھے۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت تو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ ان چھ اصحاب میں ایک تھے جن سے بڑھ کر دیگر صحابہ میں حضرت عمرؓ کے نزدیک کوئی نہ تھا

مگر حضرت معاویہؓ کے نزدیک اب یزید حضرت سعدؓ سے بھی برتر ہو گیا۔

ممکن ہے کہ حضرت معاویہؓ کا مطلب یہ ہو کہ اگر یزید حضرت عمر فاروقؓ کے وقت ہوتا تو وہ اسے ہی منتخب کرتے کیونکہ یزید سے بہتر صحابہ میں بھی کوئی نہیں ہے۔

یہ اس جماعت کی عظمت بیان ہو رہی ہے جو خاتم الانبیاء کے فیض صحبت سے مستفیض اور نورِ نبوت سے مستنیر ہوئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس غلیظ خطبہ کا انتساب حضرت معاویہؓ کی طرف قطعاً درست نہیں اور بصورت صحت حضرت معاویہؓ کے پلے کچھ نہیں رہتا لیکن عباسی صاحب کی بے حیائی دیکھیں کہ اسے بھی اپنے استدلال میں پیش کرتے ہوئے نہیں شرمائے۔

۱۲۔ حدیث سفینہ کے سلسلہ میں ابوداؤد کی روایت میں خیانت

عباسی صاحب لکھتے ہیں (الخلافۃ فی امتی ثلثون سنۃ) یہ وضعی روایت بتغیر الفاظ ابوداؤد وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ اس وضعی روایت کے راوی حشرج ابن نباتۃ الکوفی ہیں جو تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث لایحتج بہ منکر الحدیث ہیں۔ خلافت وملوکیت ص۲۸۶

ہمارے پاس بذل المجہود جلد خامس موجود ہے اس کے ص۲۰۰ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ سعید ابن الجمھان سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں۔ عبدالوارث ابن سعید اور عوام ابن حوشب اور حشرج راوی کا نام ابوداؤد کی روایت میں نہیں ہے اور اس روایت کے ضمن میں عباسی صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ سراسر

غلط ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا ص ۲۱۱

۱۳۔ مقدمہ ابن خلدون کی عبارت میں خیانت

عباسی صاحب نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے تبصرہ محمودی ص ۱۳۶ ج ۱ میں ان صحابہؓ کا تذکرہ کیا جو مدینہ میں موجود تھے اور انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ عباسی صاحب نے ان صحابہ میں حضرت کعب ابن عجرہؓ کا نام بھی شمار کیا۔ اسی کتاب کے مقدمہ میں مقدمہ ابن خلدون کے تبصرہ کے ضمن میں اس عبارت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اسی کتاب کے ص ۶۷ پر نیز ضعف ماخذ کے عنوان کے تحت بھی اس عبارت سے متعلق کچھ تذکرہ آئے گا۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مقدمہ ابن خلدون میں کعب ابن عجرہ کا نام نہیں ہے۔ دیکھئے مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۴۔ عباسی صاحب نے ص ۱۵۰ دیا ہے جو یقیناً درست نہیں ہے۔

نیز کعب ابن عجرہؓ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے۔ بر موقعہ مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ سکن الکوفۃ اکمال ملحق بمشکوٰۃ۔ اصابہ۔

۱۴۔ جرح روایت کے سلسلے میں میزان الاعتدال کی عبارت میں خیانت

عباسی صاحب تبصرہ محمودی ص ۴۲ حصہ دوم میں بحوالہ میزان الاعتدال لکھتے ہیں :-

ابو عبیدہ و اصمعی کو ابو زید نے کذّاب کہا۔

عباسی صاحب نے میزان الاعتدال کی عبارت میں زبردست خیانت کی ہے ابو عبیدہ اور اصمعی پر ابو زید کی جرح کو نقل کرنیوالا احمد ابن عبید ابن ناصح ہے

علامہ ذہبی نے احمد ابن عبید کے قول کو نقل کر کے لکھا ہے (فاحمد لیس بعمدۃ) پس احمد قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ میزان الاعتدال ص ۶۶۲ ج ۲

نیز علامہ ذہبی لکھتے ہیں (الاصمعی عبد الملک ابن قریب احد الاخیار والائمۃ الصدوقین میزان ص ۶۶۲ ج ۲

اصمعی عبد الملک نہایت سچے اماموں اور اصحاب خیر سے ہیں اور اسی طرح ابو عبیدہ کے متعلق لکھتے ہیں ثقہ جلیل اور سنن اربعہ کا راوی ہے۔ میزان الاعتدال ص ۶۱ ج ۱

(۱۵)

عباسی صاحب اصابہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوایوب الانصاری جنگ جمل تک حضرت علیؓ کے ساتھ تھے لیکن صفین میں شریک نہیں ہوئے مدینے جا بیٹھے۔ تبصرہ محمودی حصہ اول ص ۱۶۵

لیکن عباسی صاحب نے اصابہ کی عبارت میں زبردست خیانت کی ہے اصابہ میں یہ عبارت قطعاً نہیں ہے کہ وہ صفین میں شریک نہیں تھے اور انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے اسی کتاب کا ص ۵۳۷

حضرت ابوایوب انصاریؓ آخری وقت تک حضرت علیؓ کے ساتھ تھے

(۱۶)

حضرت قیس ابن سعد الانصاری کے متعلق بھی عباسی صاحب تبصرہ محمودی ص ۱۶۶ میں رقمطراز ہیں: کہ وہ بھی بددل ہو کر مدینے جا بیٹھے لیکن اس پر حوالہ دینے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی اور اس بارہ میں بھی زبردست خیانت کی۔ حضرت قیسؓ حضرت حسنؓ کی مصالحت تک ان کی رفاقت میں رہے۔ اصابہ استیعاب اور

البدایہ والنہایہ میں تصریح ہے یہ صفین میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے
وارتحل قیس فشھد مع علی بصفین ۔

عباسی صاحب نے تحقیق مزید میں حضرت قیس رضؓ کے ترجمہ میں البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۹۸
کا حوالہ دیا ہے اور اسی صفحہ میں مذکور ہے واقام قیس عند علی
وشھد معہ صفین والنھروان ولزمہ
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

۱۷ منقبت یزید کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر العسقلانی اور

علامہ قسطلانی کی عبارات میں خیانت

عباسی صاحب روایت بخاری (اول جیش یغزون مدینۃ
قیصر مغفور لھم) یزید کی منقبت میں پیش کرتے ہوئے لکھتے
ہیں کہ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری نے مدینہ قیصر کی تشریح کی ہے
اور پھر اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے (کان اول من غزا مدینۃ
قیصر یزید ابن معاویہ) حاشیہ ص ۴۱۰ ج ۱

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا کہ یہ حدیث حضرت
معاویہ رضؓ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے ۔ ساتھ ہی محدث المہلب
کا قول نقل فرمایا قال المھلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ
..... وابنہ یزید الخ   بحوالہ حاشیہ صحیح بخاری ص ۴۱۰ ج ۱

عباسی صاحب نے اس عبارت میں سخت تلبیس سے کام لیا ہے اور علامہ
قسطلانی حافظ ابن حجر العسقلانی کی طرف منقبت یزید کے انتساب میں زبردست

خیانت کی ہے۔ ان بزرگواروں نے ابن المہلب کا قول نقل کر کے اسکی تردید کی ہے۔ بلکہ علامہ قسطلانی رح المہلب کی تردید میں فرمایا کہ مہلب کا قول بنی امیہ کی بے جا حمایت پر مبنی ہے (ھذا جاء علی طریق الحمیۃ لبنی امیۃ) قسطلانی صد ۱۰۴ ج ۵

اور پھر اسکے بعد یزید پر لعنت کے جواز پر بحث کی ہے

تعجب ہے اگر عباسی صاحب مودودی صاحب کی عبارت نقل کر کے اس کی تردید کردی اور ایک شخص مودودی صاحب کے قول کو عباسی صاحب کی طرف منسوب کر دے۔ اس کا کون جواز ہے یہی کہیں گے ایسا کرنیوالا خائن ہے بس اسی قضیہ سے سمجھ لیں۔

عباسی صاحب نے بہت سے مقامات پر یہی روش اختیار کر کے خیانت ناخدا ترسی اور کتمان حق کا ثبوت دیا ہے۔

۱۸ جرح روایت کے سلسلے میں مودودی صاحب کی عبارت میں خیانت

مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رض کا قول (انا اول الملوک) دو روایتوں سے نقل کیا ہے۔ خلافت و ملوکیت صـ

عباسی صاحب نے تبصرہ محمودی صـ [illegible] ایک روایت پر جرح کر کے مودودی صاحب کو مطعون کیا اور دوسری روایت کی طرف التفات نہیں کی حالانکہ اس دوسری روایت کو محب الدین الخطیب نے تعلیقہ العواصم من القواصم صـ ۲۰۰ میں باسند نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا صـ

۱۹۔ مودودی صاحب کی طرف ایک عبارت کے انتساب میں خیانت

عباسی صاحب تبصرہ محمودی ص۱۲۷ حصہ دوم میں لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب نے اپنے نام نہاد ترجمان القرآن کے رسالت نمبر ص۲۴۵ میں لکھا :۔

(کاش مسلمان اس لہجے پر غور کریں)

"امیر معاویہ رضؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اخوت اسلامی پر ایک کاری ضرب لگائی اور اپنے لڑکے کو ریاست کا جانشین نامزد کر کے پوری قوم کو اپنے خاندان کے عوض گروی کر دیا" الخ

قارئین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ الفاظ مودودی صاحب کے نہیں بلکہ ترجمان القرآن کے رسالت نمبر میں (عدالت عالیہ مغربی پاکستان کا ایک اہم فیصلہ) کے عنوان سے جسٹس محمد شفیع صاحب کے فیصلے کا ترجمہ جو ملک غلام علی صاحب نے کیا شائع ہوا۔ الفاظ مذکور محمد شفیع صاحب کے ہیں جو مغربی پاکستان کے جج ہیں اور ترجمہ ملک غلام نے کیا اور انہوں نے یہ مضمون شائع کیا۔

عباسی صاحب کو جج کی طرف رخ کرنے کی ہمت تو نہ ہوئی اور ملک غلام علی کے نام سے اعراض محض اسلیئے کیا کہ اس کی عبارات کی نسبت براہ راست مودودی صاحب کی طرف نہ ہو تو ان کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا ہمیں مودودی صاحب کا دفاع مقصود نہیں۔ ہم صرف یہ تبلانا چاہتے ہیں کہ جو شخص اس دور کے لکھے ہوئے اردو رسائل میں اتنی دیدہ دلیری سے خیانت کرتا ہے جو ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی دیکھ سکتا ہے تو ان کتابوں کی عبارت میں کتنی خیانت ہو گی جو خواص کی دسترس سے بھی خارج ہیں۔

۲۰۔ فہرست صحابہ میں شمار کئے گئے اسمائے کے تراجم میں خیانتیں

۱۔ عمیر ابن الاسود ابو عیاض نمبر ۱۹۲ کے ترجمہ میں عباسی صاحب نے زبردست خیانت کی ہے لکھتے ہیں لہ صحبۃ ولہ ادراک (تحقیق مزید ص ۸۲ فہرست صحابہ عباسی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ لہ صحبۃ کے لفظ پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا جا سکتا بلکہ اصابہ میں اسکی نفی کی گئی ہے دیکھئے اصابہ حرف العین القسم الثالث ص ۶۵۲ نیز دیکھئے زیر نظر کتاب ص ۲۹۶۔

۲۔ مسلم بن عقبہ المری کے ترجمہ میں خیانت:۔

عباسی صاحب نے ان کے ترجمہ میں زبردست خیانت کی ہے، لکھتے ہیں، کہ ایک کبیر السن صحابی کو جن کی عمر اس وقت ۹۳ برس کی تھی امیر عسکر مقرر کیا گیا۔

ب۔ حضرت مسلم ابن عقبہ المری معمر صحابی امیر عسکر مقرر کئے گئے (ترجمہ محمودی ص ۱۶ حصہ دوم)

ج۔ مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا انکو شرف حاصل ہوا تھا۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۰)

د۔ بذیل صحابہ انکا ذکر کیا گیا ہے ذکرہ ابن عساکر وقال ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تحقیق مزید ص ۸۹)

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلم بن عقبہ صحابی تھا قطعاً باطل ہے اسکی صحابیت پر عباسی صاحب کسی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کر سکتے ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضوری کا شرف مدینہ طیبہ میں حاصل ہوا تھا قطعاً غلط ہے۔ عباسی صاحب نے الفاظ مذکورہ اصابہ سے حاصل کئے ہیں حافظ ابن حجرؒ نے ساتھ ہی لکھا ہے کہ ابن عساکر نے مسلم ابن عقبہ

کے ادراک کا جو قول نقل کیا ہے کہ اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے وہ واقدی کی روایت پر بھروسہ کیا ہے جو محمد ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ یزید ابن معاویہ نے جب اسے مدینہ پر حملہ آور لشکر کا امیر مقرر کیا تھا تو وہ اسوقت نوے برس سے کچھ اوپر تھا۔

معلوم ہوا کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا تھا۔

مسلم ابن عقبہ کو صحابی نہ ابن عساکر نے کہا اور نہ حافظ ابن حجر نے معمر اور عمر رسیدہ کا قول بھی ابن عساکر نے واقدی کذاب کی روایت پر اعتماد کر کے اختیار کیا۔

عباسی صاحب کو دونوں بزرگواروں پر افترا باندھتے شرم نہیں آئی نیز حافظ ابن حجر نے ساتھ یہ بھی لکھا ہے وقد افحش مسلم القول والفعل باھل المدینة واسرف فی قتل الصغیر والکبیر حتی سموہ مسرفا (اصابہ حرف المیم القسم الثالث)

"کہ مسلم ابن عقبہ نے اہل مدینہ کے ساتھ قول اور فعل میں فحش کا ثبوت دیا ہے اور بڑے چھوٹے کے قتل میں اسراف سے کام لیا ہے یہانتک کہ لوگوں نے اسکا نام بجائے مسلم کے مسرف رکھ دیا"

لیکن عباسی صاحب کی بے حیائی ملاحظہ کریں کہ اصابہ میں یہ کچھ دیکھتے ہوئے بھی صحابی صحابی کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :-

ثم اباح مسلم ابن عقبة الذی یقول فیه السلف مسرف ابن عقبة قبحه اللہ من شیخ سوء ما اجهله ابح المدینة ثلاثة ایام کما امرہ یزید لاجزاہ اللہ خیرا الخ (البدایة والنہایة صفحہ ۲۲۰ ج ۸)

کہ پھر مسلم ابن عقبہ نے جسے اسلاف مسرف ابن عقبہ کہتے ہیں اللہ تعالی اس

بڑے بوڑھے کا برا کرے کیا ہی جاہل تھا۔ تین روز تک مدینہ کو مباح قرار دیا جیسا کہ اسکو یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یزید کو جزائے خیر نہ دے کیا ایک صحابی کے متعلق حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر رحمہا اللہ تعالیٰ یہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور سنیئے علامہ ابن حزم کس انداز سے مسلم ابن عقبہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

والفاسق الملعون مسلم ابن عقبہ صاحب یوم الحرۃ لعنہ اللہ وھو مسرف۔ جمہرۃ الانساب ص۳۵۳

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

معقل ابن سنان قتلہ مسلم ابن عقبہ لعنہ اللہ صبراً

جمہرۃ الانساب ص۳۵۴

علامہ مجدالدین الفیروز آبادی القاموس میں باب الفاء فصل السین میں لکھتے ہیں

مسرف لقب مسلم ابن عقبہ المری صاحب وقعۃ الحرۃ لانہ اسرف فیہ

کہ مسرف مسلم ابن عقبہ کا لقب ہے کہ اس نے واقعہ حرہ میں اسراف سے کام لیا تھا۔

علامہ زبیدی تاج العروس جلد سادس میں لکھتے ہیں :-

ساکنین حرہ پر افضل الصلوٰۃ والسلام ہو اور مسرف پر وہی کچھ ہو جس کا وہ مستحق ہے کہ اس نے بہت ہی اسراف کیا۔ جیسا کہ اہل السیر بیان کرتے ہیں۔ اسکے نقل کرنے اور سننے میں بھی شناعت ہے۔

پھر مسلم ابن عقبہ کے لقب مسرف پر حضرت علی ابن عبداللہ ابن عباس کے قول سے استشہاد کیا۔

وهم منعوا ذماری یوم جاءت كتائب مسرف وبنو اللكيعه

اور انہوں نے میرے عہد کی حفاظت کی۔ جس روز مسرف یعنی مسلم ابن عقبہ کے لشکر اور بنو اللکیعہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔

عبداللہ ابن عصام الاشعری کے ترجمہ میں خیانت

عباسی صاحب نے انہیں صحابی و راوی حدیث قرار دیا ہے۔

تحقیق مزید ص ۶۹، خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۰ و تبصرہ محمودی ص ۱۶۰ ج ۲

اور اس پر حوالہ دیا ہے اصابہ کا۔ حالانکہ اصابہ میں ہے کہ ابن اثیر نے ابن مندہ و ابونعیم کے حوالہ سے اس سے روایت نقل کی ہے اور مجھے دونوں کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ملا اور نہ ابن عساکر نے اس کا تذکرہ کیا ہے البتہ عبداللہ ابن عضاۃ کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ صاحب صفین میں حضرت معاویہ رض کے ساتھ تھے۔ اور مدینہ پر حملہ آور لشکر کے امیر مسلم ابن عقبہ نے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ لیکن صحابیت کی کوئی بات نہیں

۴۔ حصین ابن نمیر سکونی کو بھی عباسی صاحب صحابی کہتے ہیں

تحقیق مزید ص ۵۲ تبصرہ محمودی ص ۱۴۰ ج ۲ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۰

حالانکہ حصین ابن نمیر نام کے دو شخص ہیں ایک صحابی ہیں وہ مدینہ پر حملہ آور لشکر میں شامل نہیں تھے اور جو شامل تھا وہ صحابی نہیں تھا۔

دیکھئے اصابہ نمبر شمار ۱۷۴۱ و ص ۱۶۴۲

۵ عبداللہ ابن السعدی کو عباسی صاحب نے صحابی بتلایا ہے۔

تحقیق مزید ص ۲۰ و خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۰ تبصرہ محمودی ص ۱۶۰ حصہ دوم

عباسی صاحب نے جس عبداللہ ابن السعدی کے حالات بیان کئے ہیں انکی

وفات خلافت عمر میں واقع ہوئی اور بقول واقدی ۵۰ھ میں ہوئی۔ پھر سوچ میرے دوست کہ اس بزرگوار نے مدینہ پر کب حملہ کیا تھا جبکہ مدینہ پر یزیدی لشکر کا حملہ ۶۳ھ میں ہوا تھا۔ ان ھٰذا الا افک مفتری

۶ عمرو ابن عوف کے ترجمہ میں خیانت

حضرت عمرو ابن عوف نمبر شمار ۱۶ کے ترجمہ میں بھی عباسی صاحب نے زبردست خیانت کی ہے۔ یہ بزرگوار واقعی اصحاب بدر میں سے ہیں مگر ان کی وفات حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہو چکی تھی حضرت عمرؓ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی مات فی خلافتہ عمر فصلی علیہ اصابہ حرف العین القسم اول ص ۹۲

۷ جبیر ابن نفیر الحضرمی کے ترجمہ میں خیانت

یہ بزرگوار صحابی نہیں ہیں عباسی صاحب نے ان کے ترجمہ میں خیانت سے کام لیا ہے۔ تقریب میں ہے مخضرم ولابیہ صحبۃ و کذا فی الاصابۃ و تجرید اسماء الصحابہ

۸ بشر ابن عاصم نمبر ۴۶ کے ترجمہ میں خیانت

لکھتے ہیں کہ یہ بڑے محتاط صحابی تھے حالانکہ یہ بزرگوار تابعی بھی نہیں بلکہ تبع تابعین سے ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :-

وھم من ذکرہ فی الصحابۃ وانما ھو من اتباع التابعین اصابہ حرف الباء القسم الاول والرابع

۹ بشر ابن عامر نمبر ۴۷ کے ترجمہ میں خیانت

یہ بزرگوار صحابی نہیں ہیں مگر اتنی بات ہے کہ اس کا باپ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں ہی فوت ہو گیا تھا معلوم ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے لیکن عباسی صاحب نے ان کے ترجمہ میں خیانت کی ہے اور انہیں صحابہ کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھئے اصابہ حرف الباء القسم الثالث

۱۰ بشر ابن مالک نمبر شمار ۴۸ کے ترجمہ میں خیانت

یہ بزرگوار بھی صحابی نہیں اصابہ میں ہے لہ ادراک ولابیہ صحبۃ
حرف الباء القسم الثالث

تنبیہ: مذکورۃ الصدر حرف خیانت عبارات کے نمونے ہیں ورنہ پوری تفصیل کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

متعارض عبارات

عباسی صاحب کی تضاد بیانی متعارض عبارات کے نمونے

جو شخص راستی سے ہٹتا ہے متعارضات کا شکار ہو جاتا ہے، تضاد بیانی دروغ گوئی کی کھلی نشانی ہے۔ عباسی صاحب کی متعارض عبارات کے چند نمونے درج کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام عباسی صاحب کی راستبازی کا کچھ اندازہ کر سکیں۔

۱۔ عباسی صاحب خلافت معاویہؓ و یزید کے ص ۳۷ پر لکھتے ہیں ۱۔
امیر یزید نے تین مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو حج کرایا یعنی ۵۱ھ ، ۵۲ھ ، ۵۳ھ

پھر تحقیق مزید نقشہ امراء الحج میں لکھتے ہیں ۵۰ھ ، ۵۱ھ ، ۵۲ھ تحقیق مزید ص ۴۰۲

۲۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔ حضرت معاویہ نے اس آواز کو بہت سمجھا اور خود ۵۰ھ میں جب حج و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اس مسئلے پر مشورے طلب کئے۔ تبصرہ محمودی ص ۱۰۰

پھر تحقیق مزید نقشہ امراء الحج میں لکھتے ہیں، کہ ۵۰ھ میں امیر الحج یزید بن معاویہ تھا۔

۳۔ عباسی صاحب تحقیق مزید ص ۳۹۹ نیز خلافت معاویہ و یزید ص ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے دو بار حج کیا اور پھر تحقیق مزید نقشہ امراء الحج میں حضرت معاویہ کا صرف ایک حج لکھا ۴۴ھ

۴۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ سنہ ۵۳ھ میں امیر الحج امیر یزید تھا۔ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۳۷
دوسری جگہ لکھتے ہیں سنہ ۵۳ھ میں امیر الحج سعید ابن العاص اموی تھا۔
تحقیق مزید نقشہ امراء الحج صفحہ ۲۰۲

۵ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ سنہ ۵۱ھ میں امیر الحج یزید ابن معاویہ تھا۔
خلاف معاویہ صفحہ ۳۷ و نقشہ امراء الحج تحقیق مزید
دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس سے قبل سنہ ۵۱ھ
میں حضرت معاویہ نے بیعت یزید کے بارے میں ام المومنین سے مشورہ کیا تھا تحقیق مزید صفحہ ۱۴۲

۶۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا شمار سابقون میں نہیں ہے۔
چنانچہ لکھتے ہیں :۔
ا۔ راوی نے حضرت ابن عباس کی زبانی (حضرت علیؓ کی سبقت ایمانی کے لئے) سابقیت کا لفظ کہلوایا۔ یہ بات بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔
تبصرہ محمودی صفحہ ۳۳ حصہ اول

ا‌ا۔ راوی نے جو یہ چھ نام لئے ہیں ان میں حضرت علیؓ کے سوا باقی پانچ نام تو سابقون میں آئے ہیں مگر حضرت علی کا نہیں آیا۔ تبصرہ محمودی حصہ اول صفحہ ۳۴
دوسری جگہ حضرت علی کی سابقیت کا اعتراف کرتے ہیں چنانچہ تحقیق مزید صفحہ ۲۰۳
پر علمی فضیلت کا عنوان دیکر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ السابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

۷۔ حضرت طلحہؓ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علیؓ کی بیعت مشروط کی تھی۔
(یعنی دم عثمانؓ کے قصاص پر) تحقیق مزید صفحہ ۱۱۲ تبصرہ محمودی صفحہ ۱۲۵ ج ا
حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علیؓ کی بیعت جبراً کی تھی۔
تبصرہ محمودی صفحہ ۳۵ صفحہ ۱۲۸ حصہ دوم

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اصحاب رسول مجبوری بیعت کرنیوالے نہیں ۔ ملخص

تبصرہ محمودی صہ ۹۳ ج دوم

۸ ۔ عباسی صاحب تبصرہ محمودی صہ ۱۲۴ حصہ اول میں لکھتے ہیں :۔

مسلمانوں پر بعد میں جو شورشیں آئیں اور جیسے قومی دشمنوں سے انہیں برسر پیکار ہونا پڑا ان میں حضرت علی رض نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

اصل حقیقت کیا تھی اس بارے میں تو کسی دوسرے مقام پر بحث کی جائیگی مگر یہاں خودِ عباسی صاحب ہی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں :۔

واقعات تاریخی شاہد ہیں کہ حضرت علی برابر ان خدمتوں کو انجام دیتے رہے جو خلیفہ رسول اللہ ان کے سپرد کرتے تھے ۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اٹھارہ دن بعد ہی جب جیش اسامہ کی روانگی کے بعد مدینہ کی حفاظت کے لیے حضرت صدیق اکبر رض نے مختلف راستوں پر حفاظتی دستے متعین کئے ایک دستہ حضرت علی رض کی سرکردگی میں متعین فرمایا۔

خلافت معاویہ و یزید صہ ۲۶۳

۹ ۔ عباسی صاحب تبصرہ محمودی صہ ۱۳۶ حصہ دوم پر لکھتے ہیں :۔

اس زمانہ میں ہاشمی اور اموی تو کیا پورا قبیلہ قریش ایک واحد تھا۔

پھر دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

صحیح ہے کہ اموی سادات حضرت علی رض کے چنداں معتقد نہ تھے اور اس کے اسباب قدرتی تھے۔ تبصرہ محمودی صہ ۵۸ حصہ دوم

عباسی صاحب نے وہ قدرتی اسباب نہ بتائے کہ کیا تھے لیکن ایک واحد ہونے کی قلعی کھل گئی۔ ایک اور جگہ اس طرح گل افشانی کرتے ہیں کہ :۔

بنو ہاشم کے دلوں میں عموماً اور آل علی کی فاطمی شاخ میں خصوصاً اپنی خلافت قائم کرنے کی دیرینہ آرزو تھی ۔ الخ تبصرہ محمودی صہ ۱۱۲ حصہ دوم

۱۰ ۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ثالثی کا انتخاب خلیفہ سے کوئی دور کا

تعلق ہوتا تو حضرت علیؓ قبول و منظور ہی کیوں کرتے۔ تحقیق مزید ھذا

دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ثالث نے حضرت علیؓ کو منصب خلافت سے معزول کر دیا۔ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ ثالثوں نے حضرت علیؓ کے انتخاب کو منسوخ کر کے یہ قرار دیا کہ امت کے نمائندہ اصحاب کے مشورہ سے از سر نو انتخاب ہو۔ تبصرہ محمودی صہ ۱۹۹ ج ۱

دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکم کوئی ایسا فیصلہ کرنے کا مجاز ہے جس کا اسے اختیار نہ دیا گیا ہو۔ جب ثالثی کا اس مسئلے سے دور کا تعلق بھی نہیں تھا تو ثالثوں نے یہ فیصلہ کس اختیار سے کیا۔ امید ہے کہ عباسی صاحب فرمائیں گے خاموش رہیں۔

افق مغرب سے تدلی کرنیوالے مستشرق فرشتہ نے اس طرح وحی فرمائی ہے دیکھئے صحیفہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن۔ تبصرہ محمودی صہ ۱۹۹ ج ۱

۱۱۔ عباسی صاحب حضرت عمرو ابن الحمق کی صحابیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں عمرو ابن الحمق کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے چند دن پہلے اسلام لائے تھے اور بعض کے نزدیک یہ بھی مشتبہ ہے تبصرہ محمودی صہ ۶۶ ج ۲

تنبیہ ان کے نام کے ساتھ عباسی صاحب ترضی کی علامت نہیں لکھتے معلوم ہوا انہیں صحابی نہیں سمجھتے دوسری جگہ انہیں صحابی ثابت کیا چنانچہ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے۔ عمرو ابن الحمق مصر میں تھے اور وہیں قتل ہوئے ابن حجر نے تقریب میں ان کے متعلق لکھا ہے:۔

صحابی سکن الکوفہ ثم مصر قتل فی خلافت معاویۃ۔ تبصرہ محمودی صہ ۱۹ حصہ

۱۲ عباسی صاحب نے ایک مقام پر دعویٰ کیا ہے کہ جن لوگوں نے راشدین کی تعداد چار مقرر کی ہے وہ بلا دلیل ہے اسے چوتھی صدی ہجری کی بدعت کہنا چاہیئے۔ تبصرہ محمودی حصہ اول

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ عقبہ ابن نافع نے خلافت راشدہ اور اسکے بعد کی خلافتوں میں بڑی بڑی مہمات میں ماموری حاصل کی ہے۔ امیر المومنین یزید کی خلافت میں ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ تحقیق مزید ص

کیا عباسی صاحب بتا سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کونسی تھی اور اسکے بعد کی خلافتیں کون کونسی تھی اور عباسی صاحب اس قول میں مبتدع ہیں یا متبع

۱۳۔ عباسی صاحب نے مودودی صاحب کی ایک عبارت کو جو انہوں نے طبری کے حوالے سے پیش کی تھی کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ میں معاویہؓ عمرو بن العاص وغیرہ کو خوب جانتا ہوں۔ قد صحبتهم اطفالا و صحبتهم رجالا بڑی سختی سے رد کیا۔ تبصرہ محمودی ص۱۹۰ حصہ اول

پھر تحقیق مزید ص۲۱۹ پر اسی عبارت کو بحوالہ وقعۃ بصفین ص۵۶۰ پیش کر کے معاویہ و علی کی مصاحبت پر استدلال کیا ہے۔

انی اعرف بهم منکم صحبتهم اطفالاً و صحبتهم رجالاً

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامۂ اعمال میں ہے

۱۵۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اس شرف کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا، دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کنز العمال ص۳۹۲ ج۲ میں لکھا ہے کہ معاویہؓ نے علیؓ کو لکھا تھا انا صهر رسول الله وخال المومنين وكاتب وحی میں رسول اللہؐ کا برادر نسبتی اور

مسلمانوں کا مامون اور کاتب وحی ہوں ۔ تحقیق مزید ص ۲۲۱

۱۵ ۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں ، تاریخ میں ثابت ہے کہ حضرت حسین رض
کی زندگی میں قسطنطنیہ پر پہلا اور آخری جہاد یہی معرکہ جہاد تھا جس میں غازیان
اسلام کے جیش کی قیادت وسپہ سالاری امیر یزید کر رہے تھے ۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۳۲

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ یزید کی مدتِ محاصرہ چار ماہ ہے ۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۳۹

تیسری جگہ لکھتے ہیں چونکہ متعدد سالوں تک یہ جہادی مہمیں بحری
کمانڈروں کے علاوہ امیر یزید کی قیادت میں جاری رہیں اسلئے مؤرخین
کے بیان کردہ سنین اور بحری جرنیلوں کے ناموں میں قدرے اختلاف
پایا جاتا ہے ۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۲

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

۱۶ ۔ عباسی صاحب نے حضرت ابو ایوب انصاری اور ابو شیبۃ الانصاری
کو ان صحابہ کی فہرست میں شمار کیا جو بوقت عہد یزید حیات تھے ۔

تحقیق مزید فہرست صحابہ ص ۲۸۰، ۲۹

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں ولایت عہد کا قضیہ سنہ ۵۰ھ میں پیش آیا ۔
بعد از معاودت از جہاد قسطنطنیہ ۔ تحقیق مزید ص ۲۲

(جب یہ دونوں بزرگوار جہاد قسطنطنیہ کے دوران فوت ہو گئے) تو پھر ان
کا تذکرہ مبایعین میں کیسے ۔

۱۷ ۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ امیر یزید کی بیعت اجماعی تھی ایک
ووٹ بھی مخالف نہیں تھا ۔ تبصرہ محمودی ص ۱۰ حصہ اول

پھر عمرو ابن حزم کے متعلق لکھتے ہیں انما تکلم معاویۃ فی مر بیعۃ لیزید بکلام قوی کہ حضرت معاویہ سے یزید کی ولیعہدی کے بارے میں زور کی گفتگو کی۔

تحقیق مزید ص۱۸

پھر مسور ابن مخرمہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امیر المومنین کی بیعت سے انکار کرکے مکہ میں خاموش بیٹھ گئے۔ تبصرہ محمودی ص۱۸۳ حصہ دوم

پھر ان ہر دو صحابہ کو اس فہرست میں درج کر دیا جنہوں نے بقول عباسی صاحب بطیب خاطر بیعت کی تھی۔

۱۸۔ عباسی صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ کی وفات میں اختلاف ہے۔ سنہ ۴۹ھ، سنہ ۵۰ھ بھی کہی گئی ہے۔ لیکن عوانہ نے ہشام ابن عبید کی سند سے سنہ ۵۱ھ لکھی ہے۔ تحقیق مزید فہرست صحابہ ص۳۶

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ غزوہ خندق کے بعد سنہ ۴ھ میں اسلام لائے اور سنہ ۵۲ھ تک متواتر ۴۹ سال تک خدمات سرانجام دیں۔

تبصرہ محمودی ص۲۴۳

تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ تقریباً پچاس سال متواتر شاندار اسلامی خدمات سرانجام دینے کے بعد ضعف پیری میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوئے تھے۔ تبصرہ محمودی ص۲۴۰

گویا ۴ + ۵۰ = ۵۴ ہجری میں بھی وہ زندہ تھے اور سنہ ۵۴ھ میں قضیہ استخلاف یزید پیش ہوا۔

۱۵۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت حبیب ابن مسلمہ مجاہد صحابی بوقت تحریک ولایت عہد حیات تھے تبصرہ محمودی ص۲۹۹ حصہ اول

پھر انہیں ان صحابہ کی فہرست میں درج نہیں کیا جو بوقت ولایت عہد یزید حیات تھے۔

۲۰۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مروان ابن الحکم ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تحقیق مزید ص ۸۶

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مروان ابن الحکم کی عمر بوقت فتح مکہ نو دس برس تھی۔ تبصرہ محمودی ص ۲۱۶ حصہ اول

تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں اس سے بھی زیادہ عمر تھی۔ ص ۹۲ حصہ اول

چوتھی جگہ لکھتے ہیں کہ مروان ابن الحکم فتح مکہ کے وقت دس گیارہ برس کے تھے۔ تبصرہ محمودی ص ۹۳ ج ۱

تنبیہ: رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا ۲ھ میں پیدا ہونیوالا ۸ھ میں گیارہ برس کا کیسے ہوگیا۔

۲۱۔ عباسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔ عمر ابن سعد مولود بعہد النبی ﷺ تھے انکی کم از کم عمر پانچ چھ برس کی ہوگی۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۶۶

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد تابعی تھے۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۶۲

پھر ان کو صحابہ کی اس فہرست میں شامل نہیں کیا جو بوقت ولی عہدیٔ یزید زندہ تھے۔

۲۲۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ روح ابن زنباع صحابی تھے۔ تبصرہ محمودی ص ۱۶۰

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ روح ابن زنباع تابعی تھے۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۸۸

پھر ان کو صحابہ کی اس فہرست میں شامل نہیں کیا جو بوقت ولی عہدی یزید حیات تھے۔

۲۳۔ عباسی صاحب ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ تمام ارباب سیر اس پر متفق ہیں اور
کوئی ایک حوالہ بھی اسکے خلاف نہیں دیا جاسکتا کہ امیر یزید کو ولی عہد بنانے کی
تحریک حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کی تھی۔ تبصرہ محمودی ص۱۰۱ حصہ دوم

دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔

فی روایۃ ان یزید لما قال لہ ابوہ سل حاجتک قال لہ یزید الخ

کہ جب یزید کو اس کے باپ نے کہا کہ اپنی حاجت پیش کر تو یزید نے
جواب میں کہا کہ مجھے آگ سے آزاد کر دے خداوند تجھے آزاد کر دے گا۔ فرمایا
وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ میں نے آثار یعنی حدیث سے معلوم کیا ہے کہ جو شخص
تین روز کیلئے امت کا قلادہ ڈالا جائے اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام
کر دیتے ہیں۔ خلافت معاویہ و یزید بحوالہ البدایہ والنہایہ ص۲۲۷ ج ۸

ایک اور جگہ عباسی صاحب زیر عنوان حکمرانی کا مطمح نظر یزید ابن معاویہ کا قول نقل کرتے ہیں
واللہ یا ابت اعمل عمل عمر ابن الخطاب - یعنی اللہ کی قسم ابا جان
اگر آپ مجھے خلیفہ نامزد کر دیں تو میں عمر ابن الخطاب کی طرح عمل کروں گا۔

خلافت معاویہ و یزید ص۹۳ بحوالہ البدایہ والنہایہ

عباسی صاحب سے استفسار کیا جاسکتا ہے کہ حضرت اگر یہ روایات صحیح ہیں تو
حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کو درمیان میں کیونکر گھسیٹا جاتا ہے، سیدھی سی بات کہہ دیں کہ ابتداً
سے یہ طے کیا جا چکا تھا کہ یزید کو نامزد کرنا ہے۔

۲۴ ولایت عہد یزید کی تحریک کب پیش ہوئی اس میں بھی عباسی صاحب کے بیانات متعارض ہیں۔

۱۔ یہ تحریک ۵۶ھ میں پیش ہوئی اور اسوقت حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر
زندہ نہ تھے وہ بروایت اصح ۵۳ھ میں فوت ہو چکے تھے۔

تبصرہ محمودی ص۲۱۶ ج ۱ و ص۲۲۶ ج ۱ و ص۲۳ ج ۱، و ص۲۳۱ ج ۱ و ص۲۳۵ ج ۱

نیز لکھتے ہیں کہ یہ تحریک حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے پیش کی تھی۔ تبصرۂ محمودی ص۱۷ حصہ دوم

عباسی صاحب سے استفسار کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ تحریک

سنہ ۵۶ھ کو پیش ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر سنہ ۵۳ھ میں

فوت ہو چکے تھے تو حضرت مغیرہ ابن شعبہ جن کی وفات اس

سے قبل ہو چکی تھی کیا قبر سے اٹھ کر یہ تحریک شروع کی تھی ؟

مزید سنئے لکھتے ہیں کہ ولایت عہد کی تجویز مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے مرنے سے ایک سال پہلے پیش کی تھی۔ تبصرۂ محمودی ص۲۴۳ نیز لکھتے ہیں کہ مغیرہ ابن شعبہ کی وفات سنہ ۵۲ھ کو ہوئی۔ تبصرہ محمودی ص۲۴۳ گویا ولایت عہد کی تجویز سنہ ۵۲ھ کو ہوئی۔

ایک اور جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ تجویز اسوقت پیش ہوئی جب امیر یزید قسطنطنیہ کے جہاد سے واپس ہوئے یعنی سنہ ۵۰ھ کو۔ ملخص تحقیق مزید ص۲۴ نیز لکھتے ہیں اسوقت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر زندہ تھے۔ مدینہ میں جب مروان ابن الحکم نے خطبہ میں اس بات کا اظہار کیا کہ تو عبدالرحمٰن ابن ابی بکر بول اٹھے۔ ملخص خلافت معاویہ و یزید نیز لکھتے ہیں کہ یہ تجویز حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے مرنے سے پانچ ماہ پہلے پیش کی تھی۔ حضرت مغیرہ ابن شعبہ کی وفات سنہ ۵۰ھ کو ہوئی۔ عباسی صاحب سے استفسار کیا جا سکتا ہے کہ آیا ۵۰ھ و ۵۱ھ و ۵۶ھ میں مروان ابن الحکم مدینے کا عامل تھا؟ کیا آپ اپنے اس مسدس تضاد کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟

۲۵۔ عباسی صاحب خلافت معاویہ و یزید ص۲۷۳، ص۲۶۸ میں لکھتے ہیں:۔

برادران مسلم اور ساٹھ پینسٹھ کوفیوں کا فوجی دستے کے سپاہیوں پر عاقبت نا اندیشانہ اچانک حملہ کر دینے سے یہ واقعہ حزن انگیز بیکا یک اور غیر متوقع پیش آ کر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہو گیا۔

پھر تبصرہ محمودی ص۱۰۵ ج ۲ میں عباسی صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں گلہائے

تحقیق پر سلئے ہیں کہ کوفیوں نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کردیا اور یوں فوجی دستہ کو بھی مدافعت میں لڑنا پڑا۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کس کی مانیں

عصر حاضر کے وہ مدعیان تحقیق جو عباسی صاحب ہی کا نظریہ رکھتے ہیں یا بعض ابواب میں ان کے ہمنوا ہیں اور اسی موضوع پر کتابیں لکھی ہیں جس کے متعلق عباسی صاحب نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے، بعض اہم قضایا میں ان کی عبارات متعارض ہیں۔ چند نمونے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ کس کی تحقیق پر بھروسہ کیا جائے:۔

۱۔ جناب علی احمد صاحب عباسی پروفیسر اپنی مشہور تالیف حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی میں لکھتے ہیں :۔

امت کی بدقسمتی سے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ فتنہ میں مبتلا ہو کر امیر المومنین عثمان صلوات اللہ علیہ کے خلاف ہو گئے ص۱۱

اس کے برعکس محمود عباسی صاحب نہایت وثوق سے لکھتے ہیں کہ وہ کبھی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوئے۔ تبصرہ محمودی عنوان الفئۃ الباغیہ ص۱۶۱ تا ص۱۷۲

۲۔ عباسی صاحب قتل عمار کے سلسلے میں لکھتے ہیں حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ صحیح ہے کوئی علم حدیث رکھنے والا اسے غلط نہیں کہہ سکتا۔

تبصرہ محمودی ص۱۶۷ حصہ اول

مگر اصحاب معاویہ نے ان کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ انہیں باغیوں نے مصر میں شہید کر دیا تھا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ سبائیوں کی ایک باغی ٹولی نے اپنے راز افشا ہونے کے خوف سے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا۔ تبصرہ محمودی حصہ اول ص۱۷۱ و ص۱۸۱

اس کے برعکس پروفیسر علی احمد عباسی ارشاد فرماتے ہیں :-

بہر حال معاملہ صاف ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت علی رض کے ساتھ تھے اور صفین کی جنگ میں حضرت سیدنا معاویہ کیخلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۱۰۱)

نیز پروفیسر صاحب نے صحت حدیث میں کچھ شبہات پیدا کئے ہیں۔ دیکھئے (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی) زیر عنوان الفئۃ الباغیہ (باغی ٹولی) ص۱۰۱

محقق سندیلوی صاحب نے جو آج کل صدیقی بن گئے ہیں قتل عمار کے سلسلے میں عجیب تضاد کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ کبھی فرماتے ہیں کہ حضرت عمار کو سبائیوں نے قتل کیا تھا اور پھر چپکے سے ان کی لاش کو لاکر حضرت معاویہ کے لشکر میں پھینک گئے حضرت معاویہ نے فرمایا تھا کہ (انما قتلہ من جاء بہ) یعنی ہم نے عمار کو قتل نہیں کیا۔ ان کو سبائیوں نے قتل کیا اور لاکر ہمارے نیزوں کے درمیان پھینک گئے۔

اور کبھی فرماتے ہیں کہ انہیں خوارج نے قتل کیا تھا جو حضرت علی رض کے لشکر سے جدا ہو گئے تھے اور حضرت علی رض نے ان کو ان کی فہمائش کے لئے بھیجا تھا۔

(دیکھئے رسالہ البینات شمارہ جولائی ۱۹۶۷ء قتل عمار کی دوسری قسط)

اصل حقیقت یہ ہے کہ حدیث (تقتلک الفئۃ الباغیہ) ناصبیوں کو کھائے جاتی ہے اور وہ سٹپٹائے جاتے ہیں۔ کبھی حدیث میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں اور کبھی قاتلین کے تعیین میں اٹکل پچو مارتے ہیں فھم فی طغیانھم یعمھون

۲۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق اپنے غلو کے باوجود صادق المقول تھے۔ تبصرہ محمودی حصہ دوم ص۱۳۳

نور الحسن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق واقدی سے بھی زیادہ کذاب ہے۔ (عادلانہ دفاع حصہ دوم ص ۳۶۹)

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ عبدالرزاق امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہے اور صحیح بخاری میں اس سے ایک سو سے زائد روایات مروی ہیں۔

۴۔ نور الحسن شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں کہ طبری کے متعلق امام ابن عربی رح مولانا شبلی نعمانی اور علامہ ذہبی وغیرہم محققین کی رائے ہے کہ ائمہ کبار میں سے ہیں البتہ ان کی کتاب میں کچھ غلط واقعات بھی آگئے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ کوئی روایت بے سند نہیں۔ نیز خود اعتراف کرتے ہیں کہ خام مواد میری ساخت نہیں ناقلین کی طرف سے آگیا ہے۔ ملخص عادلانہ دفاع حصہ اول ص ۱۰

عباسی صاحب طبری کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ سخت متعصب شیعہ تھا اور کذاب اور رافضیوں کے لئے روایات وضع کرتا تھا سنیوں نے اسے اہل سنت کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں دیا۔ وغیرہ ذالک خلافت معاویہ و یزید ص ۲۲۸

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ عباسی صاحب نے اپنی کتابوں میں ایک سو سے زائد مقامات پر طبری پر بھروسہ کیا ہے۔

۵۔ پروفیسر علی احمد عباسی صحیح بخاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "اس صلح میں بھی اصل پیشکش حضرت معاویہؓ کی طرف سے ہوئی تھی"۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۱۵۸

نور الحسن شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں:۔

"پھر حضرت علی کی وفات کے فوراً بعد حضرت حسن نے خود صلح کی پیشکش کر کے مصالحت کر لی" عادلانہ دفاع ص ۳ حصہ دوم

۶۔ پروفیسر علی احمد صاحب عباسی فرماتے ہیں کہ تحکیم میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت اصلاً موضوع بحث نہ تھی۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۱۱۹

سید نور الحسن بخاری لکھتے ہیں اگر خلافت کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم نہیں بنائے گئے تھے تو پھر کس کام کے لئے حکم بنائے گئے تھے۔ عادلانہ دفاع صفحہ ۲۳۸ حصہ دوم

تعجب ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے سنی ہو کر وہ بات کر دی ہے جس کی محمود عباسی صاحب ناصبی ہونے کے باوجود جرأت نہ کر سکے۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ ثالثی کا انتخاب خلیفہ سے دور کا تعلق بھی ہوتا تو حضرت علیؓ اسے قبول و منظور ہی کیوں کرتے۔ تحقیق مزید ص ۱۹

حضرت شاہ صاحب سے استفسار کیا جا سکتا ہے کہ کیا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا تنازعہ خلافت میں تھا، کیا حضرت معاویہؓ خلافت کے مدعی تھے؟

نیز بقول آپ کے حکم مسئلہ خلافت کے طے کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ اصحاب رسول کے اجتماع میں خلافت کا فیصلہ کیا جائے۔

تو پھر آپ سنی تنظیم کے راہنما کی حیثیت سے اس امر کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ حضرت علی کی خلافت کا کیا بنا؟ بقول آپ کے قضیہ تحکیم تک تو خلافت علیؓ متنازعہ تھی۔ ثالثوں نے فیصلے کو اصحاب رسول کے اجتماع پر موقوف کر دیا اور حضرت علیؓ اس سے قبل ہی قتل کئے گئے۔ کسی سنی بزرگوار کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جو اس مزعومہ کا قائل ہو۔

۷۔ پروفیسر علی احمد صاحب عباسی لکھتے ہیں :۔

امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ ۵۰ھ میں حج کے لئے آنا بلکہ خاص اسی مسئلہ کے تصفیہ کیلئے آنا زیادہ وثوق سے بیان کیا جاتا ہے (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۲۹۴) یعنی سنہ ۵۰ھ میں امیر الحج حضرت امیر معاویہؓ تھے۔

محمود احمد عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ میں امیر الحج یزید ابن معاویہ تھا۔
نقشہ امراء الحج تحقیق مزید

عباسی صاحب رقمطراز ہیں کہ حضرت سعد ابن وقاص ثالثوں کا فیصلہ سننے کے لیے برموقع موجود تھے ۔ تحقیق مزید ص۱۹ ملخص

نورالحسن شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ابن وقاص برموقع موجود نہیں تھے ۔ عادلانہ دفاع ص۲۳

۹ ۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ثالث نے حضرت علیؓ کی خلافت کو منسوخ کر دیا تھا ۔ تحقیق مزید ص۱۹ تبصرہ محمودی ص۱۹۹ حصہ اول

پروفیسر علی احمد صاحب عباسی نے اس قسم کے تمام بیانات کو خرافات اور واہیات قرار دیا ہے ۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص تا ص ملخص

پروفیسر صاحب نے قضیہ تحکیم پر نہایت عمدہ بحث کی ہے ۔ اگرچہ آخر میں کچھ غیر محقق مواد بھی داخل کر لیا ۔ تاہم نسبتاً جارحیت کم ہے ۔

عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ عمرو ابن الحمق نہ عراق میں تھے نہ موصل میں وہ مصر میں تھے وہیں قتل ہوئے ۔ ابن حجر تقریب التہذیب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں :- صحابی سکن الکوفۃ ثم مصر قتل فی خلافۃ معاویۃ ۔ تبصرہ محمودی ص۶۸ ، ص۶۹

محقق سندیلوی صاحب رقمطراز ہیں کہ عمرو ابن الحمق کے متعلق دو روایتیں لسان المیزان میں مذکور ہیں ۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے ۔ دوسری روایت ابو مخنف شیعہ راوی کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں وہ ایک غار میں چھپ گئے تھے انہیں قتل کیا گیا اور سر کو حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا گیا ۔ پھر اس کا سر اسکی بیوی کی گود میں ڈالا گیا ۔

مودودی صاحب نے پہلی صحیح روایت چھوڑ دی اور دوسری شیعہ راوی کی روایت قبول کر لی ۔ محض اسلئے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی شان اقدس میں

منصفت کا پہلو نکلتا تھا۔ اظہار حقیقت ص۸۲

تنبیہ:۔ قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ لسان المیزان ساری کتاب میں عمرو ابن الحمق رض کا نام تک نہیں۔ دو روایتوں کا ہونا تو درکنار۔ پھر سوچ میرے دوست کہ کونسی بات درست ہے۔

۱۱۔ علی احمد صاحب عباسی لکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہ ابن شعبہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۲۹۲

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رض ۵۱ھ کو فوت ہوئے۔ تحقیق مزید ص۱۱

بلکہ ۵۳ھ تبصرہ محمودی ص۲۴۳ بلکہ ۵۰ھ تبصرہ محمودی ص۲۴۴

۱۲۔ ڈاکٹر احمد حسین کمال لکھتے ہیں کہ یزید کی بیعت کرنیوالوں میں ۱۸۹ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

اور عباسی صاحب نے کل میزان ۲۷۷ صحابہ کی دی ہے۔ تحقیق مزید ص۹۳

۱۳۔ علی احمد صاحب عباسی لکھتے ہیں :۔

"یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک آپ کے (یعنی حضرت حسین رض کے) ساتھیوں نے سرکاری فوجی دستہ پر حملہ کر دیا۔ الخ" حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۲۲۳

ڈاکٹر احمد حسین کمال لکھتے ہیں :۔

"وہ ساٹھ کوفی جو حضرت حسین رض کو لیکر آرہے تھے، انہوں نے ہی منصوبہ بنا کر عصر کے بعد حضرت کے خیمہ پر حملہ کرکے سب کو ہلاک کر دیا۔ مختصر داستان کربلا ص۹

عباسی صاحب کی تحریرات متعارض ہیں

۱۴۔ علی احمد صاحب عباسی فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رض کا سر کاٹ کر عبیداللہ کے دربار میں لایا گیا تھا (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۳۲۳)

عباسی صاحب کی تحقیق ہے کہ سر کے تن سے جدا کرنے کی داستان وضعی ہے۔

خلافت معاویہ و یزید ص۳۱۶ و ص۳۲۲

ضعیف روایات سے استناد

محمود عباسی اور بعض دوسرے اصحاب نے جنہوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بہت سے مقامات پر ضعیف روایات سے استناد کیا ہے بلکہ بعض جگہ موضوع روایتوں سے بھی احتجاج کرنے سے دریغ نہیں کیا ذیل میں وہ روایات درج کی جاتی ہیں تاکہ صحیحین کی روایات کو موضوع کہہ کر رد کرنیوالے ذرا اپنی حقیقتوں پر نظر کر سکیں۔

پہلی روایت :۔ حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے اپنی کتاب (حضرت معاویہ شخصیت و کردار) کے صہ پر حضرت معاویہ رض کی منقبت میں مندرجہ ذیل روایت سے استناد کیا ہے :۔

اللّٰھمّ علمہ الکتاب والحساب الخ یہ روایت ضعیف ہے اور اقرب الی الحق یہ ہے کہ ضعیف بھی حسن درجہ کی نہیں بلکہ از قسم متروک ہے۔ یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور بتحقیق ہر دو طریق بوجوہ مجروح ہیں۔

ا۔ ہم آغاز کتاب میں متعدد کتب کے حوالہ جات ذکر کر چکے ہیں کہ فضل معاویہ میں ایک روایت بھی صحیح نہیں دیکھئے اسی کتاب کا صہ ۱۱۵

ب۔ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی نے شرح سفر السعادہ صہ ۵۲۲ اشعۃ اللمعات صہ ۳۹۹ ج ۴ مدارج النبوۃ صہ ۴۹۲ میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے

ج۔ تطہیر الجنان صہ ۱۶ متن و حاشیہ میں روایت کے ہر دو طریق کی تضعیف کی گئی ہے

د علامہ الہیثمی لکھتے ہیں کہ حدیث (العرباض ابن ساریہ اللھم علمہ الکتاب الخ) رواہ البزار واحمد فی حدیث طویل والطبرانی وفیہ حارث ابن زیاد لم لجد من وثقہ ولم یرو عنہ غیر یونس) ترجمہ العرباض ابن ساریہ کی اس روایت (اللھم علمہ الکتاب) کو بزار امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں حارث ابن زیاد راوی ایسا ہے کہ میں نے کسی محدث کو اس کی توثیق کرتے نہیں پایا۔

یعنی متفقہ طور پر ضعیف ہے اور یونس کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔

پس معلوم ہوا مجہول ہے کیونکہ جہالت کے مرتفع ہونے کے لئے شرط ہے کہ کم ازکم دو شاگرد ہوں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں الحارث ابن زیاد عن ابی رحم السمعی فی فضل معاویہ ضعیف عنہ یوسف ابن سیف فقط۔ میزان الاعتدال ص۴۳۳ ج ۱

مسند الامام احمد ص۱۲۷ ج ۴ میں اس روایت کی سند میں یونس ابن سیف ہے جیساکہ علامہ الہیثمی نے لکھا ہے۔ معلوم ہوا یوسف سہو قلم یا توہم کا نتیجہ ہے جیساکہ حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے۔ تقریب ص۳۹۰

دوسرا طریق جس سے طبرانی نے روایت کیا ہے: اس کے متعلق علامہ الہیثمی لکھتے ہیں: رواہ الطبرانی من طریق جبلۃ ابن عطیۃ عن مسلمہ ابن مخلد وجبلۃ لم یسمع من مسلمہ فھو مرسل ورجالہ وثقوا وفیھم خلاف مجمع الزوائد ص۳۵۷ ج ۹

جبلۃ ابن عطیۃ عن مسلمۃ ابن مخلد لا یعرف والخبر منکر بمرۃ وھو بطریق تعیین عن ابی ھلال محمد ابن سلیم حدثنا جبلۃ عن رجل عن مسلمہ ابن مخلد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم علم معاویۃ الکتاب میزان الاعتدال ص۳۸۸ ج ۱

رجل مجہول ہے۔ محمد ابن سلیم ابو ہلال راوی مختلف فیہ ہے۔ میزان الاعتدال ص۵۸۵ ج ۱

تعیین کے نام میں اضطراب ہے۔ تعیین ہے یا نصیر تا ہنوز تعیین نہیں ہو سکی پس روایت مرسل ہے۔ جیساکہ علامہ الہیثمی نے تصریح کی ہے اور منکر ہے جیساکہ علامہ ذہبی نے تحریر فرمایا۔

دوسری روایت عن ابن ابی عمیرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعلہ ھادیاً ومھدیاً

اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی بنا

اس روایت سے محمود عباسی و نور الحسن شاہ صاحب بخاری اور حکیم محمود احمد

ظفر سیالکوٹی نے استناد کیا۔ تبصرہ محمودی صـ۲۳ ج ۲ عادلانہ دفاع صـ۱۲۹ حصہ اول

حضرت معاویہ شخصیت و کردار صـ۸ اس روایت کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے

اور حسن غریب کہا ہے۔ یہ کلمات اشارہ ہیں کہ حدیث صحیح نہیں ہے

شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اشعۃ اللمعات صـ۶۱۹

شرح سفر السعادۃ صـ۵۱۲۔ ابو حاتم الرازی لکھتے ہیں کہ ابن ابی عمیرۃ لم یسمع النبی صلی اللہ

علیہ وسلم۔ کہ عمیرہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت نہیں ہے۔ علل الحدیث الجزء الثانی صـ۳۶۲

الیضاً اکمال

اور حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں لا تصح صحبتہ ولا تثبت اسناد حدیثہ

کہ ابن عمیرہ صحابی نہیں ہے اور اسکی بیان کردہ حدیث کا اسناد بھی ثابت نہیں ہے۔

تہذیب التہذیب صـ۲۴۳ ج ۶ الیضاً تقریب التہذیب صـ۲۰۸، اسد الغابہ صـ۲۴۹، ۳۶، الاصابہ

پس اس حدیث کے ضعیف ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر چونکہ امام ترمذی نے

اسے حسن کہا ہے اسلئے کہ شاید باب المناقب میں قابل پذیرائی ہو جائے۔

تیسری روایت عن ابی ادریس الخولانی قال لما عزل عمرؓ عمیر ابن

سعد عن حمص وولی معاویۃ فقال الناس عزل عمیراً وولی

معاویۃ فقال عمیر لا تذکروا معاویۃ الا بخیر فانی سمعت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اھد بہ

ترجمہ ابو ادریس الخولانی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ

نے عمیر ابن سعد کو حمص سے معزول کرکے ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو والی

بنا دیا (یعنی حضرت عمرؓ الفاروق پر اعتراض کیا) تو عمیر نے کہا کہ معاویہؓ

کا ذکر بھلائی کے بغیر نہ کرو کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا

آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ معاویہؓ کے ساتھ ہدایت دے اس روایت

کو ترمذی نے روایت کیا اور اس پر کچھ حکم نہ لگایا۔

اس روایت سے محمود عباسی نے استناد کیا۔ خلافت معاویہؓ و یزید صـ۲۰۸

یہ روایت بنہایت درجہ ضعیف ہے اور بوجوہ ناقابل اعتبار ہے۔

تبصرہ محمودی صـ۱۲۱ ج ۲

اس کی سند میں ایک راوی عمرو ابن واقد ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ متروک ہے۔ تقریب التہذیب ص۲۹۵

امام ذہبی فرماتے ہیں قال الدارقطنی متروک وعن دحیم انہ کان یکذب وکذبہ مروان۔ یعنی دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ اور دحیم سے منقول ہے کہ جھوٹ بولتا تھا اور مروان نے اسکی تکذیب کی ہے

میزان الاعتدال ص۲۹۱ ج ۳

۲۔ اس روایت کی معنوی علت کی طرف حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ص۱۲۲ میں اشارہ کیا ہے کہ لوگوں کی چہ میگوئیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تھیں انہوں نے حضرت معاویہؓ پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ کے متعلق یہ قول بے معنے ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر حضرت عمرؓ ان کی منقبت میں کچھ بیان فرماتے تو کچھ معنی بن سکتے ہیں۔

۳۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمیر کو کبھی معزول نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: استعملہ عمرؓ علی حمص الی ان مات

ترجمہ کہ حضرت عمرؓ نے انہیں حمص پہ عامل مقرر فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔ اصابہ ص۳۳ ج ۳

نور الحسن شاہ صاحب بخاری طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی اور وہ سنہ ۲۳ھ ہے تو ان کے عاملین مندرجہ ذیل تھے۔ ان میں سے عمیر ابن سعد حمص پہ حاکم تھے۔ عادلانہ دفاع ص۱۰۳ ج ۱

۴۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: فلما کانت خلافۃ عثمان عزلہ وولّٰی معاویۃ الشام بکمالہ۔

کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ کی خلافت ہوئی تو انہوں نے حضرت عمیرؓ

کو معزول کر کے حضرت معاویہؓ کو سارے شام کا والی بنایا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳، ایضاً ج ۸ ص ۱۲۲
اور امام بخاری نے بھی التاریخ الصغیر میں تصریح کی ہے کہ ثم توفی عمر و استخلاف عثمان فجمع الناس لمعاویۃ ونزع عمیراً۔ کہ حضرت عمرؓ فوت ہوئے اور عثمانؓ خلیفہ بنائے گئے۔ پس انہوں نے لوگوں کو معاویہؓ کے لئے جمع کیا اور عمیرؓ کو معزول کر دیا۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ثم توفی عمر وزاد عثمان فی ولایۃ معاویۃ حتی جمع لہ الشام منہاج السنۃ ص ۱۷۹ ج ۲ پھر جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کی ولایت میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ پورا شام ان کے لئے جمع کر دیا

چوتھی روایت • یا معاویۃ اذا ملکت فاحسن۔ اے معاویہ جب تو بادشاہ بنے تو احسان کرنا

اس روایت سے حکیم ظفر احمد محمود سیالکوٹی نے استدلال کیا ہے۔
حضرت معاویہ شخصیت و کردار ص ۳۶

یہ روایت ضعیف ہے۔ شرح السعادۃ ص ۵۲۲، شرح شفا ص ۶۸۳
حاشیہ الصواعق المحرقہ ص ۲۱۸

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو بیہقی کے حوالے سے تین جگہ ذکر کیا ہے۔ ص ۲۲۰ ج ۶ و ص ۲۰ ج ۸ و ص ۱۲۳ ج ۸ اور تصریح کی ہے کہ ان کا ایک راوی اسمٰعیل ابن ابراہیم ضعیف ہے۔

امام بیہقی نے صرف ایک راوی کی نشاندہی کی ہے لیکن اس کا ایک دوسرا راوی عبدالملک بھی ہے جو آخری عمر میں حافظہ کی خرابی کے باعث ناقابل اعتبار ہو گیا تھا۔

امام احمدؒ نے اس کی بہت ہی تضعیف کی ہے۔ میزان الاعتدال ص۲۶۶ ج۲

پانچویں روایت: یبعث اللہ معاویۃ یوم القیامۃ وعلیہ رداء من نور الایمان۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز معاویہؓ کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان پر نور ایمان کی ایک چادر ہوگی۔

اس روایت سے حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے بھی استناد کیا ہے۔
حضرت معاویہ شخصیت و کردار ص۶۷

یہ روایت موضوع ہے۔ تذکرۃ الموضوعات ص۱۰۵ شرح سفر السعادۃ ص۵۲۲
الفوائد المجموعہ ص۴۰۶

چھٹی روایت: قول حضرت عمر الفاروقؓ امیر المومنین: من اجل ذالک جشمناہ ما جشمناہ۔ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت معاویہؓ کی مدح میں فرمایا تھا کہ ہم نے ان کی اس قابلیت کی بنا پر ان پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے۔

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے۔ تبصرہ محمودی ص۱۶۱

یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو ابن ابی الدنیا سے بالسند نقل کیا ہے۔ قال ابن ابی الدنیا حدثنی محمد ابن قدامۃ الجوھری حدثنی عبدالعزیز ابن یحییٰ عن شیخ لہ قال لما قدم عمر الشام الخ البدایہ والنہایہ ص۱۲۴ ج۸

اس روایت میں عن شیخ لہ مجہول ہے۔

عبدالعزیز ابن یحییٰ شیخ فی ایام الثوری مجہول۔ میزان الاعتدال ص۲۳۹ ج۲

محمد ابن قدامۃ الجوھری قال ابن معین لیس بشیٔ قال ابوداؤد

ضعیف لم اکتب عنه شیئاً - میزان الاعتدال ج ۴

ساتویں روایت

قال سعد ابن ابی وقاص ؓ ما رأیت اقضے بحق بعد عثمان من صاحب ھذا الباب یعنی معاویۃ - حضرت ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان ؓ کے بعد حضرت معاویہ ؓ سے بڑھ کر قاضی بالحق کسی کو نہیں دیکھا -

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے - تبصرہ محمودی گدوم ص ۲۵
خلافت معاویہ و یزید ص ۲۸۱

۱ - عباسی صاحب نے البدایہ والنہایہ کا حوالہ دیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے وہاں حضرت اللیث کا قول پیش کیا ہے اور ماخذ نہیں بتلایا - حضرت لیث ابن سعد کی وفات ۱۷۵ھ کو ہوئی - حافظ صاحب کو یہ قول کس ذریعے سے ملا - اس کا کچھ پتہ نہیں چونکہ یہ روایت بے سند ہے اسلئے نا قابل اعتبار ہے -

۲ - اقضے بالحق جمیع صحابہ میں حضرت علی المرتضےٰ تھے - یہ اہل مدینہ کی اتفاقی رائے ہے اور حضرت عمر الفاروق ؓ کا صریح بیان ہے اقضانا علی ؓ - صحیح بخاری ص ۶۴۴ و ص ۴۴۵ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں : کنا نتحدث ان اقضے اھل المدینۃ علی ؓ ابن ابی طالب کہ ہم بیان کرتے تھے، کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنیوالے علی ابن ابی طالب ہیں -
الریاض النضرۃ ص ۱۹۴ ج ۲ تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ص ۱۳۱

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- اقضاھم علی ؓ کہ سب صحابہ میں اچھا فیصلہ کرنے والا علی ؓ ہے
رواہ ابویعلیٰ عن ابن عمر فیض القدیر ص ۲۰۲ ج وعن عمر مرسلا - اشعۃ اللمعات ص ۶۹۶ - چونکہ یہ قول اہل مدینہ کی اتفاقی رائے

حضرت عمر الفاروق رضؓ کے صریح بیان اور ایک روایت کے مطابق گفتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ لہذا اس کی نسبت حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کی طرف درست نہیں۔

آٹھویں روایت قال عبداللہ ابن عمرؓ ما رئیت اسود من معاویة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہؓ سے زیادہ سردار نہیں پایا۔

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے۔

تبصرہ محمودی حصہ دوم ص۲۳ و خلافت معاویہ و یزید ص۴۸

یہ قول جیسا کہ ظاہر ہے دلالت کرتا ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ و حضرت عمر الفاروق رضؓ سے سیادت میں فائق تھے اور یہی مدعا ہے عباسی صاحب کا بھی۔ چونکہ یہ قول تنقیص شیخین کا متضمن ہے، لہذا نا قابل قبول ہے۔ جس شخص نے اس کا اختراع کر کے حضرت عبداللہ کی طرف نسبت کی ہے اسے بھی اندیشہ ہوا تو اس نے اس کا دفاع اس طرح پیش کر دیا کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ نے منقبت معاویہؓ میں اپنی رائے الفاظ مذکورہ میں ظاہر فرمائی تو تلمیذ نے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ و عمر رضؓ سے بھی حضرت معاویہؓ فزوں تر تھے تو حضرت عبداللہ نے جواب دیا، کہ واللہ ابوبکرؓ اور عمر رضؓ افضل تھے مگر حضرت معاویہؓ اسود تھے۔

یہ قول تنقیص شیخین کا حامل ہے اور جس سند سے بیان کیا گیا اس میں بھی انقطاع اور ضعف رواۃ ہے لہذا مردود ہے اور اس کی نسبت حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ یا کسی دوسرے صحابی کی جانب صحیح نہیں۔ ہم کسی بھی

شخص کو حضرات شیخین سے زائد قائد و سائد نہیں تسلیم کر سکتے اور حضرت عمر الفاروق رض
کے متعلق تو صحیح بخاری میں انہی کا ایک مقولہ موجود ہے مارئیت احداً
قط بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حین قبض اجدد
اجود من عمر رضی اللہ عنہ ۔ صحیح بخاری ص۵۲۱

نیز انہی سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
لم ار عبقریاً یفری فریہ او عبقری کا معنے ہے سید القوم صحیح بخاری ص۵۲
تو پھر یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ رض سے
زیادہ سیادت میں کسی کو نہیں دیکھا ۔ اس سلسلہ کی ایک روایت میں راوی
نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو بھی حذف کر کے حضرت معاویہ رض
کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی سیادت میں بڑھا دیا وکفیٰ بہ کذباً وزوراً

سچ فرمایا الصادق المصدوق پیغمبر نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت
جب تو بے حیا ہو جائے تو جو چاہے کر گذر ۔

نویں روایت

قال ابن عباس مارئیت احداً اخلق بالملک من معاویۃ
ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے حکمرانی سے ایسی مناسبت رکھتے کسی کو
نہیں دیکھا جیسی حضرت معاویہ رض کو ہے ۔

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے ۔ خلافت معاویہ و یزید ص۴۸
عباسی صاحب نے حوالہ البدایہ والنہایہ کا دیا ہے اور حافظ ابن کثیر البدایہ
والنہایہ ص۱۳۵ ج ۸ ، میں لکھتے ہیں کہ قال عبد الرزاق عن معمر عن
همام سمعت ابن عباس یقول الخ
حافظ ابن کثیر نے یہ روایت کہاں سے لی ہے ان کا ماخذ معلوم نہ ہو سکا ۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اس روایت کو تخریج نہیں کیا ومن ادعی فعلیہ البیان ۔ حافظ ابن الحجر المکی الہیتمی نے تطہیر الجنان واللسان میں تاریخ بخاری کا حوالہ دیا ہے اور امام بخاری التاریخ الکبیر ص۳۲۷ ج ۴ فیما حدثونی عن ابراھیم ابن موسٰے عن ھشام ابن یوسف عن ھمام ابن منبہ عن ابن عباس فیما حدثونی راوی مجہول ہیں

دسویں روایت

قال یونس ابن میسرۃ الحمیری رئیت معاویۃ فی سوق دمشق وھو مردف وراءہ وصیفا وعلیہ قمیص مرقوع الجیب
یونس ابن میسرہ الحمیری فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ دمشق کے بازار میں سوار ہو کر جا رہے ہیں اور ان کے پیچھے ایک ان کا خادم بھی سوار تھا اور وہ پھٹے ہوئے گریبان والی قمیض پہنے تھے۔

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے۔ خلافت معاویہؓ و یزید ص۴۵

عباسی صاحب نے حوالہ البدایہ والنہایہ کا دیا ہے اور البدایہ والنہایہ ص۱۳۵ میں اس کی سند اس طرح مذکور ہے وقال ھشام ابن عمار عن عمرو ابن واقد عن یونس ابن میسرۃ الخ یہ روایت ضعیف متروک ہے اس کی سند میں عمرو ابن واقد راوی منکر الحدیث متروک اور کاذب ہے جیسا کہ تیسری روایت کے ضمن میں کتاب الضعفاء للبخاری اور میزان الاعتدال کے حوالہ جات سے بیان کیا جا چکا ہے۔

گیارہویں روایت

قال الاعمش لو رئیتم معاویۃ لقلتم المھدی اگر تم حضرت معاویہ کو دیکھ لیتے تو کہتے کہ یہی مہدی ہیں۔

اس روایت سے محمود عباسی نے استناد کیا ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے

علامہ ابن حجر الہیتمی لکھتے ہیں :-

منہا ما جاء عن الاعمش بسند فیہ ضعف - کہ اعمش سے سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے۔ تطہیر الجنان ص ۲۷

اور علامہ الہیثمی فرماتے ہیں رواہ الطبرانی مرسلاً وفیہ یحیے الحمانی وھو ضعیف - مجمع الزوائد ص ۳۵۷ ج ۹

کہ اعمش کے اس قول کو طبرانی نے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یحیے الحمانی ضعیف راوی ہے۔ یعنی روایت مرسل ہے نیز یحیے راوی ضعیف ہے بلکہ راقم السطور کہتا ہے کہ بدعقیدہ کذاب ہے

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یحیےٰ ابن معین وغیرہ نے اگرچہ اس کی توثیق کی ہے۔ مگر امام احمد فرماتے ہیں کان یکذب جہاراً کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ بولتا تھا۔

محمد ابن عبد اللہ نمیر کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ علامہ ذہبی کی اپنی رائے یہ ہے کہ شیعیؓ بغیضؒ کہ یہ صحابہ سے بغض رکھنے والا شیعہ تھا۔ پھر اس کے مکذوبات بیان کئے اور اس کے مکذوبات میں سے ایک یہ ہے، کہ زیاد ابن ابی الیوب کہتے ہیں کہ یحیےٰ الحمانی نے یہ رویت اختراع کی ہے کہ کان معاویۃ علی غیر ملۃ الاسلام کہ معاویہؓ ملت اسلام پر نہ تھے۔ زیاد ابن ابی الیوب کہتے ہیں کہ کذب عدو اللہ کہ جھوٹ بولا اللہ کے دشمن نے۔

میزان الاعتدال ص ۳۹۲ ج ۴

بارہویں روایت قال علی کرم اللہ وجہہ قتلای وقتلی معاویۃ فی الجنۃ

یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر الہیتمی اور علامہ نورالدین الہیثمی اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں :- رواہ الطبرانی بسند رجالہ موثقون

علی خلاف فی بعضھم۔ تطہیر الجنان ص۱۹ مجمع الزوائد ص۲۵۷ ج ۹
نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی
شخص پر قطعی جنتی یا قطعی جہنمی ہونے کا حکم لگائے۔ جیسا کہ مقدمہ میں
الاجتناب عن الحکمین کے ضابطہ کو شعائر اہل السنۃ کے ضمن میں محقق
کر دیا گیا ہے۔

تیرھویں روایت:۔ عن ابن عباس قلت لعلی اعتزل فلو کنت
فی جحر طلبت حتی تستخرج نعصانی نواللہ یستأمرن
علیکم معاویۃ اللہ یقول ومن قتل مظلوما فقد جعلنا
لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت
عثمان رضؓ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت علی رضؓ کو کہا تھا کہ آپ الگ ہو
جائیں۔ اگر آپ کسی بل میں بھی گھس جائیں جب بھی آپ طلب
کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو نکالا جائیگا۔ لیکن وہ میری بات
نہ مانے پس اللہ کی قسم معاویہ رضؓ تم پر حکمران ہو کر رہیں گے اس
لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں جو مظلوم مارا گیا ہم نے اس کے ورثاء
کو سلطان یعنی زور دیا ہے۔

اس روایت سے نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے استدلال کیا ہے

عادلانہ دفاع ص۲۵۰ ج ۲

یہ روایت ضعیف ہے۔ علامہ الہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ ایسے راوی
ہیں جنہیں میں شناخت نہیں کر سکا (من لا اعرفھم) یعنی ایک سے اند
راوی مجہول ہیں مجمع الزوائد ص۲۳۶ ج ۷

چودھویں روایت

قال علی بعد مارجع من صفین ایھا الناس لا تکرھوا امارۃ معاویۃ فانکم لو فقدتموہ رایتم الرؤس تندر عن کواھلھا کانھا الحنظل ۔ حضرت علیؓ نے صفین سے مراجعت کے بعد فرمایا لوگو! "معاویہؓ کی امارت کو مکروہ نہ جانو اگر تم اسے مفقود پاؤ گے تو سر کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل ہوتے ہیں"۔

اس روایت سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے۔

تبصرہ محمودی ص۲۰۷ ج ۱ بحوالہ البدایہ ص۲۸۳ ج ۲

یہ روایت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے اسے روایت کرنیوالا الحارث الاعور راوی ہے اور کذاب ہے روی مغیرۃ عن شعبی حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا وروی ابوبکر ابن عیاش عن المغیرۃ قال لم یکن الحارث یصدق عن علی قال ابن المدینی کذاب

المیزان ص۴۳۵ ج ۱

پندرہویں روایت حدثنی من سمع علیاً یوم صفین وھو عاض علی شفیتہ لو علمت ان الامر یکون ھکذا ما خرجت اذھب یا ابا موسیٰ فاحکم ولو بجز عنقی ۔

"مجھے اس شخص نے حدیث سنائی جس نے علیؓ کو صفین میں کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علیؓ کہہ رہے تھے۔ دراں حالیکہ اپنے ہونٹوں کو کاٹنے والے تھے کہ "اگر میں اول امر سے جانتا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا تو میں نہ نکلتا"۔ جا ابو موسیٰ فیصلہ کر اگرچہ میری گردن کاٹ دینے کا فیصلہ ہو۔

اس روایت سے محمود عباسی نے استناد کیا ہے۔ بحوالہ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۸۳ طبع اول
ازالۃ الخفاء میں اسناد نامکمل ہے مگر تاہم اتنا امر واضح ہے من سمع علیاً
راوی مجہول ہے۔ پس یہ روایت ضعیف ہے۔

سولہویں روایت

عباسی صاحب تبصرہ محمودی ص ۲۰ حصہ دوم میں لکھتے ہیں کہ خود حضرت علی رض
نے اپنے آخری وقت میں یہ محسوس کر کے کہ ان کے فرزند یا ان کی پارٹی کے کسی
فرد میں اسکی صلاحیت نہیں کہ ملت میں جو انتشار خانہ جنگیوں کے نتیجے میں پیدا
ہو گیا ہے اس کو رفع کر سکے۔ حضرت حسن کو وصیت کر دی تھی کہ معاویہ رض کی امارت
سے کراہت مت کرنا۔ انتہیٰ

اسکی بنیاد مندرجہ ذیل روایت پر ہے جسے عباسی صاحب نے
تبصرہ محمودی ص ۲۰ ج اول میں درج کیا ہے۔

ان ابی کان یحدثنی ان معاویۃ سیلی الامر — کہ میرا باپ مجھے کہا کرتا تھا کہ معاویہ عنقریب والی الامر ہو جائیگا

یہ روایت موضوع ہے۔

اس روایت کے جن مآخذ کا عباسی صاحب نے ذکر کیا ہے ان میں ایک
رافضی ہے یعنی شارح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید اور ایک گمنام ہے الامامۃ
والسیاسۃ کا مؤلف مشہور ہے کہ اس کا مؤلف ابن قتیبہ ہے اور بعض اکابر
کا خیال ہے کہ ابن قتیبہ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ عباسی صاحب
اس کے مؤلف کو غالی شیعہ کہتے ہیں، اسلئے رافضی کی بیان کردہ روایات
پر کسی مسئلہ کی بنیاد رکھنا قطعاً غلط ہے۔

نیز الامامۃ والسیاسۃ میں یہ روایت بے سند مذکور ہے۔

سترھویں روایت

ابن علی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تذھب الایام واللیالی حتی یملک معاویۃ	حضرت حسنؓ ابن علیؓ سے روایت ہے کہ زمانہ کا اختتام نہیں ہوگا یہاں تک کہ معاویہؓ حکمران ہوں گے۔

اس روایت سے نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے استناد کیا ہے

عادلانہ دفاع حصہ دوم ص ۲۲۹

اور یہ روایت ضعیف، متروک بلکہ موضوع ہے۔ اسکی سند اسطرح بیان کی ہے قال نعیم ابن حماد حدثنا ابن فضیل عن السری ابن اسماعیل عن الشعبی حدثنی سفیان ابن اللیل قال قلت للحسن الخ سفیان ابن اللیل الکوفی روی عنہ الشعبی قال العقیلی کان ممن یغلو فی الرفض ولا یصح حدیثہ

یعنی عقیلی فرماتے ہیں کہ غالی رافضی ہے اسکی روایت صحیح نہیں ہے علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس سے السری ابن اسماعیل نے بواسطہ شعبی روایت کی ہے اور السری ابن اسمٰعیل احد الھلکی یعنی بالکل لاشئے اور نابود راوی ہے۔ ابو الفتح الازدی فرماتے ہیں سفیان مجہولٌ والخبر منکرٌ۔

میزان الاعتدال ص ۱۷۱ ج ۲

السری ابن اسمٰعیل الکوفی صاحب الشعبی، علامہ ذہبی کے قول کے مطابق روایت مبحوث عنہا کے بے اعتبار ہونے کے ذمہ دار یہی صاحب ہیں۔ یحییٰ ابن قطان فرماتے ہیں استبان لی کذبہٗ فی مجلس واحد کہ میرے لئے اس کا جھوٹ ایک ہی مجلس میں ظاہر ہو گیا ہے۔

امام نسائی اور امام احمد ابن حنبل رح اسے متروک کہتے ہیں۔ میزان ص۱۶۱ ج ۲

اٹھارہویں روایت

محمود عباسی صاحب لکھتے ہیں قبیلہ الفزارہ کی ایک عورت ام زمل سلمی کو حوئب کے کتے بھونکتے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے آنحضور کا اشارہ اسی عورت کی طرف تھا۔ ملخص تحقیق مزید ص۱۲۹

یہ روایت بالکل لغو اور واہی ہے۔ قاضی ابوبکر رح اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں وھذا الخبر ضعیف اور اسکی مکمل سند فتوح البلدان میں ہے رمادۃ الحوب) سیف ابن عمر متھم بالزندقہ۔ واضع الحدیث متروک۔ لیس بشئے ہے۔ میزان ص۲۵۵ ج ۲

انیسویں روایت۔

عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رض نے یزید کی مدح ان الفاظ میں فرمائی تھی:- اذا ذھب بنو حرب ذھب علماء الناس کہ جب بنو حرب ختم ہو جائیں گے تو علماء الناس بھی ختم ہو جائیں گے۔ خلافت معاویہ و یزید ص۶۲ بحوالہ البدایہ و النہایہ

یہ قول حضرت ابن عباس رض کی طرف مدائنی نے منسوب کیا ہے اور اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے۔ المدائنی المتوفی سنہ ۲۲۵ھ کو حضرت ابن عباس رض کا یہ قول کس سند سے پہنچا ہے معلوم نہیں۔ نیز المدائنی کے مراسیل ناقابل اعتماد ہیں۔ خود عباسی صاحب بھی معترف ہیں دیکھئے تحقیق مزید ص۲۲ حاشیہ

ایضاً یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ حافظ ابن کثیر کو مدائنی کی یہ روایت کس ذریعہ سے پہنچی جب کہ دونوں کی وفیات میں ۵۰۰ برس کا فرق ہے۔

بیسویں روایت

عن ابن عباس ان انبہ یزید لمن صالحی اھلہ الخ	حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یزید حضرت معاویہؓ کے گھرانے کے صالحین میں سے تھا۔

حضرت ابن عباس کی طرف منسوب اس مقولہ سے عباسی صاحب نے استناد کیا ہے۔ تبصرہ محمودی ص۱۵۱ حصہ دوم

یہ قول غیر مستند ہے۔ نیز اس میں حضرت معاویہؓ کے گھرانے کے نیکوکاروں کا تذکرہ ہے۔ اگر یزید ان میں نیکوکار تھا تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ خود عباسی صاحب نے نجابت یزید کے سلسلے میں البدایہ والنہایہ کی جو عبارات نقل کی ہیں، ان میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جب یزید کے علی بھائی عبداللہ ابن معاویہ جو فاختہ کے بطن سے تھا (وکان احمق) اور وہ احمق تھا کو کہا کہ تو سوال کر جو کچھ تو مانگے گا میں تجھے عطا کروں گا اس نے جواب دیا:۔

حاجتی ان تشتری لی کلبًا فارھًا وحمارًا فارھًا فقال یا بُنَیَّ انت حمار وتشتری لک حمارًا	میری حاجت یہ ہے کہ آپ میرے لئے ایک خوبصورت ہوشیار کتا اور ایک خوبصورت تیز رفتار گدھا خریدیں حضرت معاویہؓ نے فرمایا میرے بیٹے تو خود گدھا ہے اپنے لئے گدھا خریدنا چاہتا ہے۔

البدایہ والنہایہ ص۲۲۷ ج ۸

علاوہ ازیں بھی بہت سی ایسی روایات ہیں جن سے بعض حضرات نے اپنی کتابوں کی شکم پری کی ہے۔ استقصاء ان کا متعسر بھی ہے اور باعث تطویل بھی ہے۔

مرجوح اقوال پہ بھروسہ

عباسی صاحب بسا اوقات بنا بر تعصب یا بمصلحت مرجوح قول کو لیتے ہیں اور راجح اور محقق قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں مندرجہ ذیل ہمارے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں :-

۱. مروان الحکم کو عباسی صاحب حتماً صحابی شمار کرتے ہیں (تحقیق مزید ص۸ و تبصرہ محمودی ص۹۴ ج۱) اس میں شک نہیں کہ بقول حافظ ابن کثیر ایک کثیر طائفہ کے نزدیک مروان بایں معنی صحابی ہے کہ وُلِدَ علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مگر خود حافظ ابن کثیر نے جو اس قول کے ناقل ہیں اسے مرجوح جانا ہے اسلئے اس کے نام کے ساتھ ترضی کی علامت نہیں لکھی نیز جاننا چاہیئے کہ یہ قول اصل میں واقدی کا ہے قالہ الواقدی۔ کتاب الجمع بین رجال الصحیحین حافظ ابن حجر لکھتے ہیں لا تثبت لہ صحبۃ (تقریب التہذیب ص۳۳۲)

امام بخاری فرماتے ہیں لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا (میزان الاعتدال ص۹۳ ج۴) امام ذہبی فرماتے ہیں قلت ولہ اعمال موبقۃ نسأل السلامۃ عنہا کہ مروان کے کچھ اعمال مہلکہ ہیں ہم ان سے سلامتی کی دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (میزان الاعتدال ص۹۳ ج۴)

رشد اللہ شاہ السندھی لکھتے ہیں لا تثبت لہ صحبۃ وقال ابن حبان معاذ اللہ ان یحتج بہ کہ مروان کیلئے صحبت ثابت نہیں اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ کہ مروان سے احتجاج کیا جائے۔ (کشف الاستار ص۱۰)

۲. عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے صلح حدیبیہ کے دن سے یا اس کے بعد سے بعض معتبر کتب میں جو بیان ہوا ہے۔ وہ زیادہ معتبر ہے۔ (تحقیق مزید ص۲۲)

عباسی صاحب جسے زیادہ معتبر کہہ رہے ہیں وہ ایک مرجوح قول ہے[۱] ابن تیمیہ رح

لکھتے ہیں وھولاء من مسلمۃ الفتح معاویۃ ونحوہ (منہاج السنۃ صہ ۲۱۴ ج ۲) یعنی حضرت معاویہؓ اور مثل ان کے فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں میں ہیں۔

امام موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں: ان معاویۃ اسلم عام الفتح باتفاق الناس (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۱۶) یعنی لوگوں کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے۔

امام موصوف تیسری جگہ لکھتے ہیں:-

لعلی ھذا یکون قد اسلم قبل الفتح کما زعم بعض الناس ولکن لا تعرف صحتہ منہاج السنۃ صہ ۲۱۷	اس روایت کی رو سے ان کا قبل الفتح مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض کا گمان ہے لیکن اس روایت کی صحت معلوم نہ ہو سکی۔

اسی طرح ابن قتیبہ نے بھی انہیں طلقاء اور مؤلفۃ القلوب کے زمرہ میں شمار کیا ہے (معارف ابن قتیبہ ص ۱۲۹) اور یہی صحیح بخاری کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری ص

۴۔ عباسی صاحب تبصرہ محمودی صہ ۱۶۰ حصہ اول میں لکھتے ہیں کہ:-

حضرت فاروق اعظم نے عمیر ابن سعد کو حمص سے معزول کر کے یہ علاقہ حضرت معاویہ کی تحویل میں دے دیا اس طرح پورا شام گویا فاروق اعظم نے حضرت معاویہ کے تحت کر دیا اس پر جامع ترمذی کی روایت اور العواصم کا حوالہ دیا۔ العواصم کا مدار بھی اسی روایت پر ہے اور جامع ترمذی کی اس روایت کی تضعیف روایات ضعیفہ کے سلسلہ میں کر دی گئی ہے وہیں ملاحظہ کر لیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر کو کبھی معزول نہیں فرمایا وہ مرتے دم تک حمص کے والی تھے (اصابہ) جس روایت کی بنا پر عباسی صاحب نے اپنے مدعا کی عمارت تعمیر کی تھی جب وہ ہی منہدم ہو گئی تو عمارت مدعا کیسے قائم رہ سکتی ہے؟

ع جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: والصواب ان الذی جمع لمعاویۃ الشام کلھا عثمان ابن عفان رض (البدایہ والنہایہ صہ ۱۲۴ ج) یعنی جس نے سارا شام حضرت معاویہ کی تحویل میں دیا وہ حضرت عثمانؓ ہیں یہی

درست ہے۔

۴۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد نبوی میں نجران کے والی تھے۔ (تبصرہ محمودی ص۲۴ ج ۱ و ص۶۱)

حضرت ابوسفیانؓ عظیم المرتبت صحابی تھے اور بڑی شخصیت کے مالک تھے، رسول اللہؐ نے بعض جہات ان کے سپرد کی تھیں، جو انہوں نے خوش اسلوبی سے انجام دیں لیکن نجران کا والی ہونا ثابت نہیں ہے بیشک بعض لوگ اسکے قائل ہوئے ہیں لیکن یہ ایک مرجوح قول ہے۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں عنوان میں ان کا نام لیا، مگر تفصیل میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابن تیمیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں واستعمل ابا سفیان او ابنہ یزید ومات وھو علیھا (منہاج السنۃ ص۱۴۵ ج ۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کو نجران کا عامل مقرر فرمایا یا اسکے بیٹے یزید کو اور آپ فوت ہوئے تو وہ وہاں کا والی تھا۔

یزید ابن ابی سفیان تیماء کے والی تھے اور ابوسفیان کا معاملہ مشکوک و مخدوش ہے، بھلا بتایا جا سکتا ہے کہ جب ابوسفیان آنحضورؐ کی وفات تک نجران کے والی تھے تو پھر انہیں معزول کس نے کیا؟ بھلا صدیق اکبرؓ آنحضورؐ کے مقرر کردہ والی کو معزول کر سکتے تھے؟ حاشا وکلا

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ ابوسفیان کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ نجران کے عامل تھے اصابہ میں ہے کہ ثابت نشدہ است۔ (مدارج النبوۃ ص۶۸۲، اصابہ ص۲۳۷ ج ۲)

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ نجران کے دو صنف تھے، ایک صنف نصاریٰ اہل کتاب تھے جنہوں نے صلح کر لی تھی ان پر جزیہ تھا۔ دوسری صنف تھے جنکی طرف خالد ابن الولید کو بھیجا گیا تھا وہ حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا وفد حضرت خالدؓ کی معیت میں دربار رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ سنہ ۱۰ھ شوال یا ذی قعدہ کی بات ہے۔ ان پر قیس ابن الحصین کو عامل بنا کر بھیجا گیا تھا۔ دونوں صنفوں کے صدقات و جزیہ کی وصولی کیلئے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو روانہ کیا گیا تھا۔ (ملخص من زاد المعاد ص۴۴-۴۵ ج ۳)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ وہ وفد شوال یا ذی قعدہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے ان پر قیس ابن الحصین کو امیر مقرر فرمایا اور پھر عمرو ابن حزم کو عامل مقرر کرکے روانہ کیا اس وفد کی واپسی کو چار مہینے ہی گزرے تھے کہ حضورؐ فوت ہوگئے۔ آپؐ نے عمرو ابن حزم کو ایک مکتوب بھی لکھوا دیا تھا جس میں صدقات و فرائض و دیگر احکامات تھے۔

سیرۃ ابن ہشام صفہ ۵۹۳ القسم الثانی سیرۃ المصطفےٰ مولانا ادریس صفہ ۱۴۹ حصہ سوم

اس خط کا تذکرہ ابوداؤد، نسائی، دارمی، طحاوی، مستدرک حاکم، الاستیعاب، زادالمعاد وغیرہ کتب میں پایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچروی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ محمد ابن عمرو ابن حزم نجران ہی میں پیدا ہوئے۔ تحفیظ الطحاوی صفہ ۱۵۰

اصل حقیقت

حضرت ابوسفیانؓ کا والی نجران ہونا جو مشہور ہوگیا ہے اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل نجران کیلئے حضورؐ نے مصالحت کی دستاویز لکھوائی تھی اس پر حضرت سفیانؓ کی شہادت تھی۔ قاضی ابویوسفؒ کی کتاب الخراج صفہ ۷۲ تا ۷۳ مکمل دستاویز کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں شھد ابوسفیان ابن حرب وغیلان ابن عمرو ومالک ابن عوف

۵۔ عباسی صاحب نے یزید کی ولادت سنہ ۲۲ھ لکھی ہے حالانکہ یہ واقدی کا قول ہے اور ناقابل اعتماد قول ہے۔ عام طور پر یزید کی ولادت سنہ ۲۵ھ سنہ ۲۶ھ یا سنہ ۲۷ھ بتائی جاتی ہے

البدایۃ النہایہ صفہ ۲۲۶ ج ۸ منہاج السنۃ صفہ

۶۔ عباسی صاحب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۵۹ھ لکھتے ہیں۔ عباسی صاحب نے اس مرجوح اور غیر محقق قول کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ سے شہادت حسینؓ کے سلسلہ میں جو روایات مروی ہیں ان کی تضعیف کی جاسکے۔

حالانکہ یہ قول صرف واقدی کا ہے۔ قال ابو واقدی توفیت سنۃ تسع وخمسین

(البدایہ والنہایہ ص۲۱۵) خود حافظ ابن کثیرؒ نے ان کی وفات کا تذکرہ سنہ ۶۱ھ کے حالات میں کیا ہے

ابن حبان ابن ابی خیثمہ، ابو نعیم متفق ہیں کہ ان کی وفات بعد الستین فی خلافۃ یزید ہوئی تھی

امام بخاری اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے صحیح مسلم کی ایک روایت سے استدلال کر کے

فی زمان ابن الزبیر لکھا ہے۔ التاریخ الصغیر ص۷۳ الاصابہ ص۲۴۱

حیرت ہے کہ عباسی صاحب نے مسلم کی روایت کو نظر انداز کر دیا اور

واقدی کے قول پر بھروسہ کر لیا۔

عبد الملک ابن حسین النجوم العوالی میں لکھتے ہیں:۔

روی الطبرانی بسند رجالہ ثقات عن الہیثم ابن عدی اول من مات من

ازواجہ زینب بنت جحش و آخرھن موتا ام سلمۃ رضی اللہ عنہا

سمط النجوم العوالی ص۳۸۶

۷۔ عباسی صاحب نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ کا سال وفات ۵۱ھ اختیار کیا ہے۔

تحقیق مزید ص۲۶ وغیرہ

یہ ایک قول ہے مگر عباسی صاحب نے اس لئے اسے اختیار کیا ہے کہ اگر مشہور اور محقق

قول اختیار کرتے تو ۵۰ھ میں یزید ابن معاویہ کی تجویز ولیعہدی کا اور اس کے بارہ میں

ان کی تگ و دو کا معاملہ باطل ہو جاتا۔ بعض مؤرخین نے حضرت مغیرہ کی وفات ۴۹ھ لکھی ہے

خود عباسی صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ اور زیادہ مشہور ۵۰ھ ہے

وقال الخطیب اجمع الناس علی ذالک البدایہ والنہایہ ص۴۸ ج۸

۸۔ عباسی صاحب نے حضرت ابو ایوب الانصاری کی وفات کے متعلق لکھا ہے کہ صحیح

یہ ہے کہ ۵۰ھ میں ہوئی۔ تحقیق مزید ص۲۹

یہ قول شاید مرجوح بھی نہیں موضوع ہے اور عباسی صاحب نے ایک خاص سبب کے تحت

اختیار کیا ہے۔ اصح اور محقق قول ۵۶ھ ہے جسے حافظ ابن کثیر نے اختیار کیا ہے اور بہت سے محدثین، مؤرخین و محققین نے محقق گردانا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے اسی کتاب کا ص ۳۳۸

۹۔ عباسی صاحب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں کہ انکی سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے جو طبری نے لکھا ہے۔ کہ ۶۱ھ میں وفات ہوئی اور جملہ ازواج مطہرات میں سے آخر میں ان کی موت واقع ہوئی ہے۔ تحقیق مزید ص ۹۴

یہ ایک مرجوح قول ہے جو ایک خاص مصلحت کے تحت عباسی صاحب نے اختیار کیا ہے جسے ہم حضرت ام سلمہؓ کی وفات کے تذکرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

اصح ارجح اور محقق قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۵۱ھ میں سرف کے مقام پر واقع ہوئی ہے۔ جہاں ان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تھا۔ اور نماز جنازہ حضرت ابن عباسؓ نے پڑھائی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسی قول کو مشہور کہا ہے۔ اور اسی اعتماد پر انکی وفات کا تذکرہ ۵۱ھ کے حوادث میں کیا ہے۔ اور بقیہ اقوال کو قیل کیساتھ ذکر کیا ہے

البدایہ والنہایہ ص ۵۵ ج ۸

اصابہ ص ۱۹۳ ج ۸ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ۶۱ھ کا قول واقدی کا ہے۔ اور مرجوح ہے۔ اور بعض دیگر اقوال کے متعلق لکھا ہے کہ غیر ثابت ہیں۔ ۵۱ھ کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ اور ایک اثر کے پیش نظر لکھا ہے کہ بہر حال ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انکی وفات پہلے ہوئی ہے۔ اور بہت سے اکابر نے اسی قول کو محقق قرار دیا ہے۔

۱۰۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد ابن مسلمہ ہی نے قلعہ قموص کے یہودی پہلوان کو قتل کیا تھا۔ تحقیق مزید ص ۲۷

یہ ایک نہایت ہی مرجوح قول ہے جسے بنا بر تعصب عباسی صاحب نے قبول کر لیا۔ ورنہ صحیح مسلم کی روایت موجود ہے۔ کہ قال فضرب راس مرحب فقتلہ ثم کان الفتح علی یدیہ پھر حضرت علی رضؓ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ان کے ہاتھوں پر فتح

ہوگئی۔ صحیح مسلم ص ۱۱۵ ج ۲

یہ روایت مسند ابی عوانہ جلد رابع ص ۲۶۲ و ص ۲۶۵ و ص ۲۸۵ میں مذکور ہے۔

عبّاسی صاحب کا تعصّب

عباسی صاحب نے اپنی کتابوں میں بہت سا ایسا مواد جمع کر دیا ہے جس سے ان کی عصبیت نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ مندرجہ ذیل عبارات و تحریرات ہمارے ادعا کی تصدیق کرتی ہیں۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی عمر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعثت کے وقت ان کی عمر پانچ برس سے زیادہ نہ تھی۔ گویا پانچ چھ برس کے بچے سے جس کو ابھی کچھ شعور بھی نہ ہوا تھا وغیر ذالک محض تحقیق مزید ص ۱۹۲ تا ۲۰۳

اور دوسری کتابوں میں بھی اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔

اس مضمون میں عباسی صاحب نے دو وجہ سے تعصب کا مظاہرہ کیا۔ حضرت علی کی عمر میں اختلاف ہے۔ پانچ سے پندرہ سال کی روایات ملتی ہیں۔ پانچ سال والی روایات حد درجہ کمزور ہیں۔ جیسا کہ ہم کسی دوسری جگہ اس پر تفصیلی بحث کریں گے۔ عباسی صاحب نے انہی روایات کو ترجیح دے کر محض تعصب کا اظہار کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تحقیق مزید کی فہرست صحابہ میں عبداللہ ابن الحارث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ عہد رسالت میں ولادت ہوئی تو ان کی خالہ ام المومنین ام حبیبہؓ نومولود کو آنحضرت کی خدمت میں لائیں۔ آپؐ نے لعاب مبارک اس بچہ کے تالو سے لگایا۔ اور دعا دی۔ آپؐ کی حیات مقدسہ میں سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ عباسی صاحب کے بیان کے مطابق ام حبیبہ انہیں حضورؐ کی خدمت میں لائیں۔ اور ام حبیبہ ۷ھ میں مدینہ تشریف لائی تھیں تو معلوم ہوا کہ ان کی ولادت ام حبیبہ کی مدینہ تشریف آوری سے بعد میں ہوئی۔ اصابہ میں تصریح ہے کہ آنحضورؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر دو سال تھی۔ اگر

بقول عباسی صاحب عبداللہ ابن الحارث بوقت وفات النبی دو سال کی عمر میں سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ اور بوقت بعثت النبی علیؓ بقول عباسی صاحب پانچ سال کی عمر میں سن شعور کو نہیں پہنچے تھے۔ تو بتائیے اس سے بڑھ کر بھی تعصب کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

۲ اسطرح حسنین کی عمروں کے بارے میں عباسی صاحب نے تعصب سے کام لیا۔ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ۳ھ و ۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی ولادت کے بارہ میں عباسی صاحب بڑے چکر چلائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں باشعور نہیں تھے۔

عبداللہ ابن الحارث دو سال کی عمر میں سن تمیز کو پہنچ جائیں اور حسنین باشعور نہ ہوں اس سے بڑھ کر تعصب کی کونسی مثال ہو سکتی ہے؟

۳۔ مروان الحکم جو ۲ھ کی پیدائش ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر دس گیارہ برس تھی۔ تبصرہ محمودی ص ۶۳ ج ۱

یہ تعصب کی ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۔ عمرو ابن الحمقؓ، حجر ابن عدیؓ اور محمد ابن ابی بکرؓ صحابی ہیں ان کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علامت نہیں لکھتے

۵۔ وہ یزیدی لشکر جو مدینہ پر حملہ آور ہوا اس کے سالار کو بنا بر تعصب صحابی شمار کرکے اس کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے سالاروں کو حالانکہ وہ قطعاً صحابی نہیں ہیں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اسلاف مسلم بن عقبہ کو اس کی ظالمانہ کارروائیوں کی وجہ سے مسرف بن عقبہ کہتے تھے۔ البدایہ والنہایہ [illegible]

اور محمد ابن ابی بکر کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں قتل محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ البدایہ والنہایہ ص ۳۱۸ ج ۷

۶۔ بنا بر تعصب عمرو ابن سعد کو بخاری کی روایات کے علی الرغم صحابی قرار دیا۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۶۳

۷ - حجر ابن عدی، عبداللہ ابن الزبیر، عبداللہ ابن المطیع، عبداللہ ابن الحنظلہ، محمد ابن عمرو بن حزم، محمد ابن ابی الجہم، محمد ابن ثابت ابن قیس ابن شماس، محمد ابن اسلم ابن بجرہ، محمد ابن ابی ابن کعب اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر اشخاص کو ان صحابہ کی فہرست میں شمار نہیں کیا جو سنہ ۶۰ھ بوقت ولایت عہد یزید بحیات تھے۔ حالانکہ یہ سب مولود بعد النبی اور صحابی ہیں۔ محض اس تعصب کی بنا پر کہ یہ سب یزید کے مخالفین میں تھے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو جو آنحضورؐ کے بعد پیدا ہوئے مگر دربارِ رسالت میں حاضری نہیں ہوئی انہیں بھی عباسی صاحب نے اس میں شامل کر لیا ہے۔ دیکھئے ہماری اسی کتاب کا صفحہ (فہرست صحابہ پر مزید تبصرہ)

۸ - بعض وہ صحابہ جنھوں نے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر یا کسی دوسری وجہ سے حضرت عثمانؓ یا حضرت معاویہؓ کی مخالفت کا اظہار کیا۔ انہیں عباسی صاحب مرتدین کی مانند جانتے ہیں حالانکہ جو شخص شرفِ صحابیت سے مشرف ہو چکا ہے وہ کیسے ہی کبیرہ کا مرتکب کیوں نہ ہو وہ ہمارے لئے قابلِ احترام ہے۔ ان کے لئے استغفار و ترضی ہمارا فرض ہے۔ مثلاً عباسی صاحب عمرو ابن الحمق کے متعلق لکھتے ہیں "مودودی ان کی صحابیت کی صراحت کر کے شاید یہ تصور قائم کرنا چاہتے ہیں کہ اتنے بڑے جرم کے باوجود جو کتاب و سنت کے مطابق قتلِ ارتداد کے تھے ان کی صحابیت کے سبب ان کے ساتھ رعایت ہونی چاہیئے"۔

تبصرہ محمودی ص۳۱ ج ۲

کیا ہمدانیوں کی عورتوں کو صحابہ نے باندیاں بنایا تھا اور کیا مرتدین کی عورتوں کو شریعت باندیاں بنانے کا حکم دیتی ہے؟

کچھ نہیں حضرت علیؓ اور ان کے عقیدت مندوں کو عباسی صاحب کھل کر مرتد نہیں کہتے البتہ پھیر دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ ایک جگہ محمد ابن ابی بکر کے متعلق مودودی صاحب کو طعن کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر مودودی صاحب چاہیں تو اسے

ابن ابی بکر کی سیاہی کہہ دیں۔

یہ عباسی صاحب روافض کے مقابلہ میں صحابہ کی عظمت کی دھاک بٹھا رہے ہیں اور بعض نادان اہل سنت ہیں کہ واہ واہ کی صدائیں دے رہے ہیں إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

۹۔ عباسی صاحب بنا بر تعصب حسین ابن علیؓ کو باغی اور عبداللہ ابن زبیرؓ کو شورش پسند و فتنہ انگیز شخص کی حیثیت دیتے ہیں۔ تحقیق مزید ص ۲۳ وغیرہ۔ تبصرہ محمودی ص ۱۴۶ حصہ دوم۔

۱۰۔ عباسی صاحب بعض ازواج مطہرات۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے کرام کے ساتھ صلوات اللہ علیہ وسلامہ لکھتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حسنین کے اسما کے ساتھ صلوات اللہ نہیں لکھتے۔ بلکہ گاہے گاہے رضی اللہ عنہ اور اس کی علامت لکھنے سے بھی دریغ کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے تبصرہ محمودی ص ۱۳۱ حصہ دوم

تعصب کی انتہا مسلّمات کا انکار

۱- مسلم ہے کہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ صفین میں حضرت معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے، جمیع اہل تحقیق متفق ہیں قتل فی الصفین بلااختلاف جناب پروفیسر علی احمد عباسی بھی فرماتے ہیں "بہرحال معاملہ صاف ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اور صفین کی جنگ میں سیدنا معاویہؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوگئے،، (سیدنا معاویہ کی سیاسی زندگی ص۱۴۱)

لیکن عباسی صاحب کو انکار ہے۔ فرماتے ہیں ،،وہ شہادت عثمان سے پہلے مصر میں باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے،، (حقیقت خلافت وملوکیت ص۱۷۷)

۲- اہل السنت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چوتھے خلیفہ راشد اور مرتبہ میں جمیع صحابہ میں سے چوتھے درجہ کے ہیں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ منہاج السنت ص۲۰۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں:- ان علیا افضل من جماہیر ہولاء البدریین لم یتقدم علیہ غیر الثلثۃ

ترجمہ۔ بتحقیق حضرت علی جمہور بدریین سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ بجز تین صحابہ کے ان سے مقدم کوئی نہیں کیا گیا۔

ایک دوسرے مقام پر ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

ثبت بھم بالکتب والسنۃ واجماع السابقین الاولین والتابعین لھم بالاحسان انھم خیر ھذہ الامۃ وافضلھا وھم الخلفاء الراشدون

کتاب اور سنت رسول اللہ اور السابقون الاولون اور تابعین لھم بالاحسان کے اجماع سے ثابت ہے کہ چاروں حضرات امت محمدیہ میں بہتر اور افضل ہیں۔

حضرت امام احمدؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں :-

من لم یربع بخلافۃ علی فھو اضل من حمار اھلہ ۔ جو شخص حضرت علی کو چوتھے نمبر پر خلیفہ نہیں مانتا وہ اپنے گدھے سے بھی زیادہ احمق ہے ۔

منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۰۴ و ص ۲۰۵ ، اعلام الموقعین ص ۲۳

البتہ بعض اہل السنت نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دی ہے جیسے کہ مقدمہ میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ لیکن عباسی صاحب فرماتے ہیں (ان امور کی روشنی میں مودودی صاحب کا یہ تصور مبالغہ آمیز ہے کہ حضرت علی سے افضل کوئی شخص نہ تھا) تبصرہ محمودی ص ۱۲۷

تنبیہ :- مودودی صاحب کا یہ مقولہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی کے متعلق ہے اور اس پر اہل سنت کا اجماع ہے اور عباسی صاحب منکر ہیں

۳ - یہ تاریخی مسلمہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے دو بلکہ تین حج کئے ۔ جیسا کہ ہم (امارت حج اور یزید) کے عنوان کے تحت مفصل بحث کر چکے ہیں ۔ لیکن عباسی صاحب نے تحقیق مزید میں امراء الحج کا جو نقشہ دیا ہے اس میں حضرت امیر معاویہؓ کا صرف ایک حج سنہ ۴۴ھ لکھا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امیر معاویہ کے اعمال کو یزید کے نامۂ اعمال میں درج کر کے یزید کے نامہ اعمال کو حسین بنایا جائے ۔

ے چوں کہ گل نے شاخ کا لہو اپنا چہرہ سنوارنا چاہا

۴ - حضرت سعدؓ ابن ابی سرح آنحضورؐ کے پہلے کاتب وحی مکہ معظمہ کے زمانہ اقامت میں تھے مرتد ہو گئے تھے ۔ پھر مسلمان ہوئے ۔ یہ ایک تاریخی مسلمہ ہے کتب تاریخ کے سینکڑوں حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں ۔ نسائی شریف کی ایک صحیح روایت بھی ہے ۔ چنانچہ خود عباسی نے وہ روایت درج کی اور بغیر کسی حرج کے رد کر دی

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں (واھدر دم عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح ثم بایعہ) کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے خون کو ہدر قرار دے دیا تھا ۔ پھر اسے بیعت فرمالیا ۔ منہاج السنۃ ص ۲۱۹ ج ۲

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ (نعم کان فیھم عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح ثم ان عثمان رضی اللہ عنہ اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم بمکۃ وحقن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دمہٗ) منہاج السنۃ صـ ۲۱۹ ج ۲

یعنی فتح مکہ کے روز جن لوگوں کے خون کو حضورؐ نے بدر فرمایا تھا ان میں عبداللہ ابن سعدؓ ابن ابی سرح بھی تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے ان کی سفارش کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضورؐ نے اس کے خون کے محفوظ ہونے کا اعلان فرمایا یعنی اس کے اسلام کو قبول فرمایا

لیکن عباسی صاحب اس کا انکار کرتے ہیں۔ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ بخلاف اس کے تاریخ اور سیرت کے سینکڑوں حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ کہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح (اول من کتب الوحی) پہلے کاتب وحی تھے۔ پھر مرتد ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کی سفارش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول کیا۔ اور پھر تادم زیست مستقیم رہے۔ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت زبیر ابن العوام جنگ جمل سے پلٹ گئے تھے۔ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے۔ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ

اصابہ صـ القسم الاول حرف الزا۔ الاستیعاب صـ فیض الباری صـ ۲۶۴ ج ۳ حاکم، مستدرک حاکم میں اس مضمون کی پانچ روایتیں پیش کر کے فرماتے ہیں (قد روی اقرار الزبیر لعلی من غیر ھذہ الوجوہ) یعنی ان روایات کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اقرار حضرت علی کے لئے ثابت ہے

علامہ ذہبی نے ان پانچ روایتوں میں ایک روایت کی تضعیف کی ہے۔ کہ اس کا ایک راوی عابد نامی غیر معروف ہے۔ دوسری روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔ لھذہ الروایۃ شواھد۔ المستدرک صـ ۳۶۶ ج ۳

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الاصابہ میں فرماتے ہیں وروی ابن سعد عن
ابن عیاش باسناد صحیح انہ قال الخ

لیکن عباسی صاحب مصر ہیں کہ یہ قطعاً غلط ہے اور واہی اور وضعی روایتیں ہیں۔
وغیرہ وغیرہ۔ تبصرہ محمودی ج ۱ ص ۱۶۹ ملخص

۶۔ اہل السنۃ کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ خلافت راشدہ حضرت حسن کی دست برداری
پر ختم ہو گئی تھی۔ جیسا کہ ہم انقضائے خلافت راشدہ کے عنوان کے تحت بالتفصیل
بیان کر آئے ہیں۔ دیکھئے کتاب ہذا کا ص ۱۹۵

لیکن عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ انقضائے خلافت راشدہ کا عقیدہ بدعت ہے،
اور چوتھی صدی ہجری کی اختراع ہے۔ لکھتے ہیں۔

"جن لوگوں نے راشدوں کی تعداد چار مقرر کی ہے۔ وہ بلا دلیل ہے بلکہ اسے
چوتھی صدی ہجری کی اختراع کہنا چاہیئے۔ تبصرہ محمودی ص ۱۵ ج ۱

۷۔ بسر ابن ارطاۃ نے حضرت عبیداللہ ابن عباس کے دو لڑکوں کو جو نابالغ تھے
شہید کر دیا تھا۔ یہ ایک تاریخی مسلمہ ہے۔ مگر عباسی صاحب کو انکار ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں "جب معاویہ کو شوکت حاصل ہو گئی تو انہوں نے حضرت
عبیداللہ ابن عباس پر بسر ابن ابی ارطاۃ کو مسلط کر دیا۔ پس اس نے اس کے دو بچوں کو قتل
کر دیا۔ ثم صارت الشوکۃ لمعاویۃ فسلط علی عبید اللہ بسر ابن ارطاۃ فقتل ولدیہ

البدایۃ والنہایۃ ص ۹۰ ج ۸ و ایضاً ص ۳۲۲ ج ۷ نیز تخلیص ابن عساکر ص ۲۲۲ ج ۳،
الاستیعاب ص ۶۵ ج ۱، الطبری ص ۱۰۷ ج ۴، ابن اثیر ص ۱۹۳ ج ۳ محاضرات تاریخ
الامم الاسلامیہ الجزء الثانی ص ۷۸۔ مختصر تذکرہ عبدالوہاب الشعرانی ص ۱۱۱ تاریخ الاسلام
للذہبی ص ۱۸۷ ج ۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۱۹۹ ج ۲، سیر الصحابہ جلد ششم ص ۵۹

قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محب الدین الخطیب نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے

العواصم من القواصم ص۲۳۵ نیز تعلیقہ ص ایضاً

۸۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ عبید اللہ گورنر کوفہ نے حضرت حسینؓ کے مقابلہ میں عمرو ابن سعد کو چار ہزار فوج کی معیت میں روانہ کیا۔ بلکہ پھر بتدریج اس میں اضافہ کیا لیکن عباسی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ رہی ابن سعد کے ساتھ چار ہزار فوج ہونی تو یہ محض وضعی بات ہے۔ تبصرہ محمودی ص۱۰۳ ج ۲

عباسی صاحب کا "محض وضعی" کہہ دینا محض ادعا ہی ہے اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا بخلاف اس کے تاریخ کے بیسیوں حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔
مثلاً حافظ ابن کثیر کا بیان ہے۔

بعث الیہ عبید اللہ ابن زیاد بکتیبۃ فیھا اربعۃ الاف یتقدمھم عمرو ابن سعد کہ عبید اللہ ابن زیاد گورنر کوفہ نے چار ہزار کا ایک لشکر عمرو ابن سعد کی قیادت میں بھیجا۔ البدایہ والنہایہ ص۲۲۲ ج ۶ و ص۱۷۲ ج ۸ نیز طبری ص ابن اثیر ص ۔ نبراس علی شرح العقائد۔ مولانا عبد العزیز ملتانی ص۵۱۷ کتاب الاخبار الطوال ص۲۶۴۔ الاستیعاب ص ۔ شذرات الذہب ص تاریخ الاسلام للذہبی ص۳۴۴ ج ۲ تاریخ الخلفاء ص۱۵۸ سیر صحابہ ص۱۸۷ جلد ششم۔ مختصر تذکرہ عبد الوہاب الشعرانی ص۱۰۹۔ الصواعق المحرقہ ص۱۹۷۔ شہید کربلا مفتی محمد شفیع صاحب ص۶۷

۹۔ کتب تواریخ میں یہ امر مشہور و معروف ہے کہ مروان الحکم کی موت اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اسے اسکی بیوی ام خالد نے گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ مگر عباسی صاحب منکر ہیں۔ مثلاً علامہ ابو حنیفہ الدینوری لکھتے ہیں:۔

قتلہ امراتہ ام خالد کتاب الاخبار الطوال ص۲۹۴ نیز البدایہ والنہایہ ص۲۶۰ ج ۸۔ تاریخ الطبری ص۳۴ ج ۷۔ الاستیعاب تحت الاصابہ ص۴۰۷ ج ۳

اسد الغابہ ص ۳۴۷ ج ۴ ۔ معارف ابن قتیبہ ص ۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۲

لیکن عباسی صاحب لکھتے ہیں ۔ بعارضۂ طاعون فوت ہوئے ۔ لیکن اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا ۔ نیز فرماتے ہیں کہ کذابین نے ان کی موت کا واقعہ بھی حد درجہ کا مسخ کرکے مشہور کیا کیونکہ کا بروکلمین جرمن مستشرق کہتا ہے کہ روایت کذب وافترا ہے ۔ تحقیق مزید ص ۹۶

گویا عباسی صاحب کے نزدیک مسلمان مورخین کذابین تھے ۔ اور بروکلمین اصدق الصادقین ہے

ہم سمجھتے تھے کہ عباسی صاحب اہل بیت کے دشمن ہیں ۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اصل میں اسلام ہی کے دشمن ہیں ۔

۱۰ ۔ تاریخی مسئلہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہؓ کو حوئب کے مقام پر کتے بھونکے تھے ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل کتب میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور روایتاً اسکی پیش گوئی ثابت ہے

مسند امام احمد ۔ مصنف عبد الرزاق ۔ مستدرک حاکم ۔ بیہقی ۔ مسند بزار ۔ مجمع الزوائد ۔ شرح شفا ۔ البدایہ والنہایہ ۔ الصواعق المحرقہ ۔ حیوۃ الحیوان ۔ ازالۃ الخفا ۔ سیرۃ النبی مولانا شبلی

لیکن عباسی صاحب اس کا سختی سے انکار کرتے ہیں ۔ دیکھئے تحقیق مزید ص ۱۲۶ تا ص

تعصّب نے اندھا کردیا

صحیحین کی روایات کا انکار

عباسی صاحب نے بڑی بے باکی سے بہت سی احادیث صحیحہ کا انکار کیا بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی، مسند امام احمد، بیہقی اور طبرانی کی روایات جن کا استقصاء دشوار ہے انکار کیا ہے۔

بعض روایات کا صراحۃً انکار کیا اور بعض روایات کے مضامین کو باطل لغو اور واہی قرار دیا۔ ان کی وضعی در وضعی کی گردان کی زد میں سینکڑوں صحیح روایتیں بھی آگئی ہیں۔ یہاں صرف صحیحین کی روایات کی نشاندہی کی جاتی ہے جس سے قارئین بآسانی اندازہ کر سکتے ہیں کہ عباسی صاحب نے کس طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنظر استحقار ٹھکرایا ہے۔ عباسی صاحب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل روایات کا انکار کیا ہے :-

۱۔ عباسی صاحب نے کردار عمر ابن سعدؓ کے عنوان سے خلافت معاویہ و یزید کے بیس صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں اور اس کے ضمن میں عمر ابن سعدؓ کو مولود بعہد النبیؐ اور حضرت حسینؓ کے ہم عمر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور لگے ہاتھوں تسلیم بھی کر گئے کہ صحیحین کی ایک روایت البتہ ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت سعدؓ علیل تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ الخ

خلافت معاویہ و یزید ص۲۶۶

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: غلط روایتوں کے پراپیگنڈے کے

تاثرات ہی کی وجہ سے شاید بعض لوگوں نے ان کے مولود بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے بارے میں شبہات کا اظہار کیا۔ خلافت معاویہ ویزید ص ۲۶۳

عباسی صاحب کا مذکورہ بیان بخاری و مسلم کی متفق علیہا روایات کے منافی ہے خود عباسی صاحب کو تسلیم ہے۔ چنانچہ اس روایت کی نشاندہی کر کے لکھتے ہیں کہ یہ روایت اول تو محل نظر ہے۔ خلافت معاویہ ویزید ص ۲۶۶

یہ روایت جسے عباسی صاحب محل نظر قرار دے کر ٹھکرا رہے ہیں حضرت سعد ابن وقاص سے ان کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی روایت کرنیوالے ہیں۔

قال سعد ابن وقاص کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی فی حجۃ الوداع من وجع اشتد بی فقلت انی قد بلغ بی من الوجع ما تری وانا ذو مال ولا یرثنی الا ابنۃ لی الخ	حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے آتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ یعنی مکہ میں مجھے سخت درد تھا۔ پس میں نے کہا: یا رسول اللہ میری صرف ایک بیٹی ہے اور میں صاحب مال ہوں

یہ روایت صحیح بخاری میں عامر ابن سعد سے نو مقامات میں مذکور ہے:- ص ۱۷۳ ج ۱، ص ۳۸۲ ج ۱، ص ۵۶۲ ج ۲، ص ۶۳۲، ص ۸۰۶، ص ۸۴۶، ص ۹۴۳ ص ۹۹۷ اور عائشہ بنت سعد سے ایک مقام پر مروی ہے ص ۸۴۵ اور صحیح مسلم میں یہ روایت عن ثلثۃ اولاد سعد مروی ہے ص ۳۹ ج ۲، ص ۴۰ ج ۲

اس حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت سعد ابن وقاصؓ کی بوقت حجۃ الوداع سوائے ایک لڑکی کے دوسری اولاد نہ تھی اور امید بھی نہ تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ میرے پروردگار! ان کی موت یہاں مکہ میں واقع نہ ہو کہ ہجرت میں کچھ نقصان نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زندگی دراز دی اور انکے لڑکے عامر ابن سعد اور مصعب ابن سعد اور انکی لڑکی عائشہ بنت سعد نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بڑے لڑکے عمرو ابن سعد سے محدثین نے روایت نہیں لی۔

عباسی صاحب نے اس ایک حدیث کو کیا ٹھکرایا گویا صحیح بخاری کے تین صفحات پر پانی پھیر دیا اور یہی حال صحیح مسلم کا بھی ہوا۔ قارئین کرام کی مرضی پر منحصر ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات کو برقرار رکھ کر محمود عباسی کے بیس صفحات کو لغو قرار دیں یا عباسی صاحب کی کاوش کی قدر کریں اور بخاری و مسلم کے سوا چار صفحات پر خطِ تنسیخ کھینچ دیں۔ بہرحال ہم صحیح بخاری کی روایات کو عباسی صاحب کے مزعومات پر قربان نہیں کر سکتے۔

۲۔ عباسی صاحب رقمطراز ہیں: ان حالات کی روشنی میں کیا یہ روایت قرین صحت قرار دی جا سکتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض بوقت نکاح چھ برس کی اور بوقت رخصتی آٹھ نو برس کی نادان بچی تھی گڑیاں کھیلتی حرم نبی میں آئی تھیں اور ستم یہ ہے کہ یہ سب باتیں خود انہی کی زبانی وضعی روایتوں میں بیان ہوئی

تحقیق مزید ص ۱۰۲

یہ روایات جنہیں عباسی صاحب نے وضعی کہنے کی شرمناک جسارت کی ہے۔ بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں۔ اس ایک عبارت سے عباسی صاحب نے بخاری و مسلم کی دو متفق علیہا روایات کا انکار کر دیا ہے۔

عروة ابن الزبير عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها

عروہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں

وهی بنت ستة سنين وبنى بها وهی بنت تسع سنين	کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا تو وہ چھ برس کی تھیں جب رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ص۷۷۱ میں دوبار آئی ہے۔ نیز ص۷۷۵ میں تین بار اور ص۵۵۱ میں دوبار آئی ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم ص۴۵۶ ج ا پر ہے۔

۲۔ دوسری روایت حضرت ام المومنین سے مروی ہے فرماتی ہیں:۔

كنت العب بالبنات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت لی صواحب لی يلعبن معی الخ	کہ میں آنحضور کے ہاں گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری سہیلیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔

یہ روایت صحیح بخاری ص۹۰۵ جلد ثانی میں اور صحیح مسلم ص۲۸۵ میں مذکور ہے۔

۳۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح صحیح روایت کے مطابق غزوہ احد کے بعد ہوا۔ خلافت معاویہؓ و یزید ص۲۸

عباسی صاحب کی اس تحریر سے صحیحین کی وہ روایت رد ہو جاتی ہیں جن میں حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا قصہ مذکور ہے کہ اسوقت حضرت حمزہؓ زندہ تھے اور مسلّم ہے کہ حضرت حمزہؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور غزوۂ احد ۳ھ میں واقع ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح غزوۂ احد سے ماقبل ہوا تھا۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ص۲۸۰ و ص۳۱۹ و ص۴۳۲ و ص۵۷۱ میں موجود ہے۔ نیز یہ روایت مسلم میں ص۱۶۱ و ص۱۶۲ میں مذکور ہے۔

۴۔ عباسی صاحب تحقیق مزید ص۱۲ عرض مؤلف کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے یہ مہمل بات کہی کہ عورتوں کے ناقص الایمان ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایام حیض میں نماز نہیں پڑھ سکتیں۔

یہ بات جسے عباسی صاحب مہمل کہہ رہے ہیں صحیحین کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ما رئیت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احدا یکن

میں نے تم عورتوں سے بڑھ کر کوئی ناقص العقل والدین نہیں دیکھا جو ایک مضبوط مرد کے عقل کو زائل کر دینے والا ہو۔

صحیح بخاری ص۴۲ و ص۱۹۷ و ص۲۶۱ و ص۳۶۳ ۔ صحیح مسلم ص۶۰

۵۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ فدک وغیرہ کے بارے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا قصہ بھی من گھڑت ہے۔ خلافت معاویہ و یزید ص۲۶۳

عباسی صاحب جسے من گھڑت کہہ رہے ہیں وہ صحیحین کی روایت ہے۔

صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیقؓ سے مطالبہ کیا تھا۔ مگر انھوں نے عذر پیش کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما ترکنا صدقہ، حضرت فاطمہ فہجرتہ فلم تتکلمہ حتے مات بعض روایتوں میں الفاظ غضبت کے ہیں اور بعض میں وجدت کے ہیں۔ مطالبہ میراث کی روایات صحیح بخاری میں متعدد ہیں۔ مگر جن روایات میں الفاظ مذکورہ بالا کی تصریح ہے وہ ص۴۳۵ و ص۶۰۹ و ص۹۹۵ میں ہیں۔ اور صحیح مسلم میں ص۹۱ ج ۲ مذکور ہیں۔

۶۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت سے حضرت علیؓ کے توقف کرنے کی کیسی غلط شہرت دی گئی ہے۔ خلافت معاویہ و یزید ص۲۶۰

حضرت علیؓ کے متعلق متخلف عن البیعۃ کی روایتیں بھی وضعی ہیں۔ خلافت معاویہ و یزید ص۲۶۳

عباسی صاحب جن روایتوں کو غلط اور وضعی کہہ رہے ہیں وہ صحیحین کی روایتیں ہیں متخلف عن البیعۃ کی ایک روایت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ جس میں حضرت فاطمہ کی ناراضگی کا تذکرہ بھی ہے۔ صحیح بخاری ص۶۰۹ صحیح مسلم ص۹۱ دوسری روایت صحیح بخاری کے ص۱۰۰۹ و ص۱۰۱۰ حضرت ابن عباس سے مروی ہے جس میں حضرت عمرؓ کے ایک خطبہ کا تذکرہ ہے اس میں حضرت عمرؓ نے خلافت شوریٰ پر زور دیا ہے اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی اچانک بیعت من غیر مشورۃ کا عذر پیش کیا ہے۔ اس خطبہ میں حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ موجود ہیں خالف عنا علی والزبیر ومن معھما۔ علی زبیر اور ان کے ساتھی ہم سے بیعت کے معاملہ میں متخلف ہو گئے تھے۔

۷۔ عباسی صاحب نے ایک شیعہ کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ ابوبکر الصدیقؓ نے پڑھایا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید شیعی فاضل نے شریف المرتضیٰ کی کتاب الشافی کے حوالہ سے سنی قاضی القضاۃ کی کتاب سے یہ کہہ کر ایک عبارت نقل کی ہے۔

حاکیا عن قاضی القضاۃ اس میں بیان کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہ کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ خلافت معاویہ و یزید ص۲۶۵

تعجب ہے کہ عباسی صاحب نے اس حکایت کو شرف قبولیت بخشا جسے سنی مجہول اور شیعی نامعقول حکایت کرنے والے ہیں اور صحیحین کی روایت کو نظر انداز کر گئے۔

عباسی صاحب کا یہ ادعا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات کے منافی ہے۔ صحیح بخاری کی وہ طویل روایت جو ص۶۰۹ ج ۲ پر مذکور ہے اس میں یہ صراحت ہے دفنھا زوجھا لیلا ولم یوذن ابا بکر کہ حضرت فاطمہؓ کو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے رات کے وقت دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو خبر نہ دی۔ یہ روایت

صحیح مسلم صـ۹۱ پر بھی موجود ہے۔

۸۔ عباسی صاحب نے تحقیق مزید صـ۴۰۲ نقشہ امراء الحج میں حضرت معاویہؓ کا صرف ایک حج ۴۴ھ لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی دو روایتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک سے زائد حج کئے ہیں۔

پہلی روایت صوم عاشورہ کے سلسلہ میں ہے۔ حضرت حمید ابن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں سمعت معاویۃ ابن ابی سفیان یوم عاشورہ عام حج وھو علی المنبر۔ کہ میں نے معاویہ ابن سفیانؓ کو جس سال انہوں نے حج کیا عاشورا کے روز سنا تھا وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ انہوں نے کہا اہل مدینہ کہاں ہیں علماء تمہارے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے یہ یوم عاشورا اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض نہیں کیا جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے، میں روزہ دار ہوں۔

حضرت معاویہؓ نے یہ خطبہ حج سے واپسی پر مدینہ میں یوم عاشورا کو دیا تھا اور یہ حج ان کا آخری حج تھا جو انہوں نے ۵۱ھ میں کیا تھا۔ اور خطبہ ۵۲ھ یوم عاشورہ کو دیا تھا۔ تاریخ تقویمی شاہد ہے کہ ۵۲ھ یوم عاشورا جمعہ کا دن تھا۔

دوسری روایت حمید ابن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ ابن سفیانؓ سے سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا اس حال میں کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور ہاتھ میں بالوں کا گچھا پکڑا ہوا تھا فرمایا این علماء کم یا اھل المدینۃ۔ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ وہ منع نہیں کرتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا ہے کہ وہ یعنی عن مثل ہذا۔ وہ ایسے فعل سے منع کرتے تھے یعنی
عورتیں اپنے سروں میں دوسرے بال داخل کر لیتی ہیں۔ بنو اسرائیل اسی
لئے ہلاک ہوئے کہ ان کی عورتوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔

صحیح بخاری ص ۴۹۳ ج ۱ و ص ۸۷۸ ج ۲۔ صحیح مسلم ص ۲۰۵ ج ۲

حمید ابن عبدالرحمن کی اس روایت کو سعید ابن المسیب نے بھی روایت کیا اور
اس میں تصریح ہے قدم معاویۃ ابن سفیان المدینۃ اخر قدمۃ قدمہا
فخطبنا الخ یعنی حضرت معاویہؓ جب اپنے آخری سفر حج کے لئے آئے تو انھوں
نے خطبہ دیا۔ پھر وہی مضمون ہے جو حمید ابن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری ص ۴۹۶ و ص ۸۷۹ و صحیح مسلم ص ۲۰۵ ج ۲

اخر قدمۃ قدمہا (للحج) سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ نے ایک سے
زائد حج کئے جیسا کہ ہم نے (امارت حج اور یزید) کے عنوان کے تحت ثابت کیا
ہے کہ حضرت معاویہؓ نے تین حج کئے ہیں۔ ۴۴ھ و ۵۰ھ و ۵۱ھ۔

عباسی صاحب صحیح بخاری کی متذکرہ بالا روایات کو نظر انداز کر گئے۔

۹۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں جیسا کہ وضعی روایتوں میں ایک بیٹی کے بچوں
کو گود میں اٹھائے کاندھے پر چڑھائے پھرنے کی غلط بیانیاں کی گئی ہیں۔

تحقیق مزید ص ۹۹۔

قارئین کرام کو شاید معلوم ہو کہ عباسی صاحب جنہیں غلط بیانیاں کہہ رہے
کہہ رہے ہیں وہ صحیحین کی روایتیں ہیں۔ بغض اہل بیت میں عباسی صاحب نے
صحیحین کی متعدد روایات کو بیک جنبش قلم مردود و مجروح قرار دیا ہے۔

وہ روایات درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ عن نافع عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ — نافع حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں

عانق النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن رضی اللہ عنہ

کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو گلے لگایا۔

صحیح بخاری ص۵۳ و ص۲۸۵ مفصلاً و صحیح مسلم ص۲۸۲

۲۔ عن البراء ابن عازب رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحسن ابن علی علی عاتق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

براء ابن عازب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے کندھے پر ہیں۔

صحیح بخاری ص۵۳ و صحیح مسلم ص۲۸۲ دو روایتیں

۳۔ عن اسامۃ ابن زید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذہ والحسن ابن علی الخ

اسامہؓ ابن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حسنؓ کو اٹھا لیتے تھے۔

صحیح بخاری ص۵۲۹ و ص۵۳۰ و ص۸۸۸

۴۔ حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اپنے ایک طرف حضرت حسن کو بٹھلایا اور کبھی قوم کی طرف دیکھتے فرمایا۔ ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین الفئتین من المسلمین کہ میرا یہ بیٹا سید ہے شاید کہ اللہ تعالےٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اصلاح کردے۔ صحیح بخاری ص۵۳۰ و ص۳۷۲ و ص۵۱۲ و ص۱۰۵۳

لیکن یہ روایت عباسی صاحب کو گوارہ ہے کیونکہ ان کیلئے مفید مطلب ہے

۵۔ ایاس عن ابیہ لقد قدت نبی اللہ والحسن والحسین بغلتہ الشھباء حتی ادخلھم حجرۃ

ایاس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شہبا خچر نے جب کہ آپ حسنؓ اور حسینؓ اس پر سوار

النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھذا قدامہ وھذا اخلفہ۔ صحیح مسلم ص۲۰۳	بڑی ہی دراز مسافت طے کی یہاں تک کہ انھیں حجرہ کے اندر داخل کر دیا ہذا یعنی ایک بچہ آگے تھا اور ہذا یعنی دوسرا آپ کے پیچھے تھا۔

صحیح مسلم کے صفحہ ہذا پر کچھ اور روائتیں بھی ہیں۔

۱۰۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں: حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین، طائف، تبوک میں پہلو بہ پہلو رہے تھے۔ (طبقات ابن سعد) آنحضرتؐ نے جس طرح حضرت عباسؓ اور دوسرے مہاجرین کو مال غنیمت میں حصہ دیا حضرت معاویہؓ اور ان کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو بھی عطا کیا۔ یہ ان کے مہاجر ہونے کا ثبوت ہے۔ طلقاء و مسلمۃ الفتح کے طعنے۔ بعد کے زمانے میں وضع ہوئے مؤلفۃ القلوب بھی انہیں کہا گیا۔ تحقیق مزید ص۲۴۲

اس مضمون کو طول دے کر عباسی صاحب نے اس سے تحقیق مزید اور تبصرہ محمودی کے بہت سے صفحات کی شکم پری کی ہے۔

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مضمون نے صحیح بخاری و مسلم کے متعدد صفحات کو بالکل لغو اور بے کار قرار دے دیا پس عباسی صاحب کے اس بیان سے متفق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی اصلی غرض صحیح بخاری و صحیح مسلم سے لوگوں کا اعتماد اٹھا دینا ہو، ایک سنی کے لئے تو شاید یہ ناممکن ہو۔

صحیحین کی وہ روایات جن میں "تالیف القلوب" کی بنا پر حصہ دینے کا تذکرہ ہے اور ان پر "طلقاء" کا لفظ بھی بولا گیا ہے وہ روایات صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن زید ابن عاصم، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت نافع اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان میں مندرجہ ذیل الفاظ کی صراحت ہے۔

۱۔ لما افاء اللہ علیٰ رسولہ یوم حنین قسم فی الناس فی المؤلفۃ قلوبھم	کہ جب آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے حنین کے دن مال غنیمت عطا فرمایا تو آنحضورؐ نے مؤلفۃ القلوب میں تقسیم فرما دیا۔
۲۔ فانی اعطی رجالاً حدیثی عھد بکفرھم اتألفھم	میں نومسلموں کو عطا کر کے ان کی تالیفِ قلب کرتا ہوں۔
۳۔ فاعطی الطلقاء والمھاجرین ولم یعط الانصار شیئاً۔	پس آنحضورؐ نے طلقاء اور مہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔
۴۔ فقال ان قریشاً حدیث عھد بجاھلیۃ	پس آپ نے فرمایا۔ قریشی نومسلم ہیں۔
۵۔ انی اعطی قوماً اخاف ظلعھم وجزعھم۔	میں عطا کرتا ہوں ایسی قوم کو کہ میں ان سے اندیشہ کرتا ہوں حرص اور بے صبری کا
۶۔ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ الاف من الطلقاء۔	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار طلقاء تھے

بلکہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک مستقل عنوان رکھا ہے "باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم ص۴۴۴"

مندرجہ بالا روایات صحیح بخاری ص۴۴۴ تا ص۴۴۶ و ص۶۲۰ تا ص۶۲۱ و ص۱۲۵ اور ص۱۲۶ میں مذکور ہیں۔ یہ روایات صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں ص۳۳۸ و ص۳۳۹ و ص۳۴۰۔

۱۱۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ تبصرہ محمودی حصہ اول بحوالہ مقدمہ ابن خلدون، کہ ابوسعید الخدریؓ جن سے صحیح بخاری کی روایت ہے اپنی غیر جانبداری پر قائم رہے تبصرہ محمودی ج۱ ص۱۲۶

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ صحیحین کی متعدد روایات کے خلاف ہے، ملاحظہ ہو:

۱. حضرت ابو سعید الخدری رضؓ نے خوارج کے متعلق وہ معروف حدیث بیان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان دو فرقوں میں ہو جائیں گے تب کچھ لوگ دین میں سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور ان کا نشان یہ ہوگا کہ ان میں سے ایک سیاہ رنگ کا مرد ہوگا، جس کا ایک بازو شل پستان زن ہوگا تو جو انہیں قتل کرے گا وہ اولیٰ بالحق ہوگا۔ یہ روایت مکمل بیان کرنے کے بعد حضرت ابو سعید الخدری رضؓ فرماتے ہیں:-

فاشهد انی سمعت هذا الحدیث	میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث
من رسول الله صلی الله علیه وسلم	حضور سے خود سنی اور گواہی دیتا ہوں
واشهد ان علی ابن ابی طالب	کہ ان سے حضرت علی رضؓ نے قتال کیا تھا
قاتلهم وانا معه	اور میں ان کے ساتھ تھا۔

جس نے بیعت نہیں کی اور آخر وقت تک غیر جانب داری پر مستقیم رہا وہ حضرت علی رضؓ کی معیت پر قسم کھا رہا ہے۔

یہ روایت صحیح بخاری میں صـ ۴۷۱ و صـ ۵۰۹ تا صـ ۵۱۱ و صـ ۶۲۳ و صـ ۷۵۶ و صـ ۹۱۰ صـ ۱۰۲۴ و صـ ۱۱۰۵ و صـ ۱۱۲۸ میں مذکور ہیں۔

یہ روایت صحیح مسلم صـ ۳۴۰ تا صـ ۳۴۲ میں حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت علی رضؓ دونوں سے مروی ہے

۱۲. عباسی صاحب فرماتے ہیں آج صدیاں گزر جانے کے بعد مودودی صاحب کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور امیر المومنین یزید کے خاندان الگ نظر آتے ہیں لیکن اس زمانہ میں ہاشمی اور اموی تو کیا پورا قبیلہ قریش ہی ایک واحدہ تھا۔ تبصرہ محمودی صـ ۱۳۶

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ صحیح بخاری کی روایات کے خلاف ہے۔

۱۔ عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰہ عنہ قال مشیت انا وعثمان ابن عفان الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ اعطیت بنی مطلب من خمس خیبر وترکتنا ونحن بمنزلۃ واحدۃ منک فقال انما بنو ھاشم وبنو المطلب شیئٌ واحد ولم یقسم النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم لبنی عبد الشمس وبنی نوفل شیئاً۔

حضرت جبیرؓ ابن مطعم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اور عثمانؓ رسول اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللّٰہ آپ نے خمس خیبر میں سے بنی عبد المطلب کو حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم آپ سے قرابت میں ہم رتبہ ہیں پس آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنی مطلب شے واحد ہیں اور آنحضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم خمس میں بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو حصہ نہیں عطا کیا۔

صحیح بخاری صہ ۴۴۴ و صہ ۴۹۷ و صہ ۶۰۷

اس روایت سے ثابت ہے کہ بنی ہاشم کے شرف اور قرابت کے سبھی مقر تھے مگر بنی المطلب کے اعطاء پر سوال کیا کہ بنی عبد الشمس اور بنی نوفل دونوں آپؐ سے وہی قرابت رکھتے ہیں جو بنی مطلب رکھتے ہیں تو پھر ذوی القربیٰ کے حصے میں بنی مطلب کو عطا کیا ہے اور بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو کیوں نہیں عطا کیا۔ فرمایا حالانکہ "نحن بمنزلۃ واحدۃ" آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ایک واحدہ ہیں اور حضورؐ نے بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو ان کے بمنزلہ نہیں قرار دیا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ سے مروی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اراد قدوم مکۃ منزلنا غدًا ان شاء اللہ بخیف بنی کنانۃ حیث تقاسموا علی الکفر وفی روایۃ ان قریشا وکنانۃ تحالفت علی بنی ہاشم وبنو المطلب ان لا ینکحوھم ولا یبایعوھم حتی یسلموا الیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ قدوم مکہ کا ارادہ کیا کہ کل ہماری منزل ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ ہوگی جہاں انھوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ قریش اور کنانہ، بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف قسمیں کھا کر معاہدہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ معاملات بیع وشرا ونکاح وغیرہ نہ کرینگے یہانتک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کردیں۔

صحیح بخاری ص۲۱۶ و ص۵۳۹ و ص۶۱۲ و ص۱۱۱۴

۱۳۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سابقون سے نہ تھے (تبصرہ محمودی حصہ اول

تبصرہ محمودی حصہ اول ص۳۳ و ص۳۴

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ روایت بخاری کے متعارض ہے اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو بخاری کی روایت لغو قرار پاتی ہے۔ وہ روایت یہ ہے "باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان. وفیہ مقتل عمر بن الخطاب" ایک طویل روایت ہے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت ان کی وصیت اور شوریٰ اور حضرت عثمان ذی النورین پر امت کے اتفاق پر اجماع مذکور ہے، اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں کے لئے سابقیت کی گواہی موجود ہے۔

جاء الناس فجعلوا یثنون علیہ وجاء رجل شاب فقال ابشر یا امیر المومنین ببشری اللہ لک من صحبۃ

لوگ آئے اور اس پر ثنا کہنے لگے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور جوان مرد آیا اسنے کہا کہا اے امیر المومنین تجھے بشارت ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وقدم فی الاسلام ما قد علمت
ثم ولیت فعدلت ثم شھادۃ
(الی ان قال) فاخذ بید احد
ھما (ای علی) فقال لک قرابۃ
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والقدم فی الاسلام ما قد علمت
فاللہ علیک لئن امرتک لتعدلن
ولئن امرت عثمان لتسمعن
ولتطیعن ثم خلا بالآخر فقال
لہ مثل ذالک فلما اخذ المیثاق
قال ارفع یدک یا عثمان۔
فبایعہ فبایع لہ علیؓ
وولج اھل الدار فبایعوہ۔

صحیح بخاری ص۵۲۳ تا ص۵۲۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
قدم فی الاسلام کا عالی مرتبہ تجھے
نصیب ہوا جو تجھے معلوم ہے پھر تو والی بنایا
گیا تو عدل کیا پھر شہادت نصیب ہوئی
(یہ طویل روایت ہے جہاں تک) کہ عبدالرحمٰن
ابن عوف نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور
کہا کہ تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
سے قرابت ہے قدم فی الاسلام کا مرتبہ
حاصل ہے پس اللہ گواہ ہے اگر میں تجھے
امیر بناؤں تو ضرور عدل کرنا اور اگر میں
عثمانؓ کو امیر بناؤں تو ضرور اطاعت کرنا
پھر دوسرے (یعنی حضرت عثمانؓ) سے خلوت
کی پس اسے بھی ایسے ہی کہا۔ جب عہد
لے لیا تو کہا ہاتھ اٹھا اے عثمانؓ پھر علیؓ
نے اسکی بیعت کی پھر اہل الدار داخل
ہوئے اور حضرت عثمان کی بیعت کی۔

اس روایت میں ایک رجل شاب یعنی حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں "قدم فی الاسلام" کی شہادت دی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے حق میں "قدم فی الاسلام" کی شہادت دی ہے سابقیت کی بہ نسبت "قدم فی الاسلام" میں زیادہ علوّ ہے۔ "السابقون الاولون" صحابہ کی کثیر جماعت ہے مگر "قدمٌ فی الاسلام" کے الفاظ قلیل صحابہؓ کے حق میں

وارد ہیں، لیکن عباسی صاحب بغض علیؓ میں اور کچھ نہ کر سکے تو ان کی سابقیت اور خلافت کا انکار کیا اور ان کے فضائل مرویہ کو گھٹانے کی کوشش کی

۱۴- عباسی صاحب تحقیق مزید ص ۲۰۸، ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں: آپؐ نے فرمایا کل اس شخص کو جھنڈا عطا کیا جائیگا جو اللہ اور اسکے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکے رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ صبح کو جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا ہوا۔ اس روایت میں یہ فقرہ قابل لحاظ ہے کہ "فتطاول لها ابو بکر و عمر فدعا علیاً علیہ السلام" تحقیق مزید ص ۲۰۹

عباسی صاحب نے اس روایت کو طبری کے حوالے سے پیش کرکے اس کی تکذیب وتغلیط کی ہے۔ مگر یہ روایت صحیح مسلم میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے، گویا عباسی صاحب نے طبری کی آڑ لے کر صحیحین کی روایتوں کو مجروح اور موضوع کہہ دیا ہے ان روایتوں کے الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:-

۱- عن سعد بن ابی وقاصؓ یقول یوم خیبر لاعطین الرایة رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله قال فتطاولنا لها قال ادعوا علیا

صحیح مسلم ص ۲۷۸ ج ۲

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا تھا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے محبوب رکھتے ہیں حضرت سعد فرماتے ہیں ہم سب نے اسکے لئے گردنیں لمبی کیں آپؐ نے فرمایا ادعو علیا علی کو بلاؤ۔ الخ

۲- عن ابی ہریرةؓ قال عمرؓ بن الخطاب ما احببت الامارة الا یومئذ قال فتساورت لها رجاءً

ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے کبھی امارت کو محبوب نہیں جانا، مگر اس روز فرمایا پس میں نے سر اٹھایا اس امید

ان ادعیٰ لها فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیا فاعطاه ایاها۔ صحیح مسلم ص۲۷۹ ج۲

یہ کہ شاید میں بلایا جاؤں پس حضورؐ نے علیؓ کو بلایا اور اسے رایہ عطا فرمایا۔

۳۔ عن سهل بن سعد فبات الناس یدوکون لیلتهم ایهم یعطاها قال فلما اصبح الناس غدوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم کلهم یرجوان یعطاها۔

حضرت سہل ابن سعد سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوری رات گذار دی کہ صبح کسے رایہ عطا ہوگا۔ جب صبح ہوئی تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک عطاء رایہ کی امید رکھتا تھا۔

صحیح بخاری ص۱۳ ج۱، ص۴۲۲ ج۱، ص۵۲۵ ج۱، ص۶۰۵ ج۲۔ صحیح مسلم ص۲۷۸ ج۲

۴۔ یہ روایت سلمہ ابن الاکوع سے بھی مروی ہے۔ صحیح بخاری ص۵۲۵ ج۱۔ صحیح مسلم ص۲۷۹ ج۲

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کل رایہ اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول کو محبوب سمجھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے محبوب جانتے ہیں اور اسکے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ تو ہر صحابی کی آرزو اک عقلی بات ہے۔ کون نہیں چاہتا کہ اللہ اور اس کا رسول اسے محبوب سمجھے اور اس صحابی کیلئے کتنی بڑی سعادت ہے کہ لسانِ نبوت سے اسے محبوب اللہ اور محبوب الرسول ہونیکی بشارت دی جاتی ہے۔ صحابہ کی پاکیزہ جماعت میں رشک تو ہو سکتا ہے، مگر حسد کا تصور بھی ناممکن ہے۔ اسلئے صحابہ نے حضرت علیؓ کو محبوب جانا، اسلئے کہ وہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے محبوب تھے۔ مگر جن کے قلوب میں حسد بغض اور عناد ہو ان کے دلوں کی سوزش وقتاً فوقتاً بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ عباسی صاحب کی طرز تحریر سے ظاہر ہے۔ قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔

۱۵۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ وضاعین نے حضرت ام سلمہؓ کا نام متعدد وضعی روایتوں اور حدیثوں میں بار بار لیا ہے مثلاً "خروج مہدی" اور "کسا" کی موضوعات

تحقیق مزید ص ۹۶

کسا کی روایت صحیح مسلم کی ہے جسے عباسی صاحب موضوع قرار دے رہے ہیں۔ دیکھو صحیح مسلم ص ۲۸۳ ج ۲۔

اس روایت کے متعلق امام ابن تیمیہؒ ارشاد فرماتے ہیں :۔ حدیث کسا صحیح ہے

اما حدیث الکسا فصحیحۃ رواہ احمد والترمذی من حدیث ام سلمۃ ورواہ المسلم من حدیث عائشۃؓ۔	اس روایت کو ام سلمہؓ سے احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کیا ہے

۱۶۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ آیت مباہلہ میں آنحضورؐ کا حسنینؓ وغیرہ کو ساتھ لے جانا شیعہ کی وضعی روایتوں میں سے ہے۔ تحقیق خلافت معاویہ و یزید ص ۳۵ ج مؤلف

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ مسلم کی ایک روایت کے انکار پر مبنی ہے جو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے مروی ہے۔ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا و فاطمہ وحسنا وحسینا الخ صحیح مسلم ص ۲۷۸ ج ۲

۱۷۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں محمد بن مسلمہؓ نے ہی قلعہ قموص کے یہودی پہلوان کو قتل کیا تھا۔ تحقیق مزید ص ۲۰۷

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ صحیح مسلم کی روایت کے برخلاف ہے۔
دیکھئے صحیح مسلم ص ۱۱۵ ج ۲۔

صحیح مسلم کی یہ طویل روایت جو اڑھائی صفحات میں لکھی ہوئی ہے اس میں اس امر کی صراحت ہے کہ مرحب یہودی پہلوان کے قاتل حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں

فضرب راس مرحب فقتلہ ثم قال الفتح علی یدیہ

پس حضرت علیؓ نے مرحب کے سر پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ قتل کر دیا تو فتح انہی کے ہاتھوں ہوئی۔

۱۸۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں، کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ تو اس وقت بوقت ولیعہدیٔ یزید بقید حیات نہ تھے۔ خلافت معاویہ یزید ص۴۲ تبصرہ محمودی ص۲۳۱

عباسی صاحب کے اس دعویٰ سے صحیح بخاری کی یہ روایت لغو قرار دیا جاتی ہے جس میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کے دورانِ خطبہ بول اٹھنے کا تذکرہ ہے۔

کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویۃ لکی یبایع لہ بعد ابیہ فقال عبدالرحمٰن ابن ابی بکر شیئاً الی آخر الحدیث

صحیح بخاری ص۷۱۵

مروان حضرت معاویہؓ کیطرف سے حجاز کا عامل تھا پس اس نے خطبہ دیا اور یزید ابن معاویہ کا تذکرہ کیا تا کہ اس کی بعیت کی جائے پس عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ بول اٹھے۔

لطیفہ ۸۸: ۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ایک بھی شخص بدعقیدہ یا شیعہ خیالات کا نہیں سب بلند پایہ ہیں۔

تبصرہ محمودی ص۲۱۷

لیکن یہ پھر بھی وضعی ہے کہ یہ ولایتِ عہد یزید کے سلسلے میں وارد ہے اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ اسوقت بقید حیات نہ تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اس روایت کے بارہ میں عباسی صاحب نے بہت ہی مخبوط الحواسی کا ثبوت دیا ہے۔

دیکھو اسی کتاب کا ص۶۷۸

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث "تقتلک الفئۃ الباغیۃ" کہ اے عمارؓ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی لیکن وہ صفین میں قتل نہیں کئے گئے۔ وہ اس سے پہلے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر میں تحقیق احوال کے لئے بھیجا تھا وہیں انھیں باغیوں نے شہید کر دیا۔ تبصرہ محمودی ص۱۱۸

عباسی صاحب نے اس تحریر سے بخاری کی دو روایتوں کو وضعی اور لغو قرار دیا ہے۔

صحیح بخاری کی روایات میں تصریح ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو حضرت علی المرتضےٰ رضؓ نے بموقع جنگِ جمل کوفہ میں از برائے طلب اعانت مع حسن ابن علی روانہ کیا تھا۔

لما بعث علی عمارا والحسن الی الکوفۃ خطب عمار فقال انھا لزوجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا والاٰخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم۔

حضرت عمارؓ نے کوفہ میں خطبہ دیا اور فرمایا بے شک حضرت عائشہؓ ام المومنین دنیا اور آخرت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے تم کو

حضرت عمارؓ ابن یاسر کی یہ روایت صحیح بخاری ص۵۳۲ و ص۱۰۵۲ میں موجود ہے۔

حضرت شقیقؓ ابن سلمہ سے اس موقعہ پر حضرت عمارؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کے مذاکرات کی دو روایتیں ص۱۰۵۲ پر مذکور ہیں۔

۲۰۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں: منافقین نے اس روایت کو بہت شہرت دی ہے کہ فتح مکہ کے زمانے میں حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ کے فرمانے پر انہیں ایسی جگہ کھڑا کیا، تاکہ لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھیں اور اسلام لائیں۔

یہ روایت پوری تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری ص ۶۱۳ ج ۲ میں مذکور ہے اور عباسی صاحب نے بڑی دیدہ دلیری سے اسکے راویوں کو منافقین کہہ کر اسے رد کر دیا ہے۔

۲۱۔ عباسی صاحب "راس الحسین" کے عنوان سے خلافت معاویہ و یزید میں تقریباً ص ۳۱۷ تا ص ۳۶۸ صفحات کالے کر ڈالے کہ سر کٹوانے اور سر کٹوا کر مشتہر کرانیکی روایات باطل اور لغو ہیں ص ۳۱۷ تا ص ۳۶۸

حالانکہ اس سلسلہ میں صحیح روایات موجود ہیں۔

اور صحیح بخاری کی روایت ص ۵۳ پہ درج ہے کہ "راس حسین بن علیؓ" کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں لائے جانے میں البتہ علماء نے اختلاف کیا ہے مگر سر کا کاٹا جانا اور عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں کوفہ لایا جانا تو صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ وہ روایت یہ ہے :-

عن انس بن مالك قال اتی عبید اللہ بن زیاد براس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنه شیئا فقال انس كان اشبههم برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وكان مخضوبا بالوسمة

صحیح بخاری ص ۵۳۰ ج ۱ ۲ سطر

حضرت انسؓ ابن مالک فرماتے ہیں حضرت حسینؓ کا سر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لایا گیا پس اسے ایک طشتری میں پیش کیا گیا اور عبید اللہ شروع ہو گیا اور اس سر کو چوک دیتا اور اسکے حسن کے بارے میں کچھ کہتا حضرت انس نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہے اور وہ سر وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا۔

۲۲۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ فلاں گھرانا اپنی اہمیت کے اعتبار سے اور دل سے

جدا یا افضل تھا۔ تبصرہ محمودی ص۱۳۷ ج ۲

مقصود یہ ہے کہ بنو ہاشم کو دوسرے گھرانوں سے افضلیت نہیں ہے۔

عباسی صاحب کا یہ دعویٰ صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل روایت کے خلاف ہے:۔

عن واثلة ابن اسقع یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله اصطفیٰ کنانة من اولاد اسماعیل علیه السلام واصطفیٰ قریشا من کنانة واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم۔ صحیح مسلم ص۲۴۵ ج ۲

حضرت واثلہ ابن اسقع سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو مصطفیٰ فرمایا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو۔

۲۳ عباسی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کے سولی پر لٹکائے جانے کی روایت سنداً و متناً مجروح ہے۔ تبصرہ محمودی ص۱۸۰

مسلم کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے سولی لٹکائے جانیکا مفصل تذکرہ ہے۔ صحیح مسلم جلد ثانی ص۳۱۲

جملہ روایات کے استقصاء سے معلوم ہوا کہ عباسی صاحب نے اپنی کتابوں میں صحیحین کے ایک معتدبہ حصہ کو لغو اور بیکار ثابت کر دیا ہے۔ لیکن آپ نہ سمجھیں کہ چلو زکوٰۃ نکل گئی اور بقیہ مواد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا خالص اور پاک ہے کیونکہ عباسی صاحب نے ان روایتوں کے راویوں کو جب وضاع، کذاب، مفتری مبتدع اور منافق کہا ہے، تو ان منافقین، مبتدعین، کذابین اور وضاعین کی روایتیں جہاں کہیں مروی ہوں گی۔ وہ بہرحال موضوع اور ناقابل اعتماد ہوں گی

کاش عباسی صاحب ذرا اور جرأت سے کام لیتے اور ان وضاعین اور

کذابین کے ناموں کی بھی نشاندہی کر دیتے تو ہم پوری طرح ان کا تعاقب کرسکتے۔

رواۃ پر جرح

صحیحین کی جن روایتوں کو عباسی صاحب نے وضعی کہا ہے اور رواۃ کو وضاعین کذابین، مبتدعین کے القاب دیکر خبث باطنی کا اظہار کیا ہے کاش وہ ذرا اور جسارت کرتے اور ان راویوں کے اسماء کی نشاندہی کر دیتے تو ہم بتاتے کہ عباسی صاحب نے ان راویوں پہ جرح کر کے صحیح بخاری کی کتنی روایتوں کو مجروح اور بے وقار کر دیا ہے۔

عباسی صاحب ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "خود شاہ صاحب نے اس جھوٹی روایت کو قیس ابن ابی حازم المتوفی سنہ ۹۸ھ کی سند سے نقل کیا ہے جسے یحییٰ بن سعید نے منکر الحدیث بتایا ہے۔

قیس بن حازم نہیں، قیس بن ابی حازم ہیں۔ یہ نہایت ثقہ راوی ہیں، بلکہ انکے متعلق لکھا ہے۔ "کاد ان یکون صحابیاً" وہ صحابیؓ ہونیکے قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بزرگ مدینہ طیبہ اس وقت پہنچے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے۔ جسدِ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے ان کی شان عام مخضرمین کی نسبت سے زائد ہے۔ محدثین کرام نے ایسے شخص کا مستقل نام نہیں لکھا اور اگر حضورؐ کی زیارت بحالتِ ایمان سے انسان صحابی ہوسکتا ہے تو عین ممکن ہے، کہ یہ بھی درجہ صحابیت کو پہنچ گیا ہو گا اسوقت چونکہ حضورؐ حیات نہیں تھے اور ابھی دفن بھی نہیں ہوئے تھے کہ زیارت ہوئی مگر بعد الموت تو صحابیت کے بارہ میں فیصلہ نہ ہو سکا۔

عباسی صاحب کے شاگرد رشید نے کسر پوری کر دی

عزیز احمد صاحب صدیقی جو عباسی صاحب کے تلمیذ اور رفیق کار ہیں اور ان کے مشن کی تکمیل کے لئے کمربستہ ہوئے انہوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ یعنی انہوں نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بہت سی روایتوں کی نشاندہی کی ہے کہ یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ افتراء محض ہیں اور اسلام کے خلاف ایک سازش کے تحت گھڑی گئی ہیں۔ ہم اس جگہ صرف صحیح بخاری کی روایات درج کریں گے۔ بقیہ کتب کا تذکرہ طوالت کا موجب ہو گا:۔

۱۔ عزیز احمد صاحب ارمغان عجم ص ۱۸۹ پر (عجمی روایت) کے عنوان سے حدیث معراج کو ذکر کر کے تین صفحات میں اس پر جرح کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حدیث معراج امام بخاری نے اسلام کے خلاف عجمی سازش کے تحت وضع کی ہے۔

۲۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

اس قول فیصل کی موجودگی میں جو قرآنی حوالوں کے ساتھ ہے، بخاری کی وہ تمام روایتیں جو معراج جسمانی، حیات قبر، غیب دانی، منتر اور معجزوں یا دیگر غیر المعقول باتوں سے متعلق ہیں لایعنی ثابت ہو جاتی ہیں، پھر ان پر ایمان لانے کا جواز کیا ہے؟ سیدہ خدیجہؓ ص ۱

اصحاب علم کے لئے یہ امر مخفی نہیں کہ عزیز احمد صاحب کی اس تحریر سے صحیح بخاری کے کتنے ابواب لغو اور بیکار ہو جاتے ہیں۔

۳۔ عزیز احمد صاحب ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "بخاری نے ان کی عمر شادی کے وقت ۹ سال بتائی ہے جو جھوٹ ہے۔" سیدہ خدیجہ ص ۵

روایات بخاری پر اس سے پہلے بھی بعض منکرین احادیث نے طبع آزمائی فرمائی ہے، مگر عزیز احمد نے جھوٹ کی نسبت امام بخاری کی طرف کرکے گویا پوری صحیح بخاری کو ناقابل اعتبار قرار دے دیا ہے۔ اس کے بعد اسکی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم تفصیل سے ان روایات کی نشاندہی کریں جنہیں عزیز صاحب نے غلط اور جھوٹ قرار دیا ہے، مگر تاہم برائے افادہ عام و اطمینان قارئین کرام بالاختصار چند حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں :۔

۴۔ سیدہ خدیجہ کے ص۵۰ پر ہی عزیز احمد صاحب صحیح بخاری کی ایک اور حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں مرد کی طریقہ طہارت کا درج ہے

۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے نکاح کے سلسلے میں بخاری ص۴۳ ج ۳ کتاب النکاح کے حوالہ سے ایک دوسری روایت پر نہایت مذموم درپیم طرز سے جرح کی ہے ۔ سیدہ خدیجہ ص۶۶

۶۔ سیدہ خدیجہ ص۶۷ پر صحیح بخاری کی دو اور روائتیں درج کرکے جرح کی ہے ۔ ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں (معاذاللہ صبح باشتہ کے وقت خلوت کی اور بچی ڈر گئی) بخاری جلد ۳ کتاب النکاح ص۶۴

دوسری روایت جس میں ذکر ہے کہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دیدی تھی اسکے بارہ میں عزیز صاحب فرماتے ہیں :۔

حالانکہ اسوقت حضورؐ کے گھر سیدہ سودہ کے علاوہ کوئی زوجہ نہ تھی۔ الخ سنہ ۲ھ میں ان کی وفات ہو گئی ۔

بخاری صاحب کی بلا سے کہ حضورؐ کی سیرت داغدار ہو یا اسلام رسوا ہو مگر مسلمان بخاری صاحب کو مفتری نہیں کہیں گے نہ ان کی روایات کو بہتان و اتہام تسلیم کریں گے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان وافتراء کفر ہے بخاری مفتری ٹھہرے اور تمام مسلمان جو آج تک صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانتے رہے وہ کافر اور جاہل ٹھہرے لیکن عزیز احمد صاحب کا قول حرف قرآن کی کیطرح حجت ہے۔ اگرچہ اس پر کوئی حوالہ نہ ہو۔ مثلاً حضرت سودہ ۲۳ھ میں فوت ہوگئیں۔ اس پر عزیز صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

۷۔ سیدہ خدیجہ کے ص۶۹ پر عزیز صاحب رقمطراز ہیں کہ بخاری صاحب نے سیدہ عائشہ صدیقہ پر جو بہتان باندھے ہیں ان کے جواب کے لئے کئی کتابیں درکار ہیں۔ یہاں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ پھر تجرید بخاری غلام علی ص۴۲ کے حوالہ سے صحیح بخاری کی ایک روایت پیش کرکے جو ام المومنین عائشہ صدیقہ سے غسل کے بارہ میں مروی ہے اس پر جرح کی ہے۔

۸۔ عزیز صاحب "سیدہ خدیجہ" کے ص۷۶ پر لکھتے ہیں :۔

دشمنان اسلام نے . . . سیدنا ابوسفیان کا مدینہ منورہ آنا اور حضور کے پاس ٹھہرنا بھی ایک مذاق بنا دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان تشریف لائے تو ان کی بیٹی ام حبیبہ نے حضور کا بستر الٹ دیا کہ آپ کافر ہیں رسول اللہ کے پاک بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہیں . . . . . آپ نے ابوطالب اور حضرت عباس کو نجس نہ سمجھا۔ حضرت عباس نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ جبکہ ابوسفیان ان سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ ملخص

اس عبارت میں عزیز صاحب نے صحیح بخاری ص۶۱۳ باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح کی طویل روایت کی تضعیف کی ہے جس میں حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے کا تذکرہ ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ کو فرمایا کہ احبس ابا سفیان عند حطم الخیل حتی ینظر الی المسلمین فحبسہ العباس الخ ابوسفیان کو حطیم الخیل کے پاس روک لے یہاں تک کہ

مسلمانوں کو دیکھے یعنی عظمت المسلمین کا نظارہ کرنے پس حضرت عباس نے اسے روک لیا۔ لیکن عزیز صاحب بڑی تحدی سے مدعی ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضؓ حضرت عباس رضؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

۵۔ عزیز صاحب سیدہ خدیجہ کے صـ۸۳ پر حضرت صفیہ کے نکاح کے سلسلے میں لکھتے ہیں: اب تیسری صدی ہجری میں بخاری صاحب کی رنگ آمیزی ملاحظہ فرمائیے پھر صحیح بخاری کی چار روایتوں کی نشاندہی فرما کر طبع آزمائی فرمائی۔

۱۰۔ سیدہ خدیجہ کے صـ۹۴ پر عزیز صاحب رویۃ باری کے سلسلے میں صحیح بخاری کی دو روایتوں پر ان الفاظ میں جرح کی ہے کہ یہ دین زرتشتی کی صدائے بازگشت ہے جو ہمارے عجمی محدثین نے روایتوں کے ذریعے سے اسلام میں داخل کر دی ہے۔ مذکورۃ الصدر مثالیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں، ورنہ دونوں کتابیں سیدہ خدیجہ وارمغان عجم ایسے مواد سے بھری پڑی ہیں۔ جب صحیح بخاری ناقابل اعتبار ٹھہری تو بقیہ کتب احادیث کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ عزیز صاحب کے نزدیک تمام کتب حدیث عجمی سازش کے تحت مرتب کی گئی ہیں، احادیث صحیحہ کا مجموعہ صرف موطا امام مالک ہے۔ ارمغان عجم صـ۱۸۷ سیدہ خدیجہ صـ۹۲

عزیز احمد صدیقی کی یہ سعی نامشکور حدیث رسول سے اعتماد اٹھانے کی ایک زبردست مہم ہے جو مستشرقین کے ایماء سے چلائی گئی ہے اور صحیح بخاری کو عجمی ماخذ اور موطا امام مالک کو عربی ماخذ قرار دینے کی تفریق بھی ایک فریب اور دھوکہ ہے۔ ورنہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی وہ روایات جن پر صدیقی صاحب نے جرح کی ہے ان میں سے بعض موطا امام مالک میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً عذاب قبر کی روایات موطا امام مالک میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے باب النہی عن البکاء ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں:-

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم لیبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پہ رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے ۔ نیز دیکھئے باب مایقول المصلی علی الجنازہ
حضرت سعید المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے ایک بچے کا جنازہ پڑھا ۔ جس نے کسی خطیہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا ۔ میں نے سنا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہہ رہے تھے اللھم اعذہ من عذاب القبر ۔ اے اللہ اسے قبر کے عذاب سے بچا ۔ اور ایک روایت مسلم کی جسے عزیز صاحب نے ارمغان عجم کے ص۱۲ میں ذکر کر کے اسکی تضعیف ہی نہیں کی بلکہ اس کا مذاق بھی اڑایا ہے وہ بھی موطا امام مالک میں موجود ہے اور وہ وہی روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ ایک شب جنت البقیع میں دعا کے لئے تشریف لے گئے تھے ۔ اس روایت پر عزیز صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں طبع آزمائی کی ہے :-

> مذکورہ جملوں کو ذرا غور سے پڑھیئے مولوی صاحب نے ایک حدیث فراہم کر دی ہے جس کی رو سے آپ اس رات کو گھر چھوڑ کر قبرستان کی طرف نکل جایئے ۔ مسجد اگر گھر کے قریب ہو تو بھی وہاں نہ جایئے خدا اس رات مسجدوں سے غائب رہتا ہے اور قبرستان میں ڈیرہ ڈالتا ہے اور مردوں کا حساب کتاب کرتا ہے ، جس کے اقرباء زیادہ حلوہ پکاتے ہیں اسے زیادہ اور جس کے کم اسے کم ثواب دیتا ہے اور اسکے گناہ بھی اسی حساب سے معاف کرتا ہے ۔ رسول اللہ بھی شاید یہی تماشہ دیکھنے جنت البقیع میں گئے تھے ۔ الخ

اسی مضمون کی ایک روایت موطا امام مالک میں مذکور ہے ۔ کتاب الجنائز کی آخری سے ماقبل روایت ۔ معلوم ہوا کہ عزیز صاحب سرے سے ہی حدیث کے منکر ہیں ۔

عربی ماخذ اور عجمی ماخذ محض ایک دھوکہ ہے بلکہ ایک منصوبہ کے تحت اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کو متزلزل کرکے لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنا ہے۔

عزیز احمد صدیقی سے استفسار

راقم السطور نے عزیز احمد صاحب صدیقی سے ان کی بعض تحریرات کے بارہ میں ایک مکتوب کے ذریعے استفسار کیا ہے وہ مکتوب بعینہٖ درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من السید لعل شاہ بخاری

جناب عزیز احمد صاحب۔ بعد ماہو المسنون خلاصۃ المرام

آنجناب کی دو کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ارمغان عجم و سیدہ خدیجہ (رض) بعض چیزیں توضیح طلب ہیں ۱۔ سیدہ خدیجہ کے زیر عنوان لکھا ہے (ناصبی کٹر مسلمان بھائیوں کے لئے) آپ نے ارمغان عجم ورق اول کے اندرونی صفحہ کی پیشانی پر لکھا ہے (صرف ناصبی بھائیوں اور کٹر مسلمانوں کے لئے) نیز آپ نے ارمغان عجم ص۱۵ میں لکھا ہے کہ ہمارے ناصب اول سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپکی اس تحریر سے اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ ناصبیت کا آغاز حضرت عمر الفاروق رض سے ہوا۔ مگر آپنے ناصبیت کی تعریف نہیں کی اور یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ناصب اول کیونکر قرار پائے۔ ۲۔ آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کل چار بیویاں تھیں گیارہ کی تعداد صحیح نہیں، لیکن آپنے تعیین نہیں کی کہ وہ چار بیویاں کون کونسی تھیں۔ نیز آپنے متعدد امہات المومنین

کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔ آپ نے خاص مصلحت کے تحت ان سے نکاح کیا تھا، جب نکاح ہوگیا تو بیوی بن گئی۔ آپ ایک عورت سے نکاح کریں اور وہ زوجہ نہ بنے، یہ ایک ایسی منطق ہے جو ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

کیا آپ اسکی توضیح کی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

فقط والسلام سید لعل شاہ بخاری خطیب سنی مسجد واہ کینٹ

صدیقی صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ بلفظہٖ درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام خود اندازہ کریں کہ جواب کی سوال کے ساتھ کتنی مطابقت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز احمد صدیقی　　　محترمی ومجبی بخاری صاحب سلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

83 7-8-77　　　گرامینامہ ایسے زمانے میں آیا جب میں اپنی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے پریشان تھا۔ پھر وہ علالت انکے انتقال کا باعث ہوئی۔ اسلئے جواب نہ دے سکا۔ اب آپ کے سیکرٹری صاحب کی یاددہانی پہ وہ خطوط نکالے جو جواب طلب تھے۔

ناصبی کا لفظ ہمارے رافضی بھائی عام سنیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے علی کے تختِ خلافت پر حضرت ابوبکر کو بٹھا دیا یا نصب کر دیا اسلئے وہ ناصب ہیں اور ان کو اپنا بزرگ امام اور خلیفہ برحق ماننے والے ناصبی ہیں۔

(۲) ازواج مطہرات رضوان علیہن کے بارے میں جاہل سنیوں کا اعتقاد ہے کہ وہ نو، دس، گیارہ، بارہ تھیں۔ مگر ہماری کتب تاریخ میں ان کی تعداد تیس سے ادھر ہے۔ میں ان سب پر تبصرہ نہ کر سکا نہ کر سکتا تھا

اسلئے چند نام گنا دیئے اور باقی کو ملک یمین تبلا دیا جو حقیقت پر مبنی ہے۔ چنانچہ سیدہ صفیہ کا بیوی یا لونڈی ہونا صحابہ کرام کو بھی معلوم نہ تھا، محض پردہ کرانے سے بیوی تسلیم کر لیا یہ صنعت بخاری ہے اب رہا لونڈیوں کا معاملہ تو جب قرآن نے اجازت دی ہے تو اس میں شک کرنے کا اختیار کسے ہے، مگر لونڈی وہ نہیں ہے جسے پاکستانی بھائی شرق وسطےٰ میں لیجا کر بیچ آتے ہیں، لونڈی وہ ہے جو جنگ میں بیوہ یا یتیم ہو اور مال غنیمت میں ملے۔ والسلام عزیز

مکرر نئی کتاب اسلام کہاں ہے، بھیج رہا ہوں

چونکہ اس جواب سے بندہ کی تسلی نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ جواب سوال کے مطابق نہیں تھا اسلئے بندہ نے مزید توضیح کے لئے ایک اور خط لکھا جو بلفظہ درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من السید لعل شاہ بخاری

بعد ما ہو المسنون۔ ملفوف آنجناب کا موصول ہو کر کاشف احوال ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو دور فرما کر آپ کی تسکین کا سامان پیدا فرمائے۔ امور مسئول عنہا کا جواب تسلی بخش نہیں، بلکہ بڑی حد تک مایوسی ہوئی اسلئے کہ

(۱) آنجناب کی محولہ تحریرات سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ ناصبی ہیں، اور ناصبیوں ہی کو کٹر مسلمان تصور کرتے ہیں۔

لیکن آپ نے خط میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ رافضی یوں کہتے ہیں اور رافضیوں کی کسی کتاب کا حوالہ آپ نے پیش نہیں کیا۔

نیز بقول آنجناب کے جب عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ناصب اہل اور الصدیق الاکبر منصوب ہوئے تو صدیقی حضرات بجائے ناصبی کے منصوبی کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

(۳) ازواج مطہرات کے سلسلہ میں بندہ کا سوال یہ تھا کہ آپ کی تحقیق کے مطابق آنحضورؐ کی چار بیویاں کون کونسی تھیں، ان کی تعیین کر کے بتلائیں کہ ان کے اسماء گرامی کیا کیا ہیں، ظاہر ہے آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ امید ہے کہ اولیں فرصت میں جواب سے ممنون فرمائیں گے

فقط سید لعل شاہ بخاری

اس خط کا جو جواب صدیقی صاحب نے مرحمت فرمایا ہے من وعن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے :-

مخدومی بخاری صاحب وعلیکم بعد ما ہو المسنون

مجھے افسوس ہے میں اپنے جوابات سے آپکو مطمئن نہ سکا، مگر نادم نہیں ہوں، مولوی، مولانا، ملا، مشائخ اور متولی کو کون سمجھا سکا ہے جو میں سمجھاؤں، ان کے آگے سرسید، علامہ اقبال، علامہ مشرقی اور قائد اعظم بھی زچ ہو چکے ہیں، میں تو ایک نیم خواندہ طالب حق ہوں حقائق کو تلاش کر کے پیش کرتا ہوں، جو حق سننا پسند کرتے ہیں وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں پر قفل لگے ہیں وہ تاویلیں کرتے ہیں اور شکوک پیدا کرتے ہیں مگر ان کے شکوک فساد رفع کرنے کا میں ٹھیکیدار نہیں ہوں آپ اپنے بڑے ملا سے رجوع کر کے اپنی تسلی فرمائیں۔

والسلام عزیر صدیقی

بہت حسرتیں تھیں جو پوری نہ ہوئیں اور بڑے ارمان تھے جو قلب و جگر کی گہرائیوں میں مدفون ہو گئے۔ عزیز صاحب کی ایک قہر آلود جنبش قلم نے بیسیوں سوالات کو جو سطح دماغ پر ابھر رہے تھے مایوسی کے گھاٹ اتار دیا، حیرت سا ہے مغربی آلات تحقیق و ریسرچ سے آراستہ محقق دو ضربات کی تاب نہ لا سکا۔ اور مبہوت ہو گیا۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ میں نادم نہیں ہوں، اس سے پہلے بھی ایسے ہو گذرے ہیں جو لاجواب ہو گئے اور نادم نہ ہوئے۔ قرآن عزیز انہی کے متعلق کہتا ہے فبھت الذی کفر واللہ لایھدی القوم الظلمین عرق ندامت سے آلودہ ہونا اصحاب انابت کی باحیا جبینوں کا خاصہ ہے۔

صدیقی صاحب کا ملا اور مشائخ پر برس پڑنا بھی بے محل ہے۔ ملا و مشائخ بیچارے بھی سوچ میں پڑ جائیں گے کہ قصور وار کون منچلا ہے اور لتھاڑا کسے جا رہا ہے۔ افتھلکنا بما فعل السفھاء منا۔

پھر شاید صدیقی صاحب اس حقیقت سے غافل ہیں کہ اس دور میں کتنے مشائخ و ملا آپ کی یادہ گوئی پر تحسین کرنیوالے موجود ہیں ورنہ سرزمین پاک میں جو ملا و مشائخ ہی کی بستی ہے آنجناب کی ہرزہ سرائی پر طوفان نہ بپا ہو چکا ہوتا۔

○

وفیات میں مصلحت تقدیم و تاخیر

۱۔ حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ ۵۰ھ ہے۔ اس پر خطیب بغدادی نے اجماع نقل کیا۔ دیکھو اسی کتاب کا صفحہ ۲۶ البتہ ایک شاذ قول سنہ ۵۱ھ کا بھی ہے۔ عباسی صاحب نے سنہ ۵۱ھ کا قول کیوں اختیار کیا؟ اسلئے کہ اگر مجمع علیہ قول پر اعتماد کرتے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مجوز استخلاف یزید ہونا باطل ہو جاتا وہ اس طرح کہ عباسی صاحب کا خیال ہے کہ تحریک ولیعہدی سنہ ۵۰ھ میں بعد از معاودت قسطنطنیہ پیش آئی اور سنہ ۵۰ھ صائفہ ستمبر کے اواخر یا اکتوبر کے اول میں لوٹتا ہے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رض ان ایام میں فوت ہو چکے تھے کہ ان کی وفات شعبان یا رمضان میں ہوئی پس عباسی صاحب مضطر ہو گئے کہ انھیں ایک سال اور زندہ رکھیں۔ مختصر یہ کہ سنہ ۵۱ھ میں ان کی وفات کے مدعی ہوئے۔ پھر خیال آیا کہ شاید اس سے بھی کام نہ بنے تو یہ باطل دعوے کر دیا کہ وہ سنہ ۵۳ھ بلکہ سنہ ۵۲ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات بالاتفاق سنہ ۴۵ھ ہے البتہ قبل سے بعض نے اس سے پہلے کا تذکرہ بھی کیا ہے، لیکن عباسی صاحب بلا دلیل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۴۱ھ کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ اس پر کوئی تاریخی مرجح قول بھی نہیں تھا۔ عباسی صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اسلئے کہ کیفیت استخلاف کے بارہ میں بخاری کی ایک روایت پیش کی ہے، جس میں حضرت حفصہ رض کا بھی ذکر ہے پس اگر ان کی وفات سنہ ۴۵ھ تسلیم کر لی جائے تو تحریک ولایت عہد یزید کے قضیہ کو سنہ ۴۵ھ سے قبل تسلیم کرنا پڑتا ہے اور وہ سب کچھ رائیگاں ہو جاتا ہے جسے عباسی صاحب نے سنہ ۵۰ھ کے مفروضہ کے تحت لکھا ہے۔ پس انھوں نے مؤرخین

کی طرف سہو و خطا کی نسبت کر دی کہ مؤرخین بیچارے سنہ ۵۲ھ کے ہندسوں میں تقدم و تاخر کی وجہ سے غلطی کھا گئے اور ہندسوں کے تقدم و تاخر کی وجہ کا چکر عباسی صاحب نے اس طرح چلایا ہے کہ اس کی نظیر متنبی قادیان کے کلام سراپا ہذیان میں بھی نہیں ملتی۔ مگر افسوس حضرت مغیرہؓ کی زندگی میں ایک سال کی برکت دے کر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نو سال زیادہ عطا کر کے بھی عباسی صاحب مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کہ حبیب بن مسلمہؓ صحابی جن کی وفات سنہ ۴۲ھ ہے بہر حال قبیل ہے کہ "لم یبلغ خمسین" وہ سنہ ۵۰ھ تک نہیں پہنچے ان کا تذکرہ بھی اسی روایت میں موجود ہے۔ عباسی صاحب نے ان کی طرف التفات نہیں فرمائی، اگر انہیں بھی نو دس سال اور مہلت دے دیتے تو شاید پھر ان کے لئے صرف ایک ہی مرحلہ مشکل تھا کہ سنہ ۵۰ھ میں مروان ابن الحکم مدینہ کا عامل نہ تھا اور مسلم ہے کہ تحریک ولایت عہد مدینہ میں مروان ابن الحکم کے عہد امارت میں ہوئی۔

۳۔ حضرت ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ جمہور محدثین کے نزدیک سنہ ۵۲ھ کو فوت ہوئے بعض نے ۵۰ھ لکھا ہے اور نہایت اضعف ترین قول ۵۵ھ کا ہے۔

عباسی صاحب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر جمہور اہل التحقیق کا قول اختیار کرتے تو ان کے دو دعوے باطل ہو جاتے۔

۱۔ یزید اول جیش کا سالار نہ ہو سکتا بلکہ وہ آخر جیش فی عہد معاویہؓ کا سالار ہو جاتا اور اس طرح وہ ایک تراشیدہ پیشگوئی کا مصداق نہ ہو سکتا۔

۲۔ اسکی امارت حج کی عمارت منہدم ہو جاتی۔ کیونکہ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ جہاد قسطنطنیہ سے واپس ہو کر حج کئے اور سنہ ۵۲ھ میں واپسی پر اسکے حج کی امارت کا اثبات ناممکن ہو جاتا ہے۔

۴۔ ام المومنین ام سلمہؓ کی وفات میں اختلاف ہے بعض نے سنہ ۵۹ھ اور بعض نے

۵۹ھ اور بعض نے ۶۱ھ لکھی ہے۔ ان سے حضرت امام حسین رض کی شہادت کے متعلق کچھ روایات مروی ہیں۔ عباسی صاحب نے ۵۹ھ کا قول اس مصلحت کے تحت اختیار کیا ہے تاکہ وہ روایات باطل اور موضوع قرار دی جائیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ وضاعین نے حضرت ام سلمہ رض کا نام متعدد وضعی روایتوں میں اور حدیثوں میں بار بار لیا ہے مثلاً خروج مہدی اور کسا کی موضوعات، اسیطرح مقتل حسین کی چند روایتیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہیں (اور پھر بطور مثال حضرت ام سلمہ رض اور ابن عباس رض کے خواب اور جنوں کے نوحہ کی روایات کو پیش کیا) تحقیق مزید ص ۹۶

عباسی صاحب نے کساء کی جن روایات کو موضوعات کہا ہے وہ صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم ص ۲۸۳ اور ابن عباس رض کی روایت بھی صحیح ہے دیکھئے مجمع الزوائد ص ۱۹۴ ج ۹۔

حضرت ام سلمہ رض کی وفات ۶۱ھ سے بھی مابعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رض کے ایام میں ہوئی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت شاہد ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رح صحیح مسلم کی اسی روایت کی بنا پر ان کی وفات ایام عبداللہ ابن زبیر رض میں لکھی اور امام بخاری نے التاریخ الصغیر میں بھی وہ روایت پیش کی ہے۔

حساب میں ماہر ہیں ماشاء اللہ

۱۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ مروان ابن الحکم کی پیدائش ۲ھ ہے۔ تحقیق مزید ص ۸۶
پھر لکھتے ہیں حضرت مروان رح فتح مکہ کے موقعہ پر دس گیارہ سال کے تھے۔ تبصرہ محمودی ص ۶۳ ج ۱
۲ھ میں پیدا ہونیوالا رمضان ۸ھ کو دس گیارہ سال کا ہو جائے تو یہ عباسی صاحب کا اعجاز حساب ہی ہو سکتا ہے کہ ۸ - ۲ = ۱۰ یا ۱۱۔

یکم محرم ۱ھ کو پیدائش فرض کر لی جائے تو بھی رمضان ۸ھ کے آخر تک پونے سات سال بنتے ہیں وہ بھی علی الفرض نہ علی التحقیق۔ مگر دونوں اطراف کے کسور کو پورا پورا شمار کر کے تخمیناً و تجوزاً سات سال کہہ دیں تو گنجائش ہے۔ مگر دس گیارہ سال کا حساب تو عباسی صاحب کی ریسرچ سے صحیح ثابت ہو جائے تو ہو جائے۔ کیا ہی ماہر ہیں حساب میں۔ ماشاءاللہ

۲۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی وفات بقول عباسی صاحب ۵۸ھ ہے اور ارقام فرماتے ہیں۔ امیر یزید کی ولیعہدی میں ام المومنین چھ سات برس حیات رہیں خدا معلوم عباسی صاحب نے یہاں جمع کا قاعدہ استعمال فرمایا ہے کہ سن وفات ۵۸ھ لکھی ہے ۵۰ + ۶ یا ۸ = ۵۸ یا تفریق کا قاعدہ استعمال کیا ہے ۵۸ - ۶ یا ۸ = ۵۰ ۔ اللہ برکت دے حساب میں ماہر ہیں ماشاءاللہ

۳۔ تحقیق مزید صفحہ ۸۹ مولہ ابن کثیف کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولہ نے ایک سو بیس سال کی طویل عمر پائی اور امیر یزید کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

افسوس ہے کہ عباسی صاحب نے سن ملاقات اور سن وفات نہیں بتلائی مگر تاہم بادنیٰ تامل حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور عباسی صاحب کی حساب دانی کی داد دینی پڑتی ہے کہ اگر بالفرض اول یوم ہجرت ہی ملاقات فرض کر لی جائے اور ۶۴ھ یوم وفات یزیدی کو حضرت مولہ کی وفات قرار دی جائے تو بھی ۶۴ + ۲۰ = ۸۴ سال بنتی ہے معلوم نہیں عباسی صاحب نے الجبرا کا کون قاعدہ استعمال ۶۴ + ۲۰ = ۱۲۰ بنا دیا۔ حساب میں خاص مہارت ہے ماشاءاللہ

۴۔ تحقیق مزید ص۳۱ میں حضرت ابوطلحہ الانصاری رض کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چالیس سال تک حیات رہے۔ گویا ۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ ماشاء اللہ عباسی صاحب حساب میں کافی مہارت رکھتے ہیں ۱۱ + ۴۰ = ۵۲ نیز لکھتے ہیں المدائنی نے سال وفات ۵۱ھ لکھا۔ یعنی المدائنی نے غلطی کی اعلم حساب سے بے بہرہ ہے

۵۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت علی رض کی عمر بوقت بعثت ۵ برس تھی۔ تبصرہ محمودی ص۳۳ ج ا و تحقیق مزید ص۱۹۵ نیز لکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ بوقت فتح مکہ دس گیارہ برس کے تھے۔ تبصرہ محمودی ص۶۳ ج ا
نیز لکھتے ہیں ولید ابن عقبہ حضرت علی رض سے بیس برس چھوٹے تھے تبصرہ محمودی ص۱۹۰ ج ا
ولید ابن عقبہ جب فتح مکہ کو ۱۰ : ۱۱ سال کے حضرت علی المرتضٰی ۳۰ : ۳۱ برس کے ہوں گے اور بوقت ہجرت ۳۰ : ۳۱ - ۱۰ = ۲۰ : ۲۱ اور بوقت بعثت ۲۰ : ۲۱ - ۱۳ = ۷ : ۸ برس کے ہونگے پھر ۵ برس کے کیسے تھے ؟

۶۔ عباسی صاحب حضرت علی رض کی عمر پر بحث کرتے ہوئے ایک شیعہ مؤلف کے قول سے استناد کر کے لکھتے ہیں کہ قتل جعفر وھو ابن ثلاث او اربع وثلاثین سنتہ۔ یعنی جعفر جبوقت قتل ہوئے تو وہ ۳۳ : ۳۴ برس کے تھے۔

یعنی ۸ھ میں جب ۳۴ برس کے ہوئے تو ہجرت کے وقت ۲۶ : ۲۷ برس کے ہوئے اور بعثت نبوی کے زمانے میں ۱۴ : ۱۵ برس کے اور ان سے دس برس چھوٹے حضرت علی رض وہی چار یا پانچ سال کے ہوئے۔

عباسی صاحب کی ہوشیاری، عیاری، چابکدستی اور حساب دانی ملاحظہ ہو :-

کہ حضرت جعفرؓ بوقت غزوۂ موتہ ۸ھ جمادی الاخریٰ ۳۳ یا ۳۴ برس کے ہیں تو بوقت ہجرت ۳۳ - ۷ = ۲۶ یا ۳۴ - ۷ = ۲۷ برس ہوئے۔ لیکن بوقت بعثت ۲۶ - ۱۳ = ۱۳ یا ۲۷ - ۱۳ = ۱۴ بنتے ہیں۔ عباسی صاحب نے چودہ پندرہ بنا دیئے۔

۱۴، ۱۵ - ۱۰ = ۴، ۵ درست ہے لیکن ۱۳، ۱۴ - ۱۰ = ۳، ۴ بنتے وہی چار، پانچ کیسے ہو گئے؟

دوسرا رخ ملاحظہ ہو

حضرت علیؓ کی عمر بوقت بعثت ۵ برس، بوقت ہجرت ۱۸ برس اور بوقت غزوۂ موتہ ۲۵ برس کی ہوتی ہے، تو حضرت جعفرؓ کی عمر بوقت شہادت ۲۵ + ۱۰ = ۳۵ برس ہوگی اور صاحب مقاتل الطالبین ۳۳ یا ۳۴ برس کہہ رہے ہیں اس سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔

سوال: ایک دو برس کا فرق معمولی ہے اتنی کھینچ تان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

گذارش ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی عمر بوقت بعثت آٹھ سال لکھی ہے ان پر عباسی صاحب کیوں اتنے برہم ہو گئے وہاں بھی تو اتنا فرق نہیں پڑتا تھا، بلکہ عباسی صاحب کے اپنے ایک مفروضہ کی بنا پر بھی حضرت علیؓ کی عمر تقریباً اتنی ہی بنتی ہے۔

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں بروایت اصح سنہ ۵۳ھ میں فوت ہوئے اس پر بڑا زور دیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں: وہ بوقت ولیعہدی کی تحریک بقید حیات نہ تھے نیز لکھتے ہیں کہ تحریک ولی عہدی سنہ ۵۶ھ کو ہوئی۔

۵۳-۳ = ۵۰ یا ۵۰ + ۳ = ۵۳ ہے۔ تحریک ولیعہدی کے تین سال بعد تک زندہ رہے یا تحریک ولیعہدی سے تین سال قبل فوت ہو گئے۔ حساب میں ماہر ہیں ماشاء اللہ۔

۵۰-۳ = ۴۷ کرنے تھے لیکن ۵۰ + ۳ = ۵۳ کر گئے۔ یا آپ نے ۵۳ + ۳ = ۵۶ کہنا تھا لیکن آپ ۵۳-۳ = ۵۰ کہنے لگے۔ یہ مخبوط الحواسی ہے یا حساب میں مہارت۔

۸۔ عباسی صاحب تاریخ خطیب بغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

یعنی علیؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تو وہ بیس برس کے تھے اور فتح مکہ کے زمانہ میں اٹھائیس برس کے تھے۔ تحقیق مزید ص ۱۹۳

بدر رمضان ۲ھ میں ہوا اور فتح مکہ رمضان ۸ھ میں

اگر حضرت علیؓ جنگ بدر کے وقت بیس برس کے ہوں تو بوقت فتح مکہ ۲۰+۶ = ۲۶ برس کے ہوتے ہیں اور اگر بوقت فتح مکہ اٹھائیس سال کے ہوں تو بوقت جنگ بدر ۲۸-۶ = ۲۲ برس کے ہوتے ہیں۔

خدا جانے عباسی صاحب نے کونسے سکول میں تعلیم پائی ہے کہ حساب کے بہت ہی ماہر ہیں ماشاء اللہ۔

۹۔ عباسی صاحب حضرت مولانا شبلیؒ کی عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کرتے ہیں، فرماتے ہیں :-

"مگر اس موضوع روایت کو علامہ شبلیؒ نے سیرت النبیؐ میں درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص (جن میں سے ایک سیزدہ سالہ نوجوان) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔"

علامہ موصوف نے اس واقعہ کو ۳ھ نبوی بتایا ہے (ص ۲۱) اس وقت حضرت علیؓ کو سیزدہ سالہ نوجوان کہا ہے، بالفاظ دیگر بعثت رسولؐ کے وقت ان کی عمر تیرہ سال قرار دی ہے لیکن یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ اس زمانے میں ان کی عمر پانچ برس سے زیادہ نہ تھی۔ تحقیق مزید ص ۱۹۳

۳ھ بعثت کو سیزدہ سال کے ہوں تو بعثت نبوی کے وقت ۱۳ سال، عباسی صاحب کے کسی الجبرا کا قاعدہ ہوگا۔

ہمارے حساب میں ۱۳ - ۳ = ۱۰ اگر ۳ھ بعثت کو سیزدہ سال کے ہوں تو بعثت کے وقت وہ دہ سالہ ہوئے۔ اس حساب کو بابائے اردو ہی سمجھتے ہوں جو ہر چھینک پر عباسی صاحب کا نام لیتے ہیں۔ بہرحال ان کا یہ حساب ہمارے ناقص فہم سے بالاتر ہے۔

عباسی صاحب کی جہالت

"مولانا دریا آبادی فرماتے ہیں کہ عباسی صاحب کا مطالعہ تاریخ اسلام بہت گہرا بھی ہے اور بڑا وسیع بھی" مولانا کا بیان درست ہے ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ عباسی صاحب کا مطالعۂ تاریخ بہت گہرا اور وسیع ہے، مگر علم حدیث پر عباسی صاحب کی نظر کوتاہ بھی ہے اور سطحی بھی۔ مندرجہ ذیل سطور ہمارے اس بیان پر روشنی ڈالتی ہیں:-

۱ عباسی صاحب کی صحیح بخاری کی روایت سے لاعلمی

عباسی صاحب نے یزید بن معاویہ کو قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکر کا سالار ثابت کرنے کے لئے

کتب تاریخ کے حوالہ جات کے انبار لگا دیئے ایک جگہ لکھتے ہیں :-

امیر یزید کی قیادت لشکر اسلامی کے بارہ میں شبہ کا اظہار بعض مدارس کے ملا صاحبان کی جانب سے کیا جارہا ہے، مگر جو بات مستند تاریخی روایات سے بالتواتر ثابت ہو اسکے بارے میں اپنی کسی سیاسی مصلحت سے شبہات وارد کرنا گھٹیا ذہنیت کا ثبوت ہے۔ مدارس اسلامیہ میں جو کتب موجود ہیں بلکہ متداول ہیں ان میں بھی کہیں نہ کہیں اسبات کا ثبوت مل ہی جاتا ہے۔ مثلاً الاستیعاب میں بذیل تذکرہ حضرت ابو ایوب الانصاری رض یہ فقرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ وتوفی ابو ایوب بالقسطنطنیۃ من ارض الروم سنۃ خمسین وقیل احدیٰ وخمسین فی خلافۃ معاویۃ تحت یزید۔ الاستیعاب ص۶ الاصابہ جلد ۱۔ تحقیق مزید ص۱۲۴ تا ص۱۴۲

عباسی صاحب ذرا ٹھنڈا پانی استعمال کریں غصہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی ضرورت نہیں یزید بن معاویہ رض کے امیر العسکر ہونیکا کوئی ملا منکر نہیں، الاستیعاب نصاب درس میں شامل نہیں آپ کو مغالطہ ہے، اس سلسلے میں ہم کتب تواریخ کے محتاج نہیں۔ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ یزید بن معاویہ رض قسطنطنیہ پر حملہ کرنیوالے لشکر کا سالار تھا۔ یہ آں بزرگ کی علم حدیث سے بے بہرہ ہونے کی علامت ہے۔ کہ آنجناب کی رسائی بخاری کی روایت تک نہ ہو سکی، وہ روایت مندرجہ ذیل ہے ملاحظہ فرمائیں :-

قال محمود بن الربیع فحدثتها	محمود بن الربیع ایک حدیث کے بارے میں
قوما فیهم ابو ایوب الانصاری	فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو وہ حدیث
صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم	سنائی جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رض
فی غزوته التی توفی فیها ویزید ابن	بھی تھے اس موقعہ پر وہ ارض روم میں

معاویۃ علیہما رضی اللہ عنہم — جہادی مہم میں شریک تھے اور وہیں فوت ہوئے اور یزید بن معاویہ اس قوم کا امیر تھا۔

صحیح بخاری ص۱۵۸ ج ۱

نوٹ:- صحیح بخاری میں ایک لشکر کے سالار ہونے کی تصریح ہے اول جیش کی بات نہیں البتہ تصریح ہے کہ جس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اسی لشکر کا سالار یزید ابن معاویہ رض تھا۔

۲- خلافت معاویہ و یزید کے ص۲۴ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جس وقت امیر مروان نے صحابہ کے مجمع میں یہ فرمان پڑھ کر سنایا جو ولایت عہد کے بارے میں امیرالمومنین معاویہ رض کی طرف سے آیا تھا تو حضرت عبدالرحمٰن رض بن ابی بکر رض بول اٹھے کہ کیا اب ہرقل کے بعد ہرقل اور قیصر کے بعد قیصر بیٹھے گا اس پورے مجمع میں بس یہی ایک آواز اٹھی۔ الخ

حالانکہ یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت میں موجود نہیں، عباسی صاحب نے محض سنی سنائی باتوں پہ بھروسہ کیا ہے۔ شاید بعد میں کسی نے آگاہ کر دیا ہے۔ کہ یہ کیا لکھ دیا ہے۔ چنانچہ پہلی عبارت سے رجوع کئے بغیر دوسری بار مندرجہ ذیل عبارت لکھ دی :-

"عبدالرحمٰن نے کیا کہا اس کا کوئی ذکر نہیں ظاہر ہے کہ انہوں نے کوئی چبھتی ہوئی بات کہہ دی ہو گی لیکن یہ قضیہ قطعاً" آگے نہیں بڑھا۔ تبصرہ محمودی ص۲۱۸ ج ۱

لیکن اس پر تسکین نہیں ہوئی مندرجہ ذیل عبارت سے اپنے خیالات کی توضیح کر دی:-

عبدالرحمٰن اگر اسوقت بقید حیات ہوتے تو بھی قیصریت کا کوئی ذکر نہ کر سکتے۔ تبصرہ محمودی ص۲۱۶ ج ۱

غرضیکہ عبدالرحمٰن رض بن ابی بکر رض کا انتقال جب تحریک ولیعہدی سے پہلے ہو چکا ہے تو یہ وضعی روایتیں خود بخود باطل ہو جاتی ہیں۔ تبصرہ محمودی ص۲۳۱ ج ۱

بتایئے اس مخبوط الحواسی کا کوئی علاج ہے۔؟

مجھے تعجب ہے کہ جناب یوسف صاحب نے یہ کیسے لکھ دیا ہے کہ عباسی صاحب دوسروں کی تنقید کے پیش نظر لکھنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں"

خلافت معاویہ و یزید ص ۵۷۶ طبع سوم

ہم نے تو عباسی صاحب کی تصانیف میں اُن کا اختباط اور اختلاط ہی دیکھا ہے احتیاط نہیں دیکھی۔

۲۔ صحیح مسلم کی روایت سے بے علمی

عباسی صاحب نے حضرت ام سلمہ رض کی وفات ۵۹ھ لکھی ہے یہ واقدی کا قول ہے جیسا کہ ہم مرجوح اقوال کے سلسلے میں ذکر کر آئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عباسی صاحب صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل روایت سے بے خبر ہیں:۔

عن عبید اللہ بن القبطیة قال دخل الحارث ابن ابی ربیعة وعبد اللہ بن صفوان وأنا معهما علی ام سلمة ام المومنین فسئلاها عن الجیش الذی یخسف به وکان ذالك فی ایام ابن الزبیر فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعوذ عائذ بالبیت فیبعث الیه فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم فقلت یا رسول اللہ

عبداللہ بن القبطیہ بیان کرتے ہیں کہ حارث بن ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان دونوں حضرت ام سلمہ رض کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا انہوں نے حضرت ام المومنین سلمہ رض سے اس لشکر کے بارے میں پوچھا جو زمین میں دھنس جائیگا اور اس زمانے کا ذکر ہے جبکہ عبداللہ ابن زبیر رض مکہ مکرمہ کے حاکم تھے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پناہ پکڑنے والا بیت اللہ کی پناہ پکڑے گا اسکی

فکیف بمن کان کارھا قال یخسف بہ معھم ولکنہ یبعث یوم القیامۃ علی نیتہ وقال ابوجعفر ھی بیداء المدینۃ

صحیح مسلم ص ۳۸۸ ج ۲ کتاب الفتن

طرف ایک لشکر بھیجا جائیگا جب وہ لشکر ہموار میدان میں پہنچے گا تو اسے زمین میں دھنسا دیا جائیگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو زبردستی سے اس لشکر کے ساتھ لایا گیا ہو فرمایا وہ بھی ان کیساتھ دھنس جائیگا لیکن قیامت کے دن اسے اسکی نیت کیمطابق اٹھایا جائیگا۔ ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ ہموار میدان سے مراد بیداء مدینہ ہے۔

۴۔ صحیح مسلم و مؤطا امام مالک کی روایتوں سے تغافل

عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰنؓ ابن ابی بکرؓ کی وفات بروایت اصح سنہ ۵۳ھ کو ہوئی۔ تبصرہ محمودی ص ۲۱۶ ج ۱ خلافت معاویہ و یزید ص ۴۲

اس پر عباسی صاحب نے بڑا زور دیا۔ زور دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کا پہلے یہ خیال تھا کہ ولایت عہد یزید کا قضیہ سنہ ۵۶ھ میں پیش آیا تو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ کی وفات سنہ ۵۳ھ میں محقق ہوجائے۔ تو وہ روایات خود بخود ساقط ہوجائیں گی۔ جن میں ان کی مخالفت کا تذکرہ ہے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ روایت تو صحیح بخاری کی ہے۔ یہ شاید بعد میں معلوم ہوا، کیونکہ اس سلسلے میں انہوں نے زبردست مخبوط الحواسی کا ثبوت دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مؤرخین نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کی وفات سنہ ۵۳ھ ہی بتائی ہے اور ایک قول سنہ ۵۵ھ کا بھی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے سنہ ۵۸ھ کے حوادث میں ان کا تذکرہ کیا ہے ان ہر دو اقوال کی عباسی صاحب نے تردید کی ہے بسنہ ۵۸ھ کا قول تو واقعی درست نہیں معلوم ہوتا

کہ یہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا لیکن ۵۲ھ کا قول بھی صحیح نہیں ۵۵ھ کا قول از روئے تحقیق صحیح اور درست ہے اس پر صحیح مسلم اور مؤطا امام مالکؒ کی روایات شاہد ہیں چنانچہ صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک کے باب وجوب غسل الرجلین میں آیا ہے۔

۵۔ ابوداؤد کی دو روایتوں سے بے خبری

عباسی صاحب خلافت معاویہ و یزید کے ص ۱۳۰ (ص ۳۱) میں ایک غیر مسلم کے حوالہ سے ایک طویل عبارت لکھی جس میں اس غیر مسلم مؤلف کے مندرجہ ذیل کلمات بھی نقل کئے ہیں :۔

> قسطنطنیہ پر حملہ آور لشکر جنرل عبدالرحمٰن کی معیت میں خلیفہ کے فرزند اور ولیعہد یزید بھی متعین تھے۔

اور حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

> کہ غیر مسلم مؤلف کو مغالطہ ہوا جنرل موصوف بیڑہ جہازات کے کمانڈر تھے اور امیر یزید بری فوج کے۔ حاشیہ ۱ ص ۱۳۱

عباسی صاحب کا یہ ادعاء ابوداؤد کی دو روایتوں سے بے خبری کا نتیجہ ہے جنرل موصوف کو مغالطہ نہیں عباسی صاحب کا مطالعہ ناقص ہے۔

پہلی روایت سنن ابوداؤد ص ۳۴۰ ج ۱

عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینة نرید القسطنطینة وعلی الجماعة عبدالرحمن ابن الولید	اسلم ابی عمران سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ جہاد سے نکلے قسطنطنیہ پر حملہ کا ارادہ کیا تھا اور جماعت پر عبدالرحمٰن ابن خالد تھے۔

یہ ایک طویل روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ اسی جماعت میں حضرت ابوایوب الانصاری تھے۔ قال ابوعمران فلم یزل ابوایوب یجاھد فی سبیل اللہ حتے دفن بالقسطنطنیہ ابوعمران راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے رہے حتےٰ کہ قسطنطنیہ ہی میں مدفون ہوئے۔

دوسری روایت سنن ابی داؤد ص ج ۲ میں مذکور ہے۔

عن ابی تعلی قال غزونا مع عبدالرحمٰن ابن خالد ابن الولید الخ

اس روایت میں بھی حضرت ابوایوب الانصاری کا تذکرہ موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو تطبیق عباسی صاحب نے پیش کی ہے وہ ابوداؤد کی ان دو روایتوں کے خلاف ہے۔

لکیر کے فقیر

پروفیسر علی احمد عباسی نے اپنی کتاب (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۱۵۲) میں حضرت علی المرتضےٰ کا ایک خطبہ نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے البدایہ والنہایہ میں (۸ / ۲۰) منقول از العواصم من القواصم ص۱۸۳ نہایت قوی سند کے ساتھ امیر المومنین حضرت علیؓ کا ایک خطبہ نقل کیا ہے۔۔۔۔ اس خطبہ کی توثیق دیگر ذرائع سے بھی ہوتی ہے اسلئے اس پر نقطہ رکھنے کی گنجائش نہیں۔

عن زہیر ابن الارقم قال خطبنا علی یوم الجمعہ الخ زہیر ابن الارقم سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ہم کو جمعہ کے دن خطبہ دیا۔

اس خطبہ کو حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے بھی البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور اس خطبہ کو محمود احمد عباسی صاحب نے بھی (تعلیقۃ القواصم بحوالہ البدایہ والنہایہ ص ۳۲۵ ج ۷) سے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔
تبصرہ محمودی ص ۴۹ حصہ دوم

الاعمش عن عمرو ابن مرہ ابن عبداللہ ابن حارث عن زھیر ابن الارقم قال خطبنا علی یوم الجمعہ الخ

اس خطبہ میں حضرت علیؓ کی بے بسی کا مظاہرہ مذکور ہے لہذا عباسی خاندان نے مسرت کے ساتھ اسے نقل کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ نہایت قوی سند کے ساتھ منقول ہے اس پر نقطہ رکھنے کی گنجائش نہیں۔

یہ مدعیان تحقیق لکیر کے فقیر بڑی تحدی سے قوت سند کا دعوے کرتے ہیں مگر یہ تک نہیں جانتے کہ زہیر ابن الارقم کتب الرجال میں سے کسی راوی کا نام نہیں زہیر ابن الاقمر راوی ہیں اور مصنف یا کاتب کی لغزش قلم سے زہیر ابن الارقم لکھا گیا۔ پھر محب الدین الخطیب نے بلا تفتیش زہیر ابن الارقم ہی لکھ دیا۔ پھر علی احمد عباسی اور محمود عباسی، ظفر سیالکوٹی نے آنکھیں بند کر کے وہی لکھ دیا معلوم نہیں یہ محقق ہیں یا لکیر کے فقیر۔

اس سند میں کاتب سے ایک لغزش ہوئی عمرو ابن مرہ ابن عبداللہ ابن الحارث لکھ گئے پھر محب الدین الخطیب بھی بلا تحقیق ان کی تقلید کر گئے اور عباسی صاحب بھی وہی مرغ کی ایک ٹانگ ہی دبائے چلے گئے۔ حالانکہ عمرو ابن مرہ ابن عبداللہ ابن الحارث نہیں، عمرو ابن مرہ عن عبداللہ ابن الحارث ہے یعنی عمرو ابن مرہ عبداللہ ابن الحارث کے تلمیذ ہیں ان کے بیٹے نہیں۔

پھر جو لوگ رواۃ سند کی تمیز سے بھی بے خبر ہوں وہ صحت و سقم کی تمیز کیسے

کر سکتے ہیں:۔

حافظ ابن کثیر کی وفات ٧٧٤ھ ہے اور الاعمش کی وفات ١٤٨ھ ہے۔
حافظ ابن کثیر کو اعمش کا یہ قول کس سند کے ساتھ پہنچا تا ہنوز معرض خفا میں ہے
خود اعمش مدلس ہے عنعنہ سے اسکی روایت معتبر نہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال ص٢٢٤ ج ٢۔ لیکن پھر بھی سند نہایت قوی ہے

٢۔ صحیح بخاری ص٤١٠ حدیث قسطنطنیہ کی سند اسطرح ہے:۔

عن عمیر ابن الاسود قال حدثنا ام حرام کہ عمیر ابن الاسود نے کہا کہ حدیث سنائی ام حرام نے۔ لیکن ابن تیمیہؒ کے سہو قلم سے عن ابن عمر لکھا گیا۔ پس عباسی صاحب بھی اس روایت کو جب ابن تیمیہ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔ عن ابن عمر لکھتے ہیں۔ اور کیر کے فقیر مدعیان تحقیق نے اسطرف التفات نہیں کی کہ یہ روایت ابن عمرؓ سے مروی نہیں۔ عمیر ابن الاسود العنسی سے مروی ہے۔

تعجب ہے کہ صلاح الدین صاحب یوسف نے بھی جو جماعت اہلحدیث سے تعلق رکھتے ہیں اسی لغزش کا شکار ہو گئے۔

دیکھئے: حضرت حسین و یزید ص٢٣

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۱۔ ا۔ طیب صاحب نے رشد خلافت کی وضعی روایتوں سے تنقیص کا جو پہلو نکالا ہے "تاریخی واقعات ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

عرض مؤلف طبع سوم خلافت معاویہ ویزید ص ۳۲

طیب صاحب کی یہ غیر طیب کوشش جس مقصد سے ہے اس مقصد سے ایک ادر مکذبہ روایت کا اظہار فرمایا ہے۔ عرض مؤلف طبع سوم خلافت معاویہ ویزید ص ۳۷

ب۔ ایک جگہ مولانا امین احسن اصلاحی کا مقولہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مودودی صاحب نے بغض معاویہ میں صحیحین کی روایات کو نظر انداز کر کے بالکل غیر مستند اور وضعی روایات پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی"

تبصرہ محمودی ص ج ۲

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب اور مودودی صاحب پر بھی یہ طعن کہاں تک صحیح اور درست ہیں۔ یہ مقام اس بحث کا نہیں حضرت قاری صاحب نے وہی کچھ پیش کیا جو اہل سنت لکھتے چلے آئے ہیں، اور مودودی صاحب نے کچھ خام اور مسموم مواد بھی داخل کتاب کر لیا، مگر عباسی صاحب جو الزام ان پر عائد کرتے ہیں وہی الزامات خود ان پر بھی عائد ہوتے ہیں، وہ ان پر الزام لگانے سے پہلے ذرا اپنی حقیقت پر بھی نظر کر لیتے ہے

مجھ پر اٹھا رہے ہیں جو محفل میں انگلیاں
اپنی حقیقتوں پہ تو آخر نظر کریں

عباسی صاحب نے اپنی تین کتابوں " خلافت معاویہ و یزید، تحقیق مزید اور تبصرہ محمودی " میں متعدد ضعیف روایات مجروح موضوع اقوال سے احتجاج و استناد کیا ہے اور بہت سی صحیح روایات کو وضعی کہہ کر ٹھکرا دیا ہے۔ جن میں سے بیس سے زیادہ روایات صحیحین کی ہیں اور بڑی جسارت سے " تاریخی مسلمات کا انکار کیا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ باطل دعوے کئے اور ان کے اثبات کے لئے غلط استدلال اور خیانت عبارات سے بھی دریغ نہیں کیا۔

۲۔ طبری کو رافضی وضاع اور خدا جانے کیا کیا کہا اور خود اپنی ان کتابوں میں ڈیڑھ سو سے زائد حوالے طبری کے دیئے اور بعض جگہ تو طبری پر اعتماد کر کے صحیح بخاری کی روایتوں کو رد کر دیا۔ مثلاً طبری کی عبارت " قد اغتیل " سے استدلال کر کے لکھ دیا کہ حضرت عمار کو مصر میں باغیوں نے شہید کر دیا تھا حالانکہ یہ بخاری کی متعدد روایات کے خلاف ہے دیکھو اسی کتاب کا ص

۳۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں "مودودی صاحب نے اس عبارت میں حضرت معاویہ رض کے نام نامی پہ رضی اللہ عنہ کی علامت نہیں لکھی، حضرت علی رض کے نام پر ہر جگہ لکھی ہے۔ اسی سے ان کے بغض معاویہ رض کا اندازہ ہوتا ہے "۔

تبصرہ محمودی ص ۴۶ ج ۲

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :۔ " مودودی صاحب نے مندرجہ بالا اقتباس ہی میں نہیں اکثر جگہ پر حضرت معاویہ رض کے اور حضرت علی رض کے اسم گرامی لکھتے وقت آخر الذکر نام کے ساتھ " رضی اللہ عنہ " تحریر کیا ہے۔ بخلاف حضرت معاویہ رض کے نام کے ساتھ۔ کیا یہ مودودی صاحب کے بغض معاویہ رض کا ثبوت نہیں " ؟

تبصرہ محمودی حصہ دوم ص ۵۹

ناظرین کرام دیکھ سکتے ہیں کہ خلافت و ملوکیت میں مودودی صاحب نے

حضرت معاویہ رضؓ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" اور "رضؓ" بکثرت لکھا ہے چنانچہ ایک جگہ پر خود عباسی صاحب بھی رقمطراز ہیں "کہ مودودی صاحب حضرت معاویہ رضؓ کے اسم گرامی کو بھی یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گویا نام نامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ تحریر کرنے سے مودودی صاحب کو اس کا بھی اقرار ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ سے خدا راضی تھا"۔

تبصرہ محمودی حصہ اول ص۲۴۲ ج ۱

جب مودودی صاحب اکثر و بیشتر حضرت معاویہ رضؓ کے نام پر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں اور اگر کہیں بھولے سے ترضی رہ گئی تو یہ ایک لغزش ہے اس سے بغض معاویہ رضؓ کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ورنہ عباسی صاحب سے بھی تو بعض اوقات بھولے سے ایسی لغزش ہو گئی دیکھئے تحقیق مزید ص۲۶ بعنوان "ازواج مطہرات امہات المومنین" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ رضؓ کی علامت نہیں ہے اور بقایا امہات المومنین کے ساتھ رضؓ کی علامت ہے۔ کیا عباسی صاحب کی اس لغزش سے بغض عائشہ رضی اللہ عنہا کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً حضرت حسین رضؓ کے نام کے ساتھ بھی بعض جگہ ایسا ہوا ہے۔ تبصرہ محمودی ص۱۳۱ ج ۲ معلوم شد کہ "ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند"

ہمیں مودودی صاحب کا دفاع مقصود نہیں

ان کے نظریات اور معتقدات سے ہمیں بھی اختلاف ہے بلکہ ان کے بعض نظریات کو صریح ضلالت سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے اکابر کی تحریریں اور تقریریں اس بارے میں نہایت واضح ہیں لیکن قرین انصاف نہیں کہ خطا و نسیان پر بھی سنگین

فتوے چسپاں کر دیئے جائیں اور پھر لطف یہ ہے کہ خود عباسی صاحب اپنے اس فتوے کی زد میں آجاتے ہیں۔ لغزش اور بھول چوک کو جانے دیجئے۔ عباسی صاحب نے جو الزام مودودی صاحب کو دیا وہ الزام علی وجہ الکمال عباسی صاحب پر عائد ہوتا ہے۔

ہم عباسی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ حضرت ؎

دیکھا جو تو نے تنکا چشم حریف کا ۔۔۔ اپنی بھی آنکھ کا ذرا شہتیر دیکھ لے

جا بجا امہات المومنینؓ اور صحابہؓ کرام بلکہ یزید کے اسماء کے ساتھ صلوات اللہ علیہ کے الفاظ لکھتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ امہات المومنین صلوات اللہ علیہن و علیہم۔ تبصرہ محمودی ص ۱۰۳ ج ۱

۲۔ صلوات اللہ علیہن و سلامہ دائماً ابداً۔ تبصرہ محمودی ص ۲۲۷ ج ۱

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ صلوات اللہ علیہا۔ تبصرہ محمودی حصہ اول ص ۱۴۳، ص ۱۴۵، ص ۱۶۳، ص ۲۱۶۔ تحقیق مزید ص ۶۹۔ تبصرہ محمودی ص ۳۳ ج ۲، ص ۹۵ ج ۲

صلوات اللہ علیہا و سلامہ علیہا۔ تبصرہ محمودی ص ۹۵ ج ۲، ص ۳۳ ج ۱، ص ۳۴ ج ۱۔

۳۔ ام المومنین حضرت حفصہ صلوات اللہ علیہا۔ ص ۱۰۱

۴۔ ام المومنین ام میمونہ صلوات اللہ علیہا۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۱۱۹

۵۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ صلوات اللہ علیہ۔ تبصرہ محمودی ص ۱۲ ج ۱، ص ۳۴ ج ۱، ص ۵۳ ج ۱ حصہ اول

۶۔ حضرت عمر الفاروقؓ صلوات اللہ علیہ۔ تبصرہ محمودی ص ۴۶-۴۷ ج ۱ تحقیق مزید ص ۱۶۷۔

٧۔ حضرت عثمانؓ صلوات اللہ علیہ ۔ تبصرہ محمودی صـ۸ ج ۱، صـ۴۹ ج ۱، صـ۱۷۹ ج ۱
صـ۲۳ ج ۲، صـ۷ ج ۲، صـ۱۰۳ ج ۲ ۔ صلوات اللہ وسلامہٗ صـ۱۲۶ ج ۲ تبصرہ محمودی
صـ۱۲۳ ج ۱ ۔ حضرت عثمان سلام اللہ علیہ ۔ تبصرہ محمودی صـ۶۳-۶۶ ج ۲ حصہ اول صـ۵۲

٨۔ حضرت معاویہؓ صلوات اللہ علیہ حصہ اول تبصرہ محمودی صـ۱۰۳، ۳۷، ۴۱ حصہ دوم
صـ۴۳، صـ۴۵، صـ۹۹، صـ۱۲۶ ۔ امیر المومنین معاویہؓ سلام اللہ علیہ
حصہ دوم صـ۳۲

٩۔ امیر المومنین یزید اول علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ تبصرہ محمودی حصہ اول صـ۱۸
یزیدؓ صـ۲۴۴ ج ۱ صـ۱۱۳ ج ۲

١٠۔ مسلم بن عقبہ مدینہ پر حملہ آور لشکر کے سالار کے متعلق لکھتے ہیں "ان
کبیر السن صحابی امیر مسلمؐ" (ؐ علامت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے)
تبصرہ محمودی صـ۱۶۲ حصہ دوم

عباسی صاحب کے گروہ کے ایک صاحب تو یزید کو رشید بن رشید حضرت یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ، صلے اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں ۔ اس مقام پر یہ بحث مقصود نہیں کہ آیا غیر نبی کے ساتھ صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ کے الفاظ جائز ہیں یا نہیں ۔ مقصد یہ ہے جو عباسی صاحب نے ان صحابہ کرامؓ اور امہات المومنین کے اسمائے متبرکہ کے ساتھ صلوات اللہ علیہ وسلامہٗ متعدد بار لکھا ہے، اور حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ ایک بار بھول کر بھی نہیں لکھا تو کیا یہ عباسی صاحب کے بغض علیؓ کی ان کے مقرر کردہ ضابطے کے تحت واضح اور قاطع دلیل نہیں ہے ؟

ناصبیوں کا تو خیر یہ شغل ہے، مگر حیرت ہے کہ بعض اہل السنۃ نے بھی عباسی صاحب کی پیروی میں یہی وطیرہ اختیار کیا ہے ۔ مثلاً عطاء المنعم صاحب

بھی "براءۃ عثمان" ص۳۸، ص۷۹ پر لکھتے ہیں :-

۱۔ خلیفۂ پنجم امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ الحلیم الجواد علیہ السلام والرضوان

۲۔ خلیفۂ سوم امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی اور خلیفہ پنجم امیر المومنین سیدنا معاویہ الحلیم الجواد علیہما السلام

۳۔ سیدنا عثمان و معاویہ علیہما السلام

اور انہی دو صفحوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے اسماء بھی درج ہیں لیکن ان کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں علیہ السلام کا لفظ نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے جملہ صحابہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہما کے اسماء کے ساتھ علیہما السلام کی تخصیص کیوں کی ؟ اس کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت بھی عباسی صاحب کے پیروکار ہیں اور ان ہی کے مشن کے ایک رکن ہیں۔

قادیانی منطق

ایڈیٹر تجلی جناب عامر عثمانی نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب پر از روئے استہزا قادیانی منطق ہونے کا طنز کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

> مہتمم صاحب نے جسطرح اس حدیث کا جواب دیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے غور سے پڑھیے" اور سوچیے" کہ قادیانی علم کلام اور حضرت موصوف کی منطق میں کیا فرق ہے ؟" تحقیق مزید ص۵۹م

قاری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اسلاف ہی کی تحریرات کی روشنی میں لکھا ہے اگر وہ عامر عثمانی صاحب کو قادیانی منطق نظر آتی ہے تو اپنے فتوے

میں ذرا توسع پیدا کریں اور جملہ محدثین شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی تک کو کھل کر قادیانی متکلمین کے زمرے میں داخل کردیں تاکہ ان کی حق گوئی کی تکمیل ہوجائے اور قارئین کو بھی آپکے نظریات کا علم ہوجائے۔

مرزا قادیانی کی تصنیفات پر جن لوگوں کو عبور ہے اور انہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں زندگیاں وقف کردیں اور صبح و شام کی جدو جہد سے مرزا کی کثیر التعداد کتابوں سے متعارض عبارات کا جو ذخیرہ فراہم کیا ہے، عباسی صاحب کی صرف تین کتابوں کے متعارضات کی تعداد اس سے کچھ زائد ہی ہے۔

جس طرح مرزا صاحب نے اپنی نبوت کے اثبات کے لئے مشتبہ عبارات اور موضوع روایات کا سہارا لیا ہے اور مسخ عبارات، خیانت، قطع و برید سے بھی دریغ نہیں کیا۔ عباسی صاحب اور اسکی تقلید میں جناب عامر صاحب نے یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لئے انہی ہتکنڈوں کو استعمال کیا اور جس طرح مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں ایک پیشگوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے امت مرزائیہ کھینچ تان کرتی ہے۔ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے بارہ میں الٹ پھیر اور دیگر صحابہ رض کی اعمار و وفیات میں تغیر و تبدل و تقدیم و تاخیر میں عباسی صاحب نے انہیں مات کردیا ہے اور یزید کی امارت حج اور بعض دیگر ابواب میں عباسی صاحب کی تضاد بیانی مرزا قادیانی کی تضاد بیانی سے کسی درجہ بھی کم نہیں پس عامر عثمانی کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت ؂

چاک دامانی پہ میری اتنا نہ کر تمسخر
فرصت ملے تو اپنا گریباں بھی دیکھ لے

نکل جاتی ہے سچی بات گاہے گاہے غفلت میں

۱۔ بڑی شدت و قوت سے دعویٰ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک وحدہ تھا اور قرابتیں تھیں اور گہرے تعلقات تھے۔ الفت و محبت تھی۔ مگر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ بنو امیہ ان لوگوں کے اتنے معتقد نہ تھے۔ تبصرہ محمودی حصہ دوم ص۵ ج ۲۔ صحیح ہے کہ اموی سادات حضرت علیؓ کے چنداں معتقد نہ تھے۔ تبصرہ محمودی ص۵ ج ۲

حقیقت پھر بھی حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے اور نکل جاتی
ہے سچی بات گاہے گاہے غفلت میں۔

۲۔ انقضائے خلافت راشدہ کے ابطال کے لئے تبصرۂ محمودی حصہ اول کے ابتدائی صفحات سیاہ کر ڈالے۔ مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے راشدوں کی تعداد چار مقرر کی ہے وہ بے دلیل ہے بلکہ اسے بھی چوتھی صدی ہجری کی بدعت کہنا چاہیئے۔ تبصرہ محمودی حصہ اول ص۱۵

مودودی صاحب نے امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے یگانہ روزگار خلیفہ راشد و مرشد سے لیکر بعد کے تمام خلفاء کرام کو کھٹکھنا بادشاہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تبصرہ محمودی حصہ اول ص۸

عباسی صاحب کے نزدیک یزید ابن معاویہ بھی خلیفہ راشد ہیں۔ خلافت معاویہ و یزید ص۔ تحقیق مزید ص۲۱۶ اور اس کے بعد کے خلفاء بھی لیکن سچی بات پھر بھی ان کے منہ سے نکل گئی۔

(عبداللہ ابن نوفل، امیر المومنین مروان ابن الحکم کے زمانے میں مدینہ طیبہ کے قاضی رہے اور یہی پہلے شخص ہیں جو خلافت راشدہ کے بعد وہاں اس منصب پر فائز رہے۔ تحقیق مزید ص۴۲

گویا عباسی صاحب تسلیم کر گئے کہ خلافت راشدہ ختم ہو گئی تھی سبحان اللہ العظیم حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے اور نکل جاتی ہے سچی بات گاہے گاہے غفلت میں۔ پھر عقبہ ابن نافع الفہری کے حالات میں لکھتے ہیں :۔

"انہوں نے خلافت راشدہ اور اس کے بعد اور اس کے بعد کی خلافتوں میں بڑی بڑی مہمات میں ناموری حاصل کی۔ امیر المومنین یزید کے عہد خلافت میں ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ تحقیق مزید ص۴۲

قائلین انقضائے خلافت راشدہ پہ برہم ہونے والے جناب عباسی صاحب بتا سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کونسی تھی اور اس کے بعد کی خلافتوں کے اصحاب کون تھے؟ کیا آپ کی اس تحریر نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضرت معاویہ رض اور یزید ابن معاویہ خلفائے راشدین میں نہیں تھے۔ سچ ہے۔ نکل جاتی ہے سچی بات گاہے گاہے غفلت میں۔

۲۔ دعویٰ ہے کہ ہماری کتابوں کا موضوع تاریخی حقیقتوں کا اظہار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

اس کتاب کا موضوع بھی اصل کتاب کی طرح بعض تاریخی حقیقتوں کا اظہار اور ریسرچ ہے فرقہ وارانہ بحث نہیں۔" تحقیق مزید عرض مولف طبع دوم

پھر خود لکھتے ہیں :۔

٥ مودودی صاحب نے شرح نہج البلاغہ اور الامامۃ السیاسۃ کے حوالے سے جو صد درجہ لغو و لچر روایتیں ہیں حضرت علی رض کی پوزیشن بیت المال کا روپیہ صرف کرنے کے سلسلے میں صاف کرنے کو بیان کی ہیں ان کی دھجیاں اس کتاب کے حصہ اول ص۱۰۹ و ص۱۱۳ میں بکھیری جا چکی ہیں۔ تبصرہ محمودی ص۱۸۱ حصہ دوم

٥ ابن خلدون نے حضرت حسین کے اقدام خروج پہ جہاں گفتگو کی وہ ان کی پوزیشن

کو صاف کرنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ تحقیق مزید ص۲۳۰

ابن خلدون مناقب حسین کے موضوعات کے پیش نظر اتنے بدعقیدہ ہونے کو بھی تیار نہیں کہ ان کے طلب خلافت کے اقدام کو سیاسی خروج کہہ سکیں۔ تحقیق مزید ص۲۳۲

معلوم شد کہ عباسی صاحب کی اصل غرض حضرت علی رضؓ کی پوزیشن کو خراب کرنا ہے اور حضرت حسین رضؓ سے لوگوں کو بدعقیدہ کرنا ہے۔ وہ اس حقیقت کو تاریخی ریسرچ کے کتنے ہی پردوں میں مستور کرنا چاہیں۔ آخر حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو ہی جاتی ہے اور نکل جاتی ہے سچی بات لگا ہے غفلت میں

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مروان ابن الحکم کے خطبہ کے دوران بول اٹھے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے فقال عبدالرحمٰن ابن ابی بکر شیئاً ص۱۵، کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ نے کوئی سخت بات کہہ دی۔ اور بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ انہوں نے کہا اھرقلیۃ ھذا کیا یہ ہرقلیہ ہے کہ باپ بیٹے کو نامزد کر دے۔

عباسی صاحب نے اس کی تردید میں بڑا زور مارا کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ تو اس وقت زندہ ہی نہ تھے۔ لکھتے ہیں پھر وہ تو اس زمانے میں دنیا میں موجود ہی نہ تھے۔ بروایت اصح ۵۳ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔ تبصرہ محمودی ص۲۱۶ ج ۱

حضرت عبدالرحمان اگر اس وقت بقید حیات ہوتے بھی تو قیصریت کا کوئی ذکر نہیں کر سکتے تھے۔ صفحہ ایضاً نیز تبصرہ محمودی ص۲۲۶ و ص۲۳۱ ایضاً خلافت معاویہ و یزید ج۲

لیکن پروردگار کی شان دیکھئے ایک مقام پر شاید غفلت میں کیا خوب لکھ گئے ہیں۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جس وقت امیر مروان نے صحابہ کے مجمع میں وہ فرمان پڑھ کر سنایا جو ولایت عہد کے بارے میں امیر المومنین معاویہ رضؓ کی طرف سے آیا تھا، تو

حضرت عبدالرحمٰن بول اٹھے کہ کیا اب ہرقل کے بعد ہرقل اور قیصر کے بعد قیصر بیٹھے گا۔ الخ خلافت معاویہ و یزید ص۸۲

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ یہ سچی بات ہے جو غفلت میں عباسی صاحب کہہ گئے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ کیا یہ ہرقلیت ہے کہ باپ بیٹے کو نامزد کر دے مگر یہ کلمات صحیح بخاری میں مذکور نہیں دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

۵۔ عباسی صاحب نے بار بار رٹ لگائی ہے کہ حضرت علیؓ نے طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے جبراً بیعت لی تھی۔ تبصرہ محمودی ص۳۵ ج ۲ تحقیق مزید ص۱۰۹ اور بعض صحابہ نے مجبوری بیعت کر لی تھی۔ تبصرہ محمودی ص۳۸

مگر آخر سچی بات زبان قلم سے نکل گئی ایک جگہ لکھ دیا (کسی خلیفہ نے جبراً بیعت نہیں لی) ملخص تبصرہ محمودی ص۳۵ ج ۲ مجبوری صحابہ بیعت کرنوائے نہیں ص۹۳ ج ۲ ملخص تبصرہ محمودی

۶۔ طبری کو بے اعتبار بنانے کی بڑی کوشش کی مگر آخر سچی بات وہاں قلم سے نکل گئی کہ رواۃ اخبار میں زیادہ معتبر طبری ہے۔ تبصرہ محمودی ص۴۳ ج ۱

۷۔ بڑی رٹ لگائی کہ حضرت علیؓ کی عمر بوقت بعثت پانچ برس تھی مگر نادانی میں سچی بات کے قائل ہو گئے۔ لکھتے ہیں۔ ولید ابن عقبہ حضرت علیؓ سے بیس برس چھوٹے تھے۔ تبصرہ محمودی ص۱۹۰ ج ۱۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ولید ابن عقبہ کی عمر بوقت فتح مکہ دس گیارہ برس تھی۔ تبصرہ محمودی ص۶۳ ج ۱

اگر ولید ابن عقبہ فتح مکہ کے وقت ۱۰ : ۱۱ سال کے تھے تو حضرت علیؓ جو ان سے ۲۰ برس بڑے تھے، فتح مکہ کے وقت ۲۰ + ۱۰ : ۱۱ = ۳۰ : ۳۱ برس کے ہوں گے اور ہجرت کے وقت ۳۰ : ۳۱ - ۸ = ۲۲ : ۲۳ برس اور بوقت بعثت :-

۲۲ : ۲۳ - ۱۳ = ۹ : ۱۰ برس کے تھے

حل طلب معمّات

۱۔ عباسی صاحب فرماتے ہیں اسوقت بڑے بڑے صحابہؓ موجود تھے۔ جن کے سامنے یہ چاروں (عبدالرحمنؓ۔ ابن عمرؓ۔ حسینؓ۔ ابن الزبیرؓ) خوردوں کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً حضرت سعدؓ بن وقاصؓ، سعیدؓ بن زیدؓ، ابوایوبؓ الانصاری وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور پھر ان چاروں میں دو تو بالکل ہی خورد تھے یعنی حضرت ابن الزبیرؓ اور حضرت حسینؓ گویا مسئلے کا فیصلہ کرتے وقت رائے دینے والوں میں حضرت ابن عمرؓ تو بیشک تھے اور ان کے بعد حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ اگر وہ اس دنیا میں موجود ہوتے۔ لیکن ابن الزبیرؓ اور حضرت حسینؓ اس وقت یہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ تبصرہ محمودی ص ۲۲۶ حصہ اول

اس سہ تضادی معمہ کو عباسی صاحب ہی حل کر سکتے ہیں۔ کہ اگر حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ اس وقت موجود نہ تھے جو بقول آپ کے ۵۳ھ میں وفات پاچکے تھے تو حضرت سعیدؓ بن زید المتوفی ۵۱ھ کیسے زندہ تھے اور حضرت ابوایوبؓ الانصاری جو بقول آپ کے ۵۰ھ میں وفات پاچکے تھے کیسے موجود تھے؟ فما لھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثاً۔

اگر یہ ۵۶ھ کا واقعہ ہے تو حضرت عبدالرحمنؓ یقیناً زندہ نہ تھے لیکن سعدؓ ابن ابی وقاصؓ المتوفی ۵۵ھ سعید بن زیدؓ ۵۱ھ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ جنہوں نے بقول آپکے ۵۰ھ میں وفات پائی سبھی فوت ہوچکے تھے کوئی بھی بقید حیات نہ تھا۔ اگر ۵۰ھ کی بات ہے تو سبھی بزرگ عبدالرحمن سمیت حیات تھے البتہ حضرت ابوایوبؓ انصاری بقول آپ کے جن کی وفات ۵۰ھ کو ہوئی

موجود نہ تھے۔ مگر انہیں بھی آپ نے ان صحابہؓ کی فہرست میں شمار کیا جو اس وقت تک زندہ تھے۔ فانظر ماذا تری۔

۲. عباسی صاحب خلافتِ معاویہؓ و یزید طبع سوم صـ۳۲ میں لکھتے ہیں :-

تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت حسینؓ کی زندگی میں قسطنطنیہ پر پہلا اور آخری جہاد یہی معرکۂ جہاد تھا جس میں غازیانِ اسلام کے جیش کی قیادت اور سپہ سالاری امیر یزید کر رہے ہیں۔

پھر اسی کتاب میں نیز تحقیق میں متعدد جگہ لکھتے ہیں :-

کہ چار سال تک رومیوں نے مستقر قسطنطنیہ کا محاصرہ جاری رہا۔

خلافت معاویہ یزید صـ۲۳۱ تحقیق مزید صـ۴۲ ، صـ۲۱۴

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

دیگر صحابہؓ و اکابرین و مجاہدین کی طرح حضرت حسینؓ نے بھی جہاد قسطنطنیہ میں جس کی مدت قوی آثار سے چار ماہ کی تھی اپنے امیر عساکر کی قیادت میں پنج وقتہ نمازیں ادا کیں۔ تحقیق مزید صـ۲۱۴ ، صـ۲۴۵

اب اس معمہ کو عباسی صاحب ہی حل کر سکتے ہیں کہ :-

معرکۂ جہادِ قسطنطنیہ صرف ایک ہے اور امیر جیش یزید بن معاویہؓ اور امارت شخصی میں محاصرہ قسطنطنیہ چار ماہ رہا۔ لیکن انہی چار ماہ کے جہاد قسطنطنیہ کا محاصرہ چار سال تک جاری رہا۔ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

۳۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اسے کافی نہ سمجھا بلکہ اہل مدینہ کی رائے طلب کی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر (الاحقاف) حضرت مروان نے اس سلسلہ میں تقریر کی تو صرف حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس پر اعتراض کیا۔ تین سطور کہ حضرت معاویہؓ نے اس ایک آواز کو بھی بہت سمجھا اور ۵۰ھ میں جب حج زیارت

کے لئے حاضر ہوئے تو مدینہ میں اس مسئلے پر مشورہ طلب کیا ۔ تبصرہ محمودی حصہ دوم ص۱۰۱
عباسی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ میں مروان ابن الحکم مدینہ کے گورنر
نہیں تھے ۔ تحقیق مزید نقشہ امراء الحج ص ۔ حاشیہ تحقیق مزید ص۲۰۴ نیز
عباسی صاحب مدعی ہیں کہ سنہ ۵۰ھ میں یزید بن معاویہ امیر الحج تھا ، تو سوچ میرے
دوست کہ یہ تین متضاد عبارات کیسے ایک نقطہ پر مجتمع ہونگی ؟

۴ ۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ بعد از مراجعت جہاد قسطنطنیہ تحریک
ولی عہدی پیش ہوئی ۔

یزید بن معاویہ صائفہ کے امیر تھے سنہ ۵۰ھ میں صائفہ اپریل سے ستمبر تک ہے
اور ستمبر سنہ ۵۰ھ رمضان کا مہینہ تھا ۔ جمہور اہل تحقیق کی رائے کے مطابق محرک
ولی عہدی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ان ایام میں فوت ہو چکے تھے ۔ چنانچہ خطیب بغدادی
نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ۔ نقل الخطیب علیہ الاجماع ۔

البدایہ والنہایہ ص۴۸ ج ۸ الاصابہ القسم الاول حرف المیم

البتہ ایک شاذ قول کے مطابق وہ سنہ ۵۱ھ میں فوت ہوئے اور اسی قول کو ایک
مصلحت کی بنا پر عباسی صاحب نے قبول کیا ہے ۔ اگر اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے
جب بھی عباسی صاحب اس معمہ کو حل نہیں کر سکتے ۔ رمضان سنہ ۵۰ھ میں تحریک
ولیعہدی کی تجویز حضرت مغیرہؓ نے دمشق جا کر پیش کی پھر واپس کوفہ آ کر ایک
وفد اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہؓ کی سرکردگی میں دمشق بھیجا ۔ تبصرہ محمودی ص۲۴۴ بحوالہ
ابن خلدون ، البدایہ والنہایہ ۔ محاضرات الامم الاسلامیہ

پھر حضرت معاویہؓ نے مدینہ منورہ مروان ابن الحکم کو لکھا ۔ مروان ابن الحکم
کی تقریر میں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے شور کر دیا ۔ پھر سنہ ۵۰ھ ہی میں حضرت معاویہؓ
تشریف لائے اور فضا کو ہموار کرنے کی کوشش کی ۔

کیا تین ماہ کے قلیل عرصہ میں اتنا کچھ ہو گیا؟ کہ یزید کی واپسی پر حضرت مغیرہؓ دمشق پہنچے، پھر تجویز کرنے کے بعد واپس آتے ہیں، ایک وفد تشکیل کر کے دمشق بھیجتے ہیں، پھر حضرت معاویہؓ مدینہ لکھتے ہیں وہاں مشورہ ہوتا ہے قاصد دمشق کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ پھر وہ تیاری فرما کر حج کے لئے تشریف لاتے ہیں اور مدینہ میں شوریٰ طلب کرتے ہیں۔ آج کے دور میں تو عقل تسلیم کرے لیکن وہ دور پریس، ٹیلیفون، تار برقی اور ہوائی جہازوں کا نہ تھا۔

عباسی صاحب بتائیں کہ تین ماہ میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ لیکن جواب دیتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ سنہ ۵۱ھ میں مروان ابن الحکم عامل مدینہ نہ تھے اور عباسی صاحب نے تحقیق مزید کے نقشہ امرا الحج میں سنہ ۵۱ھ میں یزید کو امیر الحج لکھا ہے۔ تحقیق مزید ص ۲۰۲

۵۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب صحیح النسب سید نہیں تبصرہ محمودی ص ۲۳۷ نیز دوسری جگہ صراحت سے لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب نسلی تعصب میں یہ کہتے ہیں تبصرہ محمودی ص ۹ ج ۱۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک وحدہ تھا ان میں قرابتیں تھیں الفت اور پیار تھا۔ ملخص تبصرہ محمودی ص ۱۳۶ تا ۱۳۸ حصہ دوم

اب عباسی صاحب ہی اس معمہ کو حل کر سکتے ہیں۔ اگر مودودی صاحب سید نہیں تو نسلی تعصب کیسا؟ اور نسلی تعصب سے تو بنو ہاشم اور بنو امیہ کا ایک واحدہ ہونا چہ معنی دارد؟

۶۔ لکھتے ہیں کہ مروان ابن الحکم سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تحقیق مزید ص ۸۶ پھر لکھتے ہیں مروان ابن الحکم کی عمر فتح مکہ کے وقت دس گیارہ برس کی تھی۔ تبصرہ محمودی ص ۱۹۰ ج ۱ فتح مکہ سنہ ۸ھ کو ہوا۔ عام حساب سے چھ سال بنتے ہیں۔ چلو تخمیناً سات سال کہہ دو۔ اب عباسی صاحب ہی الجبرا کا کوئی ضابطہ تلاش کر کے اس معمہ کو حل کریں کہ ۸-۲ = ۱۰ : ۱۱

کیسے بن گئے۔

۷۔ عباسی صاحب لکھتے ہیں :۔

ا۔ یزید کی نامزدگی سنہ ۵۶ھ کو ہوئی۔

ب۔ اسوقت حضرت حبیبؓ ابن مسلمہ مجاہد صحابی زندہ تھے۔ تبصرہ محمودی ص ۲۲۹ ج ۱

ج۔ انکی وفات میں اختلاف ہے بہرحال بعد بلیغ خمسین وہ پچاس کو نہیں پہنچے۔

د۔ عباسی صاحب نے خود انہیں تحقیق مزید میں ان صحابہ کی فہرست میں شامل نہیں کیا جو بوقت ولایت عہد یزید زندہ تھے۔

کیا اس معمہ کو عباسی صاحب حل کر سکتے ہیں؟

۸۔ آپنے بہت زور مارا ہے کہ حضرت علیؓ کی عمر بوقت بعثت پانچ سال تھی۔ تبصرہ محمودی ص ۲۳ ج ۱ تحقیق مزید ص ۱۹۵

دوسرے مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

ولیدؓ بن عقبہ اور مروان ابن الحکمؓ کی عمر بوقت فتح مکہ دس گیارہ برس کی تھی (۱۰ : ۱۱) + ۲۰ = (۳۰ : ۳۱) - ۸ = (۲۲ : ۲۳) - ۱۳ = ۹ : ۱۰ - توسوچ میرے دوست کہ کونسی بات درست ہے۔

۹۔ آپ نے خطیب بغدادی کے نقل کردہ اجماع کے علی الرغم شاذ قول پر اعتماد کرکے ایک خاص مصلحت کے تحت جسے راقم السطور نے اپنی اسی کتاب کے ص میں بیان کیا ہے۔ نیز معمہ ۲ میں آپ پڑھ چکے ہیں :۔

حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کی وفات سنہ ۵۰ھ لکھی ہے۔

پھر مسلّم ہے کہ حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کی وفات کے بعد کوفہ کی امارت زیاد کے سپرد کردی گئی۔ زیاد کوفہ اور بصرہ دونوں کا عامل تھا اور اسکی طرف سے نائب عمرو ابن الحرث تھا۔ پھر مسلّم ہے کہ زیاد نے حجر ابن عدی اور اسکے اصحاب

کو بغاوت کا الزام لگا کر کے بھیجا اور حضرت معاویہ رضؓ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر مسلّم ہے
کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے حضرت عبدالرحمان ابن الحارث رضؓ کو روانہ کر کے سفارش
کی چنانچہ عبدالرحمان ابن حارث رضؓ کے پہنچنے سے پہلے حجر بن عدی رضؓ قتل ہو چکے تھے۔
اور ام المومنین کی سفارش سے امیر المومنین نے حجر بن عدی کے بعض اصحاب کو جو ابھی
قتل نہیں ہوئے تھے معاف کر دیا۔ پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ جب حضرت معاویہ رضؓ حج کے
لئے تشریف لائے تو ام المومنین نے اس بارہ میں حضرت معاویہ رضؓ کو ملامت کی
اور حضرت معاویہ رضؓ نے معذرت چاہی۔ یہ سارا ماجرا سنہ ۵۱ھ میں ہی وقوع پذیر ہوا۔

اب عباسی صاحب ہی اس معمہ کو حل کریں کہ حضرت مغیرہ رضؓ کی وفات
رمضان یا شعبان میں ہوئی۔ اگر حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات شعبان میں ہی تسلیم
کر لی جائے تو یکم شعبان سے ۹ ذوالحجہ تک ۴ ماہ اور ۹ دن بنتے ہیں۔ اگر رمضان
شریف میں وفات قرار دیجائے تو میعاد ایک ماہ اور کم ہو جاتی ہے۔
تو اتنی قلیل مدت میں حضرت مغیرہ رضؓ کی وفات اور اسکے بعد زیاد کی تقرری
حجر بن عدی رضؓ کی بغاوت، دربار خلافت میں ان کی گرفتاری کی اجازت طلبی
پھر ان کی گرفتاری، پھر ان کا دمشق بھیجنا، پھر ان کے قتل سے فراغت کے بعد
حضرت امیر معاویہ رضؓ کا سفر حرمین ہمارے فہم و ادراک سے ماوراء ہے البتہ عباسی
صاحب تاریخ اور جغرافیہ کے معاملہ میں بصیرت رکھتے ہیں اور بعض عقیدت مندوں
کے بقول مؤرخ ہیں، شاید کوئی ایسا نقشہ تیار کر دیں، جیسا کہ حسین رضؓ کے سفر
کوفہ کا تیار کیا ہے اور ذیل کے مندرجات کا لحاظ کریں گے:۔

۱۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ حضرت مغیرہ رضؓ کی وفات ہوئی۔
۲۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ حضرت معاویہ رضؓ کو انکی وفات کی خبر ہوئی۔
۳۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو زیاد کی تقرری کا آرڈر ہوا۔

۴۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو زیاد نے حجر ابن عدی پر بغاوت کا الزام عائد کیا اور حضرت معاویہؓ سے اسکے خلاف کارروائی کرنیکی اجازت لی۔

۵۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو اسے حجرؓ کے خلاف کارروائی کی اجازت مل گئی۔

۶۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو وہ گرفتار ہوئے۔

۷۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو حضرت معاویہؓ کی خدمت میں پہنچے۔

۸۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو انہیں سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

۹۔ سنہ ۵۱ھ فلاں تاریخ کو انہیں قتل کیا گیا۔

۱۰۔ سنہ ۵۱ھ پھر فلاں تاریخ حضرت معاویہؓ دمشق سے روانہ ہوئے اور فلاں تاریخ کو مدینہ پہنچے۔

اس پورے نقشہ کے لکھنے کے بعد عباسی صاحب تحقیق مزید میں نقشہ امراءالحج بھی دیکھ لیں کہ سنہ ۵۱ھ انہوں نے امیر الحج حضرت معاویہؓ کو لکھا ہے یا یزید ابن معاویہ کو۔

کیا عباسی صاحب مندرجہ ذیل سوالات کے تسلی بخش جوابات دے سکتے ہیں:-

۱۔ آپ نے خلافت معاویہ و یزید کے صـ۳۷ میں البدایہ والنہایہ اور تاریخ الاسلام ذہبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیر یزید نے سنہ ۵۱ھ، سنہ ۵۲ھ، سنہ ۵۳ھ میں امیر الحج ہونے کی حیثیت سے حج کرایا۔

قابل دریافت یہ امر ہے کہ آیا یہ حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کی تحقیق ہے یا ابوبکر بن عیاش کا قول ہے؟ اگر ابوبکر ابن عیاش کا قول ہے تو آپ نے ابوبکر بن عیاش کا نام حذف کیوں کر دیا؟ اور اس قول کی نسبت براہ راست

حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ذہبی کی طرف کیوں کر دی ؟ معقول وجہ بیان کرکے ممنون فرمائیں۔

۲. پھر آپ نے تحقیق مزید کے نقشہ امراء الحج میں اور بعض دیگر مقامات مثلاً تحقیق مزید طبع دوم ص ۲۲ ، ص ۲۰۳ پر لکھا ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۲ھ میں امیر الحج ہونے کی حیثیت سے حج کیا۔
اس تبدیلی کا سبب کیا ہے ؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

۳. جب ابوبکر ابن عیاش کی روایت کو آپ نے خود ہی ٹھکرا دیا تو آپ نے تین سال متواتر امیر الحج ہونے کی بنیاد کس روایت پر رکھی ہے ؟
بینوا تؤجروا۔

۴. آپ کسی مؤرخ کا نام بتا سکتے ہیں، جس نے تین سال متواتر یزید کی امارتِ حج کا تذکرہ کیا ہو ؟

۵. آپ کسی تاریخ کی کتاب کا حوالہ دے سکتے ہیں، جس نے ۵۲ھ میں یزید ابن معاویہ کا امیر الحج ہونا لکھا ہو ؟

۶. آپ نے لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت میں دو مرتبہ حج کروایا
خلافت معاویہؓ و یزید طبع سوم ص ۳۸۔ تحقیق مزید طبع دوم ص ۳۹۹۔
آپ بتا سکتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کس سن میں حج کروایا اور اسے نقشہ امراء الحج میں کیوں ظاہر نہیں کیا۔ تحقیق مزید کے نقشہ امراء الحج میں حضرت امیر معاویہؓ کا ایک ہی حج ۴۴ھ میں مذکور ہے ؟

۷. آپ نے خلافت معاویہؓ و یزید طبع سوم ص ۳۸ ، تحقیق مزید طبع دوم ص ۳۹۹ میں لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ نے دو مرتبہ اور امیر یزید نے تین مرتبہ امیر الحج کے فرائض ادا کیے۔ ان پانچ سالوں کی نشان دہی کریں۔ نقشہ امراء الحج

ہیں تو امیر معاویہؓ کا صرف ایک اور یزید کے تین لکھے ہیں۔

۸۔ آپ نے لکھا ہے "لیکن جب تک وہاں کے باشندے بھی متفق نہ ہوں یہ فیصلہ نافذ نہ ہو گا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یہ سفر اسی لئے اختیار کیا تھا۔"

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ حج و زیارت حضرت معاویہؓ نے کس سن میں کیا۔؟ اور اسے آپ نے نقشہ امراء الحج میں کیوں ظاہر نہیں کیا؟

۹۔ آپ نے لکھا ہے: "بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس سے قبل سنہ ۵۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے بیعت یزید کے بارے میں ام المومنین سے مشورہ کیا تھا اور اب سنہ ۵۶ھ میں حاضر ہو کر رپورٹ پیش کی۔" تحقیق مزید طبع دوم ص ۱۲۲

اگر اس قول کو آپ درست سمجھتے ہیں تو سنہ ۵۱ھ میں امیر الحج یزید کو کیوں لکھا حضرت امیر معاویہؓ کے نام کو کیوں ترک کر دیا؟ اور اگر اس قول کو آپ درست نہیں سمجھتے تو پھر خواہ مخواہ یہ افسانہ تراشی کر کے قارئین کو غلط تاثر دینے کی کوشش کیوں کی؟ ؏ شرم تم کو مگر نہیں آتی

۱۰۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس آواز کو بھی بہت سمجھا اور خود سنہ ۵۰ھ میں حج و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو مدینہ منورہ میں اس مسئلہ پر شوریٰ طلب کیا۔ تبصرہ محمودی ص ۱

اگر آپ کی یہ تحریر درست ہے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سنہ ۵۰ھ میں امیر الحج یزید بن معاویہ نہیں تھا۔ آپ نے نقشہ امراء الحج میں یزید کا نام محض دھوکہ اور فریب دہی کے لئے درج کیا ہے۔

۱۱۔ آپ نے لکھا ہے کہ قسطنطنیہ کا محاصرہ چار سال تک رہا۔ تحقیق مزید ص ۲۴۱، ۲۴۲
خلافت معاویہؓ و یزید ص ۴۳۱

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ محاصرہ کب سے کب تک رہا؟ اسکی ابتداء کس تاریخ کو ہوئی اور اسکی انتہا کونسی تاریخ کو ہوئی ؟۔

۱۲۔ ان چار سالوں میں کتنے لشکر حملہ آور ہوئے؟ ان میں صوائف کتنے تھے اور شواتی کتنے؟ اور امراء عساکر کے اسمائے سے بھی مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

۱۳۔ یزید ابن معاویہ نے بقول آپ کے چار ماہ تک محاصرہ کیا۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۹ اگر ایک لشکر کا سالار تھا تو بقایا جیوش کے امراء کے اسماء کیا تھے؟ اور آخری جیش کا سالار کون تھا؟ بالتفصیل وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

۱۴۔ چار سال کے بعد محاصرہ بغیر فتح کے اٹھایا گیا اور پھر طویل عرصہ تک قسطنطنیہ پر حملہ نہیں ہوا اسکی وجوہ کیا ہیں؟

۱۵۔ اگر محاصرہ اسلئے اٹھایا گیا کہ قیصر روم کے ساتھ مصالحت ہوگئی تھی تو مصالحت کرنیوالا کون تھا؟ اسکے اسم گرامی سے مطلع فرمائیں بڑی نوازش ہوگی۔

۱۶۔ اگر مصالحت کرنیوالا یزید تھا جیسا کہ ابن خلدون نے تصریح کی ہے تو اس سے ثابت نہیں ہو جاتا کہ یزید بن معاویہ اول جیش کا سالار نہیں تھا؟ بلکہ ان چار سالوں میں حملہ آور جیوش میں سے آخری جیش کا سالار تھا؟

۱۷۔ اگر یزید آخری جیش فی عہد معاویہ رض کا سالار تھا تو پھر وہ بخاری کی روایت اول جیش یغزون مدینۃ قیصر کا مصداق کیسے بن سکتا ہے؟

۱۸۔ حضرت ام حرام رض سے ایک روایت کو حضرت انس رض اور عطاء بن یسار بیان فرماتے ہیں اور اس روایت کو عمیر بن الاسود بھی بیان کرتے ہیں۔ اگر انکے الفاظ و معنی متغایر ہوں تو عمیر بن الاسود کی حدیث بمقابلہ انس بن مالک رض

عطا بن یسار رضی اللہ عنہما کے زیادہ قابلِ اعتبار ہوگی یا ان دونوں صحابہ کی روایت بمقابلہ عمیر بن الاسود غیر صحابی کے زیادہ معتبر ہوگی۔

١٩۔ آپ نے لکھا ہے کہ عمرو ابن سعد مولود بعہد النبی ہے اور حسین رض ابن علی رض کے ہم سن یا پانچ چھ سال ہے۔ خلافت معاویہ ویزید صہ ٢٦٦

تو پھر اسکو فہرست صحابہ میں شمار کیوں نہیں کیا گیا؟ حالانکہ اس سے چھوٹی عمر کے بچوں کو بھی شمار کیا ہے۔ مثلاً عبداللہ بن حارث ابن نوفل انکی عمر بوقتِ وفاتِ آنحضور ص دو سال تھی۔

٢٠۔ آپ نے "اوّل جیش یغزون مدینۃ القیصر" کو تحقیق مزید صہ ٢٢ میں منہاج السنۃ کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے :۔

فی صحیح البخاری عن ابن عمر عن النبی انہٗ قال اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر (القسطنطنیہ) مغفور لھم

صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو مدینۃ القیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا اسکے لئے مغفرت ہے۔

منہاج السنۃ ابن تیمیہ صہ ٢٤٥ ج ٢

یہ روایت منہاج السنۃ کے حوالہ بالا کے مطابق ہے نیز منہاج السنۃ صہ ٢٥٢ ج ٢ میں بھی مذکور ہے۔

کیا آپ صحیح بخاری سے یہ روایت عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دکھا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری کا حوالہ تحریر کریں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ قیامت تک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول جیش یغزون مدینۃ قیصر کے الفاظ صحیح بخاری سے نہیں دکھا سکتے۔ صحیح بخاری میں عن ام حرام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ روایت سات مرتبہ مختلف مقامات پر آئی ہے۔ جیسا کہ خود آپ نے خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے۔ اس حدیث کے پہلے فقرے میں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی ام حرام زوجہ عبادہ بن صامت سے مروی ہے، جن کے گھر آنحضرت صلعم قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور بحالت خواب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بحری جہاد اور جہاد قسطنطنیہ کی کیفیتوں کا انکشاف ہوا تھا۔

"اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا" صحیح بخاری صفحہ ۴۱۰ ج ۱

۲۱۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۱۰ ج ۱۔ آنجناب کے دیئے ہوئے حوالہ سے عن عمیر بن الاسود عن ام حرام قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش الخ مذکور ہے اور اس میں خواب کا تذکرہ نہیں۔ اگر خواب کا قصہ عن ام حرام کی دوسری روایات سے محفوظ ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان دوسری روایات میں سے بھی کسی روایت میں "اول جیش یغزون البحر" "قد اوجبوا" "مدینۃ القیصر" "مغفور لھم" کے الفاظ ہیں؟

۲۲۔ اگر الفاظ میں تعارض واقع ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

۲۳۔ اگر تطبیق ناممکن ہو تو کیا "عمیر بن الاسود" "عن ام حرام" کی روایت کو ترجیح دی جائے گی یا "انس عن ام حرام" کی روایت کو۔ جواب دیتے وقت ہماری اس کتاب کا صفحہ ۳۲ بھی ملاحظہ کر لیں، کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے اس روایت کو عطاء بن یسار نے بھی روایت کیا ہے، جس کے الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ نیز اسی خواب کو آنحضور صلعم نے امرۃ حذیفہ کے گھر نیز اپنی ہی ایک بیوی کے حجرہ میں دیکھا تھا اور اس کے الفاظ بھی انس عن حرام کی روایت کے ہیں۔

۲۴۔ کیا آپ عمیر ابن الاسود العنسی راوی کی شخصیت متعین کر سکتے ہیں؟ بالوضاحت
جواب سے سرفراز فرمائیں۔

۲۵۔ ذخیرۂ احادیث میں عمیر بن الاسود العنسی سے کوئی دوسری روایت مروی ہے، تو
اسکی نشاندہی فرمائیں۔

۲۶۔ آپ کے نزدیک عمیر اور عمرو دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں یا یہ دونوں راوی
الگ الگ ہیں۔ تفصیل مطلوب ہے۔ اگر دونوں ایک ہی ہیں تو دلائل مطلوب ہیں۔

۲۷۔ اگر آپ کے نزدیک دونوں ایک ہی ہوں تو اس عقدہ کو بھی حل فرمائیں، کہ
عمرو بن الاسود کی وفات ۱۴ھ میں ہوئی، حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایہ
میں اسکی تصریح کی ہے اور عمیر بن الاسود کی سن وفات آپ نے فی آخر
خلافۃ معاویۃ لکھی ہے۔ کیا یہ ۱۴ھ ابتدائے خلافت معاویہؓ ہے
یا آخر خلافت معاویہؓ؟

۲۸۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ "اول جیش" کے الفاظ عمیر بن الاسود کے ماسوا
کسی دوسرے راوی نے بھی بیان کئے ہیں؟

۲۹۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ عمیر بن الاسود راوی کے الفاظ "اول جیش یغزون
مدینۃ قیصر" سوائے امام بخاری کے کسی محدث نے کسی کتاب میں
روایت کئے ہیں؟

۳۰۔ اگر حضرت انسؓ اور عطاءؒ بن یسار کی روایت کے الفاظ محکم ہوں جیسا کہ
ہم نے زیر نظر کتاب کے صفحہ ۳۲۱ پر ثابت کیا ہے تو کیا یزید ابن معاویہ اس
روایت کا مصداق بن سکتا ہے؟ جبکہ ان کی روایت میں "اول جیش"
"اوجبوا" "مدینۃ قیصر" "مغفور لھم" کے الفاظ نہیں ہیں وہاں دونوں
مرتبہ آنحضورؐ نے "ناس من امتی یغزون البحر مثل الملوک علی الاسرۃ"

فرمایا ہے اور یزید بن معاویہؓ جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے، کہ بری لشکر صائفہ کا سالار تھا بحری لشکر کا سالار نہیں تھا۔

۳۱۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ ولایت عہد یزید کا قضیہ بعد معاودت از جہاد قسطنطنیہ سنہ ۵۰ھ میں پیش آیا۔ تحقیق مزید ص ۲۴ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۹ تبصرہ محمودی ص ۱۰۱ ج ۲ تو پھر ان صحابہ کی فہرست میں جو بوقت تحریک ولیعہدی بقید حیات تھے حضرت ابو ایوبؓ کو کیوں شمار کیا؟ جب کہ وہ دوران محاصرہ ہی میں وفات پا گئے تھے۔

۳۲۔ جب آپ نے حضرت شیبہ الجذریؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ قسطنطنیہ کے جہاد میں امیر یزید کے لشکر میں شامل تھے وہیں منزل عقبیٰ الحق۔ تحقیق مزید ص ۳۹ جب آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ جہاد قسطنطنیہ میں شہید ہو گئے تھے اور آپ اسکے بھی مدعی ہیں کہ قضیۂ ولایت عہد یزید بعد معاودت از جہاد قسطنطنیہ پیش آیا تو پھر آپ نے انہیں اس فہرست صحابہؓ میں کیوں شامل کیا؟ کیا انہوں نے مرنے کے بعد بیعت ولیعہدی کی تھی؟

"شرم تم کو مگر نہیں آتی"

۳۳۔ آپ نے لکھا ہے کہ حبیبؓ بن مسلمہ مجاہد صحابی جو حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں میں تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں مدینہ کے مشورے کی روئداد سنائی۔

ملخص تبصرہ محمودی ص ۲۲۹ ج ۱

ان عبارت میں آپ نے تسلیم کر لیا کہ وہ سنہ ۵۰ھ کے بعد تک زندہ رہے اور مدینہ کے مشورے کی روئداد سنکر برافروختہ بھی ہوئے، مگر آپ نے انہیں صحابہؓ کی فہرست میں کیوں شامل نہیں کیا؟ معقول جواب بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

ایا آپ کو حبیبؓ بن مسلمہ کی صحابیت میں شک واقع ہوگیا تھا یا ان کی حیات
بوقتِ ولیعہدی مشکوک تھی یا بخاری کی روایت کے بارے میں آپ کو کوئی شبہ
واقع ہوگیا تھا؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر اطمینان قلب فرمائیں۔

۳۴۔ روح بن زنباع جو حرمین پر حملہ آور لشکر کے ایک دستہ کا امیر تھا آپ نے دعویٰ
کیا ہے کہ وہ صحابی تھا۔ تبصرہ محمودی ص۱۶

پھر آپ نے اسے تحقیق مزید کے نقشہ فہرست صحابہؓ میں کیوں شمار نہیں کیا؟

۳۵۔ آپ بتلا سکتے ہیں، کہ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ، ائمہ مجتہدینؒ
میں سے کسی بزرگ نے کسی صحابی کے نام کے ساتھ علی السبیل الاصالہ صلوات اللہ
علیہ وسلامہ کے الفاظ استعمال کئے ہوں جیسا کہ آپ نے استعمال کئے ہیں؟

۳۶۔ آپ امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، قاضی ابوبکرؒ، محب الدین الخطیب کی تصنیفات
میں سے کہیں دکھا سکتے ہیں کہ ان اکابر ملت نے یزید کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ
یا علیہ الرحمۃ والرضوان لکھا ہو جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

۳۷۔ آپ نے لکھا ہے کہ علامہ شبلیؒ نے بھی علامہ ابن جریر طبری ہی کی تقلید میں
حضرت علیؓ کے اسم گرامی کے ساتھ علیہ السلام لکھنے اور جناب امیر علیہ السلام
تحریر کرنے کا طرز اختیار کر لیا ہے۔ غیر نبی کے ساتھ علیہ السلام لکھنا شیعہ
شعار ہے۔ تحقیق مزید ص۲۰۰

سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا اگر شیعہ شعار
ہے تو شاہ عبدالعزیزؒ اور بعض دیگر اکابر کے متعلق آپکی رائے گرامی کیا ہے؟
جنہوں نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسینؓ کے اسمائے کے ساتھ علیہ السلام
کا کلمہ استعمال کیا ہے اور جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

۳۸۔ آپ نے مولانا شبلی کی اس عبارت "قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز
منظر تھا، کہ دو شخص (جن میں ایک سیزدہ سالہ نوجوان ہے) میں

سیزدہ سالہ کا ترجمہ ۱۶ سال کیا ہے۔ وہ آپ نے فارسی کی کس لغت سے استفادہ کیا ہے۔ ہمارے ہاں تو سیزدہ کا ترجمہ ۱۳ سال کیا جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ مولانا شبلی کی مراد بھی یہی ہو اور ان کے پاس وہ لغات نہ ہو جو آپ کے پاس ہے۔

۳۹۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے مغیرہ ابن شعبہؓ کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ وہ سنہ ۴ھ میں غزوۂ خندق کے زمانے میں مشرف باسلام ہونے کے بعد سنہ ۵۳ھ تک مسلسل ۴۹ برس حضرت مغیرہؓ نے شاندار خدمات انجام دی تھیں سنہ ۵۳ھ کا قول کس مؤرخ نے لکھا ہے۔ اس حوالہ کی نشاندہی فرمائیں۔

۴۰۔ اگر آپ اس حوالہ کو درست سمجھتے ہیں تو فہرست صحابہؓ میں حضرت مغیرہؓ کی وفات سنہ ۵۱ھ کا قول کیوں اختیار کیا ہے؟

۴۱۔ ہمارے خیال میں حضرت مغیرہؓ کی وفات سنہ ۵۰ھ پر خطیب نے اجماع نقل کیا ہے البتہ بعض مؤرخین نے سنہ ۴۹ھ کہا جیسا کہ البدایۃ النہایہ میں مذکور ہے کوئی شاذ قول سنہ ۵۱ھ کا ہوگا جسے آپ نے تحقیق مزید میں ایک مصلحت کی بنا پر اختیار کیا ہے، کہ اگر سن وفات حضرت مغیرہ سنہ ۵۰ھ تسلیم کی جائے تو ان کا ماخوذ از استخلاف ہونا باطل ہو جاتا ہے، لیکن تبصرہ محمودی میں آپ اس مصلحت سے ذہول فرما گئے اور سنہ ۴۹ھ کے قول کی توثیق کرتے ہوئے لکھنا تو تھا ۴۹ - ۴ = ۴۵ لیکن لکھ گئے ۴۹ + ۴ = ۵۳، کیا آپ ہمارے قول کی تصدیق یا تکذیب کر سکتے ہیں؟

۴۲۔ آپ نے مروان بن الحکم کی عمر کے بارے میں لکھا ہے کہ سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان سنہ ۸ھ بموقعہ فتح مکہ ان کی عمر ۸ - ۲ = ۶ سال بتلائی تھی لیکن آپ ۸ + ۲ = ۱۰ بجائے تفریق کے قاعدے کے جمع کا قاعدہ استعمال کر گئے۔ کیا آپ ہمارے خیال کی توثیق یا تردید کرنے کی ہمت رکھتے ہیں؟

۴۳ - جب آپ نے تسلیم کیا ہے کہ عمرو بن حزم رض نے یزید بن معاویہ کی ولیعہدی کے سلسلے میں سخت کلامی کی ہے تو آپ نے انہیں ان صحابہ کی فہرست میں کیوں شامل کیا ہے، جو بزعم آپ کے بوقت تحریک ولیعہدی حیات تھے اور بطیب خاطر بیعت کی تھی ۔ تحقیق مزید، فہرست صحابہ رض

۴۴ - جب آپ کو تسلیم ہے کہ مسور بن مخرمہ رض نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی ۔ تبصرہ محمودی ص ۱۲۴ تو پھر انہیں ان صحابہ رض کی فہرست میں کیوں شمار کیا ۔ جنہوں نے بزعم آپ کے بطیب خاطر بیعت کر لی تھی ۔

۴۵ ۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے تو حضرت حبیب رض کے متعلق آپ کا نظریہ کیا ہے ؟ جنہوں نے انقضائے خلافت کی حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر بھیجی تھی ۔ مشکوٰۃ ص ۴۶۱

۴۶ ۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے تو خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق آنجناب کا نظریہ کیا ہے ؟ جو انقضائے خلافت راشدہ کے بعد اپنے آپ کو خیر بعد شر کے مصداق سمجھ کر مسرور ہوئے ۔

۴۷ ۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے تو پھر امام احمد بن حنبل رح ، امام ابن تیمیہ رح ابوبکر بن العربی رح و دیگر ائمہ اہل السنۃ جنہوں نے تصریح کی ہے کہ خلافت راشدہ حضرت حسن رض کی دستبرداری پر ختم ہو گئی ۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ سب بدعتی تھے ؟ کیا اب بھی خلافت راشدہ کے بقا کا تصور کیا جا سکتا ہے ۔

عزیز احمد صدیقی نے جو عباسی صاحب کے شاگرد ہیں عمر بن عبدالعزیز کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے کفر اور اسلام کے درمیان سمجھوتہ کرایا تھا ۔ از علی عجم

۴۸ آپ نے تبصرہ محمودی ص ۱ ج ۲ میں یہ جو لکھا کہ اگر وہ یعنی معاویہ رض لڑ کر خلافت حاصل کرنے کے درپے ہوتے تو اپنی فوجیں اصحاب جمل کی مدد کو بھیج سکتے تھے

تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اصحاب جمل حضرت معاویہ کی خلافت کے لئے لڑ رہے تھے؟

۴۹۔ آپ نے عہد نبوی کے عمال کی فہرست میں لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیان رض نجران کے والی تھے اور عمال صدیقی کی فہرست میں ہمیں ان کا نام نہیں ملتا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انہیں معزول کس نے کیا تھا؟ اور حضرت صدیق اکبر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عامل کو معزول کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلا

۵۰۔ آپ کو تسلیم ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا ہے (تحقیق مزید ص ۹۲) اور پھر آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مع اہل وعیال ۴۴ھ میں مدینہ تشریف لائے اس وقت یزید ابن معاویہ بھی انکے ساتھ تھے اور اپنی محترم پھوپھی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور انکی دعائیں لینے کی سعادت حاصل کی (تحقیق مزید ص ۹۲)

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ام المومنین کا انتقال ۴۴ھ کے کونسے مہینہ میں ہوا اور حضرت معاویہ رض مع یزید کس مہینہ میں مدینہ تشریف لائے؟ یہ افسانہ آنجناب کا خود تراشیدہ ہے یا کسی کتاب کا حوالہ بھی پیش کر سکتے ہیں؟

بینوا توجروا

مسلّمہ نتائج

۱۔ اگر ولایت عہد یزید کی تحریک مغیرہ بن شعبہؓ المتوفی سنہ ۵۰ھ نے کی تو ماننا پڑیگا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۲۔ اگر حضرت حفصہؓ المتوفاۃ سنہ ۴۵ھ بوقت تحریک ولیعہدیٔ یزید زندہ تھیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۳۔ اگر حبیب بن مسلمہؓ المتوفی قبل الخمسین اسوقت بقید حیات تھے تو ماننا پڑیگا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۴۔ اگر حضرت ابو ایوب الانصاریؓ المتوفی سنہ ۵۲ھ بزعم عباسی صاحب بقید حیات تھے، تحقیق مزید ص ۲۸ تو ماننا پڑے گا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۵۔ اگر حضرت ابو شیبہ الانصاریؓ اس وقت بقید حیات تھے "تحقیق مزید ص ۳۹ فہرست صحابہ" تو ماننا پڑے گا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۶۔ اگر مروان ابن الحکم نے مدینہ میں یزید کی نامزدگی کا قضیہ پیش کیا ہے (سنہ ۴۹ھ میں معزول تھے) تو ماننا پڑے گا کہ یہ قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۷۔ اگر یزید بن معاویہ سنہ ۵۰ھ، سنہ ۵۱ھ، سنہ ۵۲ھ میں امیر الحج تھا تو ماننا پڑے گا کہ یزید کی ولیعہدی کا قضیہ سنہ ۵۶ھ میں نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۸۔ اگر حضرت معاویہؓ نے صرف ایک حج کیا ہے (جیسا کہ عباسی صاحب نے نقشہ امراء الحج تحقیق مزید ص ۴۲) میں تصریح کی ہے تو ماننا پڑے گا کہ یزید کی نامزدگی کا قضیہ سنہ ۵۶ھ کا نہیں بلکہ سنہ ۴۳ھ کا ہے۔

۹۔ اگر تحریک ولایت عہد یزید سنہ ۵۱ھ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں مشورہ ہوا تو ماننا پڑے گا کہ صحیح بخاری کی روایت "فقال عبدالرحمن بن ابی بکر شیئاً" غلط ہے۔ کیونکہ مروان بن الحکم مدینہ کا عامل نہیں تھا۔

۱۰۔ اگر تحریک ولایت عہد یزید سنہ ۵۱ھ میں ہوئی اور مدینہ میں مشورہ ہوا تو ماننا پڑیگا کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اسوقت زندہ تھے اور تبصرہ محمودی کی متعدد عبارات پر خط تنسیخ کھینچنا پڑے گا جن میں عباسی صاحب نے رٹ لگائی ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اسوقت بقید حیات نہ تھے وغیرذالک من الخرافات۔

۱۱۔ اگر تحریک ولایت عہد یزید سنہ ۵۱ھ میں ہوئی تو ماننا پڑے گا کہ سنہ ۵۱ھ میں حضرت معاویہؓ نے حج کیا، یزید نے نہیں کیا۔ کیونکہ اسی سال حضرت معاویہؓ مدینہ تشریف لائے تھے۔

۱۲۔ اگر حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ سنہ ۵۱ھ میں پیش آیا ہو تو ماننا پڑے گا کہ سنہ ۵۱ھ میں امیر الحج حضرت معاویہؓ ہی تھے۔ یزید بن معاویہ نہ تھا۔ کیونکہ مسلم ہے کہ حجرؓ بن عدیؓ کے قتل کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حج کیا اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی زیارت کی۔ انہوں نے قتل حجر کے سلسلے میں انہیں ملامت کی۔

۱۳۔ اگر حجر بن عدیؓ کا قتل سنہ ۵۱ھ میں ہوا تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی وفات سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں ہوئی، سنہ ۵۱ھ کا قول غلط ہے۔ جسے عباسی صاحب نے اختیار کیا ہے کیونکہ حجر ابن عدیؓ کے قتل کا واقعہ زیاد ابن ابیہ کی امارت میں پیش آیا جب کہ حضرت مغیرہؓ کی وفات کے بعد وہ بصرہ کے امیر ہوئے۔

۱۴۔ اگر حضرت ام حبیبہؓ کی وفات سنہ ۴۴ھ میں ہوئی جو باعتراف عباسی صاحب مسلم ہے۔ تحقیق مزید ص ۹۴ ملخص۔ تو ماننا پڑے گا کہ عباسی صاحب نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ یزید ابن معاویہ اپنے والد کے ہمراہ سنہ ۴۴ھ میں حج و زیارت کے لئے آئے

اور اپنی محترم پھوپھی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ الخ

۱۵۔ اگر قسطنطنیہ کا محاصرہ چار سال رہا تو ماننا پڑے گا کہ یزید بن معاویہ آخر جیش کا سالار تھا۔ اول جیش کا سالار نہ تھا۔

۱۶۔ اگر حضرت ابو ایوب الانصاری رض المتوفی ۵۲ھ اس لشکر میں شریک تھے، تو ماننا پڑے گا کہ یزید آخر جیش کا سالار تھا اول جیش کا نہ تھا۔

۱۷۔ اگر ابو سعید الخدری رض غیر جانبدار تھے اور غیر جانبداری پر مستقیم رہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے) تو ماننا پڑے گا کہ صحیحین کی متعدد روایات موضوع ہیں۔ جن میں حضرت ابو سعید الخدری رض کا حضرت علی رض کی بیعت میں خوارج کے مقابلہ میں مقاتلہ ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری صفحہ ۵۰۹ ج ۱، صفحہ ۹۱۰ ج ۲ صفحہ ۱۰۲۴ ج ۲ و صحیح مسلم صفحہ ۳۴۱ ج ۱، صفحہ ۳۴۲ ج ۱

۱۸۔ اگر صحیحین کی یہ روایات صحیح ہیں اور یقیناً صحیح ہیں تو ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو سعید الخدری رض کے متعلق یہ دعویٰ کہ وہ غیر جانبدار تھے، باطل ہے۔

۱۹۔ اگر عمار بن یاسر رض مصر میں شہید ہو گئے تھے (جیسا کہ عباسی صاحب کا دعویٰ ہے) تو ماننا پڑے گا کہ صحیحین کی روایات موضوع ہیں جن کا بموقعہ جمل وغیرہ موجود ہونا ثابت ہے۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۵۳۲، صفحہ ۱۰۵۲

۲۰۔ اگر صحیحین کی روایات صحیح ہیں، تو ماننا پڑے گا کہ عمار بن یاسر رض کے متعلق عباسی صاحب کا یہ ادعا باطل ہے کہ وہ مصر میں شہید ہو گئے تھے۔

۲۱۔ اگر عمرو بن سعد رض مولود بعہد النبی ؐ ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے) تو ماننا پڑے گا کہ صحیحین کی متعدد روایات موضوع ہیں، جن میں ذکر ہے، کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر سعد بن وقاص رض نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زائد از ثلث کی وصیت کی اجازت چاہی تھی اور عرض کی تھی کہ ایک لڑکی کے ماسوا

میرا کوئی وارث نہیں۔ دیکھو صحیح بخاری ص ۱۰۳ دیکھو کتاب ہذا کا ص ۹۲۱

۲۲۔ اگر صحیحین کی یہ روایات صحیح ہیں اور یقیناً صحیح ہیں تو ماننا پڑے گا کہ عمرو بن سعد رضؓ کی ولادت کے متعلق عباسی صاحب کا یہ دعویٰ باطل ہے۔

۲۳۔ اگر عبداللہ بن الزبیر رضؓ نے (متفق علیہ امام کی بیعت سے گریز کیا) اور اجماع صحابہ رضؓ کی بے حرمتی کی ہے۔ تبصرہ محمودی ص ۱۰ ج ۲۔ تو ماننا پڑے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے، کیونکہ اجماع صحابہ رضؓ کا انکار کفر ہے۔

۲۴۔ اگر عبداللہ بن الزبیر رضؓ اور عبداللہ بن حنظلہ رضؓ پراپیگنڈا باز تھے تو ماننا پڑے گا کہ عدالت صحابہ رضؓ کا مسئلہ مشکوک ہے۔

۲۵۔ اگر عدالت صحابہ رضؓ کا قضیہ مسلّم ہے تو ماننا پڑے گا کہ یزید بن معاویہ میں شرب خمر، اضاعۃ الصلوٰۃ اور اتباع الشہواۃ کے آثار پائے جاتے تھے۔ کیونکہ معقل بن سنان، عبداللہ ابن الزبیر، عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن مطیع اور محمد بن ابی الجہم وغیرھم صحابہ رضؓ، تابعین رحؒ بلا ریب یزید کو ان منکرات کا مرتکب سمجھتے تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا ص

۲۶۔ اگر صحیح بخاری کی یہ روایت صحیح ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضؓ یزید بن معاویہ کی تجویز ولیعہدی کا ذکر سن کر دوران خطبہ بول اٹھے تھے تو ماننا پڑے گا کہ یزید بن معاویہ کی بیعت بطیب خاطر نہیں ہوئی۔

۲۷۔ اگر حضرت معاویہ رضؓ نے مدینہ کے اجتماع میں مجلس مشاورت کے ارکان کو چیلنج کیا، جیسا کہ بخاری کی روایت سے ثابت ہے اور عباسی صاحب کو بھی اعتراف ہے، تو ماننا پڑے گا کہ یزید کی بیعت بطیب خاطر نہیں ہوئی دباؤ ڈال کر لی گئی۔

۲۸۔ اگر حبیب بن مسلمہ رضؓ حضرت ابن عمر رضؓ کی زبانی اجتماع مدینہ کی روئیداد سنکر برافروختہ ہو گئے تھے۔ جیسا کہ عباسی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں، تو ماننا پڑے گا کہ یزید

کی بیعت بطیب خاطر نہیں ہوئی۔

۲۹۔ اگر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول کہ جواب دینا چاہتا تھا کہ أحق بهذا الامر منك من قاتلك وقاتل اباك على الاسلام "کہ اے معاویہ اس امرِ خلافت میں تجھ سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ سے اسلام پر قتال کیا تھا، درست ہے تو ماننا پڑے گا کہ یزید کی بیعت بطیب خاطر نہیں ہوئی۔

۳۰۔ اگر عمرو بن حزمؓ صحابی نے یزید کی ولیعہدی کے سلسلے میں حضرت معاویہؓ سے سخت گفتگو کی تھی جیسا کہ عباسی صاحب کو تسلیم ہے تحقیق مزید ص۸۱ تو ماننا پڑے گا کہ یزید کی بیعت بطیب خاطر نہیں ہوئی تھی۔

۳۱۔ اگر خلفاء راشدین کی اولاد اس بیعت کو ناگوار جانتے تھے جیسا کہ عباسی صاحب کو تسلیم ہے تو بطیب خاطر بیعت کا ادعاء باطل اور اجماع صحابہؓ کا قضیہ بھی محل نظر ہے

۳۲۔ اگر باعتراف عباسی صاحب بیعت یزید کے لئے ۵۰ھ سے ۵۶ھ تک برابر کوششیں جاری رہیں تو بطیب خاطر کا ادعاء باطل اور اجماع صحابہؓ کا قضیہ بھی محل نظر ہے لیکن ہماری تحقیق کے مطابق ۴۹ھ سے ۶۰ھ تک برابر مسلسل کوششیں کی گئیں تاہم ولایت عہد یزید کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اجماع صحابہؓ اور بیعت بطیب خاطر تو درکنار جو کچھ رونما ہوا وہ تشتت اور تنفر کا آئینہ دار ہے۔

۳۳۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعاء ہے، تو ماننا پڑے گا کہ حضرت حبیبؓ راوی بھی مبتدع ہیں جنھوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو حدیث سنائی اور انہیں رشد خلافت پر تہنیت دی۔

۳۴۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے)
تو ماننا پڑے گا کہ خلیفہ راشد و مرشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی بتدع تھے

۳۵۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے)
تو ماننا پڑے گا کہ بارہ خلفاء والی روایت موضوع ہے۔ حالانکہ اسے صحیح بخاری و
مسلم و دیگر ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے۔

عزیز احمد صدیقی نے جو عباسی صاحب کے شاگرد ہیں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز
پہلے شخص ہیں جنہوں نے کفر اور اسلام میں سمجھوتہ کیا ہے۔ ارمغان عجم ص ۲۱۶ تا ۲۱۸

۳۶۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے)
تو ماننا پڑے گا کہ اس سلسلے کی تمام روایات موضوع ہیں جو ہم نے اس
کتاب کے ص ۲۳۵ تا ۲۹۱ پر ذکر کی ہیں۔

۳۷۔ اگر بارہ خلفاء والی روایت و دیگر روایات صحیح ہیں (جیسا کہ عباسی صاحب کو
بھی اعتراف ہے) تو ماننا پڑے گا کہ انقضائے خلافت کا نظریہ صحیح ہے اور
عباسی صاحب کے دعاوی میں زبردست تضاد ہے۔

۳۸۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے)
تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح، ائمہ مجتہدین رح، محدثین رح اور
امت کے دیگر اکابرین خلفاً عن سلفٍ تمام بتدع تھے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

۳۹۔ اگر انقضائے خلافت کا نظریہ بدعت ہے (جیسا کہ عباسی صاحب کا ادعا ہے)
تو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں پہلے سنی حضرت العلامہ جناب محمود عباسی صاحب ہی ہیں

۴۰۔ اگر عباسی صاحب کو ذیل کے مندرجات میں سچا سمجھا جائے تو:۔
۱۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی
دستور اساسی نہیں دیا۔

۲۔ بخاری و مسلم کی روایات موضوع ہیں اور ان کے راوی کذاب، وضاع
اور مبتدع ہیں تفصیل کے لئے دیکھو زیر نظر کتاب کا صـ ۹۲ تا ۱۲۲

۳۔ حضرت علیؓ کی خلافت نہیں تسلیم کی جائیگی، خلافت علی منہاج النبوۃ
کا حضرت عثمانؓ کی شہادت پر خاتمہ ہو گیا تھا۔

۴۔ حضرت معاویہؓ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما
سے زیادہ قائد اور سائد تھے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ شورش پسند انسان کی حیثیت رکھتے تھے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور عبداللہ بن حنظلہؓ پراپیگنڈا باز تھے۔

۷۔ عبداللہ بن الزبیرؓ نے اجماع صحابہؓ کی بے حرمتی کی اور وہ ملحد
ہے۔ خلافت معاویہ و یزید صـ ۵۰۶

۸۔ حسینؓ ابن علیؓ جاہ پرست تھے۔

۹۔ یزید بن معاویہ خلیفہ راشد تھا۔

۱۰۔ یزید کی خلافت حضرت صدیقؓ کی خلافت سے بھی زیادہ مجمع علیہ تھی
تو ماننا پڑے گا کہ اہل السنۃ کے پلے کچھ بھی نہیں
لیکن کچھ تعجب نہیں :-

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باغی اور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو حضرت عثمانؓ
کا درجہ دے دینے سے بیت اللہ الحرام کا کوئی کنگرا نہیں گرا تو حسینؓ بن علیؓ
اور عبداللہ بن الزبیرؓ کو باغی کہہ دینے سے یقیناً کعبۃ اللہ کا کوئی کنگرا نہیں گریگا
اور اگر گرتا ہے تو گرنے دو۔ آخر عبدالملک بن مروان نے بھی تو کعبہ پر منجنیق نصب
کرکے خلافت راشدہ حاصل کی تھی۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بڑھ رہی ہیں بقلۂ الوتار کی بوٹیاں
گلستانِ مصطفےٰ کے باغباں کو کیا ہوا

بڑے تعجب کی بات ہے

کہ جب عباسی صاحب نے اپنی کبریائی کے بیان میں بابائے اردو کا وہ خط تحقیق مزید میں شائع کیا جس میں انہوں نے عباسی صاحب کے نام کی تسبیح پڑھی ہے کہ ہر چھینک پر بجائے الحمد للہ کے آپ کا نام زبان پر آجاتا ہے۔

تو کسی موحد کی رگ حمیت نہ پھڑکی

اور جب عباسی صاحب نے تبصرہ محمودی میں لکھا کہ

کتاب اللہ اور سنت رسول نے ہمیں کوئی دستور نہیں دیا

تو کسی اہل قرآن کی جبین پر شکن نہیں آئی۔

اور جب عباسی صاحب نے صحیحین کی بیسیوں روایات کا انکار کیا

تو کسی اہل حدیث کو غیرت نہ آئی۔

اور جب عباسی صاحب نے حضرت علیؓ کے بارے میں گستاخی کی اور حضرت حسینؓ کو جاہ پرست، باغی اور عبداللہ بن الزبیرؓ کو شورش پسند اور ملحد کہا

تو کسی اہل سنت کو طیش نہ آیا

اور جب عباسی صاحب نے حضرت معاویہؓ کو حضرت ابو بکر الصدیق اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ قائد و مدبر کہا اور یزید کو خلیفہ راشد اور اسکی خلافت کو حضرت صدیقؓ کی خلافت سے بھی زیادہ مجمع علیہا کہا

تو تنظیم اہل السنۃ کے بانی پتافی صاحب نے عباسی صاحب کی ہمنوائی کی اور اس کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہو گئے

اور جب حکیم الاسلام جناب قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دار العلوم دیوبند نے رشید کربلا، لکھ کر عباسی صاحب کے نظریات کو اہل السنہ کے معتقدات کے خلاف قرار دیا

تو دیوبندیوں نے اس کتاب کو قابل اعتنا نہ سمجھا

اور جب راقم الحروف نے عباسی صاحب کے افکار کے خلاف زیر نظر کتاب تصنیف کی اور مالی کمزوری کی وجہ سے کتاب کی طباعت میں تاخیر واقع ہوگئی۔ فہرست مضامین اپنی ایک دوسری کتاب الکلام الموزون کے ساتھ پیوست کر کے شائع کی گئی تو بہت سے تہدید آمیز گمنام خطوط موصول ہوئے۔
کہ کتاب استخلاف یزید طبع نہ کرائی جائے ورنہ ....

ظاہر ہے دھمکیوں سے تحقیقات کو ترک نہیں کیا جا سکتا

کوئی صاحب کردار محقق محض دھمکی سے خائف ہو کر اپنی تحقیق سے دستبردار ہو جائے ممکن نہیں اور ہم تو بفضل اللہ المتعال اپنے نصب العین پہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کی سکت رکھتے ہیں، بھلا گمنام خطوط کی دھمکیوں سے ہم اپنا ارادہ بدل سکتے ہیں؟ بقول مولانا ظفر علیخاں ؎

تنکوں سے بھی ہوتا ہے کبھی سیل رواں ضبط

البتہ کوئی بھی شخص ہماری پیش کردہ تحقیق سے زیادہ محکم اور پائیدار دستاویز

پیش کرے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی توقف نہیں۔ فأتوا بكتاب هو اهدى منه اتبعه فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا۔

هَلْ مِنْ مُنِيبٍ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ

میں ہر قاری کو عموماً اور عباسی صاحب کے معتقدین اور ان کی تصنیفات سے متاثرین حضرات کو خصوصاً درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرات میری کتاب کو نہایت دیانت داری سے تعصب کی آلودگیوں سے مبرا ہو کر بنظر امعان مطالعہ فرمائیں اور میری گذارشات سے اگر آپ عباسی صاحب کی خامیوں پر متنبہ ہو جائیں تو اتباع حق کے جذبے سے سرشار ہو کر فوراً حق کو قبول فرمائیں اور جیسا کہ متقین کی شان ہے ذرہ برابر توقف نہ کریں۔

میں عباسی صاحب کی تصنیفات کے مبصرین اور ان کے افکار کے مؤیدین حضرات سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بزرگوار ہماری اس تصنیف کو بغور مطالعہ فرما کر عباسی صاحب کی تصنیفات پر نظر ثانی کریں اگر وہ محسوس کریں کہ واقعی عباسی صاحب کا مؤقف اہل السنۃ کے برخلاف ہے تو اس سے برأت کا اعلان فرمائیں هل من منيب أليس منكم رجل رشيد

گر قبول افتد زہے عز و شرف ~~دولت مآب~~

گر قبول افتد درِ دولت مآب

عباسی صاحب خلافت معاویہؓ و یزید میں اسطرح گل افشانی فرماتے ہیں:-

"حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں، سیاسی معاملات میں ان سے جو لغزشیں ہوئیں اسکے باوجود وہ ہمارے امام واجب الاحترام ہیں اور نسبی تعلق سے بھی ہمیں ان سے محبت ہے۔ جو شخص بدگوئی کرتا ہے اس سے

وہی کہوں گا جو میرے ایک دادا امیر عبداللہ المعتز عباسی نے ایسے ہی ایک بدگو کے جواب میں کہا تھا۔" خلافت معاویہؓ و یزید طبع سوم عرض مؤلف ص۴۳

راقم السطور حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہونیکی حیثیت سے عباسی صاحب کی اس کرم نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

ان ابرالبر صلۃ الرجل اھل ودابیہ۔ صحیح مسلم ص۳۱۴ ج ۲

اپنے باپ کے ساتھ محبت کرنیوالوں کے ساتھ صلہ رحمی بڑی نیکی ہے۔

فلھذا

کتاب "حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید" ھدیۃً عباسی صاحب؎ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

ہدیۃً ارسال کردم ایں کتاب
گر قبول افتد در دولت مآب

؎ چونکہ عباسی صاحب وفات پا چکے تھے لہذا کتاب انکے تلمیذ عزیز صاحب صدیقی کو جو عباسی صاحب کے پروگرام کی تکمیل کیلئے کمربستہ ہوئے ارسال کر دی گئی ہے۔

الاعتذار

۱۔ ایک عرصہ سے کتاب کا مسودہ تیار ہو چکا تھا مگر کتاب طبع کرانے کے وسائل میسر نہ آسکے اسلئے تاخیر ہو گئی اور جوں جوں تاخیر واقع ہوتی گئی حقائق کے انکشاف میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور نئے مسائل کی پیداوار نے کتاب کی ضخامت کو بڑھا دیا۔

۲۔ اردو ادب سے زیادہ مناسبت نہیں ہے لہٰذا ادبی خامیوں اور غلطیوں کے وقوع سے معذرت خواہ ہوں۔

۳۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کتبِ روافض سے استفادہ نہ کیا جائے مگر صرف ایک حوالہ جو حضرت عثمان رضؓ کی منقبت میں ہے پیش کیا ہے اور شاید کہ بعض دیگر مواقع پر تبعاً کوئی چیز آگئی ہو مگر ایسا کم ہی ہوا ہے۔

۴۔ اسی طرح طبری سے بھی براہ راست حوالہ لینے سے اجتناب کیا ہے شاید کہ بعض جگہ تبعاً ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۵۔ واقدی روایت حدیث میں متروک ہے اور تاریخ میں اگرچہ اس کا کچھ پایہ ہے تاہم ہم نے ان کے قول پر بھروسہ نہیں کیا۔ صرف دو تین مقامات پر نہایت واضح قرائن کی موجودگی میں اسکی روایت سے احتجاج کیا ہے۔

۶۔ کوشش کی ہے کہ مواد کتبِ احادیث سے فراہم کیا جائے اور التزام کیا ہے کہ زیادہ صحت مند مواد استخراج کیا جائے۔

۷۔ قاضی ابوبکرؒ، امام ابن تیمیہؒ اور محب الدین الخطیبؒ کو سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھا ہے لیکن بعض جگہ نہایت روشن دلائل کے پیش نظر ان کی تحقیق کو قبول کرنے

سے معذرت کر دی ہے۔

۸۔ انکے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، حافظ ابن کثیر کی تحقیقات پر بھروسہ کیا ہے مگر نہایت کوشش کی ہے کہ کوئی سقیم روایت نہ آنے پائے۔

۹۔ صحیح بخاری کی ایک روایت "حدیث قسطنطنیہ" اور صحیح مسلم کی ایک روایت جو فضائل ابی سفیان بن صخر کے باب میں وارد ہے، پر سنگین قسم کی جرح کی ہے، مگر اصول حدیث کے تحت کی ہے۔ صحیح مسلم کی روایت کے مجروح ہونے میں دیگر اکابر کے علاوہ علی احمد عباسی بھی ہمارے ہمنوا ہیں۔

۱۰۔ عباسی صاحب کے استدلالات کا وہ حصہ جو انہوں نے بنی امیہ اور ہاشمیوں کی قرابت داریوں سے ان کے اتحاد پر استدلال کیا ہے البتہ رہ گیا ہے وہ ان شاء اللہ العزیز دوسری زیر تصنیف کتابوں "الختنین" اور "الحسنین" میں پیش کیا جائیگا۔

۱۱۔ بعض مندرجات مختلف عنوانات کے تحت مکرر آگئے ہیں، مقصد مختلف پیرایہ سے عباسی صاحب کی عیاری کو عیاں کرنا ہے۔

۱۲۔ بعض عنوانات محض اسلئے ترک کر دیئے گئے کہ کتاب کی ضخامت اندازہ سے زائد ہو گئی تھی مثلاً قیاس مساوات المشاکلۃ والمفارقۃ وغیرہ۔

۱۳۔ مودودی صاحب کا ادھار بھی ہمارے ذمہ باقی ہے وہ ان شاء اللہ العزیز ہماری زیر تصنیف کتاب (الختنین) کے پہلے حصہ میں قضا کر دیا جائیگا۔
ایضاً اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق دی تو مودودی فرقہ کے نام سے ایک رسالہ چھپوانے کا ارادہ ہے جس میں مودودی صاحب کے مزعومات کا تفصیلی رد ہوگا۔

۱۴۔ جو کچھ لکھا ہے دیانت کے تقاضوں کے پیش نظر لکھا ہے اور جمہور اہل السنۃ

کی پیروی میں لکھا ہے مگر تاہم انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے، اگر کوئی غلطی حوالہ کی یا استدلال کی دیکھیں تو مطلع فرمائیں اور اگر کوئی کلمہ دل آزار نوکِ قلم سے نکل گیا ہو تو معذرت چاہتا ہوں۔

۱۵۔ بے سروسامانی اور بے مائیگی نے طباعت و کتابت میں بہت ہی تاخیر واقع کر دی ہے اس عرصہ میں بعض وہ ہستیاں جن کے متعلق کچھ لکھا گیا دنیا سے رحلت کر گئیں۔ خصوصاً عباسی صاحب جن کا رد کرنا اصل مقصود تھا اگر کتاب انکی زندگی میں اشاعت پذیر ہوتی تو شاید انہیں اپنی تحریرات پر نظر ثانی کا موقعہ ملتا اور ممکن تھا وہ رجوع کر جاتے۔

لکھے گئے مضامین میں ترمیم تو نہ کی گئی مگر ہم صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے خلوص نیت اور جذبۂ صادقہ سے قلم اٹھایا تھا تو اللہ تعالےٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے، ان کے افکار سے نفرت ہے ان کی ذات سے عداوت نہیں اور اگر انہوں نے کسی خاص منصوبہ کے تحت قلم اٹھایا تھا جیسا کہ ہم دیانتداری سے سمجھتے ہیں، خداوند تعالیٰ سوءِ ظن سے محفوظ رکھے تو وہ ہمارے محاسبہ سے کہیں زیادہ سنگین احتساب میں آچکے ہوں گے۔

وما اردت الا الاصلاح ما استطعت

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

قد تمت الکتاب بعون الوھاب ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ والیہ المرجع والمآب

سید لعل شاہ بخاری

خطیب مدنی مسجد واہ کینٹ

ضمیمہ

(بعض امور کی توضیحات اور کچھ شبہات کا ازالہ)

کتاب استخلاف جب پہلی بار طبع ہو کر آئی تو مولوی عبدالسلام و مولوی محمد صابر صاحبان نے کتاب سے کچھ اقتباسات اخذ کر کے بعض علماء کرام کے فتاویٰ حاصل کئے اور القول السدید کے نام سے رسالہ کی شکل میں چھپوا کر اسکی اشاعت کی۔ چونکہ ان فتاویٰ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مصنف استخلاف یزید متشیع خیال ہے۔ اور اپنی کتاب میں شیعیت کی تائید کی ہے۔ بندہ نے اس رسالہ کا رد لکھا ہے اور البطش الشدید کے نام سے کتابت بھی کروا دیا۔ لیکن طباعت کی نوبت نہ آئی کیونکہ بندہ نے مولوی صاحبان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا گیا تھا اور دوران مقدمہ اسکی اشاعت خلاف مصلحت تھی۔ نیز بندہ کا خیال تھا کہ مقدمہ کی پوری کاروائی بھی کتاب کے ساتھ منسلک کر دی جائے گی

دوران مقدمہ عدالت عالیہ اور وکلاء صاحبان نے مصلحت اس میں سمجھی کہ چونکہ یہ ایک علمی مبحث ہے۔ اسلئے اسے علماء کی ثالثی میں ہی منفصل ہونا چاہئے۔ ثالثی کے لئے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مقرر ہوئے۔ تاریخ طے ہوئی۔ ہم تاریخ مقررہ سے ایک رات پہلے ہی گجرات پہنچ گئے۔ رات قاری عطاء الرحمٰن صاحب کے پاس رہے اور صبح شاہ صاحب کی مسجد میں پہنچے۔ شاہ صاحب کو مطلع کیا گیا لیکن شاہ جی اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے۔ مولوی صاحبان عصر تک نہ پہنچے۔ عصر کے بعد شاہ صاحب سامنے آئے اور فرمایا کہ بندہ اسلئے سامنے نہیں آیا تھا کہ ایک فریق کی غیر موجودگی میں دوسرے فریق کو ملنا مناسب نہ سمجھا۔ چونکہ دوسرا فریق نہیں آیا اسلئے آپکو اجازت ہے آپ واپس چلے جائیں۔ میں ان صاحب کو لکھ دوں گا۔

(جج صاحب کے نام شاہ صاحب کی یہ رائے گرامی آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے)۔

پھر عدالت میں کاروائی شروع ہو گئی۔

عزیز عنایت اللہ شاہ شیخ باغ والے شیعہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اٹک شہر میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی اور شیعہ سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ مجھ سے بعض احباب نے مطالبہ کیا کہ آپ مقدمہ سے دست بردار ہو جائیں اور اتحاد ہو جائے تاکہ انتقامی کاروائی میں دقت نہ ہو۔ میں نے کہا کہ مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگایا گیا ہے، جب تک مولوی صاحبان فتویٰ واپس نہیں لیتے میں مقدمہ سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ ان دوستوں نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی تو انہوں نے مصالحت کیلئے قاضی عصمت اللہ صاحب اور ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو مقرر کیا۔ انہوں نے ہمیں ۲ جنوری ۱۹۸۸ کو راولپنڈی میں حضرت شیخ القرآن کے مکان پر بلایا اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ آپ مقدمہ سے دست بردار ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے عزیز عنایت اللہ شاہ کی شہادت کا، جو شیعہ ملعونوں کے ہاتھوں ہوئی، تقاضا تھا کہ میں خود دعویٰ سے دستبردار ہو جاتا تاکہ ہم متحد ہو کر انتقام لیتے لیکن ان حضرات نے مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ تو میں کس طرح دعویٰ سے دستبردار ہو سکتا ہوں۔

چنانچہ دونوں حضرات مولوی عبدالسلام و ضیاء صاحبان کو تنہائی میں ملے تو انہوں نے کہا۔

"ہم نے مولینا السید لعل شاہ صاحب کو نہ شیعہ کہا ہے نہ کہتے ہیں نہ ایسا سمجھتے ہیں اگرچہ ہمیں مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری کی کتاب استخلاف یزید کی بعض عبارتوں پر مسلک اہل سنت والجماعت کی روشنی میں شدید اختلاف ہے۔"

اس پر بندہ نے مقدمہ واپس لے لیا۔

اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ ہر آدمی اللہ رب العزۃ کی بارگاہ میں خود جوابدہ ہوگا۔ بندہ نے جو کچھ لکھا ہے دلائل کی روشنی میں اور اکابرین کی آراء کے پیش نظر لکھا ہے۔ اسے حق سمجھتا ہوں اور اس پر قائم ہوں جو اختلاف کرتا ہے کرتا رہے۔

بعض احباب نے اصرار کیا کہ البطش الشدید طبع کرائی جائے تاکہ لوگوں کے شبہات دور ہو جائیں۔ لیکن بندہ نے سختی سے انکار کر دیا کہ صلح کے بعد اب جب تک انکی طرف سے کوئی اقدام نہیں ہوگا بندہ پہل نہیں کرے گا۔

نیز بندہ اس بات کی وضاحت بھی کر دینا چاہتا ہے کہ مہر حسین شاہ کامروی نے کچھ رسائل لکھے ہیں بعض لوگوں کا شبہ ہے کہ وہ میں نے لکھوائے ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ مہر حسین شاہ نے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل نہیں کی البتہ وسعت مطالعہ سے جہاں کہیں کوئی پسندیدہ جملہ دیکھتا ہے اسے اپنی تحریریں برمحل منطبق کر لیتا ہے۔ میں نے اسکی تحریرات مکمل طور پر نہیں پڑھیں لیکن بعض تحریروں سے یہ اندازہ ہے کہ اسکی بعض تحریرات میرے نظریات کے خلاف ہیں اور میں نے اسے آگاہ بھی کر دیا ہے۔

اسی طرح عبد القیوم علوی نے بعض کتابیں لکھیں اور مہر حسین سے بھی قدم آگے رکھا ہے۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ بندہ کا شاگرد ہے، اسلئے اس کا قلم آوارہ خرام ہے۔ یہ درست ہے کہ اس نے چھ ماہ کے قریب نحو کی کوئی کتاب مجھ سے پڑھی تھی، بعدہ اس نے حضرو میں مولوی عبد السلام وصابر صاحبان کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ پھر تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں مولینا عبد القدیر صاحب سے دورۂ حدیث کیا۔ اور ادارہ تحقیقات اسلامیہ میں ملازمت اختیار کرلی جہاں کتابوں کا مطالعہ کیا، جو کچھ لکھا ان حوالہ جات سے لکھا جو اس نے مطالعہ کئے۔ بعض حوالہ جات کا ذکر اس نے مجھ سے بھی کیا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تمہارا استدلال غلط ہے۔ محتاط رہو اسی میں بھلائی ہے۔ لیکن اس نے خود سری کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس نے میرے پاس آنا بھی بہت کم کر دیا ہے۔ بہر حال ان دونوں صاحبان کی بعض تحریرات

بندہ کے نظریات کے خلاف ہیں۔ اور میں نے انہیں کہہ بھیجا دیا ہے کہ وہ تحریرات میرے نظریات کے خلاف ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں۔ چونکہ کچھ لوگ شبہات میں مبتلا تھے۔ اسلئے ازالہ شبہات کے عنوان کے تحت بندہ اپنی اس کتاب میں ان سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔ اور بارگاہ رب العزۃ میں صلاحیت کا خواستگار ہے۔ فقط۔

لعل شاہ بخاری

آراء الاجلہ رحمہم اللہ

(کتاب استخلاف یزید کے متعلق بعض علمائے کرام کی آراء گرامی)

۵ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۱۹ مئی ۱۹۸۳ء

۱۔ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری۔

مرکزی جامع مسجد گجرات

شاہ فیصل گیٹ۔

محترم و مکرم جناب بشیر سول جج صاحب (ضلع اٹک) زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ فریقین (حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی فریق اول اور حضرت مولینا عبد السلام اور ان کے دیگر رفقاء حضرات مدعا علیہم فریق ثانی) نے آپکی عدالت عالیہ میں بندہ کو ثالث تسلیم کیا پھر فریقین نے مجھے مطلع بھی کر دیا۔ بندہ نے باوجود علالت شدیدہ عدالت عالیہ کا ایماء پاکر بدل وجان منظور کر لیا۔

جناب کی مقرر کردہ تاریخ ۱۴ مئی ۸۳ء پر فریق اول حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی مع اپنے رفقاء، علماء کرام بندہ کے پاس بوقت آٹھ بجے صبح پہنچ گئے، لیکن فریق ثانی حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور انکے رفقاء کرام مدعا علیہم چھ بجے شام تک نہ پہنچے۔

چھ بجے شام کے بعد حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور حضرت مولینا محمد صابر صاحب بندہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور معذرت کی کہ حضرت مولینا عبد القدیر صاحب اور حضرت مفتی عبد الرشید صاحب و دیگر ہمارے رفقاء گجرات حاضر ہونے سے انکاری ہیں۔ بندہ نے بے اختیار

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" پڑھا اور ان سے کہا "افسوس صد ہزار افسوس"
آپکو اور آپکے رفقاء حضرات کو عدالتِ عالیہ نے انتہائی ہمدردی اور خیر خواہی سے یہ زرین
موقع عنایت کیا جس میں آپ حضرات کی باعزت مفاہمت اور صحیح فیصلہ کی صورت ضرور
نکل آتی۔ لیکن آپ حضرات نے عدالتِ عالیہ کے حکم کی عمداً خلاف ورزی اور ناقدر شناسی
کر کے یہ بہترین موقعہ ضائع کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

۱۔ ہم نے فریقِ اول حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی کی کتاب استخلافِ یزید
اور اس کے خلاف فریقِ ثانی حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور ان کے رفقاء مفتیانِ کرام
مدعا علیہم کی شائع کردہ کتاب القول السدید کا دیانت و امانت سے مطالعہ کیا ہے۔
مدعی مذکور کی کتاب استخلافِ یزید کیوجہ سے اس کے مصنف حضرت مولینا سید لعل شاہ
صاحب بخاری کو بے علم، ماؤف دماغ، انتہائی سوقیانہ حرکت کا مرتکب، مانند عوام کالانعام
نفسانی خواہش کا متبع، خبیث باطن مانند ملحدین، بد باطن، نامعقول حرکت کا مرتکب،
متعصب جیسے سنگین مضمون اور صریح توہین آمیز الفاظ سے مشہور کرنا (جیسا کہ فریقِ ثانی
مدعا علیہم کی کتاب القول السدید میں درج ہیں) انتہائی زیادتی ہے اور کتاب استخلافِ
یزید کے مصنف حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری کی عزت و آبرو اور انکی نیک شہرت
کو شدید ترین مجروح کرنا ہے

۲۔ اور کتاب استخلافِ یزید کی بناء پر اسکے مصنف حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری
مدعی پر اہلِ سنت سے خارج، ناقابلِ امامت اور شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانا (جیسا کہ فریقِ ثانی
مدعا علیہم کی کتاب القول السدید میں موجود ہے) صریح ناانصافی، خلافِ عدل اور
حدودِ شریعت اسلامیہ سے بے حد تجاوز ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

"لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلو۔ اعدلو۔ هو اقرب للتقوی"
القرآن چھ پ۔

"واذا قلتم فاعدلوا" القرآن۔

علماء کرام کی ضد اور حسد سے اگر یہ حالت اور روش ہو تو
چوں کفر از کعبہ برخیزد۔ کجا ماند مسلمانی۔

والسلام ورحمۃ اللہ

عنایت اللہ۔

۲۔ حضرت مولینا محمد عبد الرشید نعمانی صاحب، استاذ درجہ تخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ۔ بنوری ٹاؤن کراچی۔

میں نے آج رسالہ "القول السدید فی جواب استخلاف یزید" کے جملہ اقتباسات اصل کتاب سے ملا کر دیکھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ استفتاء اور جواب استفتاء میں جو تاثر ان اقتباسات کے بارے میں دیا گیا ہے وہ اصل کتاب کے مطالعہ سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا الا یہ کہ آدمی ناصبی ہو تو اور بات ہے۔ غالباً ارباب فتاوی نے اصل کتاب سے مراجعت نہیں کی۔ اور اگر واقعی اہل فتوی نے بہ نفس نفیس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے یہ فتوی پڑھا ہے تو جائے تعجب ہے۔ یاللعجب ولضیعۃ الادب۔

کسی مشہور مصنف کی اصل عبارت کو اسکے سیاق وسباق سے کاٹ کر اس پر فتوی لینا اور اہل فتوی کا اصل سے مراجعت کے بغیر فتوی دے دینا شرمناک جسارت ہے۔ جو اہل دیانت وانصاف کا شیوہ نہیں۔

مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری ایک محقق عالم ہیں، سنی حنفی ہیں۔ ان کی تصانیف قابلِ قدر ہیں۔ جو ان کی بالغ نظری کی شہادت دیتی ہیں۔ ایسے شخص پر شیعیت کا الزام شہادتِ زور ہے۔ ان کی تصنیفات سے یہ بات قطعاً ظاہر نہیں ہوتی بحمد اللہ تعالیٰ انکو عمر طویل عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق بخشے۔ ان کا وجود مغتنم ہے۔

مولانا ممدوح بحمد اللہ زندہ وسلامت ہیں۔ اگر مفتیانِ کرام فتویٰ صادر کرنے سے پہلے خود ان سے اس سلسلہ میں مراجعت کرلیتے تو بہتر ہوتا۔ بہر حال الانصاف خیر الاوصاف اب بھی موقع ہے۔ مولانا کی کتاب کا غائر نظر سے ٹھنڈے دل سے مطالعہ فرمائیں اور جہاں اشکال ہو خود ان سے دریافت کرلیں اور اپنے فتاویٰ پر نظرِ ثانی فرمائیں۔ اور اگر ضد ونفسانیت درمیان میں ہے تو انکا کوئی علاج نہیں۔

یوں مصنف کی رائے سے ہر محقق کو اختلاف کا حق حاصل ہے۔ مگر اختلاف دلائل کی بنا پر ہونا چاہئے۔ ضد اور نفسانیت کی بنا پر نہیں۔ ہر مصنف سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اور تعبیر میں کوتاہی بھی۔ مگر اس سے اس کا بد باطن اور بد عقیدہ ہونا ثابت نہیں ہوا کرتا کہ

ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود مثل مشہور ہے من صنف فقد استھدف۔ مولانا بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

محمد عبد الرشید نعمانی غفر اللہ لہٗ

۲۔ حضرت مولانا عبد المتین صاحب۔

حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب کی متنازع فیہ کتاب میں نے اکثر دیکھی ہے، اور ان مواضع کو غور سے دیکھا جن میں اعتراض کیا گیا ہے۔ میں نے اس کو

اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف نہیں پایا بلکہ شاہ صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حقِ صحبت اور اس کے اعزاز کا پورا حق ادا کیا ہے البتہ استخلافِ یزید کے متعلق احقاقِ حق کے لئے جو تحقیق تحریر میں لائی گئی ہے۔ اور مخالفین کا رد فرمایا گیا ہے وہ قابلِ اعتراض نہیں بلکہ قابلِ داد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کررہ احقر الانام عبد المتین غفرلہ

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الشرعیہ ریلوے کالونی

ویسٹریج راولپنڈی۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

۱۵-۲-۸۳ء

مولینا کے صاحبزادے احمد سعید صاحب خطیب کوہاٹ چھاؤنی (زادہ اللہ بقاءً وصلاحاً) اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

بوساطت والدِ محترم حضرت مولانا عبد المتین صاحب (شیخ الحدیث بجامعۃ العلوم الشرعیہ ویسٹریج راولپنڈی) آپکی تصنیف شدہ چند معرکۃ الآرا کتب ملی ہیں "بشریتِ رسولؐ" کی تو نظیر ہی نہیں۔ گویا آپ نے محاسبۂ تحقیق کر کے بریلویوں پر اتمام حجت کر دی ہے۔ لیکن شاعر نے کیا خوب کہا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ استخلافِ یزید بجواب تحقیق مزید علی خلافۃ معاویہؓ ویزید میں بھی آپکے قلم نے بیش قیمت گوہر بکھیرے ہیں۔ میں آپکے زورِ قلم وسعتِ مطالعہ وعلم اور پوری تحقیق کی داد دیتا ہوں۔ بعض معاندین کے اعتراضات بے جا ہیں۔ میں آپ کی اکثر کتب کا بنظرِ غائر مطالعہ کر چکا ہوں۔ بے حد پسند آئی ہیں۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

استخلاف یزید

بجواب

تحقیق مزید علیٰ خلافۃ معاویہ و یزید

مصنفہ

سید لعل شاہ بخاری تجاوز عن ذنبہ الباری

خطیب مدنی مسجد لائق علی چوک واہ کینٹ